أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا
تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟ (سورہ محمد، آیت ۲۴)
زادِ حیات
قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ
جلد اوّل (سورہ فاتحہ تا سورہ ص)
تالیف:
محمد رضا مرچنٹ
فرمان علی شاکری

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

توکیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟ (سورۂ محمد، آیت ۲۴)

زادِ حیات

(قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ)

تالیف:

محمد رضا مرچنٹ

فرمان علی شاکری

ترتیب و تدوین:

رضا علی عابدی

جلد اوّل (سورۂ فاتحہ تا سورۂ ص)

ناشر:

زادِ راہ ٹرسٹ

G-4 گراؤنڈ فلور، الارض ٹیرس، عامل کالونی، سولجر بازار، کراچی

فون نمبر: 32293163

www.zad-e-rah.com,www.zad-e-rah.net,www.zad-e-rah.org

info@zad-e-rah.com,razamerchant5@hotmail.com

نام کتاب: **زادِ حیات** (قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ)

مؤلف: محمد رضا مرچنٹ، فرمان علی شاکری اینگوتی

ترتیب وتدوین: رضا علی عابدی اینگوتی

تصحیح ونظر ثانی: مولانا نذر الحسنین محمدی

جلد: اوّل (سورۂ فاتحہ تا سورۂ ص)

ناشر: زادِ راہ ٹرسٹ، کراچی

پہلا ایڈیشن: ستمبر ۲۰۱۶

قیمت: 350 روپے

نوٹ:

ادارے نے لاگت سے کم ہدیہ رکھا ہے لہٰذا چھپی ہوئی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

ملنے کا پتہ:

۱) زادِ راہ ٹرسٹ، کراچی	۲) محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی
۳) محمد علی بک ڈپو، سولجر بازار، کراچی	۴) الحسن بک ڈپو، نارتھ ناظم آباد، کراچی
۵) افتخار بک ڈپو، اسلام پورہ، لاہور	۶) اسلامی بک سینٹر، اسلام آباد

فہرست مضامین

۳۔ سورۂ آل عمران کا مختصر جائزہ .... ۶۹ تا ۸۶

۴۔ سورہ نساء کا مختصر جائزہ .... ۸۷ تا ۱۰۱

۶۔ سورۂ انعام کا مختصر جائزہ .... ۱۲۲ تا ۱۳۸

۷۔ سورۂ اعراف کا مختصر جائزہ .... ۱۳۹ تا ۱۵۵

۸۔ سورۂ انفال کا مختصر جائزہ .... ۱۵۶ تا ۱۶۶

۹۔ سورۂ توبہ کا مختصر جائزہ .... ۱۶۷ تا ۱۸۳

۱۰۔ سورۂ یونس کا مختصر جائزہ .... ۱۸۵ تا ۱۹۷

۱۱۔ سورۂ ہود کا مختصر جائزہ .... ۱۹۸ تا ۲۱۶

۳۳۔ سورۂ احزاب کا مختصر جائزہ .... ۴۳۶ تا ۴۵۱

۳۴۔ سورۂ سبا کا مختصر جائزہ .... ۴۵۲ تا ۴۶۴

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اس پروردگار عالم کے لئے ہیں جو کائنات کا خالق اور مالک ہے اور درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے جنہیں پروردگار عالم نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا۔

پروردگار عالم نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات پر فضل و شرف عطا کرتے ہوئے اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اللہ کے عطا کردہ اس منصب کی وجہ سے انسان کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ اسے صرف اپنا ہی خیال نہیں رکھنا بلکہ اپنے اردگرد زندگی بسر کرنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہے۔ صرف اپنے لئے جینا اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھنا کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ یہ عمل تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں اور جب ان کے بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو یہ ان کے لئے غذا اور آب ودانے کا انتظام کرتے ہیں۔ انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے، اس کا کمال یہ ہے کہ وہ اس معاشرتی زندگی میں نہ صرف اپنے گھر والوں کا خیال رکھے بلکہ اپنے آس پاس رہنے والوں کا بھی خیال رکھے۔ معاشرتی اور سماجی مشکلات میں ان کا ساتھ دے اور خاص طور پر روحانی مشکلات میں ان کا سہارا بنے اور راہ حق کی نشاندہی کرتا رہے۔

بالخصوص ہم جس معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہاں گوناں گوں مشکلات ہیں، لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے اور انہیں بہکانے کے وسائل بے شمار ہیں۔ لہٰذا معاشرے کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ خاص طور پر نوجوان نسل کو ان انحرافات سے دور رکھنے کی سعی اور کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) اللہ نے امت محمدیؐ کو بہترین امت قرار دیا ہے اور اللہ کی عبادت اور معرفت کے علاوہ ان کی خلقت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ رکھا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیوں کی طرف راغب کریں اور برائیوں اور انحرافی راہ سے روکنے کی کوشش کریں۔

ان اخلاقی اور تربیتی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے زادِ راہ پروڈکشن اصلاح معاشرہ کیلئے مختلف کاوشیں انجام دے رہا ہے۔ ویڈیو قرآن مجید، ویڈیو صحیفہ سجادیہ، ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن ان ہی کاوشوں کا ایک حصہ ہیں۔ ان

ترجیحی امور کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے زادِ راہ کے سرپرست اعلیٰ الحاج محمد رضا مرچنٹ صاحب کی زحمتیں قابل قدر و ستائش ہیں کہ وہ ان تمام امور کی بذات خود نگرانی کرتے ہیں۔ ان کی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے زادِ راہ کے تمام ممبران کو ایک نیا حوصلہ ملتا ہے اور وہ ایک نئی قوت کے ساتھ ان امور کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ جس کے لئے ہم ان کے بے حد شکر گزار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہیں۔

زیر نظر کتاب ویڈیو قرآن مجید کی کتابی صورت ہے جس میں کچھ اضافوں کے ساتھ مطالب کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور آیات سے مربوط واقعات کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ نوجوان نسل میں قرآن فہمی کا شوق پیدا ہو اور وہ ان واقعات سے اپنی ہدایت کا انتظام کر سکیں۔

اس کتاب کی تالیف اور جمع آوری میں الحاج محمد رضا مرچنٹ صاحب نے خصوصی توجہ دی اور برادر عزیز مولانا فرمان علی شاکری اینگوتی صاحب نے اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تکمیل میں کردار ادا کیا۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسی مشترکہ کاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب آپ حضرات کے ہاتھوں کی زینت بن رہی ہے۔ پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ ان دونوں حضرات کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور دین مبین اسلام کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان دونوں ہستیوں کے علاوہ ادارہ مولانا نذر الحسنین محمدی دام عزہ کا بھی نہایت شکر گزار ہے کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی۔ پروردگار عالم ان کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور مزید خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بارگاہ الٰہی میں یہی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اس پُر آشوب دور میں معاشرے کی اصلاح کے لئے اور انسانیت کی ہدایت کے لئے ممد و معاون بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رضا علی عابدی اینگوتی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں قرآن مجید جیسی عظیم نعمت سے نوازا جو ہماری زندگی کے لئے سرمایۂ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے ضابطۂ حیات کے طور پر اتارا اور ایسا جامع بنایا کہ اس میں اب کسی تبدیلی کی ضرورت باقی نہ رہے چنانچہ اپنے نزول کے وقت سے لیکر دنیا کے باقی رہنے تک قرآن انسانیت کے لئے "ہدایت" "شفاء" اور "بیان" ہے۔

قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ ربّ العالمین نے اس کائنات کو اور تمام مخلوقات کو ایک اعلیٰ مقصد کے تحت بنایا ہے اور انسان کو اس زمین پر اشرف المخلوقات بنایا، اپنا نائب اور منتظم بنایا، اور اس کے بلند مقام کو روشناس کرنے کیلئے کہا کہ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا اور ہم نے بنی آدم کو کرامت عطا کی ہے اور انہیں خشکی اور دریاؤں میں سواریوں پر اٹھایا ہے اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔ (۱) انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی واحد وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس عقل اور اخلاق و کردار نام کا وہ ملکہ ہے جو اس کو دوسری تمام مخلوقات سے یکسر علیحدہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن جہاں عبادت کے دائرہ میں شرک سے روکتا ہے اور ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے وہاں وہ اخلاق و کردار کے دائرہ میں جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی، خیانت، بدی، رشوت، بغض و حسد اور دوسری برائیوں سے بھی منع کرتا ہے۔ قرآن مجید ان بری باتوں کے برخلاف جن خوبیوں کو اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے ان میں سچ بولنا، عفت و پاکدامنی، عفو و درگزر اور ایثار و قربانی جیسے نیک اوصاف کی طرف توجہ دلاتا ہے، انسان جس حد تک ان اوصاف سے متصف ہو جائے اسلام اسے اس حد تک انسان کے معیار کی بلندی قرار دیتا ہے اور ایک صحت مند و توانا معاشرۂ انسانی کے وجود و بقا کے لئے یہ ہدایت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

۱۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بیشک اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور بدکاری، ناشائستہ حرکات اور ظلم سے منع کرتا ہے کہ شاید تم اسی طرح نصیحت حاصل کرلو۔(۱) قرآن نے صرف احکام و ہدایات دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس مقصد کے تحت اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق و کردار کا پیکر بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لئے نمونۂ عمل قرار دیا۔ ارشاد ہوتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔(۲) تاریخ شاہد ہے کہ اخلاص، خوفِ خدا، صبر، عفو و درگذر، مساوات وعدل و احسان، ذوی القربیٰ کا خیال رکھنا، فحشاء و منکر سے اجتناب اور اسی طرح کی سیکڑوں درخشاں قرآنی تعلیمات پر ایک بدو، وحشی قوم کا عمل پیرا ہو کر عالم گیر انقلاب کا روح پرور منظر پیش کرنا اس صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے کہ انسانی کردار سازی میں قرآن مجید کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔

ضرورت ہے اس قانون وضابطے کی جو انسانوں کے خالق و مالک بلکہ ساری مخلوقات کے مربی کا قانون وضابطہ ہے اور وہ ضابطہ ہے قرآن مجید۔ یہ ضابطۂ الٰہی آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل نازل ہوا تھا اور کسی بھی حرف اور نقطے کے تبدل و تغیر کے بغیر آج تک موجود ہے اور قیامت تک یوں ہی محفوظ و مامون رہے گا اس لئے کہ اس ضابطۂ زندگی کے مالک نے اس کی حفاظت کی ضمانت لی ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(۳)

الغرض یہ قرآن "ہدی للناس" ہے "بلاغ للناس" ہے "شفا للمؤمنین" ہے۔ گویا یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے شفا و رحمت اور رشد و ہدایت کا سامان پہنچاتی ہے جو اللہ پر، آخرت پر اور اسکے رسول پر ایمان لے آئے ہوں۔ گویا قرآن عالم گیر اور آفاقی ہے اس کی تعلیمات اپنے اندر جامعیت اور آفاقیت کی شان رکھتی ہیں۔ اس لئے یہ تمام انسانوں کے لئے کتاب ہدایت ہے اور بلاشبہ انسانی کردار سازی میں جو کردار قرآن مجید کا ہو سکتا ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی کتاب اور قانون کے حصہ میں نہیں آسکتا۔

آج مسلمانوں کے اخلاق میں گھن لگ چکا ہے ان کے کردار میں مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں، خاص طور پر

۱۔ سورۂ نحل آیت ۹۰

۲۔ سورۂ احزاب، آیت ۲۱

۳۔ سورۂ حجر آیت ۹

نوجوان نسل میں مغرب کی تقلید کی وجہ سے بے راہ روی بڑھ گئی ہے جس کے نتیجہ میں انہیں انتشار و پراگندگی اور زوال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کردار سازی کے ذریعہ ان کا علاج کیا جائے اور انہیں اس مرض سے نجات دلائی جائے۔

اپنی آنے والی نسلوں کی کردار سازی ہمارا یہ فریضہ بنتا ہے کہ ہم قرآن مجید کے آفاقی پیغام کو ان تک پہنچائیں۔ اسی ہدف کو مدنظر رکھتے ہوئے زادِراہ پروڈکشن نے قرآن مجید کو ویڈیو کی صورت میں اردو ترجمہ کے ساتھ منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کیا۔ قرآن مجید کی یہ ویڈیوز ڈی وی ڈی اور زادِراہ کی ویب سائٹ پر آن لائن موجود ہیں۔ الحمدللہ آج مومنین ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کی جو ویڈیوز منظر عام پر لائی گئیں تھیں ان میں قرآن مجید کے سوروں کے بارے میں مختلف نکات اور ان کے فضائل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا تھا لہٰذا یہ خیال ذہن میں آیا کہ کیوں نہ ان ہی مطالب کو تفصیل کے ساتھ کتاب کی صورت میں منظر عام پر لایا جائے۔

اس کتاب میں وہ مطالب اور نکات شامل کئے گئے ہیں جو قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرتے ہیں اور انسان کی کردار سازی کیلئے الٰہی پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مطالب اور نکات میں کوشش کی گئی ہے کہ ان آیات کو زیادہ واضح اور نمایاں کریں جو ائمہ معصومین کی شان میں نازل ہوئی ہیں، تا کہ ان ہستیوں کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ہماری نوجوان نسل اپنے کردار کو سنوار سکے۔ اس کے علاوہ اگر سورے میں کوئی خاص واقعہ یا کوئی خاص حکم بیان ہوا ہے تو اسے بھی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ہر سورے کے آخر میں اس سورے کی کم از کم ایک خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے کیلئے جن حضرات نے مدد کی میں ان کا مشکور ہوں خاص طور پر قبلہ مولانا رضا علی عابدی، مولانا فرمان علی شاکری اور مولانا نذر الحسنین محمدی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی انتھک محنت سے اس کتاب کی تیاری میں مدد فراہم کی۔ پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انہیں دین مبین اسلام کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرتے ہوئے علوم محمدؐ و آل محمدؐ کی روشنی کو گھر گھر پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد رضا مرچنٹ

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں جس نے بشریت کی ہدایت کے لئے قرآن مجید جیسا آئین بندگی نازل کیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی۔ اور بے شمار درود وسلام ہو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ پر جنہیں عالمین کے لئے رحمت بنایا اور قرآن مجید جیسا ابدی دستور دے کر بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور درود وسلام ہو ان کی عترت طاہرہ پر جنہوں نے الٰہی قوانین اور احکام شریعت کی بقا کے لئے لازوال قربانیاں پیش کیں اور دین مبین اسلام کی سربلندی اور قرآن مجید کی تعلیمات کی حفاظت کا حق ادا کیا اور بشریت کی رہنمائی فرمائی اور انسانوں کو گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھایا۔

قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔ یہ دستورِ حیاتِ انسانی اور آئین بشریت ہے، اسے ''قرآن'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اِس کا ایک نام ''نور'' ہے کیونکہ یہ قلوب، نظر اور اوہام کو منور کرتا ہے۔ اِسے ''برہان'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ روشن دلیلوں کے ذریعے ہر چیز کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ ''احسن الحدیث'' بھی ہے کیونکہ اس سے بہتر اور برتر کوئی دوسرا کلام نہیں ہے۔ اسے ''فرقان'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حق وباطل کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے اور قرآن مجید کو ''قول فصل'' کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن کا فیصلہ آخری اور حتمی فیصلہ ہوتا ہے۔

جو شخص اس کی پیروی کرے اس کے لئے یہ ہدایت ہے، جو اس کی بنیاد پر بحث ومناظرہ کرے اس کے لئے دلیل وبرہان ہے، جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لئے حجت ہے اور جو اسے دستور العمل بنائے اس کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ ایسا نور ہے جس کے لئے ظلمت نہیں ہے اور یہ حقیقت شناس افراد کے لئے ایک واضح نشان ہدایت اور آئین بندگی ودستور زندگی ہے۔

زیر نظر کتاب ''زادِ حیات'' کو مرتب کرنے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے ''زادِ راہ پروڈکشن'' کو یہ سعادت نصیب کی کہ وہ قرآن مجید کو ویڈیوز کی شکل میں منظر عام پر لائے۔ ان ویڈیوز میں قرآن مجید کے ہر سورے

کی ابتدا میں اس سورے سے متعلق مختصر نکات کو شامل کیا گیا ہے۔ انہی نکات کو مزید تفصیل اور اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں لانے کی طرف ''زادِ راہ پروڈکشن'' کے سرپرست اعلیٰ ''الحاج محمد رضا مرچنٹ دام عزہ'' نے توجہ مبذول کرائی، اور اس کے لئے انہوں نے خود بہت محنت سے قرآن مجید کے سوروں اور مختلف آیات پر موجود اہم نکات اور مطالب کی جمع آوری کی۔ ان کی تمام خدمات کو پروردگار عالم اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔ (آمین)

اس کتاب کو مرتب کرنے کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ اردو زبان میں قرآن شناسی کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا ہے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور سادہ زبان میں ان مطالب کو بیان کیا جائے تاکہ قارئین کو ''قرآن فہمی'' میں مدد مل سکے۔ اس کتاب میں ''قرآن مجید'' کے تمام سوروں کا مختصر تعارف اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ:

ہر سورہ ترتیب نزول اور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید میں کس مقام پر واقع ہے۔

ہر سورہ کتنی آیات پر مشتمل ہے اور اس کا مقام نزول کیا ہے؟

ہر سورے کا شان نزول کیا ہے؟

ہر سورہ کن موضوعات پر مشتمل ہے؟

اس کے علاوہ اس کتاب میں ہر سورے کے آخر میں اس سورے سے متعلق ائمہ معصومینؑ سے (منسوب) مروی کم سے کم ایک روایت کو بیان کیا گیا ہے جو اس سورے کی فضیلت اور اس کی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

یوں تو کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو کیونکہ اس بات کو قرآن مجید نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ ''کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو۔ (۱)''

قرآن کریم کی آیات کا ایک بڑا حصہ گذشتہ امتوں کی حکایات اور انبیائے کرام کے مختلف حکایات اور واقعات پر مشتمل ہے یہ حکایات اور واقعات سبق آموز اور عبرت آمیز ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید خود تصریح کرتا ہے کہ سابقہ اقوام کے قصے بیان کرنے کا مقصد لوگوں کو بیدار کرنا اور لوگوں کو عبرت حاصل کرنے پر آمادہ کرنا ہے جیسا کہ حضرت یوسفؑ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا کہ: ''یقیناً ان کے واقعات میں صاحبان عقل کے لئے سامان عبرت ہے۔'' (۲)

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۵۹

۲۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱

اس کتاب ''زادِ حیات'' کے آخر میں قرآن مجید سے علاج کے عنوان سے ایک باب کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مختلف بیماریوں اور پریشانیوں کے حل کے لئے قرآن مجید کی بعض آیات سے استفادہ کیا گیا ہے امید ہے کہ مومنین ان آیات سے مستفید ہوں گے۔

آخر میں میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں شروع سے آخر تک حوصلہ افزائی فرمائی، خصوصاً الحاج محمد رضا مرچنٹ بانی وسرپرست اعلیٰ ''زادِراہ ٹرسٹ'' کا انتہائی ممنون ہوں جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی نے اس مشکل مرحلے کو آسان بنادیا۔ ان کے علاوہ برادر محترم حجۃ الاسلام شیخ رضا علی عابدی اینگوتی اور اعتماد العلماء مولانا نذر الحسنین محمدی کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان دونوں ہستیوں نے کتاب کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کے مراحل کو بطورِ احسن انجام دیا۔ پروردگار ان تمام حضرات کی توفیقات خیر میں مزید اضافہ فرمائے اور انہیں اسی طرح تعلیمات اسلام کی اشاعت اور مقصد اہل بیتؑ کی ترویج وتدوین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (آمین)

قارئین سے گذارش ہے کہ الحاج محمد رضا مرچنٹ کے مرحوم والدین مرحوم فاضل احمد بھائی، مرحومہ زینب بائی، میری والدہ مرحومہ رقیہ بنت غلام حیدر، ذاکر اہل بیتؑ مرحوم اخوند غلام حیدر اور شہدائے ملت جعفریہ کے لئے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین بارہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کریں۔ شکریہ۔

والسلام

فرمان علی شاکری اینگوتی

تقریظ

مبسملاو حامدا و مصلیا و مسلما

محترم و معزز قارئین کرام!

آپ کے زیرِ مطالعہ کتاب ''زادِ حیات'' دراصل قرآنِ مجید کی اُس سعی، بصری کاوش (ویڈیو) ہی کا حسین و جمیل ''کتابی چہرہ'' ہے جسے زادِراہ پروڈکشن کے زیرِ اہتمام، اس باوقار ادارے کے باوقار و عزت مآب سرپرستِ اعلیٰ الحاج محمد رضا مرچنٹ صاحب کی زیرِ سرپرستی، آپ کی خدمت میں نذر کیا جا چکا ہے۔ مجھے یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ زیرِ نظر کتاب کے حوالے سے خود صاحبِ موصوف (الحاج محمد رضا مرچنٹ صاحب) نے آیات و سورہ ہائے قرآن کریم سے متعلق اہم نکات کی تلاش و تفحص میں ذاتی طور پر بڑی محنت اور کوشش و کاوش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے اس جذبۂ شوق و محنت کو سلامت رکھے۔ آمین!

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔۔۔!

حجۃ الاسلام مولانا جناب فرمان علی شاکری اینگوتی صاحب نے اِس کتابی چہرے (زادِ حیات) کے مطالب کی جمع آوری، بناؤ سنگھار، تزئین و آرائش کے سلسلے میں اپنے دلی لگاؤ اور عملی کوشش و کاوش کا ''حق'' ادا کر دیا ہے۔۔۔!

اور میرا یہ دعویٰ اس لئے ہے کہ اس کتاب کا مسودہ میرے مطالعے میں رہ چکا ہے اور میں نے بہت باریک بینی اور مختلف زاویوں سے اِس کا جائزہ لیا تو، کتاب کے ہر صفحے اور ہر نکتے نے میرے دامنِ قلب و نظر اور خیال و فکر کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ایسا لگا کہ ......

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

باقی رہا اس کتاب پر تبصرہ......... کہ اس میں کیا ہے؟ اور اس کو مرتب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وغیرہ وغیرہ........ تو، مولانا فرمان علی شاکری صاحب (اللہ تعالیٰ انہیں عزت دے اور اُن کا اقبال بلند کرے) سب کچھ، اپنے ''حرفِ آغاز'' میں بیان فرما ہی چکے ہیں، اس لئے اُس بارے میں تبصرہ، تحصیلِ حاصل ہے!

خصوصی تذکرہ:

جی ہاں! زادِراہ ٹرسٹ کے روحِ رواں حجۃ الاسلام والمسلمین عزیز و محترم مولانا رضا علی عابدی اینگوتی کو یہ سعادت مجھ

سے پہلے ہی حاصل ہوگئی کہ وہ اس مبارک ومسود کتاب کو گہری نظر سے دیکھ سکیں اور آپ نے...... اس کو تصحیح واصلاح کے مراحل سے ایسا گزارا کہ..... بعد میں اِس حقیر کے لئے، مسودہ کتاب میں تصحیح واصلاح کی بہت کم ہی گنجائش نکلی......!

اور آخر میں

الحاج محمد رضا مرچنٹ اور مولانا فرمان علی صاحب شاکری اینگوتی کو اُن کی مشترکہ کاوش اور اس تالیفِ لطیف پر ''خصوصی'' مبارک باد پیش کرتا ہوں اور عمومی مبارکباد کے مستحق ہیں ادارۂ زادِراہ کے تمام اراکین جن کی اجتماعی سعی و کوشش کا نتیجہ یہ خوبصورت کتاب، آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ امید ہے کہ... یہ کتاب آپ کے گھر اور دفتر کے لئے ''زینت و آرائش'' کا حصہ بنے گی، اور اس کتاب پر ''عمل'' یقیناً آپ کے لئے ''زادِ حیات'' اور ''توشۂ آخرت'' ثابت ہوگا۔ آمین بحق محمدؐ وآلہ المعصومینؑ

این دعا، از من واز جملہ جہاں، آمین باد

طالب دعا....!

نذر الحسنین محمدی

سورۂ فاتحہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فاتحہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فاتحہ	01	01	05	مکہ مکرمہ	07	01	143	29

☆ سورۂ فاتحہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پہلا (۱) سورہ ہے جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے پانچواں (۵) سورہ ہے۔ یہ وہ واحد سورہ ہے جسے خداوند متعال نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو مرتبہ نازل کیا، پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اس وجہ سے اس کا شمار مکی سوروں میں ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ عربی میں فاتحہ "ابتدائیہ" یا "دیباچہ" کو کہا جاتا ہے۔

اسمائے سورہ:

قرآن مجید کی تفاسیر میں سورۂ فاتحہ کے تقریباً تیس (۳۰) سے زائد نام بیان ہوئے ہیں۔ ہم یہاں پر ان میں سے بعض کو مختصراً بیان کریں گے:

۱۔ ام الکتاب: یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ سورہ قرآن مجید کے تمام بنیادی مفاہیم پر مشتمل ہے[۱]۔

۲۔ الکافیہ: کیونکہ نماز میں اس سورے کے علاوہ کسی اور سورے کا پڑھنا کافی نہیں ہے[۲]۔

اسی وجہ سے اس سورے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ جب تک انسان نماز میں اس سورے کی تلاوت نہ کرے اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ[۳]

سورۂ حمد کے بغیر نماز ادا نہیں ہو سکتی۔

۳۔ الشافی: سورۂ حمد وہ سورہ ہے جس میں ہر بیماری کے لئے شفا موجود ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفا موجود ہے۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۱۔ تفسیر احسن الحدیث، ج ۱، ص ۱۱، علی اکبر قرشی، نوید اسلام، اصفہان ایران

۲۔ مجمع البیان، ج ۱، ص ۱۹، فضل ابن حسن الطبرسی، دار العلوم للتحقیق والطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۴۲۶ ہجری

۳۔ البیان فی تفسیر القرآن، ص ۳۱۹، سید ابو القاسم الخوئی، انوار الہدیٰ، آٹھواں ایڈیشن ۱۴۰۱ ہجری

روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هِيَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ وَالسَّامُ الْمَوْتُ[1]

یہ سورہ سام کے علاوہ ہر مرض کے لئے دوا ہے اور سام سے مراد موت ہے۔

۴۔ اسم اعظم: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ مُقَطَّعٌ فِي أُمِّ الْكِتَابِ[2]

قطعی طور پر سورۂ حمد میں اسم اعظم موجود ہے۔

۵۔ دعا: کیونکہ اس میں دعا بھی ہے اور دعا مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا گیا ہے[3]۔

اہم موضوعات:

سورۂ فاتحہ کے موضوعات میں سے بعض موضوعات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ''بسم اللہ'' سرنامہ کلام اور جامع صفات پروردگار	۲۔ تمام تعریفیں صرف اللہ کی ذات کے لئے
۳۔ خدا کی حاکمیت کی بنیاد رحمت پر ہونا	۴۔ دنیا و آخرت کے تمام امور کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہونا
۵۔ لائق عبادت اور مدد مانگنے کا اہل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات	۶۔ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے انسان اللہ کا محتاج ہے
۷۔ برگزیدہ بندوں پر انعام جبکہ گمراہوں پر اللہ کا غضب	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سرنامہ کلام اور جامع صفات پروردگار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

ہر کام کی ابتداء کا سرنامہ ہے اور ہر کام کے شروع کرتے وقت خدا سے مدد طلب کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

''بسم اللہ'' میں ''اللہ'' کا لفظ شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کا ایک جامع نام ہے۔ اس لئے اگر خدا کے ناموں پر تحقیق کی جائے تو قرآن مجید اور تمام دوسرے اسلامی منابع یہ ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے ناموں میں سے ہر ایک نام خدا کی صفات میں سے کسی خاص صفت کے ایک حصے کو ظاہر کرتا ہے جبکہ وہ تنہا نام جو خدا کی تمام صفات اور کمالات طرف

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۲۵۹، علامہ محمد باقر مجلسی، موسسۃ الوفا، بیروت، ۱۴۰۳ ہجری

[2] ۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۳۹، شیخ حر عاملی، موسسہ آل البیت علیہم السلام، قم ایران ۱۴۰۹ ہجری

[3] ۔ تفسیر الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۳۳، علامہ جلال الدین سیوطی، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ۱۴۰۳ ہجری

اشارہ کرتا ہے وہ لفظ "اللہ" ہے۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اجماع ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورۂ توبہ کے علاوہ قرآن مجید کے ہر سورے کا جزو ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہی مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورے کی ابتدا میں بسم اللہ کی تلاوت کرتے تھے اور صحابہ وتابعین کے مصاحف میں بھی بسم اللہ درج تھی (۱)۔

تمام تعریفیں صرف اللہ کی ذات کے لئے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ آیت اس بات کا درس دیتی ہے کہ تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں اور تمام نعمتوں اور عنایات کا سرچشمہ اللہ کی ذات پاک ہے۔

خدا کی حاکمیت کی بنیاد رحمت ہے

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ تعالیٰ صفت "رحمانیت" کی وجہ سے دنیا میں دوست ودشمن، مومن وکافر سب کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور جو افراد اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور دنیا میں ظلم وستم کرتے ہیں انہیں بھی اس دنیا کا رزق اور دنیاوی نعمتیں عطا کرتا رہتا ہے جبکہ آخرت کے روز انہیں عدالت الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا اور بہت ہی سخت عذاب ایسے لوگوں کا منتظر ہوگا۔

"رحیمیت" ایسی صفت ہے جو صرف اس کے مطیع اور فرمانبردار بندوں کیلئے ہے اللہ کی اس صفت سے استفادہ کرنے والے اس کے خاص بندے ہیں جو دنیا وآخرت دونوں میں اللہ کی اس صفت سے مستفید ہوتے ہیں۔

البتہ تفسیر انوار النجف میں بیان ہوا ہے کہ:

"رحمن سے مراد دنیا میں اس کی رحمت ہے اور رحیم سے اسکی اخروی رحمت مراد ہے۔

اسکا واضح برہان یہ ہے کہ لفظ رحمان، الحمد اللہ رب العالمین کیساتھ متصل ہے اور یہ دنیا میں اسکے رحمن ہونے کو بتاتا ہے اور لفظ رحیم مالک یوم الدین کیساتھ متصل ہے اور یہ اسکی اخروی رحمت پر دلالت کرتا ہے، یہ دونوں صفات منشاء الٰہی کے فیوض وبرکات پر مشتمل ہے (۲)۔"

۱۔ تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف، ج ۱، ص ۱۹، علامہ حسین بخش جاڑا، مکتبہ انوار النجف دریا خان بھکر ۱۹۹۰ء

۲۔ تفسیر انوار النجف، ذیل تفسیر سورۂ فاتحہ، سید نیاز حسین نقوی، موسسہ امام المنتظر، قم ایران

دنیا و آخرت کے تمام امور کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

یہ آیت انسان کو قیامت کے دن اعمال کی جزا و سزا اور عدالت اخروی میں خدا کی حاکمیت کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

اس آیت میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ صرف روز قیامت کا حاکم و مالک ہے بلکہ دنیا میں بھی وہی مالک و مختار ہے لیکن دنیا چونکہ عمل کرنے کی جگہ ہے لہٰذا یہاں پر انسان کو کچھ اختیارات دیئے گئے ہیں لیکن روز قیامت چونکہ دنیا میں انجام دیئے گئے اس عمل کے نتیجے کا دن ہے لہٰذا اس دن حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی اور انسان کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

لائق عبادت اور مدد مانگنے کا اہل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

اس آیت میں اللہ ہی کی عبادت اور اسی سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اس کے ذریعہ عبادت و بندگی کی طرف جس خوبصورت انداز میں اشارہ کیا گیا ہے حقیقت میں ان اشاروں کے ذریعے توحید کی تمام اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کو منع کیا گیا ہے تو پھر کیوں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر انسان اللہ کے مقابلے میں کسی سے مدد طلب کرے یا ایسے فرد سے مدد طلب کرے جسے اللہ کی طرف سے اجازت بھی حاصل نہ ہو تو ایسا کرنا شرک ہے لیکن اگر وہ ایسی ہستی سے مدد طلب کرے جسے خدا نے اجازت دی ہو جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو شرک نہیں ہے۔ ان میں سے ایک رسول خدا ﷺ کی ذات ہیں جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں ان کے وسیلے سے مدد طلب کرنا اور وہ مدد طلب کرنا بھی اللہ کے مقابلے میں نہ ہو بلکہ اس کی مدد کے ذیل میں آتی ہو تو شرک نہیں ہے کیونکہ اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ کا جائز ہونا ضروری ہے اور یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ سورۂ مائدہ میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید اس طرح تم کامیاب ہو جاؤ۔

---

[1] سورۂ مائدہ، آیت ٣٥

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں اعمال کی قبولیت اور حاجات کی برآوری کے لئے ان افراد کو وسیلہ قرار دیا جائے جنہیں اس کی ذات نے خاص مقام و منزلت عطا فرمایا ہے۔

صراط مستقیم پر چلنے کے لئے انسان اللہ کا محتاج ہے

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۞

اس آیت کے مطابق ہر قسم کی ہدایت اللہ کی طرف سے ہے اور انسان ہدایت کے حاصل کرنے میں اللہ کا محتاج ہے کیونکہ جب تک توفیق خداوندی شامل حال نہ ہو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

برگزیدہ بندوں پر انعام جبکہ گمراہوں پر اللہ کا غضب

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۞

اس سورے کی آخری آیت اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے اپنی نعمتوں کو نازل کیا ہے اور یہ راستہ گمراہ لوگوں کے راستے سے الگ ہے۔ جن لوگوں پر انعام نازل ہوا ان کی نشان دہی قرآن مجید نے سورۂ نساء میں کی، ارشاد رب کریم ہوتا ہے:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا (۱)

اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کیں ہیں۔ یہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین ہیں اور یہی بہترین رفقاء ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت میں انبیا سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صدیقین سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور شہداء سے حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہیں (۲)۔

اور اگر ہم روایات میں غور کریں تو وہ لوگ جو اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیشہ کوشاں رہے ان میں سب سے بہترین اطاعت گزار ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کے انعامات کا نزول ہوا۔

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۶۹

۲۔ afghanistan.shafaqna.com

اور جن لوگوں پر غضب الٰہی کا نزول ہوا ان کے بارے میں قرآن مجید کی مختلف آیات میں بیان ہوا ہے کہ فرعون، قارون، ابولہب اور عاد و ثمود اور بنی اسرائیل جیسی اقوام وہ ہیں جن پر قہر الٰہی نازل ہوا ہے۔ ہم ہر نماز میں خداوند متعال سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے عقیدہ اور اخلاق و عمل میں ان لوگوں اور ان قوموں کی طرح نہ ہوں جن پر اللہ کا قہر نازل ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سورۂ حمد قرآن مجید کا پیش لفظ اور قرآن مجید کا خلاصہ ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر تحریر کروں تو ستر اونٹوں کی پشت پر بار کی گئی کتابیں بھی ناکافی ہوں گی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا یہ بیان قابل تعجب نہیں کیونکہ خدا کے کلمات کی تحریر کے لئے تو تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی ناکافی ہے[1]۔

فضائل و خصوصیات:

احادیث ائمہ علیہم السلام میں اس سورے کے بہت سے فضائل و خواص بیان ہوئے ہیں لیکن ہم اختصار کو مدنظر رکھے ہوئے ہیں، اس لئے بعض کو یہاں بیان کریں گے:

۱۔ کل قرآن مجید کے برابر: اللہ تعالیٰ نے اس سورے کو پورے قرآن مجید کے برابر قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ [2]

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبع مثانی (وہ سات آیتیں جو دو مرتبہ نازل ہوئیں) اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔

۲۔ خصوصی اعزاز: یہ سورہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا اعزاز اور عطیہ ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَفْرَدَ الْإِمْتِنَانَ عَلَيَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [3]

اللہ نے سورۂ فاتحہ عطا فرما کر مجھ پر خاص طور پر احسان کیا ہے۔

۳۔ بے پناہ ثواب: روایت میں بیان ہوا ہے کہ ایک یہودی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چند سوالات پوچھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوالوں کا جواب دیا تو اس نے کہا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے والے کو کیا ثواب ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ۔ القرآن، ص ۱۸ ترجمہ قرآن مجید، ابومنصور، فضل ربی فاؤنڈیشن، کراچی، طبع چہارم

[2] ۔ سورۂ حجر، آیت ۸۷

[3] ۔ تفسیر البرہان، ج ۱، ص ۲۶، علامہ سید ہاشم بحرانی، مرکز تحقیقات کامپیوتری، ایران

أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِعَدَدِ كُلِّ آيَةٍ أُنْزِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فَيُجْزَى بِهَا ثَوَابَهَا (۱)

جو شخص سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے گا اللہ اسے آسمان سے نازل ہونے والی تمام آیات کی تعداد کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

۴۔ شفا: یہ سورہ تمام جسمانی اور روحانی تکالیف کے لئے شفا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يُبْرِئْهُ الْحَمْدُ لَمْ يُبْرِئْهُ شَيْءٌ (۲)

جس مریض کو سورۂ حمد پڑھنے کے بعد افاقہ نہ ملے اسے کوئی چیز بھی افاقہ نہیں دے سکتی۔

۵۔ شیطان کی فریاد کا موجب: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَنَّ إِبْلِيسُ أَرْبَعَ رَنَّاتٍ أَوَّلُهُنَّ يَوْمَ لُعِنَ وَ حِينَ أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ وَ حِينَ بُعِثَ مُحَمَّدٌ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَ حِينَ أُنْزِلَتْ أُمُّ الْكِتَابِ (۳)

شیطان نے چار مرتبہ بلند آواز سے فریاد کی۔ پہلی مرتبہ جب اللہ کی جانب سے لعنت کا مستحق قرار پایا، دوسری مرتبہ جب درگاہِ خداوندی سے دھتکار کر زمین پر پھینکا گیا، تیسری مرتبہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معبوث ہوئے اور چوتھی اور آخری مرتبہ جب سورۂ فاتحہ نازل ہوا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۰، محدث نوری، میرزا حسین نوری طبرسیؒ، موسسہ آل البیت، قم ایران، ۱۴۰۸ ہجری

۲۔ اصول کافی، ج ۲ ص ۶۲۶، ثقۃ الاسلام محمد ابن یعقوب کلینیؒ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵ ہجری

۳۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۲۰۴

سورۂ بقرہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ بقرہ

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
بقرہ	1,2,3	02	87	مدینہ منورہ	286	40	26256	6156

☆سورہ بقرہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا دوسرا (۲) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ستاسیواں (۸۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس سورے کا نام ''سورہ بقرہ'' ہے اور بقرہ عربی میں ''گائے'' کو کہا جاتا ہے۔

چونکہ اس سورے میں گائے کو ذبح کرنے کا قصہ بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قتل ہوا اور قاتل کے بارے میں جھگڑا جب کافی بڑھا تو اللہ کے حکم سے ایک گائے کو ذبح کیا گیا اور اس کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے جسم سے مس کیا گیا تو وہ حکم خدا سے زندہ ہوا اور اس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کی، اسی واقعہ کی مناسبت سے اسے ''سورۂ بقرہ'' کہا جاتا ہے۔

اسمائے سورہ:

روایات میں سورۂ بقرہ کے چند اور نام بھی بیان ہوئے ہیں جیسے:

سَنَامُ الْقُرْآن: سنام عربی میں بلندی کو کہتے ہیں اس سورے کو ''سنام القرآن'' اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورہ بہت ہی عظیم اور بلند مرتبہ ہے جیسا روایت میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ سَنَامًا وَسَنَامُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ [۱]

ہر چیز کے لئے ایک بلندی ہے اور قرآن مجید کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔

سَیِّدُ الْقُرْآن: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلْقُرْاٰنُ سَیِّدُ الْکَلَامِ وَسُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ سَیِّدُ الْقُرْاٰنِ [۲]

قرآن سید الکلام ہے اور سورۂ بقرہ سید القرآن ہے۔

---

[۱] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۳۔

[۲] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۶

مختلف تفاسیر میں ان ناموں کے علاوہ اس کے اور بھی نام بیان ہوئے ہیں جیسے سورۂ فسطاط القرآن (۱)۔فسطاط عربی زبان میں ''خیمہ'' کو کہا جاتا ہے اور خیمہ کسی چیز کا جامع ہوا کرتا ہے اور اسے فسطاط القرآن اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ عظیم سورہ ایسے احکام کا جامع ہے جو احکام دوسری سورتوں میں مذکور نہیں ہیں (۲)۔ اسی طرح اس سورے کو ''سورۂ الف لام میم'' اور ''سورۂ فردوس'' بھی کہا جاتا ہے۔

اہم موضوعات:

اس سورہ کے اہم موضوعات میں سے بعض موضوعات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔حروف مقطعات کا ذکر	۲۔قرآن مجید وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں
۳۔ایمان بالغیب کی اہمیت	۴۔تین گروہوں کا ذکر
۵۔منافقین کی نشانیاں	۶۔توحید الٰہی اور تخلیق کائنات کے بارے میں ٹھوس مثالیں
۷۔قرآنی چیلنج	۸۔زمین پر خلافت الٰہیہ کے قیام کا بیان
۹۔حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ	۱۰۔آیات الٰہی کے ذریعے دنیاوی فوائد کے حصول کی مذمت
۱۱۔اپنے آپ کو بھولے ہوئے لوگ	۱۲۔مشکلات میں نماز اور صبر کے ذریعے مدد مانگنے کا حکم
۱۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے چند واقعات	۱۴۔قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے لوگ
۱۵۔انکار بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ	۱۶۔بنی اسرائیل کی مشرکانہ حرکتیں
۱۷۔یہودیوں کا عقیدہ	۱۸۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہودیوں کے چند سوال
۱۹۔شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام	۲۰۔ہاروت وماروت کا قصہ
۲۱۔کامیاب لوگوں کا تذکرہ	۲۲۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعض واقعات
۲۳۔نماز کیلئے قبلہ کی سمت کی تبدیلی کا حکم	۲۴۔امتحانات الٰہی کی صورتیں
۲۵۔کھانے پینے کے بعض مسائل	۲۶۔قصاص کا بیان
۲۷۔وصیت کی اہمیت	۲۸۔روزے کے چند احکام
۲۹۔کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب	۳۰۔شب ہجرت کا واقعہ
۳۱۔قسم کا کفارہ	۳۲۔ایلا کا بیان

۱۔مستدرک، ج ۴، ص ۳۳۲۔

۲۔تفسیر انوار النجف، سورۂ بقرہ، اسماء و وجہ تسمیہ

۳۳۔ طلاق، رضاعت اور عدۂ وفات کے بعض احکام	۳۴۔ نماز کی پابندی کا حکم
۳۵۔ موت کے خوف سے بھاگنے والوں کی مذمت	۳۶۔ طالوت اور جالوت کا واقعہ
۳۷۔ قیامت کے دن کامیابی کا طریقہ	۳۸۔ آیت الکرسی
۳۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ	۴۰۔ حضرت عزیز علیہ السلام
۴۱۔ حضرت علی علیہ السلام کا صدقہ دینا	۴۲۔ سود کی مذمت
۴۳۔ قرآن مجید کی آیات دعا کی شکل میں	۴۴۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

حروف مقطعات کا ذکر

☆ اس سورے کی ابتداء الف، لام، میم سے ہورہی ہے ان حروف کو "حروف مُقَطَّعَاتْ" کہا جاتا ہے یہ حروف قرآن مجید کے ۲۹ سوروں (۱) کی ابتدا میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ صرف سورے کے افتتاحیہ حروف نہیں بلکہ ان میں وہ راز پوشیدہ ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ان میں سے بعض مستقل آیت ہیں اور بعض آیت نہیں بلکہ جز آیت ہیں۔

قرآن مجید وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں

☆ آیت ۲ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ قرآن مجید میں کسی قسم کا شک وشبہ موجود نہیں ہے اور یہ متقین اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ پس اگر کسی کو شک ہوتا ہے تو وہ خود شک کرنے والے کی جہالت نادانی اور تنگ نظری کی وجہ سے ہے۔

اس آیت میں شک کے لئے لفظ "ریب" استعمال" ہوا ہے اور ریب اس شک کو کہتے ہیں جو تہمت کے ساتھ ہو۔ ایسے بندوں کے لئے قرآن مجید نے پیغام دیا کہ اگر تمہیں قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے اور تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگاتے ہو کہ انہوں نے خدا پر افتراء باندھا ہے اور یہ اس کا اپنا کلام ہے تو تم بھی اس قسم کا کلام بنا لاؤ۔ یہ ایسی لاریب کتاب ہے جو صاحبان تقویٰ کے لئے باعث ہدایت ہے۔

---

(۱)۔ ۱۔ بقرہ۔ ۲۔ آل عمران۔ ۳۔ اعراف۔ ۴۔ یونس۔ ۵۔ ہود۔ ۶۔ یوسف۔ ۷۔ رعد۔ ۸۔ ابراہیم۔ ۹۔ حجر۔ ۱۰۔ مریم۔ ۱۱۔ طٰہٰ۔ ۱۲۔ شعراء۔ ۱۳۔ نمل۔ ۱۴۔ قصص۔ ۱۵۔ عنکبوت۔ ۱۶۔ روم۔ ۱۷۔ لقمان۔ ۱۸۔ سجدہ۔ ۱۹۔ یٰسین۔ ۲۰۔ ص۔ ۲۱۔ غافر۔ ۲۲۔ فصلت۔ ۲۳۔ شوریٰ۔ ۲۴۔ زخرف۔ ۲۵۔ دخان۔ ۲۶۔ جاثیہ۔ ۲۷۔ احقاف۔ ۲۸۔ ق۔ ۲۹۔ قلم۔

ایمان بالغیب کی اہمیت

☆ آیت ۳ میں متقین کی صفات میں سے پہلی صفت ''ایمان بالغیب'' کو قرار دیا گیا ہے۔ غیب کا معنی مخفی اور چھپا ہوا ہے۔ اس پر ایمان کو دینی اقدار میں سے شمار کیا گیا ہے۔ یہاں ''غیب'' سے مراد ہر طرح کا مخفی یا پنہاں نہیں ہے بلکہ بعد کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اس غیب سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتے اور ان جیسی کچھ دیگر مخلوقات ہیں۔

غیب پر ایمان مومن کا اولین وظیفہ ہے ایمان بالغیب تقوای الٰہی کا اصلی محرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے غیب پر ایمان اور تقوی کو لازم ملزوم قرار دیا ہے یہ کیسے ممکن کہ وجود خدا پر یقین نہ ہو اور خدائی خوف دل میں ہو۔ ناقص اور مجبور خدا کا تصور بھی ہرگز کسی انسان کو اس بات کے لئے آمادہ نہیں کر سکتا کہ وہ خواہشات نفس کو لگام دے۔

تین گروہوں کا ذکر

☆ آیت ۴ سے ۸ میں تین گروہوں کا بیان ہے:

پہلا گروہ: ان لوگوں کا ہے جو حق کے ثابت ہونے کے بعد ایمان لے آئے یہ ''متقین'' کا گروہ ہے۔

دوسرا گروہ: وہ لوگ ہیں جو حق کے ثابت ہونے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لائے اور اس سے مسلسل انکار کرتے رہے یہ ''کفار'' کا گروہ ہے۔

تیسرا گروہ: ان لوگوں کا ہے جو نہ حق پر ایمان لاتے ہیں اور نہ واضح طور پر حق سے انکار کرتے ہیں ایسے لوگ ''منافق'' کہلائے جاتے ہیں۔

جب بھی کسی معاشرے میں کوئی انقلابی دعوت دی جاتی ہے یہی تین گروہ وجود میں آتے ہیں اور یہ آخری گروہ اس تحریک کے لئے بہت ہی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک شمار ہوتا ہے۔

منافقین کی نشانیاں

☆ آیت ۹ سے ۱۴ میں خداوند عالم نے منافقین کی علامات کو بیان کیا ہے کہ:

۱۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے نفاق کے ذریعہ مومنین کو دھوکہ دے رہے ہیں درحقیقت وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

۲۔ ان کے دل بیمار ہوتے ہیں یعنی ان کے دل ایمان کے نور سے خالی ہو کر کفر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اللہ نے ان کے برے اعمال کی وجہ سے انہیں اُن کے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

۳۔ وہ معاشرہ کا امن برباد کرتے ہیں اور فساد برپا کرتے ہیں اور اپنے اس فعل کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔

۴۔ وہ اہل ایمان کو نچلے درجے کے لوگ سمجھتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یعنی اہل ایمان کو وہ بے وقوف سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو عقل مند تصور کرتے ہیں۔

۵۔ وہ باطنی طور پر کچھ اور ہوتے ہیں اور ظاہری طرزِ عمل کچھ اور رکھتے ہیں۔ یعنی جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب کفار کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہیں ان (مسلمانوں) کا تو ہم صرف مذاق اڑاتے ہیں۔

توحید الٰہی اور تخلیق کائنات کے بارے میں ٹھوس مثالیں

☆ آیت ۱۷ سے ۲۰ میں اللہ نے دو مثالوں کے ذریعے منافقوں کی پہچان کرانے کی کوشش کی ہے۔

پہلی مثال "نور" کی بیان کی ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے نور اسلام دنیا میں پھیلایا تو دیگر ممالک کے لوگ اسلامی پرچم کے سایہ میں آئے جبکہ منافقین نور اسلام کے قریب ہونے کے باوجود اندھے کے اندھے رہے۔

دوسری مثال "بارش" کے ذریعہ دی ہے۔ بارش جس طرح رحمت خدا ہے اسی طرح اسلام بھی ایک خاص رحمت خداوندی ہے۔ اس بارش (اسلام) سے اہلیت رکھنے والے اپنے ایمان کے نمو اور اسے جلا بخشنے کے لئے استفادہ کرتے ہیں۔ بارش کے ساتھ ساتھ تاریکی، گرج اور چمک اور بجلی کی کڑک بھی ہوتی ہے اور منافقین نہ صرف بارش سے درست استفادہ نہیں کرتے بلکہ اپنے نفاق کی وجہ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور بارش کی گرج چمک سے بچنے کیلئے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، اور یوں وہ منافقین (رحمت خداوندی کی) بارش کے مثبت پہلوؤں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

☆ آیت ۲۱ سے ۳۰ تک میں اس بات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب انسان ربوبیت خدا کو تسلیم کرے تو اس کے بعد منزل عبودیت و بندگی ہے یعنی جب انسان اللہ کو خالق تسلیم کرتا ہے تو اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

وہ اللہ جس نے زمین کو قابل سکونت قرار دیا اور آسمان کو چھت قرار دیا اور اس میں انسانی زندگی کی آرام و آسائش کے تمام وسائل فراہم کئے اس کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہیں لائے اور اللہ کی نشانیوں کے بارے میں شک میں جتلا رہے انہیں دعوت دی کہ اگر میری نازل کردہ آیات کے بارے میں شک کرتے ہو تو آؤ... تم بھی ایک سورہ ایسا بنا کر لاؤ اگر تم سچے ہو اور ایسا نہ کر سکنے کی صورت میں ایسی آگ میں جلنے کے لئے تیار ہو جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جو ہماری نازل کردہ کتب اور انبیاء پر ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ہر قسم کا پھل موجود ہے اور پاک بیویاں موجود ہے۔

جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں کے مشابہ ضرور ہیں لیکن دنیا کی نعمتوں میں تکرار ہے یعنی ایک چیز کئی بار کھائیں تو اس کا ہر مرتبہ وہی ذائقہ رہے گا لیکن جنت کی نعمتوں میں ہر مرتبہ نئی لذت اور نیا ذائقہ ہوگا۔

قرآنی چیلنج

جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے عرب والوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا اور شعر و شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ اہل عرب اپنی زبان کے مقابلے میں باقی دنیا کی تمام زبانوں کو گونگی زبانیں تصور کرتے تھے۔ ان کے یہاں شعر کہنا بالکل معمولی سی بات تھی یہاں تک کہ گھر کی کنیزیں اور خواتین ایسے اشعار نظم کرتیں تھی کہ شاید آج کا بڑے سے بڑا ادیب و شاعر بھی بہت غور و فکر کے بعد بھی نہ کہہ سکے۔

اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے معجزات کے ساتھ قیامت تک باقی رہنے والا ایک معجزہ قرآن مجید کی شکل میں عطا کیا اور وہ بھی اس دعویٰ کے ساتھ کہ "اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کے جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلاؤ اگر تم اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو" یہ امر مشرکین عرب کے نزدیک بہت ہی باوقعت ثابت ہوا کیونکہ ایک ایسا شخص جس نے ظاہراً کبھی نہ کچھ پڑھا ہو اور نہ لکھا ہو وہ اچانک اتنا بڑا دعویٰ کرے تو یہ بہت ہی بڑا چیلنج تھا یہاں تک کہ بعض اہل انصاف نے واضح کہہ دیا کہ یہ آدمی کا کلام نہیں ہے (۱)۔

آیت چھبیس میں اللہ تعالی نے مچھر کی ایک مثال بیان کی ہے۔ یہ مثال درحقیقت عبرت کا سامان ہے کہ انسان اپنے آپ کو بہت ہی بڑا سمجھتا ہے حالانکہ بعض اوقات یہ انسان مچھر کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا ہے اور اپنے آپ سے مچھر کو بھی دور نہیں کر سکتا۔ صاحبان ایمان اس نکتہ کو سمجھتے ہیں جبکہ فاسق نہیں سمجھتے۔

اس کی واضح مثال نمرود کا واقعہ ہے کہ پروردگار عالم نے نمرود جیسے خدائی کا دعویٰ کرنے والے کو ایک مچھر کے سامنے بے بس کر کے اسے اس کی حقیقت سمجھا دی۔ مچھر نمرود کی ناک میں گھس گیا۔ جس کی وجہ سے نمرود بہت بے چین ہوتا تھا لیکن جیسے ہی جوتا نمرود کے سر پر مارا جاتا تھا حکم خدا سے مچھر کوئی حرکت نہیں کرتا تھا جس کی وجہ سے نمرود کو سکون ملتا تھا۔ نمرود اس طرح اذیت ناک اور ذلت آمیز موت سے ہمکنار ہو گیا۔

مچھر یا اس سے بھی کمتر مخلوقات خالق کی عظمت پر اسی طرح دلالت کرتی ہیں جس طرح بڑی مخلوقات اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس چھوٹی سی مخلوق میں بھی وہی تمام اعضاء و جوارح کا ایک جامع نظام موجود ہے جو باقی مخلوقات میں ہے۔

۱۔ اقتباس از ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ، کراچی، حاشیہ آیت مورد بحث

زمین پر خلافت الہیہ کے قیام کا بیان

☆ آیت ۳۰ سے ۴۰ تک میں کائنات کے پہلے انسان کی خلقت کا حال بیان کیا جارہا ہے۔ان آیات میں اللہ نے اپنے ملائکہ کو زمین میں خلیفہ الہی معین کرنے کی خبر دی ہے۔جس کے بعد ملائکہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ترکیب کے اثرات کو دیکھتے ہوئے اعتراض کر دیا کہ یہ مخلوق زمین میں فساد برپا کرے گی اور ناحق خون بہائے گی لہٰذا اس الٰہی منصب کے لئے فرشتے زیادہ موزوں ہیں۔ پروردگار عالم نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس مخلوق کے بارے میں تم سے بہتر جانتا ہوں اور الٰہی منصب کا حامل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں اہلیت موجود ہو لہٰذا اللہ نے اہلیت کو ثابت کرنے کیلئے ملائکہ اور آدم علیہ السلام سے امتحان لیا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کامیاب قرار پائے اور الٰہی منصب کے حقدار پائے۔
پروردگار عالم نے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے نہیں تھا بلکہ اللہ کے لئے تھا لیکن شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا جس کی وجہ سے وہ مردود بارگاہ ٹھہرا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے پہلے خلیفہ اور اس کائنات کے پہلے انسان ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں پچیس مرتبہ آیا ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”حضرت آدم علیہ السلام کو آدم اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کے جسم کو زمین پر موجود مٹی (ادیم) سے بنایا گیا ہے[۱]۔“
حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند متعال نے بغیر ماں باپ کے خلق کیا تا کہ وہ قدرت الٰہی پر ایک بہترین دلیل بن سکیں کہ وہ خدا توانا و قادر ہے جو بغیر ماں باپ کے بھی خلق کرسکتا ہے۔
حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت دو چیزوں سے مل کر مکمل ہوئی ایک جسم دوسری روح۔خداوند عالم نے پہلے آپ کے جسم کو مٹی سے خلق کیا اس کے بعد اپنی روح اس میں پھونکی تو آپ کا وجود مبارک مکمل ہو گیا۔
حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا مرحلہ مکمل ہوا تو خداوند عالم نے چاہا کہ زمین میں ایک خلیفہ ایسا ہو جو انسانیت کی رہبری اور ان کی ہدایت کرے اور وہ روئے زمین میں اللہ کا نمائندہ ہو۔جب فرشتوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ خداوند عالم انسان کو زمین میں اپنا نمائندہ اور خلیفہ بنانا چاہتا ہے تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ ”پروردگار! کیا اسے بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے جبکہ ہم تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں[۲]۔“ فرشتوں کا

۱۔ علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۴

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۰

مقصد یہ تھا کہ زمین کی خلافت کا حق انسان سے زیادہ ہمیں حاصل ہے لیکن خداوند عالم نے فرشتوں کی بات کو صرف ایک جملہ میں رد کر دیا کہ ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔ جب فرشتوں کا شکوہ وشکایت انسان کے بارے میں ظاہر ہو گیا تو اللہ نے فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان ایک امتحان رکھا۔ اللہ نے چند چیزوں کے نام پوچھے مگر فرشتے ان اسماء کو بیان کرنے سے قاصر رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب اسماء بتادیئے تو حکم خداوندی ہوا کہ اب تم سب اس مخلوق (آدم علیہ السلام) کی تکریم کرو اور اس کے لئے سجدہ کرو۔ حکم خدا کی اطاعت میں تمام فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے سوائے ابلیس کے۔ ابلیس جنات میں سے تھا اور فرشتوں کا سردار تھا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور کہا: میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا۔ اللہ نے پوچھا جب میں نے حکم دیا تو میرے حکم کی مخالفت کیوں کی؟ اس نے کہا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آدم مٹی سے خلق ہوئے ہیں اور میں آگ سے۔ وہ تکبر کا شکار ہوا اور بارگاہ الٰہی سے مردود قرار پایا لیکن شیطان نے ایک درخواست کی کہ پروردگار! مجھے مہلت دے خدا نے اسے وقت معلوم (قیامت) تک مہلت دی اس نے قسم کھائی کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ آواز قدرت آئی کہ جاؤ لیکن یاد رکھو کہ میرے ''مُخْلَص[۱]'' بندے تیرے دام فریب میں نہیں آئیں گے البتہ تو اور تیرے پیروکار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈالے جائیں گے۔

امتحان میں کامیابی اور ملائکہ کے سجدے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام (روایات کے مطابق حوا علیہا السلام کی خلقت حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے بچی ہوئی مٹی اور کچھ مقدار دوسری مٹی سے ہوئی ہے[۲]۔) کو اللہ نے حکم دیا کہ جنت میں رہیں اور تمام نعمتوں سے استفادہ کریں لیکن ایک مخصوص درخت سے منع فرمایا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا مگر ابلیس حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے پاس آیا اور انہیں وسوسہ اور فریب کاری کے ذریعہ اس درخت کے قریب لے گیا جس کے نتیجہ میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت سے نکالا گیا اور ان کے جنتی لباس اتار دیئے گئے۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جلد اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں توبہ کی جس کے نتیجہ میں خدا نے ان کو بخش دیا اور انہیں زمین کو آباد کرنے اور اس میں زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام ''چالیس شب و روز'' مسلسل سجدہ پروردگار ادا کرتے رہے اور بہشت سے نکالے جانے اور اپنے ترک اولیٰ کا اقرار کرتے ہوئے گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ خداوند متعال نے حضرت آدم علیہ السلام کو چند کلمات کی تعلیم دی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کے وسیلہ سے طلب مغفرت کی تو خداوند عالم نے انہیں بخش دیا۔ روایات

۱۔ مُخْلَص، اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جنہیں اس نے اپنی عبادت کے لئے خالص خلق کیا ہے یعنی ''معصوم'' اور شیطان بھی ان کو بہکانے سے عاجز ہے

۲۔ النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین، ص ۲۸ نعمت اللہ جزائری، مکتبہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، قم۔

کے مطابق وہ کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دیئے گئے وہ اسمائے پنجتن پاک ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام'' تھے(۱)۔

اپنی عمر کے آخری ایام میں حضرت آدم علیہ السلام نے حکم خدا سے رسالت کی ذمہ داری اپنے فرزند شیث کی طرف منتقل کی اور انہیں وصیت کی کہ اس راز کو مخفی رکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جو مشکلات ہابیل کو پیش آئیں انہیں بھی پیش آئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور لوگوں کو دین خدا کی طرف دعوت دینے کا فریضہ بہترین انداز میں انجام دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ سال ہوئی(۲)۔''

سید ابن طاوس، کتاب ''سعد السعود'' میں لکھتے ہیں:

''صحف'' ادریس علیہ السلام (صحف، صحیفہ کی جمع ہے) میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دس دن تک بخار کی بیماری میں مبتلا رہے اور جمعہ کے دن گیارہ محرم کو اس دار فانی کو وداع کر گئے۔ ان کی عمر خلقت سے وفات تک ۹۳۰ سال تھی۔

مشہور روایت کے مطابق انہیں ابوقبیس نامی پہاڑ (مکہ مکرمہ) کے ایک غار میں سپرد خاک کیا گیا۔

''بی بی حوا علیہا السلام'' ان کے بعد صرف ایک سال تک زندہ رہیں اور پھر وفات پا گئیں اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ طوفان نوح کے وقت جب حضرت نوح کی کشتی سرزمین حجاز میں پہنچی تو آپ نے حکم خدا سے حضرت آدم علیہ السلام کے تابوت کو کشتی میں رکھا اور طوفان تھمنے کے بعد نجف اشرف میں دفن کر دیا(۳)۔

آیات الٰہی کے ذریعے دنیاوی فوائد کے حصول کی مذمت

☆ آیت ۴۱ کے مطابق اللہ نے اپنی آیات کو ناپائیدار چیزوں کے عوض بیچنے سے منع کیا ہے۔ یعنی کچھ لوگوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ آیات الٰہی کو اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اللہ نے الفاظ میں ہیرا پھیری کے ذریعہ اپنے باطل عقائد اور دنیاوی فوائد کو حاصل کرنے سے منع کیا ہے۔

۱۔ قصص قرآن منتخب از تفسیر نمونہ

۲۔ النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین، ص ۵۹،

۳۔ النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین، ص ۵۹

اپنے آپ کو بھولے ہوئے لوگ

☆ آیت ۴۴ کے مطابق بہت سے لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود اپنے نفس کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نصیحت پر عمل کر کے کچھ لوگوں کو نجات ملے گی لیکن یہ بدبخت جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

مشکلات میں نماز اور صبر کے ذریعے مدد مانگنے کا حکم

☆ آیت ۴۵ میں مشکلات کے وقت نماز اور صبر کے ذریعے مدد طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور جب انسان نمازی بن جاتا ہے تو چٹان کی طرح مضبوط ہو جاتا ہے لیکن جو بندہ عبادت کا ذوق نہ رکھتا ہو وہ نماز کو ایک بوجھ سمجھتا ہے جس کے نتیجے میں مشکلات کے وقت بہت جلد حوصلہ ہار بیٹھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے چند واقعات

☆ آیت ۵۰ سے ۴۷ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کے چند واقعات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب فرعون اور اس کے لشکر نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو شگافتہ کر کے اس کے درمیان سے راستہ بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم دریا پار کر چکے تو فرعون بھی اپنی فوج کو لے کر دریا میں کود پڑا جب اس کا تمام لشکر دریا کے درمیان پہنچا تو اللہ نے ان سب کو غرق کر دیا۔

فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام "چالیس راتوں" کے لئے اللہ سے مناجات کی خاطر کوہ طور پر تشریف لے گئے ادھر قوم نے سامری (اس کا اصلی نام موسیٰ ابن ظفر تھا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کے قریبی افراد میں سے تھا اور بہت ہی چالاک تھا[1]۔) کے کہنے پر گوسالہ پرستی (بچھڑے کی عبادت) شروع کر دی، سامری نے ایک بچھڑے کا مجسمہ تیار کیا اور اس سے جب ہوا کا گزر ہوتا تھا تو مختلف آوازیں آتی تھیں سامری نے کہا کہ یہی تمہارا خدا ہے جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو قوم کو گمراہ پایا۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر عمل کرتے ہوئے جب قوم نے توبہ واستغفار کیا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے حق میں بددعا کی کہ خدا تجھے ایسی بیماری میں مبتلا کرے، تو یہ کہتا پھرے کہ مجھے نہ چھونا۔۔۔!

اس کے بعد قوم نے کہا کہ موسیٰ ہم اُن دیکھے خدا پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں خدا کی شکل نہ دکھاؤ گے۔ چنانچہ آخر کار مجبور ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر افراد کے ساتھ کوہ طور پر تشریف لے گئے اور خدا سے آشکار ہونے کا مطالبہ کر دیا، خداوند عالم نے فرمایا کہ موسیٰ اگر اس پہاڑ پر چمکنے والی بجلی کو دیکھنے کی سکت پیدا ہو سکی تو میں نظر آؤں گا۔ جب بجلی

---

[1]۔ فرہنگ فارسی، دہخدا

چمکی تو سب بے ہوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی کے ذریعے واضح کر دیا کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے۔

اللہ نے بنی اسرائیل کو عالمین پر فضیلت دی اور انہیں اپنی نعمات کے لئے منتخب کیا انہی نعمات میں سے من وسلویٰ کا نزول بھی ہے۔ من وسلویٰ سے مراد وہ غذا ہے جو اللہ نے صحرائے سینا میں بنی اسرائیل پر نازل فرمائی۔ ''من'' اوس کی شکل میں نازل ہوتی تھی جبکہ ''سلویٰ'' بھنے ہوئے پرندے کی صورت میں ہوتا تھا جسے ''بٹیر'' کہا جاتا ہے۔

لیکن بنی اسرائیل ان تمام نعمات الٰہی کے باوجود مسلسل اللہ کی نافرمانی کرتے رہے جس کے نتیجے میں ''چالیس سال'' تک بھٹکتے رہے۔ بنی اسرائیل کو سزا کی مدت ختم ہونے کے بعد ارض مقدس (فلسطین) پر داخل ہونے کا حکم ملا اور یہ کہا گیا کہ شہر میں داخل ہوتے وقت ''حطہ'' (گناہ بخش دے) کہنا لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کا مذاق اڑاتے ہوئے ''حنطہ'' (گندم یا گیہوں) کہنا شروع کر دیا۔

ان کی سرکشی یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جب یہ قوم مقدس سرزمین (فلسطین) پر داخل ہوئی تو ہر قبیلے نے اپنے لئے الگ پانی کے چشمے کا مطالبہ کیا اور اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پتھر پر مارا اور ''بارہ چشمے'' جاری ہوئے کیونکہ بنی اسرائیل کے ''بارہ قبیلے'' تھے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ''من وسلویٰ'' کے نزول کے باوجود بھی ناشکری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے لئے اللہ سے ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز وغیرہ طلب کئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم! تم اچھی چیز کے بدلے میں ایک حقیر چیز لینے پر آمادہ ہوئے۔

اللہ نے بنی اسرائیل کو سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کیا لیکن انہوں نے اللہ کے اس حکم کی بھی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کے سروں پر پہاڑ کو معلق کیا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ دیکھا کہ پہاڑ ان کے سروں پر لٹک رہا ہے تو سب کے سب سجدہ میں گر کر عہد کرنے لگے کہ ہم اللہ کے تمام احکامات کو قبول کریں گے۔

اس کے بعد سے گائے کا قصہ شروع ہوتا ہے جس کا خلاصہ ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا قاتل کا سراغ نہیں مل رہا تھا چنانچہ حکم خدا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک گائے کو ذبح کریں اور اس کا ایک حصہ مقتول کے جسم سے مس کریں تو وہ زندہ ہو جائے گا اور اپنے قاتل کی نشاندہی کرے گا۔

لیکن قوم نے اس گائے کے بارے میں تفصیلات طلب کرنا شروع کر دی کہ اللہ کے نبی! اللہ سے معلوم کیجئے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ جب بتایا گیا کہ نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا، پھر پوچھا کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہونا چاہیے، دوبارہ سوال کیا کہ اللہ کے نبی! اللہ سے مزید اس کے اوصاف کے بارے میں معلوم کریں کہ کیسی ہونی چاہیے؟

جس کے جواب میں فرمایا کہ ایسی گائے ہو جو سدھائی ہوئی نہ ہو جو نہ ہل چلائے اور نہ کھیتوں کو پانی دے بلکہ وہ سالم ہو۔ گائے کے بارے میں ان تمام سوالات سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ کسی طرح حکم خدا کو انجام نہ دے لیکن جب تمام نشانیاں بیان ہوئی تو بڑی مشکل سے ایک گائے عام قیمت کی نسبت کئی گنا قیمت ادا کر کے فراہم کی گئی۔ اس گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک حصہ مقتول کے جسم سے مس کیا گیا اور اس نے حکم خداوندی سے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی نشاندہی کی۔

ان تمام واقعات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اپنے زمانے کے نبی پر ایمان لانا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ نبی پر ایمان لانے کے ساتھ اس کی کتاب پر بھی ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دے تو نجات پانے والوں میں شمار ہوگا۔ بنی اسرائیل نبی پر ایمان تو لائے تھے لیکن مسلسل اپنے نبی کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے جس کے نتیجے میں وہ عذاب کے مستحق قرار پائے۔

قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے لوگ

☆ آیت ۸۷ کے مطابق بے عمل حضرات ہمیشہ بے بنیاد امیدوں اور جھوٹی توقعات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ نجات کے لئے فرائض، اعمال صالح، اخلاق حسنہ اور احکام خداوندی کی پابندی کو ضروری خیال نہیں کرتے ایسے لوگ قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے۔

انکار بعثتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ

☆ آیت ۸۹ کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے یہودی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی آمد کے منتظر تھے لیکن جب اللہ نے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو حسد کی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے دشمن بن گئے۔

بنی اسرائیل کی مشرکانہ حرکتیں

☆ آیت ۹۲ میں بنی اسرائیل کی ضلالت اور مشرکانہ حرکات کی طرف تعجب کے انداز میں اشارہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی مشرکانہ کام کرنا شروع کر دیئے تھے۔ صرف چند روز کی دوری کی وجہ سے اکثر لوگ گمراہ ہو گئے اور وہ بھی اللہ کی طرف سے واضح اور روشن دلائل و نشانیاں آنے کے بعد گوسالہ پرستی جیسے ذلت آمیز اور پست اعمال کو اختیار کر کے ظالم قرار پائے۔

یہودیوں کا عقیدہ

☆ آیت ۹۴ کے مطابق یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اخروی زندگی ان کے ساتھ ہی مخصوص ہے یعنی قیامت کے دن صرف یہودی نجات پائیں گے جبکہ دوسرے لوگ اس سے محروم رہیں گے۔ اگر کسی یہودی کو عذاب ہوگا بھی تو صرف

چند دنوں کے لئے مثلاً جتنے دن گوسالہ پرستی کی تھی اتنے دن ہی عذاب ہوگا۔ اللہ نے ان کے اس عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں تنبیہ فرمائی کہ اگر آخرت کی خوشحالی صرف تمہارے لئے ہے تو تمہیں اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے پس اگر تم اپنے دعوئی میں سچے ہو تو ذرا موت کی تمنا تو کرو۔

اس آیت سے اللہ کے مخلص بندوں کا معیار واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ کے مخلص بندے موت کے مشتاق اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے بے چین ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ''خدا کی قسم! بچہ ماں کے سینے سے جتنا مانوس ہوتا ہے ابوطالب کا بیٹا اس سے زیادہ موت سے مانوس ہے[1]۔'' ان آیات کے ذریعہ ان مومنین کا بھی امتحان لیا جا رہا ہے جنہیں یقین ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے اور پھر موت سے گھبراتے بھی ہیں۔ مومن کو ہر وقت موت کے لئے تیار رہنا چاہیے بلکہ اس کی آرزو کرتے رہنا چاہیے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہودیوں کے چند سوال

☆ آیت ۹۷ اور ۹۸ کے شانِ نزول میں بیان ہوا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوالات کئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوالوں کے جواب دیئے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کون لاتا ہے؟ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام، انہوں نے کہا کہ اگر میکائیل علیہ السلام لے کر آتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے جبرائیل تو فرشتہ عذاب[2] ہے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی[3]۔

شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام

☆ آیت ۱۰۲ میں شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام پر سحر اور جادو کا الزام لگانے کو بیان کیا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام سحر اور جادو کے ذریعہ حکومت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کے اس الزام کو مسترد کر دیا ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا عمل بہت ہی عام ہونے لگا تو آپ نے تمام اوراق کو ضبط کیا جن پر جادو تحریر تھا۔ آپ کی وفات کے بعد کچھ افراد ان تحریروں کو منظر عام پر لے آئے اس طرح یہودی وحی الٰہی کی اتباع کی بجائے سفلی علوم کے شیدائی بن گئے۔

یہودیوں کے ایک فرقے نے یہ نظریہ اپنایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر نہیں تھے بلکہ انہوں نے جادو کے ذریعے جن

---

[1]۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵ مفتی جعفر حسین، امامیہ کتب خانہ لاہور

[2]۔ بحکم خدا سے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کوہ طور کو بنی اسرائیل کے سروں پر معلق کر دیا تو اس کے بعد سے بنی اسرائیل حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن اور فرشتہ عذاب سمجھنے لگے

[3]۔ مجمع البیان، بحوالہ انوار القرآن، علامہ ذیشان حیدر، ص ۳۶

وانس کو مسخر کر لیا تھا۔ جب لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسے فاسد عقائد کے پیروکار ہو گئے تو اللہ نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں جادو کو باطل کرنے کے لئے بھیجا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ "جادو" اور "معجزے" میں کیا فرق کیا ہے۔

ہاروت و ماروت کا قصہ

ہاروت و ماروت غیر عربی نام ہیں۔ یہ دو فرشتے تھے جنہیں خداوند عالم نے جادو کو باطل کرنے کے لئے انسانی شکل میں بابل شہر میں بھیج دیا تا کہ لوگ ان لغو کاموں سے باز آئے۔ جب وہ دونوں زمین پر آئے تو لوگوں کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ فرشتوں نے انہیں جادو کا توڑ سکھایا اور ساتھ میں کہا کہ اس کے ذریعے کسی کو ضرر نہ پہنچانا۔ لیکن وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح توریت کو چھوڑ کر ٹونے ٹوٹکوں کے پیچھے پڑ گئے تھے انہوں نے اس علم کو لوگوں کے ضرر میں استعمال کرنا شروع کیا۔ اللہ نے آیت کے آخری حصہ میں ایسے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ بہت ہی برا سودا کیا ہے اور آخرت میں کوئی حصہ ان کے لئے نہیں ہے۔

یہاں سے سمجھ سکتے ہیں کہ علم بذات خود اچھی چیز ہے لیکن استعمال کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اسے اچھے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے یا برے کاموں کے لئے۔

کامیاب لوگوں کا تذکرہ

☆ آیت ۱۲۱ میں ان لوگوں کو کامیاب اور اہل ایمان قرار دیا ہے جو حق تلاوت (یعنی قرآن مجید کی تلاوت کا حق) ادا کرتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "حق تلاوت ادا کرنے والے لوگ وہ ہیں جو آیات کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اس کے وعدوں کی امید رکھتے ہیں، اس کی تنبیہوں سے خائف رہتے ہیں، اس کے قصوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں، اس کے اوامر کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے نواہی سے باز رہتے ہیں [۱]۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعض واقعات

☆ آیت ۱۲۴ سے ۱۳۴ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات بیان ہوئے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے (اس امتحان کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے بعض روایات میں اس سے دس اخلاقیات مراد ہیں:

۱۔ یقین و علم و معرفت توحید۔

۱۔ ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۷۸

۲ تنزیہ۔

۳۔ شجاعت۔

۴۔ وفا۔

۵۔ سخاوت۔

۶۔ گوشہ نشینی۔

۷۔ امر بالمعروف۔

۸۔ نہی عن المنکر۔

۹۔ توکل۔

۱۰۔ محنت اور صبر وغیرہ مراد ہیں۔) تو اللہ نے انہیں امامت کے منصب پر فائز کیا[1]۔

اللہ کی طرف سے منصب امامت عطا ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی امامت کی دعا کی تو ارشاد ہوا کہ جو ظالم ہوگا اسے نہیں ملے گی (یہاں ظالم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی زندگی میں کبھی کفر کی حالت میں رہا ہو) اس کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔ تعمیر بیت اللہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ خدایا! اس شہر (مکہ مکرمہ) کو جائے امن بنا اور اس میں رہنے والوں کو اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرما۔

جب دیوار کعبہ بلند کر رہے تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام یہ دعا مانگ رہے تھے کہ:

''خدایا! ہماری اس محنت کو قبول فرما اور ہمیں مسلمان اور اپنا اطاعت گزار قرار دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ پروردگار! ہماری اولاد میں سے ایک امت کو اپنی اطاعت گزار قرار دے اور ان میں ایک رسول ایسا مبعوث فرما جو تیری آیت کی تلاوت کرے ان کا تزکیہ نفس کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے[2]۔''

ان آیات کے مطابق حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے آخری وقت میں اپنی اولاد کو ہمیشہ مسلمان رہنے اور حالت ایمان میں ہی مرنے کی وصیت کی ہے۔ پس انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ زندگی میں مسلمان رہے اور مرتے وقت ایمان کی حالت میں اس کی روح قبض ہو۔

آخر میں اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے کہ اے رسول! یہ وہ امت تھی جو گزر چکی انہوں نے جو کمایا وہ ان کے حصے میں آیا اور جو تم کماؤ گے وہ تمہارا حصہ ہے تم سے ان کے اعمال کے بارے سوال نہ کیا جائے گا۔

---

[1]۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کا نصب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے بندوں کے اختیار میں نہیں ہے

[2]۔ آیات ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹۔

نماز کیلئے قبلہ کی سمت کی تبدیلی کا حکم

☆ آیت ۱۴۴ میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو نماز ظہر کی ادائیگی کے دوران بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی کا حکم دیا۔ جس مسجد میں نماز کی ادائیگی کے دوران یہ حکم نازل ہوا تھا اسے "مسجد قبلتین" کہا جاتا ہے اور یہ حکم پندرہ رجب سن دو ہجری میں نازل ہوا(۱)۔

علامہ مودودی تفہیم القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "یہ حکم جو تحویل قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ یہ حکم رجب یا شعبان سن دو ہجری میں نازل ہوا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ نبی ﷺ بشر ابن برا ابن معرور کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے وہاں نماز ظہر کا وقت ہوا اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے اور تیسری رکعت پڑھ رہے تھے اتنے میں وحی الٰہی کے ذریعے سے تبدیل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی وقت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اقتدا میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبہ کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ منورہ میں اس کی عام منادی کی گئی(۲)۔"

☆ آیت ۱۵۲ میں خداوند عالم نے مشکلات کے وقت انسان کو صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے۔ واضح رہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے خصوصاً ایک ایسے شخص کو جو اسلام جیسی انقلابی تحریک اور الٰہی مشن سے وابستہ ہو ایسے مواقع پر انسان پریشان و سرگرداں رہتا ہے۔ انسان کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے خداوند عالم نے اسے دو چیزوں کا سہارا لینے کی تلقین فرمائی ہے:

ایک "صبر" جو انجام سے آگاہی کے ساتھ حاصل ہونے والی ایک روحانی طاقت کا نام ہے۔ دوسری "اقامہ نماز" انسان کو نماز قائم کرنے کے ذریعے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ نماز کے ذریعے انسان ہمت اور حوصلہ پاتا ہے۔

☆ آیت ۱۵۴ کے مطابق جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے وہ زندہ ہوتا ہے اور اس کا شعور عام انسان کو نہیں ہوتا۔

امتحانات الٰہی کی صورتیں

☆ آیت ۱۵۵ سے ۱۵۸ تک میں خدا اپنے بندوں کے امتحان کا ذکر کرتا ہے کہ ہم تمہیں خوف، بھوک، مال میں

۱۔ اسلامی تاریخی مناسبتیں، ص ۷، ۱۳، شبانہ رضوی، انتشارات علوی،

۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۱، ذیل آیہ ۱۴۴۔

کمی، اولاد و ثمرات میں کمی کے ذریعے آزمائیں گے جو اس میں کامیاب ہوگا وہ خوش نصیب ہے۔ اور جو مصیبت و آزمائش کے وقت یہ کہتے ہیں کہ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، ہم اللہ کے لئے ہیں اور اس کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں" ایسے ہی لوگ کامیاب اور ایسے لوگوں پر اللہ کا درود وسلام ہے۔

روایت کے مطابق سب سے پہلے یہ جملہ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، ہم اللہ کے لئے ہیں اور اس کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں" حضرت حمزہ علیہ السلام کی شہادت پر مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی زبان مبارک پر جاری ہوا[1]۔

کھانے پینے کے بعض مسائل

☆ آیت ۱۷۲ اور ۱۷۳ کے مطابق دین اسلام جہاں انسانی زندگی کے باقی تمام شعبوں کو مکمل تفصیل سے بیان کرتا ہے وہیں پر کھانے پینے کے مسائل پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ اسلام نے حکم دیا کہ انسان کو پاک اور حلال غذا کا استعمال کرنا چاہیے اور حرام اور مردار وغیرہ سے بچنا چاہیے یہ حالت اختیار میں ہے۔ اگر کوئی مجبور ہو اور خدا کے حدود اور احکام سے خلاف ورزی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں یہ پابندی ختم ہو جاتی ہے۔

قصاص کا بیان

☆ آیت ۱۷۹ میں خداوند عالم نے بیان کیا ہے کہ قصاص (قتل کے بدلے قتل) میں زندگی ہے۔ جو لوگ قصاص کو جذبہ انتقام کا فروغ تصور کرتے ہیں ان کی نظر میں قصاص صرف قاتل و مقتول تک محدود ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر قانون قصاص معاشرے میں جاری ہوتا ہے تو یہ دوسروں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا اور قتل وغارت گری میں بہت حد تک کمی ہو سکتی ہے اور قصاص ایک اندھا قانون نہیں کہ مقتول کے ورثا خود قانون کو ہاتھ میں لیتے ہوئے قاتل سے بدلہ لیں بلکہ ورثا عدالت کی طرف رجوع کریں گے اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون قصاص پر عمل کرائے۔

وصیت کی اہمیت

☆ آیت ۱۸۰ سے ۱۸۲ تک میں وصیت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انسان کو مرنے سے پہلے اپنے ترکے کے بارے میں وصیت کرنا چاہیے اور وصیت سننے والے کی ذمہ داری ہے کہ جیسا سنا ہے ویسا ہی بیان کرے اور سننے والا اس میں ردو بدل نہ کرے۔

---

[1]۔ انوار القرآن، علامہ ذیشان جوادی، موسسۃ الاسلامیہ، لاہور، ص ۵۳۔

وصیت یہ ہے کہ انسان تاکید کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے فلاں فلاں کام کیے جائیں یا یہ کہے کہ اُس کے مرنے کے بعد اس کے مال کی کچھ مقدار فلاں شخص کی ملکیت ہوگی یا یہ یوں کہے کہ اس کے مال کی کچھ مقدار کا کسی کو مالک بنا دیا جائے یا اسے وقف کر دیا جائے یا نیک کاموں میں صرف کیا جائے۔

وصیت یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کی کفالت میں ہوں کسی شخص کو نگران اور سرپرست مقرر کیا جائے۔ فقہی اصطلاح میں جس شخص کو وصیت کی جائے اسے "وصی" اور وصیت کرنے والے کو "موصی" کہا جاتا ہے۔

☆ وصیت کرنے والے میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ عاقل ہو ۲۔ بالغ ہو ۳۔ اپنے ارادہ اور اختیار سے وصیت کرے اور مجبور نہ ہو۔

☆ بنا بر احتیاط وصی کا مسلمان ہونا ضروری ہے نیز عاقل ہو اور بھروسے کے قابل ہو اور احتیاط کی بناء پر بالغ ہو۔

☆ جب موت کی نشانیاں ظاہر ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دے یا ورثاء کو اس بارے میں بتا دے، اپنے قرضوں کو ادا کر دے اور اگر ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس بارے میں وصیت کر دے، خمس، زکوٰۃ اور "ردِ مظالم" کو فوراً ادا کرے۔ (شرعی اعتبار سے اگر آپ کے ذمہ کسی کا مال ہو اور اس کا یا اس کے وارثوں اور جاننے والوں کے بارے میں کوئی علم نہ ہو تا کہ آپ اس کا مال اسے لوٹا سکیں تو اس مالک کی طرف سے مال کسی فقیر کو دینے کو "ردِ مظالم" کہتے ہیں۔ احتیاط واجب کی بنا ردِ مظالم ادا کرنے کے لئے مجتہد کی اجازت ضروری ہے۔)

☆ اپنی قضا شدہ نماز اور روزوں کے بارے میں کسی کو "اجیر" بنانے کی وصیت کرے۔ اگر اپنا مال کسی دوسرے کے پاس رکھا ہو یا کہیں چھپا کر رکھا ہو تو اپنے ورثاء کو بتا دے۔

☆ مرنے والا اپنے مال میں سے ایک تہائی (۱/۳) کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے۔ اگر اس سے زائد وصیت کرے تو وہ وصیت اس کے ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی وہ اجازت دیں تو وصیت صحیح ہے ورنہ زائد کی نسبت وصیت باطل قرار پائے گی۔ لیکن بعض ورثاء اجازت دیں اور بعض اجازت نہ دیں تو جنہوں نے اجازت دی ہے ان کے حصہ کی نسبت وصیت نافذ العمل ہوگی۔

☆ استطاعت کے باوجود انجام نہ دیا گیا واجب حج اور دیگر واجب الادا، مالی حقوق جنہیں اس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کیا ہو جیسے خمس، زکوٰۃ وغیرہ کو اصل ترکہ سے نکالا جائے گا خواہ اس کے بارے میں مرنے والے نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

روزے کے چند احکام

☆ آیت ۱۸۳ سے ۱۸۷ میں خدا نے روزہ کے چند احکام کو بیان کیا ہے۔ ان آیات میں روزہ کے واجب ہونے اور حالت سفر یا بیماری کے ایام میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان ہے اور اللہ نے سفر اور بیماری میں مطلقاً حکم دیا ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے چاہے سفر آسانی سے کر سکتے ہوں یا سفر کے دوران مشکلات کا سامنا کرنا پڑے البتہ بعد میں ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور وہ مہینہ جس میں روزے رکھنا واجب ہے ماہ مبارک رمضان ہے جس میں خدا نے قرآن مجید کو بھی نازل کیا ہے۔

ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ صبح کی سفیدی نمایاں ہونے تک کھانا جائز ہے جبکہ پہلے صرف رات کو سونے تک کھانے کی اجازت تھی اس کے بعد پھر کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں صبح کی سفیدی نمایاں ہونے تک اپنی زوجہ سے مباشرت کی جا سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے ماہ رمضان میں اس کی اجازت نہیں تھی۔

یہاں ایک حسین تعبیر استعمال ہوئی ہے کہ تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں اور تم ان کے لئے لباس کی حیثیت رکھتے ہو۔ جس طرح لباس انسان کے جسمانی عیوب کو چھپانے کا ذریعہ اور زینت کا وسیلہ ہے اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے عیوب کو چھپانے کا ذریعہ اور ایک دوسرے کے لئے زینت ہیں۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب

☆ آیت ۱۸۹ میں خداوند عالم حکم دے رہا ہے کہ جب بھی کسی گھر میں داخل ہو تو دروازے سے داخل ہو۔ دروازے سے داخل ہونے کی شرح میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ احرام حج پہننے کے بعد اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ پچھواڑوں سے دیوار پھلانگ کر داخل ہوتے تھے (۱)۔

قرآن مجید نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ اس آیت میں غور وفکر سے کام لیا جائے تو مندرجہ ذیل امور ذہن میں آتے ہیں:۔

۱۔ کسی مقام یا محفل میں اس مقام یا محفل کے قرائن وآداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ یہی دروازے سے داخل ہونے کا صحیح طریقہ کار ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، فضل ربی فاؤنڈیشن، کراچی، طبع چہارم، حاشیہ آیت مورد بحث

۲۔ کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے شریفانہ ذرائع اختیار کرنا چاہیے غیر شریفانہ ذرائع اختیار کرنا گھر میں پچھواڑے سے داخل ہونے کے مترادف ہے۔

۳۔ لفظ باب ''دروازہ'' سے ذہن اس حدیث کی طرف بھی منتقل ہوتا ہے جس میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے'' یا ''میں دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور جو شہر میں داخل ہونا چاہے اسے چاہیے کہ وہ دروازے سے داخل ہو(۱)۔''

شب ہجرت کا واقعہ

☆ آیت ۲۰۷ کا مصداق حضرت علی علیہ السلام ہیں جب انہوں نے شب ہجرت بستر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیٹ کر ان کی زندگی کا تحفظ کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ کفار کے تمام قبیلے اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر ہم سب مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کریں تو قتل کی ذمہ داری کسی ایک قبیلے پر نہیں آئے گی اور بنی ہاشم کے لئے تمام قبائل سے جنگ کرنا مشکل ہوگا۔ اس سازش کی خبر اللہ نے وحی کے ذریعے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔

آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ یا علی علیہ السلام! آج کی رات میرے بستر پر لیٹ جاؤ تاکہ میں حکم خدا سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کروں۔ مولا علیہ السلام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کیا آپ کی جان بچ جائے گی؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دشمنوں کے درمیان سے نکل کر چلے گئے جب صبح دیکھا تو بستر پر علی علیہ السلام سو رہے ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

☆ آیت ۲۱۸ میں جو لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ حقیقی ہجرت یہ ہے کہ انسان مال دنیا کی محبت سے منہ موڑ کر اللہ کی جانب متوجہ ہو جائے۔

قسم کا کفارہ

☆ آیت ۲۲۵ کے مطابق اگر انسان بغیر ارادہ کے کوئی قسم کھائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کوئی کفارہ یا سزا نہیں ہے لیکن اگر ارادہ واختیار کے ساتھ قسم کھائے پھر اس پر عمل نہ کرے تو اس پر یقیناً گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا۔

۱۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۸۰۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۷۷

ایلا کا بیان

☆ آیت ۲۲۶ میں ''ایلا'' کا بیان موجود ہے ''ایلاء'' سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی زوجہ سے چار ماہ سے زیادہ مجامعت کو ترک کرنے کی قسم کھائے۔

دور قدیم میں ''ایلاء'' کا طریقہ وہی تھا جو آج کی ترقی یافتہ دنیا میں میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا ہے اگر آپس میں اختلاف ہو تو میاں بیوی تین سال تک الگ رہتے ہیں اور اس کے بعد اپنے مستقبل کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسلام نے اس طریقہ کو ابتدا ہی سے رد کر دیا اور یہ طے کر دیا کہ مرد کو مستقبل کا فیصلہ چار ماہ کے اندر کرنا ہے اور اگر اس سے زیادہ کی قسم کھائی ہے تو حاکم شرع شوہر کو مجبور کرے گا کہ یا تو کفارہ دے کر بیوی کے ساتھ ازدواجی روابط قائم کرے یا طلاق دے کر آزاد کرے اور ہر حال میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھے[۱]۔ یعنی کسی بھی صورت میں ظلم سے کام نہ لے۔

طلاق، رضاعت اور عدۂ وفات کے بعض احکام

☆ آیت ۲۲۸ سے ۲۳۴ تک میں طلاق، بچہ کو دودھ پلانے کی مقدار اور شوہر کے مرنے کے بعد زوجہ کے لئے بعض احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے یعنی دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ ایک نشست میں ایک ہی طلاق ہو سکتی ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک نشست میں تین طلاقیں دی جائیں۔ پس ایک ہی وقت میں تین طلاقیں حکم خداوندی کے خلاف ہے۔ نسائی میں ایک روایت کے مطابق ''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ یہ سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَنَا بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ، کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں''[۲]۔

ان آیات کے مطابق طلاق شدہ عورتوں کو ان کا حق مہر قوانین اسلام کے مطابق ادا کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آنا چاہیے۔

ان آیات میں جو دیگر احکام بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں کہ ماں اپنے بچے کو دو سال تک دودھ پلائے، مطلقہ

۱۔ انوار القرآن، علامہ جوادی، صفحہ ۸۷، وحاشیہ ذیل آیہ ۹۷۔

۲۔ ترجمۂ قرآن مجید۔ مترجم ابو منصور، صفحہ ۱۱۲۹

عورت تین پاکی (طہر) تک عدت میں رہے گی اور جس عورت کا شوہر مر جائے وہ چار ماہ دس دن تک عدت میں رہے گی۔ان مسائل کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے اپنے مجتہد کے رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) کی طرف رجوع کریں۔

نماز کی پابندی کا حکم

☆ آیت ۲۳۸ میں خداوند کریم نے نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہری اشارہ نماز پنجگانہ کی طرف ہے کیونکہ آیت میں لفظ ''صلوات'' استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ پانچ حروف پر مشتمل ہے اور ہر حرف سے ایک نماز کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے (۱)۔

آیت میں بیچ والی نماز کی ادائیگی پر خصوصی تاکید کی گئی ہے۔اکثر روایات میں بیچ والی نماز سے مراد ظہر ہے اس کی تاکید اس لئے کی گئی کیونکہ یہ وقت انسان کاروبار، زندگی اور دیگر معاملات میں مصروف رہتا ہے لہٰذا ایسے وقت اپنے تمام کام چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہوگا۔

موت کے خوف سے بھاگنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۲۴۳ میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو موت کے خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ گئے تھے۔یہ لوگ شام کی بستی سے بھاگ نکلے تھے (۲)۔بعض روایات کے مطابق ان لوگوں کی تعداد چار ہزار سے ستر ہزار کے درمیان تھی۔آخر موت کے پنجے سے نہ چھوٹے اور سب کے سب مر گئے۔ایک عرصہ بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا ادھر سے گذر ہوا آپ نے خدا کی بارگاہ میں ان کے زندہ ہونے کی دعا کی۔حکم خدا ہوا کہ چلو میں پانی لے کر ان پر چھیڑکو، آپ پانی چھڑکتے جاتے تھے اور وہ لوگ زندہ ہوتے جاتے تھے (۳)۔

طالوت اور جالوت کا واقعہ

☆ آیت ۲۴۶ سے ۲۵۱ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے تقریباً تین صدی (۴) بعد کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل پر ایک ظالم بادشاہ جالوت مسلط ہو گیا۔اس کے مظالم سے تنگ آکر بنی اسرائیل اس وقت کے

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، مولانا فرمان علی نجفی، حاشیہ آیہ ۲۳۸

۲۔ اصول کافی، ج ۸، ص ۱۹۸

۳۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیت مورد بحث۔

۴۔ بلاغ القرآن، حاشیہ آیات مورد بحث

نبی حضرت صموئیل علیہ السلام، شموئیل (۱) کے پاس گئے اور ان سے مدد طلب کی کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ کسی کو ہمارے لئے سردار مقرر کرے تاکہ ہم اس کی سرداری میں جالوت کے ظلم کا مقابلہ کریں اور اللہ نے طالوت کو ان کا سپہ سالار بنایا۔ طالوت کردار اور علم کے لحاظ سے پسندیدہ شخصیت رکھتا تھا لیکن مالی اعتبار سے غریب تھا۔ ان کے تقرر پر بنی اسرائیل نے اعتراضات کئے کہ ہم اس سے زیادہ سرداری کے حقدار ہیں کیونکہ ہم مالی اور خاندانی طور پر اس سے بہتر ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت صموئیل (شموئیل) نے منصب الٰہی کے حقدار کی خصوصیات بیان کیں کہ:

۱۔ وہ اللہ کی جانب سے منتخب ہوتا ہے۔

۲۔ وہ عالم ہوتا ہے۔

۳۔ وہ شجاع ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک معیار بیان کیا کہ اللہ جسے چاہتا ہے سرداری عطا فرماتا ہے یعنی کائنات کا حاکم اعلیٰ اللہ کی ذات ہے اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر نبی بھی اپنا نمائندہ اور خلیفہ نہیں بنا سکتا ہے تو عام انسان کیسے کسی کو اپنا امام یا خلیفہ بنا سکتا ہے۔

اللہ نے بنی اسرائیل کی تسلی کے لئے چند نشانیاں دکھلائیں جو ایک صندوق میں رکھی گئی تھیں، وہ نشانیاں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے تبرکات کی صورت میں تھیں۔ بنی اسرائیل اسے "عہد کا صندوق" کہتے تھے۔ ایک جنگ میں فلسطینی مشرکین نے بنی اسرائیل سے چھین لیا تھا۔ اس صندوق کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات رکھے ہوئے تھے۔ کتب تاریخ وحدیث کے مطابق یہ وہی صندوق تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر دریا کے حوالہ کیا گیا تھا۔

اس صندوق میں درج ذیل تبرکات تھے:

۱۔ وہ تختیاں جو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں۔

۲۔ تورات کا اصل نسخہ۔

۳۔ "منّ" کی ایک بوتل۔ "منّ" سے مراد پانی کی ایک قسم ہے جو بنی اسرائیل پر اوس (شبنم) کی صورت میں نازل ہوتا تھا۔

۱۔ روایات میں یہ دونوں نام استعمال ہوئے ہیں

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور زرہ۔

کفار اس صندوق کو جس شہر میں رکھتے تھے وہاں وبائیں پھوٹ پڑتی تھیں۔ اس لئے ایک بیل پر رکھ کر اسے ہانک کر چھوڑ دیا گیا اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس بیل کو صموئیل کی طرف لے جائیں۔

ان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بنی اسرائیل نے طالوت کی قیادت پر اتفاق کیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ جنگ کے لئے جاتے ہوئے ایک نہر کے قریب پہنچے۔ حضرت طالوت (جو بنی اسرائیل کے لشکر کے کمانڈر تھے) نے لشکر کو اس نہر کا پانی پینے سے منع کیا مگر سب نے پیا سوائے چند ایک کے اور آخر میں جب جنگ کے لئے میدان میں آئے تو بنی اسرائیل، جالوت (جو ایک ظالم بادشاہ تھا) کی فوج کی تعداد دیکھ کر گھبرا گئے اور ان پر خوف طاری ہو گیا۔ اسی اثنا میں حضرت داود علیہ السلام جو اس وقت نوجوان تھے طالوت کے لشکر میں پہنچے اور جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے۔ حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور جالوت کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جالوت کے بہت بڑے لشکر پر طالوت اور اس کی مختصر فوج کو کامیابی عطا فرمائی اور ہمیشہ کے لئے قرآن مجید میں یہ اعلان کر دیا کہ اگر ایمان کامل کے ساتھ جنگ کرو تو ایک بہت ہی چھوٹا سا لشکر بہت بڑے لشکر پر فتح پا سکتا ہے۔

اس واقعے نے مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ دشمنان اسلام سے مقابلے کیلئے مندرجہ عناصر کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ شدید ترین مشکلات میں بھی حواس قائم رہیں اور قوت برداشت جواب نہ دے۔

۲۔ فتح و کامرانی کیلئے نصرت الٰہی پر اعتماد کیا جائے اور سامان جنگ یا ظاہری حالت پر نگاہ نہ کی جائے۔

۳۔ اللہ سے ملاقات کی تمنا رکھنے والے دشمن کے جاہ و جلال کو نہیں دیکھتے۔

۴۔ جس کو خدا علم و شجاعت دیتا ہے وہی مرد میدان ہوتا ہے اور اسی کو حکومت اور حکمت نصیب ہوتی ہے۔

۵۔ حکومت اور سرداری اللہ کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔

قیامت کے دن کامیابی کا طریقہ

☆ آیت ۲۵۴ میں صاحبان ایمان سے مخاطب ہو کر ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر قیامت کے دن کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اسے راہ خدا میں خرچ کرو کیونکہ اس دن کوئی "بیع" (تجارت) اور کوئی "خُلّۃ" (دوستی) یا شفاعت کام نہیں آئے گی۔

<u>اس دن کوئی خرید وفروخت اور دوستی یاری نہیں</u>: ہم جانتے ہیں کہ روز قیامت کی ماہیت وحقیقت یہ ہے کہ ہم اعمال کے نتائج اور ردعمل کا سامنا کریں گے۔ لہٰذا کوئی شخص وہاں عذاب سے نجات کے لئے کوئی فدیہ نہیں دے سکے گا۔ یہاں تک کہ اگر بالفرض روئے زمین کی ساری دولت اس کے قبضے میں ہو اور وہ اسے خرچ کرکے ذرہ بھر اپنے اعمال کی سزا کم کروانا چاہے تو ممکن نہیں کیونکہ دار العمل تو یہی دنیا ہے اور یہاں سے اس کا روزنامچہ مکمل ہو کر لپیٹا جاچکا ہے اور وہاں دار الحساب ہے، وہ محاسبہ کا گھر ہے۔ اسی طرح مادی رشتہ بھی کام نہیں آئے گا چاہے جس طرح کا رشتہ ہو۔ (توجہ رہے کہ "بیع" تجارت کے معنی میں اور "خلال" دوستی کے معنی میں ہے)۔ البتہ شفاعت ائمہ معصومین علیہم السلام یا وہ شفاعت کنندگان جنہیں بارگاہ الٰہی سے اجازت ملی ہوئی ہے وہ شفاعت کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ "سورۂ نبا" میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس دن کوئی بات نہیں کرسکے گا سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور جو درست بات کرے[۱]۔"

آیت الکرسی

☆ آیت ۲۵۵ سے آیت الکرسی کا آغاز ہو رہا ہے جس کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں آیت الکرسی کی تلاوت کی تاکید بیان ہوئی ہے۔ اس میں اللہ کی عظمت، مالکیت، وسعت علم وقدرت کے ساتھ دو باتوں کو واضح کیا گیا ہے:

۱۔ وہ اللہ ہمیشہ بیدار ہے، نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ وہ سب کو دیکھ بھی رہا ہے اور سب کی سن بھی رہا ہے۔

۲۔ دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے کیونکہ دین عقائد کا نام ہے اور عقائد کو ماننے میں جبر نہیں ہوسکتا۔ یعنی اللہ کی وحدانیت کو ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا لیکن دائرہ اسلام میں آنے کے بعد احکام شرعیہ پر عمل کے سلسلہ میں حاکم شرع مجبور کرسکتا ہے اور اسلامی حدود اور قوانین اسی لئے بنائے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ

☆ آیت ۲۵۷ اور ۲۵۸ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کے ساتھ ہونے والے ایک مناظرہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو (جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا) توحید کی طرف دعوت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

۱۔ سورۂ نبا، آیت ۳۸

نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو موت وحیات عطا کرتا ہے۔ اس نے زندان سے دو قیدی بلائے اور ان میں سے جو موت کا حقدار تھا اسے آزاد کر دیا اور جو بے گناہ تھا اسے مار دیا۔ اس نے کہا کہ میں بھی زندہ اور مردہ کرتا ہوں تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تیرے بس میں ہے تو مغرب سے نکال جب یہ بات سنی تو وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے پہلے کا ہے۔

☆ آیت ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی گزرے ہیں جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو ان پر اللہ کی طرف سے قہر نازل ہوا اور ایک ظالم بادشاہ ان کے اوپر مسلط ہو گیا جس نے بستیوں کی بستیاں اجاڑ دی۔ حضرت عزیر اپنے گدھے پر سوار ہو کر ایک بستی سے گزرے تو بستی مکمل طور پر اجڑ چکی تھی اور اس کے رہنے والے مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے یہ منظر دیکھ کر آپ غمگین ہوئے اور سوچنے لگے کہ اس برباد اور اجڑے ہوئے شہر کو اور ان مردوں کو اللہ دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لئے حضرت عزیر کو موت کی نیند سلا دیا اور وہ آنجناب پورے سو سال تک سوتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے درندوں اور پرندوں، جن وانس سب کی آنکھوں سے آپ کے جسم کو اوجھل کر دیا تا کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے۔ سو سال کے بعد حکم خدا سے دوبارہ اٹھے تو دیکھا کہ گدھا مرا پڑا ہے، اس کی ہڈیاں گل سڑ کر ادھر ادھر بکھر چکی ہیں مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور برتن میں رکھا ہوا کھانا بالکل درست ہے۔ آپ کی عمر وہی چالیس سال ہے اور سر اور داڑھی کے بال بالکل کالے ہیں، وہ بستی پہلے سے زیادہ پر رونق اور آباد ہے۔ آپ حیرانی کے عالم میں سوچ وبچار میں پڑے ہوئے تھے کہ آواز قدرت آئی کہ: آپ یہاں کتنے عرصے رہے؟ آپ نے اندازے سے بتایا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ آواز آئی کہ: آپ پورے سو سال یہاں رہے۔ اپنے گدھے کو دیکھو وہ مر گیا ہے، اس کے اعضاء بکھر گئے ہیں۔ اب ذرا میری قدرت دیکھو کہ آپ کا کھانا جو چند گھنٹوں کے بعد سڑ جاتا ہے جوں کا توں صحیح ہے۔ دیکھو گدھے کا بکھرا ہوا ڈھانچہ کیسے جڑتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت عزیر علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے گدھے کے اعضاء جمع ہوئے اور اپنے اپنے مقام پر جا

گئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، کھال پر بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا (۱)۔

قرآن مجید کے اس حقیقی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے، یہ دن رات، ماہ و سال، یہ زمان و مکان اور یہ حدود و قیود سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ کسی میں مجال نہیں کہ اس کے حکم کی نافرمانی کرے۔ آپ اس واقعہ میں قدرت خدا کی ایک جھلک کو یوں دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت عزیر سو سال تک سوتے رہے آپ کی عمر چالیس سال رہی جبکہ دوسری طرف زمانے کی رفتار میں حرکت تھی، چاند اپنی جگہ متحرک تھا، سورج اپنی جگہ۔ ہر چیز اپنے اپنے حساب سے جاری و ساری رہی۔

حضرت علی علیہ السلام کا صدقہ دینا

☆ آیت ۲۷۴ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ کے پاس صرف چار درہم تھے آپ نے ان میں ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک علانیہ اور ایک چھپا کر صدقہ دیا (۲)۔

سود کی مذمت

☆ آیت ۲۷۵ تا ۲۷۸ میں قرآن مجید نے "سود" کو "صدقہ" کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ صدقہ کے پیچھے ایک ایثار پسند اور پاکیزہ نفس انسان موجود ہے جبکہ سود خوری کے پیچھے ایک مفاد پرست انسان موجود ہے، صدقہ دینے والا اپنے خون پسینہ کی کمائی سے دوسروں کا دکھ درد بانٹتا ہے جبکہ سود خور دوسروں کے خون پسینہ کی کمائی میں ڈاکہ ڈالتا ہے اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات دعا کی شکل میں

☆ آیت ۲۸۶ کے مطابق انسان پر تکلیف اور ذمہ داری اس کی طاقت کے مطابق ہوتی ہے اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کو انجام دینے کا حکم نہیں دیتا ہے۔ اس کے بعد دعائیہ الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ:

"پروردگارا! ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے اس کا ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔ خدایا! ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالا گیا۔ پروردگارا! ہم پر وہ بار نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہمیں معاف کر دینا، ہمیں

۱۔ تفسیر جمل علی الجلالین، ج ۱، ص ۲۱۲ تا ۲۱۵

۲۔ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۹۰

بخش دینا، ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا اور مالک ہے۔ اب کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما[۱]۔"

ان آیات کے بارے میں اہل سنت مترجم ابو منصور نے ایک بہترین حاشیہ درج کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

"سورۂ بقرہ کی آخری آیت (آیت، ۲۸۶) ایک نرالی شان کی حامل ہے۔ اس میں اولاً تو مالک کی شان کریمی کا ذکر ہے کہ کسی بھی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ ثانیاً مکافاتِ عمل کے قانون کی وضاحت ہے کہ یہاں کوئی عمل رائیگاں نہیں جاتا عامل کو عمل کے مطابق جزا ملنا لازمی ہے۔ اس قانون سے فرار ممکن نہیں۔ ثالثاً بقول رب العزت انسان ضعیف الخلقت ہے اور غافل بھی لہٰذا طلب کرم و مغفرت کے لئے خود یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اس دعا کی عظمت و شان کا کیا کہنا جو خود خداوند عالم کی تعلیم کردہ ہے۔ لازم ہے کہ ہم بصد عجز و انکسار کے توبہ و استغفار کرتے رہیں اور اس دعا کو ہمیشہ یاد رکھیں[۲]۔"

آخری دو آیتوں کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آیت، ۲۸۵، ۲۸۶) قرآن بھی ہیں اور دعا بھی اور اللہ کی خوشنودی کا باعث بھی ہیں۔ جو نماز عشاء کے بعد ان کی تلاوت کرے گا تو یہ اس کی رات بھر کی عبادت کے لئے کافی ہے[۳]۔"

فضائل و خصوصیات:

روایات معصومین علیہم السلام میں اس سورے کے لئے بہت سے فضائل و خصوصیات بیان ہوئے ہیں ہم چند ایک کو بیان کرتے ہیں:

☆ اس سورے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کا سب سے بڑا سورہ ہے جو تقریباً ڈھائی پاروں پر مشتمل ہے، یہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والا پہلا سورہ ہے۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ احکام اسی سورے میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ روایت میں موجود ہے کہ سورۂ بقرہ تقریباً "پانچ سو" احکام پر مشتمل ہے[۴]۔

افضل ترین سورہ: یہ قرآن مجید کی سورتوں میں سے افضل ترین سورہ ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

۱۔ آیت، ۲۸۶

۲۔ اقتباس از ترجمہ قرآن ابو منصور، حاشیہ آیت مورد بحث

۳۔ مجمع البیان، ج ۱، ص ۴۰۳۔

۴۔ تفسیر فصل الخطاب، ج ۱، ص ۳۹۔

اصحاب سے پوچھا کہ قرآن مجید کا کونسا سورہ افضل ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین سورہ، سورۂ بقرہ ہے۔

سائبان قیامت: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُظِلَّانِهِ عَلَى رَأْسِهِ مِثْلَ الْغَمَامَتَيْنِ أَوْ مِثْلَ الْغَيَايَتَيْنِ [1]

جو شخص بھی سورۂ بقرہ اور آل عمران کی تلاوت کرے گا تو یہ دونوں سورے قیامت کے دن بادل یا سائبان کی طرح اس پر سایہ کریں گی۔

فرار شیطان: رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہو شیطان وہاں سے فرار ہو جاتا ہے [2]۔

حاجات پوری ہونے کا خزانہ: امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات [3] بہشت کے خزانوں میں ایک خزانہ ہیں، خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اپنے دست مبارک (قدرت) سے لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان دو آیتوں کی تلاوت کرنے والے کی دنیاوی اور اخروی حاجات پوری کرتا ہے اور شیطان بھی اس کے نزدیک نہیں جا سکتا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ۔ ج ۶، ص ۲۳۹۔

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۱، ص ۲۰۔

۳۔ آیت نمبر ۲۸۵، ۲۸۶۔

سورۂ آل عمران کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ آل عمران

نام سورہ	پارہ نمبر	موجود ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
آل عمران	4،3	03	89	مدینہ منورہ	200	20	14984	3508

☆ **سورۂ آل عمران** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا تیسرا (۳) اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نواسیواں (۸۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی نئی تشکیل شدہ چھوٹی سی اسلامی ریاست کو درپیش مشکلات اور اس کی بے سروسامانی کے ماحول میں نازل ہوا۔ چونکہ اس سورے کی آیت ۳۳ میں آل عمران کا تذکرہ ہے اس لئے اسے سورۂ آل عمران کہا جاتا ہے اور حضرت عمران جو کہ حضرت مریم علیہاالسلام کے والد تھے ان کی نسل کو آل عمران کہا جاتا ہے۔

شان نزول:

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سورے کی ''۸۰'' سے کچھ زیادہ آیات نجران کے عیسائی نمائندوں کے بارے میں ہیں جنہیں اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا گیا ان کی تعداد ساٹھ تھی۔ ساٹھ افراد کا یہ گروہ جب مسجد نبوی میں پہنچا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ نماز عصر پڑھ رہے تھے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام قبول کرنے اور بارگاہ خداوندی میں سرتسلیم کرنے کی دعوت دی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث ومباحثہ کرنے لگے۔ یہ اسی بحث ومباحثہ کا آغاز ہے جس کا اختتام مباہلہ کی صورت میں ہوا [۱]۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا ایک ہی نام بیان ہوا ہے، جو آل عمران ہے البتہ توریت میں اس کا نام سورۂ طیبہ بیان ہوا ہے [۲]۔

اہم موضوعات:

اس سورے میں خداوند عالم نے جن موضوعات کو بیان کیا ہے ان میں سے بعض اہم موضوعات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تفصیلی واقعہ پڑھنے کے لئے تفسیر نمونہ سورۂ آل عمران کا مطالعہ کریں۔

۲۔ تسکین روح، ص ۹۷۔

ا۔قرآن مجید گزشتہ آسمانی کتب کی تصدیق کرنے والی کتاب	۲۔محکم ومتشابہ آیات کا ذکر
۳۔بعض صاحب ثروت افراد کی مذمت	۴۔جنگ بدر
۵۔مال ودولت کے حصول کا مقصد	۶۔اہل تقویٰ کی صفات
۷۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ	۸۔مسئلۂ زنا اور خیبر کے یہودی
۹۔مشیت خداوندی	۱۰۔کافروں کو سرپرست یا دوست بنانے کی ممانعت
۱۱۔اللہ سے محبت کے دعویداروں کو دعوت فکر	۱۲۔حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ
۱۳۔واقعۂ مباہلہ	۱۴۔حق کو چھپانے کی مذمت
۱۵۔یہود ونصاریٰ کی مذموم سازش	۱۶۔آیات الٰہی کی قیمت لگانے والوں کی مذمت
۱۷۔توریت وانجیل میں تحریف کرنے والوں کی مذمت	۱۸۔عہد وپیمان کا ذکر اور اہمیت
۱۹۔حارث ابن یزید کی توبہ	۲۰۔کن کی توبہ قبول اور کن کی نامقبول ہوتی ہے
۲۱۔یہودیوں کے اعتراض کا جواب	۲۲۔وجوب حج کا بیان
۲۳۔قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے خلاف یہودی کی سازش	۲۴۔اہل بیت علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی
۲۵۔بہترین امت کون؟	۲۶۔ایک بڑے خطرے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے
۲۷۔جنگ احد	۲۸۔متقین کے اوصاف
۲۹۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت	۳۰۔جنگ احد میں درہ چھوڑنے والوں کی سرزنش
۳۱۔ظالم کو مہلت دینے کا فلسفہ	۳۲۔ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھے گا
۳۳۔ذکر، فکر اور عمل	۳۴۔ایمان کی کچھ نشانیاں
۳۵۔فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ سورۂ بقرہ کی طرح سورۂ آل عمران کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہو رہا ہے۔ یہ سورہ قرآن مجید کا دوسرا سورہ ہے جو حروف مقطعات سے شروع ہو رہا ہے۔

قرآن مجید سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق کرنے والی کتاب

☆ آیت ۳ اور ۴ میں غور کریں تو ایک اہم مطلب سامنے آتا ہے کہ دین اسلام ادیان عالم کا ایک تسلسل ہے اور جو

کتاب اسلامی دستور لے کر آئی ہے، وہ حق پر مبنی ہے۔ یہ کتاب سابقہ آسمانی کتب توریت اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔
اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو توریت اور انجیل اس زمانے میں لوگوں کے پاس موجود تھیں، ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اگرچہ ان میں تحریف وتبدیلی واقع ہوئی ہے، کیونکہ ان میں حقیقی توریت وانجیل کے کچھ اجزا تو بہر حال موجود ہیں۔
انہی آیات میں کتاب (قرآن مجید) کے ذکر کے بعد فرقان نازل کرنے کا ذکر ہے۔ قرآن کے ذکر کے بعد فرقان کے ذکر سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ فرقان سے مراد قرآن نہیں ہے، بلکہ فرقان سے مراد وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں۔ فرقان حق و باطل میں امتیاز کرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علاوہ بھی ایسے دستور واحکام نازل فرمائے ہیں، جو انسانیت کی ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کا کام دیتے ہیں اور وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
کتاب وفرقان نازل کرنے اور حجت پوری کرنے کے بعد منکرین کو عذاب میں ڈالنا اور ان سے انتقام لینا خدائی فیصلہ ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی گرفت کی مضبوطی کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔ بہت سے مجرمین سزا سے اس لیے بچ جاتے ہیں کہ سزا دینے والے کا علم یا اس کی طاقت محدود ہوتی ہے، لیکن چونکہ اللہ کی طاقت اور اس کا علم بھی لامحدود ہے، لہٰذا کوئی مجرم سزا سے نہیں بچ سکتا۔(۱)

محکم ومتشابہ آیات کا ذکر

☆ آیت ۷ کے مطابق قرآن مجید میں دو قسم کی آیات موجود ہیں: محکم ومتشابہ۔
محکم سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں آجائے۔
متشابہ وہ آیات ہیں جن کا مطلب آیت کے ظاہر سے سمجھ میں نہ آئے بلکہ جب تک کسی محکم آیت یا جاننے والے کی طرف رجوع نہ کیا جائے اسی لئے محکمات کو "ام الکتاب" بھی کہا جاتا ہے۔
پس جن کے دل میں فتنہ پروری کا بیج ہوتا ہے وہ متشابہ آیات کا اپنی مرضی سے تاویل کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ نے فرمایا کہ ان آیات کی تاویل صرف وہ افراد کر سکتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔
روایات ائمہ کے مطابق وہ "الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں ہم ہی راسخ فی

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ج ۲ تفسیر سورۂ آل عمران ذیل آیات

العلم ہیں اور ہم ہی اس کی تاویل جانتے ہیں (۱)۔
اسی آیت میں لفظ ''تاویل'' بھی بیان ہوا ہے۔ اہل علم کے ہاں تفسیر اور تاویل کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں یا ان کے معانی مختلف ہیں؟ اس سلسلے میں مختلف اقوال بیان ہوئے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

☆ تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح کا نام ہے جبکہ تاویل جملے کی مجموعی تشریح کو کہا جاتا ہے۔

☆ تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل کلام کے اصل مفہوم و مراد کی وضاحت کرنے کو کہا جاتا ہے۔

☆ تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد اور غیر یقینی حالت میں تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے۔

☆ تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کردینے کا نام ہے اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے اور حاصل ہونے والے نتائج کی وضاحت کو کہا جاتا ہے۔

بعض صاحب ثروت افراد کی مذمت

☆ آیت ۱۰ میں ایسے مالدار افراد کی مذمت کی گئی ہے جو مال و دولت کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ قرآن مجید نے مختلف آیات میں اہل دولت اور صاحب ثروت افراد کی مذمت کی ہے انہیں سرکش، باغی، لالچی، متکبّر اور مغرور وغیرہ قرار دیا ہے اور اس کا سبب خود ان کا مال نہیں ہے بلکہ ان کی ذہنیت ہے کہ وہ مال و اولاد ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور اللہ سے غافل ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ نے سابقہ انبیاء کی اقوام مثلاً قوم نوح، قوم ابراہیم، قوم عاد اور ثمود کے انجام کی طرف متوجہ کیا ہے کہ دولت کبھی اہل دولت کے کام نہیں آئی اور ان کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوا۔

آیت پر غور کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کفار کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ مال و اولاد کے ذریعہ خدا سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ یہ آیت بیان کرتی ہے کہ ان کے اس تصور کا سبب مادی خواہشات اور لذات کے سلسلے میں فریب کھانا تھا کہ انہوں نے آخرت کے امور سے بے نیاز ہو کر دنیا کی طرف رخ کیا اور اس طرح بہت سے اہم امور سے محروم ہو کر عارضی امور کو اپنایا۔
کفار غلط فہمی میں مبتلا ہو کر نہ سمجھ سکے کہ مادی اور دنیاوی لذتیں ناپائیدار ہیں۔ یہ تمام مادی چیزیں اور نعمتیں خدا تک

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۱۳۔

پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور اگر ان کو صحیح استعمال کیا جائے تو یہی چیزیں انسان کی نجات کا ذریعہ ہیں لیکن اگر انسان انہی اشیاء کے ذریعہ اللہ سے بے نیازی کا تصور رکھے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ اس کا ایندھن بننے کے مستحق ہیں (۱)۔

جنگ بدر

☆ آیت ۱۳ میں اسلام کی پہلی جنگ ، جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں جنگی سامان اور تعداد کے لحاظ سے مسلمان بہت ہی کم تھے اس کے باوجود مومنین کو فتح نصیب ہوئی جو ایک معجزہ تھا اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ رمضان سنہ ۲ ہجری کو ۳۱۳ مسلمان افراد کے ہمراہ (جن میں ۸۱ مہاجرین اور ۲۳۱ انصار شامل تھے) مدینہ سے "بدر" کی جانب روانہ ہوئے۔ مہاجرین کے دستے کے علمبردار حضرت علی علیہ السلام تھے اور انصار کے سعد بن عبادہ" مقرر ہوئے۔ آخر ۱۷ رمضان سنہ ۲ ہجری کو دونوں لشکروں کے سپاہیوں میں بدر کے کنوؤں کے پاس مقابلہ ہوا۔ جنگ کا آغاز دشمن کی طرف سے ہوا، پہلے مشرکین کے تین جنگجو "عتبہ، شیبہ اور ولید" نکلے جو کہ "حضرت علی علیہ السلام، حضرت حمزہ علیہ السلام اور حضرت عبیدہ"" کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔

اس جنگ میں کفار کی تعداد ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی ۔ کفار کے پاس ایک سو گھوڑے اور مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف آٹھ تلواریں تھیں اس کے باوجود دشمن کو ذلت آمیز شکست ہوئی ۔ اس جنگ میں "بائیس (۲۲)" مسلمان شہید ہوئے جبکہ کفار کے "ستّر (۷۰)" افراد واصل جہنم ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنالئے گئے جن میں سے "۳۵ افراد" حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں مارے گئے (۲)۔

علامہ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں چھتیس (۳۶) مشرک تہہ تیغ ہوئے ۔ اگر چہ باقی مقتولین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے قتل میں حضرت علی علیہ السلام شریک تھے (۳)۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے عظیم حوصلے اور تقدیر ساز کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے کفار قریش نے آپ علیہ السلام کو "سرخ موت" کا لقب دیا تھا (۴)۔

۱۔ ترجمہ تفسیر المیزان ، ج ۳، ص ۱۳۸۔

۲۔ روض الجنان ، ابو الفتوح رازی ، ج ۵، ص ۵۰

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۲، ص ۶۸

۴۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۲، ص ۶۸

مال و دولت کے حصول کا مقصد

☆ آیت ۱۴ کے مطابق اسلام کے نزدیک اگر مال و دولت کمانا ہی انسان کا مقصد ہو تو یہ برا ہے لیکن اگر مال کمانا کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے ہو تو اسے قرآن نے خیر قرار دیا ہے۔

اس آیت میں بعض ایسی چیزوں کا بیان ہے جو انسان کے لئے زیب و زینت اور آرائش کا ذریعہ قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا بیان موجود ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

''خواہشات دنیا، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، تندرست گھوڑے یا چوپائے اور کھیتیاں''۔

یہی وہ اسباب ہیں جن پر انسان فخر کرتا ہے اور اکثر انہی کے ذریعہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے سب کا تذکرہ کر کے واضح کر دیا کہ ان کا انجام بہتر نہیں ہے۔ انجام اور حسن عاقبت صرف پروردگار کے ہاتھ میں ہے جس کا ذریعہ خوف الٰہی اور تقویٰ پروردگار ہے جس کے حامل افراد کے لئے جنت میں نہریں، ازواج، غلمان اور رضوانِ جنت سب کچھ ہیں۔ [۱]

اہل تقویٰ کی صفات

☆ آیت ۱۷ میں اہل تقویٰ کی پانچ خصوصیات بیان ہوئی ہیں:

۱۔ صابرین: یعنی وہ لوگ جو راہ حق میں مصائب برداشت کرتے ہیں۔

۲۔ صادقین: یعنی وہ لوگ ہیں جو نقصان کے بعد بھی سچ کو جھوٹ پر مقدم رکھتے ہیں۔

۳۔ قانتین: یعنی اطاعت کرنے والے۔

۴۔ مُنفِقِین: یعنی راہ خدا میں مال خرچ کرنے والے۔

۵۔ مُستَغفِرِینَ بالاسحَارِ: یعنی آخر شب میں استغفار کرنے والے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے گواہ

☆ آیت ۱۸ میں خداوند عالم نے اپنی توحید پر تین گواہ پیش کئے ہیں:

اول: خود ذات باری تعالیٰ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل پر قائم ہونے والا ہے کیونکہ اس کی کتاب اور نظام کائنات کا ہر ذرہ اس کی وحدانیت اور اس کے عدل و انصاف کی بہترین دلیل ہے۔

دوم: فرشتوں کی شہادت کیونکہ فرشتے نظام کائنات کے کارندے ہیں اس لئے خدا کی وحدانیت اور اس کی

---

[۱]۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

عدالت کا علم رکھتے ہیں۔

سوم: صاحبانِ علم کی شہادت کیونکہ وہ آفاق و انفس کا بغور مطالعہ کرتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں "جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ تو نے بے حکمت نہیں بنایا(۱)۔"

مسئلہ زنا اور خیبر کے یہودی

☆ آیت ۲۳ کے شانِ نزول کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ خیبر کے یہودیوں کے درمیان زنا کی سزا کا مسئلہ درپیش آیا وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: توریت کے مطابق شوہردار عورت کی سزا سنگسار کرنا ہے لیکن یہودی نہ مانے تو یہ آیت (آیت ۲۳) نازل ہوئی۔ جس میں واضح کیا کہ اہلِ کتاب میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں کتابِ خدا کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو کج روی اختیار کرتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہلِ کتاب کے پاس موجود توریت وانجیل کا کچھ حصہ (تحریف کے باوجود) کلامِ الٰہی ہے۔

مشیتِ خداوندی

☆ آیت ۲۶ میں مشیتِ خداوندی کا بیان ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔

چنانچہ جب اسیرانِ کربلا دربارِ یزید لعین میں لائے گئے تو یزید نے طنز کرتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ اللہ نے مجھے عزت دی اور تم لوگوں کو ذلیل کیا۔ اس وقت جنابِ سیدہ زینب علیہا السلام نے اسی سورے کی آیت ۱۷۸ کی تلاوت فرمائی جس میں یہی بتایا گیا ہے کہ ہم اس لئے مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ ظالم و مجرم شخص اپنے جرائم میں مزید اضافہ کرے۔

کافروں کو سرپرست یا دوست بنانے کی ممانعت

☆ آیت ۲۸ میں اللہ مومنین کو واضح حکم دے رہا ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بنائیں، اگر کوئی ایسا کرے تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ آج ہم قرآن مجید کی تعلیمات کو فراموش کر کے کافروں کے ساتھ دوستی اور ان کے ساتھ تعلقات پر فخر محسوس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتے ہیں۔

۱۔ آیت ۱۹۱

اللہ سے محبت کے دعویداروں کو دعوت فکر

☆ آیت ۳۱ اور ۳۲ میں رسول خداﷺ کی طرف سے صاحبان ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ ان آیات کا شان نزول یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ افراد نے رسول خداﷺ کے سامنے اللہ سے محبت کا دعویٰ کیا جبکہ وہ اللہ کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرتے تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۳۴ سے ۶۰ تک میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر مانی کہ جو بچہ میرے ہاں پیدا ہوگا میں اسے اللہ کی راہ میں دوں گی۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہ ان کے ہاں لڑکے کی پیدائش ہوگی چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے والد حضرت عمران علیہ السلام کو یہ بشارت ہوئی تھی کہ ان کے ہاں ایک لڑکا ہونے والا ہے لیکن جب بچی کی ولادت ہوئی تو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ پریشان ہوئیں کیونکہ اس زمانے میں لڑکیوں کو عبادت گاہ نہیں بھیجا جاتا تھا اس کے باوجود اس نے اپنی منت (نذر) کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کو عبادت گاہ میں چھوڑا۔

قرآن مجید کی آیات کے لب ولہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کے والد جناب عمران علیہ السلام زندہ نہ تھے اس لئے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا مسئلہ پیش آیا کہ کون آپ کی کفالت کرے گا۔ آپ کی کفالت کے لئے قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا جو منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ہی حضرت مریم علیہا السلام کے خالو بھی تھے (۱)۔ حضرت زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کو عبادت گاہ کے ایک حجرے میں بٹھا کر تالا لگا دیتے تھے اور خود آ کر کھولتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام دیکھتے تھے کہ بے موسم کے میوے اور پھل مریم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں، آپ تعجب کا اظہار کرتے اور پوچھنے پر معلوم ہوتا کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے۔

''اہل سنت کے مشہور مفسر قرآن علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر الکشاف میں اسی سورے کی آیت ۳۷ کی تفسیر کے ذیل میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لئے جنت سے رزق آتا تھا (۲)''۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام پر اللہ کی ان نعمات کے نزول کو دیکھا تو پروردگار سے اپنے لئے اولاد کی دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور بڑھاپے میں انہیں یحییٰ کی ولادت کی بشارت دی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ پروردگار میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا کیونکہ میں بوڑھا اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے اللہ نے فرمایا کہ میری قدرت

نے آگے کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔

ایک دن اللہ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتہ کی آواز آئی کہ مریم علیہا السلام! اللہ تمہیں اپنے کلمہ (حضرت عیسیٰ) کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا اور وہ گہوارے میں ہی گفتگو کرے گا۔

بشری تقاضوں کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام نے سوال کیا کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ابھی تو مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں؟ لیکن آواز آئی کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ خدا جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔ اے مریم! یہ بچہ لوگوں کو کتاب وحکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔

اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت عطا کرنے کے بعد چند معجزات بھی عطا فرمائے کہ مٹی کے مجسمے بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ حکم خدا سے پرندہ بن جاتا، مادرزاد (پیدائشی) اندھے اور برص کے مریض کو آپ مس کرتے تو انہیں شفا ملتی، اذن خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا گھروں میں جمع رکھتے تھے اس کی خبر دیتے تھے۔

ان تمام معجزات کو دیکھنے کے باوجود بھی بہت کم افراد ایمان لائے۔ آپ علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے یہودی آپ کے قتل کے درپے ہوئے۔ اللہ نے یہودیوں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا اور جس شخص نے آپ کے خلاف جاسوسی کی تھی اللہ نے اسی کو آپ کا ہم شکل بنا دیا اور وہ پھانسی پر چڑھا دیا گیا اس طرح اللہ نے اپنے نبی کی حفاظت فرمائی۔ <u>حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھالیا۔</u>

واقعۂ مباہلہ

☆ آیت ۶۱ مباہلہ کے بیان میں ہے۔ جب نجران کے عیسائیوں نے توحید کے بارے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیلوں کو قبول نہ کیا اور اپنے غلط عقائد پر اصرار کرتے رہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وحی الٰہی نازل ہوئی کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر یہ آپ کی دلیلوں کو تسلیم نہیں کرتے تو کہو کہ آؤ ہم آپس میں مباہلہ کرتے ہیں جو جھوٹا ہوگا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ مباہلہ کے لئے رسول خدا، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام کو لے کر نکلے نجران کے عیسائیوں کی نظر ان مقدس ہستیوں پر پڑی تو انہوں نے مباہلہ سے انکار کیا اور وہ جزیہ دینے پر

آمادہ ہو گئے۔ یہ واقعہ چوبیس ذی الحجہ ۱۰ھ ہجری میں پیش آیا(۱)۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مباہلہ کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں مباہلہ میں اپنے ساتھ نہیں لے گئے جب کہ یہ درست نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ (۶ھ ہجری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ممالک کی طرف اپنے نمائندے بھیجے تھے۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مصر کے گورنر مقوقس کی طرف روانہ کیا۔ مقوقس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آیا اور اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہت سے تحائف بھی ارسال کئے انہی میں سے ایک کنیز بنام ماریہ قبطیہ بھی تھیں۔ (حضرت ماریہ قبطیہؓ کی وفات محرم الحرام ۱۶ھ ہجری میں خلافت دوم کے زمانے میں ہوئی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ۸ھ ہجری میں ہوئی اور اٹھارہ رجب المرجب ۱۰ھ ہجری میں واقعہ مباہلہ سے چند ماہ قبل آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ایک سال دس ماہ یا بعض روایات کے مطابق ایک سال اور چھ ماہ کی عمر تک دنیا میں رہے(۲)۔

حق کو چھپانے کی مذمت

☆ آیت ۷۱ میں اللہ اہل کتاب یہود سے مخاطب ہے کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد اسے کیوں چھپاتے ہو کیونکہ وہ توریت اور زبور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق حضرت عیسیٰ کی بشارت کو پڑھ چکے تھے لیکن وہ جان بوجھ کر باطل کی پیروی کر رہے تھے اور حق کو چھپا رہے تھے جس کی اللہ نے مذمت کی اور جو شخص بھی حق کو چھپائے اور باطل کی ترویج کرے وہ قابل مذمت ہے۔

یہود و نصاریٰ کی مذموم سازش

☆ آیت ۷۲ کے مطابق یہود و نصاریٰ کا ایک گروہ صبح ایمان لاتا اور شام کو دوبارہ کفر کی طرف پلٹتا تھا ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان بھی گمراہ ہو جائیں اور شک میں مبتلا ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ص) کو یہودیوں کی اس سازش سے باخبر کیا۔ یہ خبر اپنی جگہ ایک معجزہ ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قرآن اس ذات کی طرف سے ہے، جو دلوں کے راز جانتی ہے۔

۱۔ مباہلہ کا مطلب یہ ہے کہ جب دو فریقوں میں کسی معاملے کا حق یا باطل ہونے میں اختلاف و نزاع ہو اور دلائل سے وہ ختم ہوتا نظر نہ آتا ہو تو دونوں بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کریں کہ یا اللہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت فرما۔ واقعہ مباہلہ کی تفصیلات کے لئے کتب تاریخ کی طرف رجوع فرمائیے۔

۲۔ فروغ ابدیت از تاریخ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علامہ جعفر سبحانی، ص ۳۹۲۔

آیاتِ الٰہی کی قیمت لگانے والوں کی مذمت

☆ آیت ۷۷ میں ثمن قلیل (بہت کم قیمت) سے مراد تھوڑی قیمت نہیں بلکہ اللہ کی آیات کے مقابلہ میں جتنی بھی قیمت لی جائے وہ بہت ہی کم ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وعدہ خلافی کرنے والے سے اللہ آخرت کے روز کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

توریت وانجیل میں تحریف کرنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۷۸ یہود ونصاریٰ کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو توریت وانجیل میں تحریف کرتے تھے اور کتاب خدا میں اپنی طرف سے کچھ چیزوں کا اضافہ کرتے اور وہ حصہ جو دین اسلام سے متعلق ہوتا تھا اسے حذف کرتے تھے (۱)۔

عہد وپیمان کا ذکر اور اہمیت

☆ آیت ۸۱ میں خداوند عالم نے ''عہد وپیمان'' کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ عہد وپیمان اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے پیغمبروں کے لئے لیا ہے (خصوصاً تمام انبیاء سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔) کیونکہ پہلے آنے والے نبی کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے بعد آنے والے رسول پر ایمان لائے اور اگر ایک زمانے میں دو نبی ہیں تو ایک دوسرے کی تصدیق کریں جیسے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی اور اگر بعد میں آنے والے ہوں تو اس کی آمد کی بشارت دیں اور اپنی امت کو آنے والے رسول کی پیروی کی وصیت کریں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''ہمارے نبی سے پہلے آنے والے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ وہ ہمارے نبی کے مبعوث ہونے کی خبر اور ان کے فضائل اپنی اپنی امتوں کو بیان کریں اور انہیں ان کے آنے کی بشارت اور تصدیق کرنے کا حکم دیں (۲)۔''

حارث ابن یزید کی توبہ

☆ آیت ۸۶ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کا ایک انصاری حارث ابن یزید ایک شخص کو قتل کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں جا کر وہ مرتد ہو گیا اور کافروں سے مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوا۔ اس نے مدینہ منورہ میں اپنے قبیلہ کے افراد کے پاس پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کیا میری توبہ

۱۔ مجمع البیان، تفسیر آیت مورد بحث۔

۲۔ مجمع البیان، تفسیر آیت مورد بحث۔

قبول ہوسکتی ہے تاکہ میں دوبارہ مسلمان ہوجاؤں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس کی توبہ قبول ہوئی (۱)۔

کن کی توبہ قبول اور کن کی نامقبول ہوتی ہے

☆ آیت ۸۹ سے ۹۱ تک میں بیان ہوا کہ کن افراد کی توبہ قبول ہوگی اور کن کی نہیں ہوگی:

پہلا گروہ: ان افراد کا ہے جو کفر کے بعد خلوص دل سے توبہ کرلیں، ایمان لائیں اور برائیاں ترک کردیں ان کی توبہ قبول کرلی جائے گی۔

دوسرا گروہ: ان لوگوں پر مشتمل ہے جو گمراہی میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور توبہ بھی کرتے جائیں جیسے کہ وہ افراد جو گناہ کرتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے گناہ کرتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

تیسرا گروہ: ایسے افراد کا ہے جو توبہ ہی نہیں کرتے اور حالت کفر میں ہی مرجاتے ہیں ان کا فدیہ (جو ان کی طرف سے صدقہ وغیرہ دیا جاتا ہے) بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆ آیت ۹۲ کے مطابق دین خدا قربانیوں کا دین ہے اور پسندیدہ اشیاء کی قربانی کے بغیر کوئی نیکی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس آیت نے بتایا کہ اگر اللہ سے محبت ہو تو دنیا کی کوئی چیز اس کے مقابلے میں عزیز نہ ہوگی۔ اگر کسی کے دل میں دنیا کی کوئی چیز حب خدا پر غالب آجائے تو وہ سمجھ لے کہ نیکی کے مقام پر فائز نہیں ہے۔

یہودیوں کے اعتراض کا جواب

☆ آیت ۹۳ کے مطابق جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کے گوشت کو حلال قرار دیا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا تو یہودیوں نے اعتراض کیا کہ یہ دونوں باتیں ملت ابراہیم کے خلاف ہیں۔ آپ نے انہیں توریت سے ثابت کیا کہ یہ دونوں کام ملت ابراہیم میں جائز ہیں اور اس پر اعتراض کرنا جہالت وحماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وجوب حج کا بیان

☆ آیت ۹۷ میں اللہ نے صاحب استطاعت پر حج کو واجب قرار دیا ہے۔ حج کو اللہ نے ''علی الناس'' یعنی تمام لوگوں پر واجب قرار دے کر اسے سارے عالم انسانیت کیلئے فرض قرار دیا ہے۔ آیت میں حج ترک کرنے والوں کو کافر سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس کی اہمیت کی عظیم ترین دلیل ہے اور حج کی شرائط میں سے ایک اہم شرط استطاعت کا حاصل ہونا ہے جس کے تین جز ہیں۔

۱۔ مجمع البیان، تفسیر آیت مورد بحث۔

۱۔ مالی اعتبار سے زادِ راہ رکھتا ہو

۲۔ صحت کے اعتبار سے قابل سفر ہو۔

۳۔ حج پر جانے والا راستہ کھلا اور پر امن ہو۔

پس جب یہ شرائط حاصل ہو تو اس عظیم عبادت کو بجالانا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی استطاعت حاصل کرنے کے باوجود حج انجام نہ دے تو روایات کے مطابق وہ شخص قیامت کے دن یہودی یا نصرانی مذہب پر اٹھایا جائے گا[۱]۔

قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے خلاف یہودی کی سازش

☆ آیت ۱۰۰ سے ۱۰۳ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ ایک سازشی یہودی شماس ابن قیس نے مسلمانوں کے دو قبیلوں، قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے درمیان پرانے جھگڑوں کو یاد دلا کر جھگڑا کرانا چاہا تو آیت نازل ہوئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے تم کیوں جھگڑتے ہو اس کے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حق تقویٰ ادا کرنے کی دعوت دی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احکام شریعت کی مکمل پابندی ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اطاعت کے بعد گناہ نہ ہو، یاد خدا کے بعد اللہ کو بھولنے کا غلبہ نہ ہو اور شکر خدا کے بعد کفران نعمت کی نوبت نہ آئے[۲]۔

اہل بیت علیہم السلام اللہ کی مضبوط رسی

آیت ۱۰۳ میں اللہ کی جس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ہم اہل بیت علیہم السلام خدا کی مضبوط رسی ہیں[۳]"۔

اس آیت کے پیغام پر توجہ کی جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کو مسلک پرستی، گروہی مفادات اور نسلی تعصبات کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں دستورِ حیات اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔

بہترین امت کون؟

☆ آیت ۱۱۰ میں مسلمانوں کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے اور بہترین امت بننے کے لئے تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں کے فائدے کے لئے کام کریں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۱۱۵۔

۲۔ معانی الاخبار۔

۳۔ تفسیر ثعلبی، ذیل تفسیر آیت مورد بحث۔

۲۔ نیکیوں کا حکم دیں۔

۳۔ برائیوں سے منع کریں

ان سب میں بنیادی شرط یہ ہے کہ یہ تمام کام ایمان کے جذبے کے ساتھ ہو اگر بغیر ایمان کے ہوں گے تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

ایک بڑے خطرے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے

☆ آیت ۱۱۸ میں مسلمانوں کو ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کو اپنا دوست اور راز دار نہ سمجھیں اس طرح دشمن کو تمہارے حالات کا علم ہوگا۔ لیکن افسوس کہ آج تک مسلمان ہوش میں نہیں آئے اور اجنبی طاقتوں کی دوستی پر بھروسہ کر کے مسلسل ذلت سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں۔

جنگ احد

☆ آیت ۱۲۱ سے جنگ احد کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ آیت ۱۷۱ تک مختلف انداز میں بیان ہو رہا ہے۔ جنگ احد کا ذکر کرتے کرتے درمیان میں جنگ بدر کا بھی تذکرہ ہو رہا ہے۔ جنگ بدر کا خلاصہ آیت ۱۳ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں صرف جنگ احد کے واقعات کو مختصراً بیان کریں گے۔

جنگ احد شوال ۳ ہجری کے ابتدا میں شروع ہوئی جب ابوسفیان جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار کی فوج لے کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سپاہیوں کے ہمراہ دشمن سے مقابلہ کے لئے مدینہ منورہ سے نکل پڑے لیکن درمیانِ راہ میں عبداللہ ابن اُبَیّ (جو منافقین کے سرداروں میں سے تھا) تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے الگ ہو گیا اس طرح لشکر اسلام کی تعداد ۷۰۰ رہ گئی۔

میدان احد میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ ۷۰۰ افراد کے لشکر میں سے پچاس تیر اندازوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن جبیر کی سربراہی میں دفاعی لحاظ سے ایک اہم ''درّے'' پر مامور فرمایا اور تاکید فرمائی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست کسی بھی صورت میں اس مقام کو نہ چھوڑا جائے۔ ابتدائے جنگ میں ہی دشمن ناکام ہوا اور کفار میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ کفار کے فرار کے بعد مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوئے ایسے میں درّے پر موجود تیر انداز بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے درہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جب لشکر کفار کے ایک سردار خالد ابن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے یہ دیکھا کہ درّے پر کوئی پہرہ موجود نہیں ہے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو اس نے اپنی شکست خوردہ فوج

کو دوبارہ منظم کیا اور درے کے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کیا جس سے لشکرِ اسلام پراگندہ ہو گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر بڑے بڑے ساتھیوں نے راہِ فرار اختیار کی اور یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ایسے حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف چودہ سرفروش اصحاب ہی رہ گئے جنہوں نے اپنے پورے وجود کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی۔

اہل سنت کے مشہور عالم ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ثابت قدم رہنے والوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان چودہ افراد میں سے سات مہاجرین میں سے تھے جبکہ سات انصار میں سے تھے۔ مہاجرین کے نام یہ ہیں: ۱۔ حضرت علیؑ، ۲۔ حضرت ابوبکرؓ، ۳۔ عبد الرحمن ابن عوفؓ، ۴۔ سعد ابن ابی وقاصؓ ۵۔ طلحہؓ ۶۔ زبیرؓ، ۷۔ ابوعبیدہ جراحؓ۔ انصار میں سے ثابت قدم رہنے والوں کے نام یہ ہیں: ۸۔ خبابؓ، ۹۔ ابودجانہؓ، ۱۰۔ عاصمؓ، ۱۱۔ حارثؓ، ۱۲۔ سہیل ابن حنیفؓ، ۱۳۔ سعد ابن معاذؓ، ۱۴۔ اُسید ابن حضیرؓ۔

تاریخ طبری کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کی اہم صفوں کی نشاندہی فرماتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام ان پر حملہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار ذوالفقار عنایت فرمائی۔ آپ علیہ السلام نے ذوالفقار کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا کام نہایت بہتر انداز میں انجام دیا۔ جو بدبخت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے سامنے آتا ذوالفقار علی بجلی کی طرح اس پر گرتی اور چشم زدن میں اس کا خاتمہ کر دیتی۔ علی علیہ السلام کی اس شجاعانہ جنگ کو دیکھ کر آسمان و زمین کے درمیان ایک غیبی آواز سنائی دی کہ:

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ

"علی جیسا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں"

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں تو واپس آ گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع ہو کر لڑنے لگے۔ آخر کار کفار میدان چھوڑ کر چلے گئے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پیروری نہ کرنے پر مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا اور اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ اس جنگ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ علیہ السلام کا جگر (کلیجہ) چبانے کی کوشش کی۔

جنگ احد اسلامی تاریخ کا اتنا سنگین سانحہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ آیت ۱۲۱ سے ۱۷۳ تک کی آیات میں تقریباً کسی نہ کسی طرح اس جنگ کی جزئیات اور اس کے نتائج کو بیان کیا ہے اور مسلمانوں میں جتنی ذہنی خرابیاں تھیں ان سب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

یہ آیات ہر دور کے مسلمانوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں کہ کل والوں نے کمزوری کا مظاہرہ کیا تو آج تک ان کی کہانی دہرائی جارہی ہے اگر تم بھی بزدلی کا مظاہرہ کروگے تو قیامت تک ملامت کا سامنا کرتے رہنا پڑے گا۔
یاد رکھو کہ جو بھی شخص اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے وہ شہید ہے اور اس کا ذکر اچھے الفاظ میں تاریخ یاد رکھے گی۔ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ شہید زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں سے رزق بھی پارہے ہیں انہیں مردہ تصور نہ کرو اور وہ اپنے ساتھیوں کا انتظار بھی کررہے ہیں اور خوف وحزن سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

متقین کے اوصاف

☆ آیت ۱۳۴ و ۱۳۵ میں ''متقین'' کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ آسودگی اور تنگی دونوں حالتوں میں وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پی جاتے ہیں، لوگوں سے درگزر کرتے ہیں، گناہ سرزد ہو تو توبہ واستغفار کرتے ہیں اور دوبارہ اس گناہ کے نزدیک نہیں جاتے۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو پروردگار عالم سے اپنے گناہوں پر طلب استغفار کرتے ہیں۔
مفسرین اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے ذیل میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی ایک کنیز آپ علیہ السلام کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی اچانک اس کے ہاتھوں سے پانی کا برتن آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر گر گیا جس سے آپ علیہ السلام کی پیشانی زخمی ہوگئی۔ امام علیہ السلام نے اپنا سر مبارک جھکالیا۔ اس موقع پر کنیز نے اسی آیت کی تلاوت کی اور کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ''... اور غصہ کو پی جاتے ہیں'' امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنے غصہ کو پی لیا، اس کنیز نے کہا: ''اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں'' امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کردیا، کنیز نے کہا: ''اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کردیا[۱]۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت

☆ آیت ۱۵۹ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''نرم دل'' بنایا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آنے سے کتراتے اور دین اسلام کی تبلیغ میں وہ کامیابی نہ ملتی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن اخلاق اور نرم دلی کی وجہ سے ملی ہے جس کی واضح مثال فتح مکہ مکرمہ کے دن عام معافی کا اعلان ہے۔

جنگ احد میں درّہ چھوڑنے والوں کی سرزنش

☆ آیت ۱۶۱ کے بارے میں بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت ان تیراندازوں کے بارے میں نازل

۱۔ امالی، صدوق، ص ۲۰۱۔

ہوئی ہے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں درہ کی حفاظت پر مامور کیا تھا انہوں نے بدگمانی کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ بعد میں مال غنیمت میں ہمیں برابر کا حصہ نہیں ملے گا۔ اس آیت میں ان کی سرزنش ہو رہی ہے کہ کسی نبی سے اس قسم کی خیانت سرزد نہیں ہوتی (۱)۔

ظالم کو مہلت دینے کا فلسفہ

☆ آیت ۱۷۸ کے مطابق دنیا میں ظالموں کو اس لئے مہلت دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں مزید اضافہ کریں اور قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کر سکیں اور اللہ ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے۔

ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھے گا

☆ آیت ۱۸۵ کے مطابق ہر ذی روح کو موت کا سامنا کرنا ہے۔ یہ آیت صاحبان ایمان کے سکون قلب کا ذریعہ ہے کہ دنیا اور اس کے مصائب چند روز کے ہیں، ایک دن سب کو مرنا ہے، یہاں راحت و آرام کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے یہ تو صرف دھوکہ کا سامان ہے اصل آرام جنت میں ہے جس کا حاصل ہو جانا کامیابی کی دلیل ہے۔

ذکر، فکر اور عمل

☆ آیت ۱۹۱ میں ذکر، فکر اور عمل تینوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ایمان کے تین ارکان ہیں، ذکر زبان سے، فکر دل سے اور عمل اعضا و جوارح سے ہوتا ہے اور مومن جب کائنات کی خلقت کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے "پروردگارا! تو نے انہیں بے مقصد خلق نہیں کیا ہے"۔

جو شخص اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر سے کام لیتا ہے اس پر معرفت الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس غور و فکر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ:

۱۔ اس کے قلب و ضمیر میں ذکر خدا رچ بس جاتا ہے۔

۲۔ وہ اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ ہی کو یاد کرتا رہتا ہے۔

۳۔ اس کا مطالعہ اور غور و فکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ "پروردگار! یہ سب کچھ تو نے بے حکمت نہیں بنایا ہے"۔

۴۔ معرفت کی اس منزل کو پانے کے بعد انسان پر اپنی خلقت اور وجود کا راز کشف ہو جاتا ہے اور فوراً دعا کے لئے ہاتھ بلند کرتا ہے "خدایا! پس ہمیں عذاب جہنم سے بچا لے"۔

۱۔ بلاغ القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث۔

اس سورے میں عقیدہ توحید، انفاق (راہ خدا میں خرچ کرنا)، جہاد، صبر و تقویٰ، جنگ بدر اور جنگ احد اور ان کے نتائج کو بیان کرنے کے بعد آیت ۱۹۶ میں مومنین کو ان تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے کہ دین کی خاطر اگر وطن ترک کرنا پڑے، گھر سے نکال دیئے جائیں، میدان جنگ میں آنا پڑے، قتل ہو جائیں تو وہ کسی بات کی پروانہ کریں اور راہ خدا میں ساری تکالیف برداشت کریں ان کا انجام بہترین انجام ہے اور کفار کے چندروزہ عیش و آرام سے مرعوب نہ ہوں اس کا انجام بہت برا ہے۔ لہٰذا عقلمند انسان ظاہری حالات کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ نتیجہ پر نظر رکھتا ہے اگر نتیجہ اچھا ہے تو وہ مشکل سے مشکل حالات کو آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے۔

ایمان کی کچھ نشانیاں

☆ آیت ۲۰۰ میں اللہ نے صاحبان ایمان کو صبر، صبر پر ثابت قدمی، روابط باہمی اور صبر کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ پھر انہی مذکورہ بالا صفات کو کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ یہ صفات یقیناً ایمان کی علامات میں سے ہیں۔

فضائل و خصوصیات:

رحمت خدا کا مستحق: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص جمعہ کے دن اس سورے کی تلاوت کرے گا سورج غروب ہونے تک اس پر اللہ کی رحمت ہوگی اور فرشتے اس پر درود بھیجیں گے (۱)۔

حمل گرنے سے حفاظت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص سورۂ آل عمران کو زعفران سے لکھ کر اس خاتون کے گلے میں لٹکائے جس کا حمل گر جاتا ہو تو خدا اس کے حمل کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھے گا (۲)۔

جہنم کے پل سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو سورۂ آل عمران کی تلاوت کرے گا اسے ہر آیت کے بدلے میں جہنم کے پل سے نجات نصیب ہوگی (۳)۔

☆☆☆☆☆
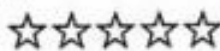
۱۔ مجمع البیان، ج ۲، ص ۲۳۲۔

۲۔ تفسیر نمونہ ذیل سورۂ سے اقتباس۔

۳۔ مجمع البیان، ج ۱، ص ۴۰۵۔

سورۂ نساء کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نساء

نام سورہ	پارہ نمبر	موجود ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نساء	6،5،4	04	92	مدینہ منورہ	176	24	16328	3764

☆ سورۂ نساء موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چوتھا (۴) اور ترتیب نزول کے اعتبار سے بیانوے واں (۹۲) سورہ ہے۔ اس سورہ میں خواتین کے مسائل پر کثرت سے گفتگو ہوئی ہے اس لئے اسے ''سورۂ نساء'' کہا جاتا ہے۔

شان نزول:

یہ سورہ مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوا جب رسول خدا ﷺ ایک اسلامی حکومت کی بنیاد اور بہترین انسانی معاشرہ کی تشکیل میں مصروف تھے۔ اسی بنا پر اس سورے میں بہت سے ایسے قوانین نازل ہوئے جو معاشرے کو راہ راست پر لانے میں مؤثر تھے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو سورۂ نساء کے علاوہ ''سورۂ نساء کبریٰ'' بھی کہا جاتا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

اس سورے میں جو اہم موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انسان کی اصل اور بنیاد کا بیان	۲۔ یتیموں کے اموال کے بارے میں حکم الٰہی
۳۔ چار شادیوں کی مشروط اجازت	۴۔ میراث کے بعض قوانین کا بیان
۵۔ زمانۂ جاہلیت کے مکروہ رسم کا خاتمہ	۶۔ رضاعت (دودھ پلائی) کا بیان
۷۔ متعہ (معین مدت کے لئے نکاح) کا بیان	۸۔ گناہ کبیرہ سے بچنے کا حکم
۹۔ طلب فضل پروردگار	۱۰۔ دو قسم کی عورتوں کا ذکر
۱۱۔ خاندانی مسائل کے حل کا طریقہ	۱۲۔ والدین سے حُسن سلوک کا حکم

۱۔ تسکین روح، ص ۸۵

۱۳۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے گواہ	۱۴۔نماز کے بعض احکام کا ذکر
۱۵۔اہل کتاب کو دعوت ایمان دی جاتی ہے	۱۶۔شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی بخشش ممکن ہے
۱۷۔اہل کتاب کی مذمت کی گئی	۱۸۔اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت
۱۹۔آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں پر سخت عذاب	۲۰۔اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم
۲۱۔اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری	۲۲۔جہاد اور جنگ کے مختلف امور کا ذکر
۲۳۔آداب سلام	۲۴۔منافقین کا ذکر
۲۵۔قتل کی مختلف قسمیں	۲۶۔اسلام اور ایمان کا معیار
۲۷۔ظلم سے مراد دین حق سے انحراف ہے	۲۸۔ہجرت کا حکم
۲۹۔نماز قصر کا بیان	۳۰۔نماز خوف ادا کرنے کا طریقہ
۳۱۔اسلام کا عادلانہ نظام	۳۲۔شیطان کے مختلف حربے اور چالیں
۳۳۔عمل صالح کی جزا میں مرد اور عورت کا برابر ہونا	۳۴۔عدالت اجتماعی کا حکم
۳۵۔ایمان پرکھنے کا پیمانہ	۳۶۔منافقین کی حالت
۳۷۔منافق اور کافر کا تقابل	۳۸۔احترام انسانیت کی اہمیت
۳۹۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان	۴۰۔رسول خداؐ کے بشیر و نذیر ہونے کا ذکر
۴۱۔کلالہ (بہن کی میراث) کا بیان	۴۲۔فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

انسان کی اصل اور بنیاد کا بیان

☆ پہلی آیت میں اللہ نے ایک ایسی حقیقت کو بیان کیا ہے جسے انسان فراموش کر چکا ہے اور وہ تمام انسانوں کا تعلق ایک ہی اصل (حضرت آدم علیہ السلام) سے ہونا ہے۔انسان اگر اس اصل کو فراموش نہ کریں تو یہ اصل تمام الیسوں کا حل پیش کرتا ہے جو طبقاتی، علاقائی، لسانی اور رنگ و نسل کی تفریق سے انسانیت کو درپیش ہیں۔

یتیموں کے اموال کے بارے میں حکم الٰہی

☆ آیت ۲ میں خداوند عالم یتیموں کے سرپرستوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ یتیم کا مال اس کے حوالے کرو اور ان کے پاکیزہ اور اچھے مال کو برے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھایا کرو۔

چار شادیوں کی مشروط اجازت

☆ آیت ۳ میں اسلام نے مردوں کو چار شادیاں کرنے کی مشروط اجازت دی ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ بیویوں کے

درمیان عدل وانصاف برقرار رکھا جائے۔ اسلام نے اس حکم کے ذریعہ اپنی جامعیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے خصوصاً دور حاضر میں جہاں فسادات اور انسانیت کے قتل عام کی جو صورت حال درپیش ہے اس کے بعد ساری دنیا کو اس کی افادیت کا احساس ہوگا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کی علمبرداری کا دعویٰ کرنے والے مغربی ممالک ہم جنس پرستی کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ "تعدد ازدواج" کے مسئلہ کا مذاق اڑاتے ہیں، ایسے لوگوں کی عقل ودانش کا کیا کہنا۔

میراث کے بعض قوانین کا بیان

☆ آیت ۷ سے ۱۲ تک میں میراث کے چار قانون بیان کرنے کے بعد میراث کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ وہ چار قانون مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مرد اور عورت دونوں وراثت میں شریک ہیں۔ یہ اس لئے بیان ہوا تاکہ دور جاہلیت میں موجود قانون کی رد ہو جائے جس میں عورت اور بچوں کو میراث نہیں مل سکتی تھی۔

۲۔ میراث کی تقسیم کے وقت اگر کوئی ایسا رشتہ دار موجود ہو جسے شریعت کے مطابق وراثت کا کوئی حصہ نہ مل رہا ہو، اسی طرح تقسیم کے وقت غریب ومسکین اور یتیم بچے موجود ہوں۔ اگر ان کا خیال کرتے ہوئے انہیں کچھ دے دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔

۳۔ یتیموں کی ولایت وسرپرستی رکھنے والوں کو چاہیے کہ یتیموں کے مال کو اس انداز سے خرچ کریں کہ اگر خود ان کے بچے یتیم ہوتے تو ان کا دل کیا چاہتا؟

۴۔ یتیموں کے اموال کو ناحق استعمال کرنا آگ کھانے کے برابر ہے لہٰذا یتیم کے سرپرست کو چاہیے کہ مال یتیم ظلم وستم کے ذریعے کھانے سے پرہیز کریں۔

ان چار قوانین کو بیان کرنے کے بعد میراث کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ میراث کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ میراث کے تین طبقے ہیں:

پہلا طبقہ: ماں، باپ، بیٹا، بیٹی۔ اگر اولاد نہیں ہے تو اولاد کی اولاد وارث ہوگی یعنی پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں۔

دوسرا طبقہ: دادا، دادی، نانا، نانی، بہن، بھائی۔ اگر بھائی بہن نہ ہو تو ان کی اولاد میت کی وارث ہوگی۔

تیسرا طبقہ: چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ان کی اولاد وارث ہوگی۔

ان میں سے پہلے طبقے کی موجودگی میں بعد والا طبقہ میراث میں سے حصہ نہیں پائے گا اور میاں، بیوی ان تمام طبقات کے ساتھ میراث میں شامل ہوں گے۔ اگر زوجہ کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا، اولاد ہو تو ایک چوتھائی۔ شوہر

کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے مال کا چوتھائی حصہ اگر اولاد ہے تو شوہر کے مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو وہی مقرر حصہ ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا، البتہ شوہر بیوی کے چھوڑے ہوئے مال میں سے منقولات اور غیر منقولات سب میں سے حصہ لے گا جب کہ بیوی شوہر کے مال اور جائداد منقولہ میں سے حصہ لے گی، غیر منقولہ اگر زمین ہے تو زمین سے حصہ نہیں ملے گا اور اگر زمین میں نصب شدہ چیزیں مثلاً مکان، درخت وغیرہ ہیں تو ان کی قیمت میں سے حصہ لے گی۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملے گا۔
واضح رہے کہ اگر میت کے ذمے قرض ہو چاہے وہ قرض عرفی ہو یا شرعی یعنی چاہے اس نے کسی سے قرض لیا ہو یا اس کے ذمے خمس وزکوۃ جیسے واجبات شرعی ہوں جو اس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کئے ہوں یا وصیت کی ہو تو پہلے قرض کو ادا کیا جائے اور وصیت پر عمل کیا جائے اس کے بعد مال میں سے جو بچا ہے وہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔
جو افراد میراث کے مسائل کو اچھے انداز میں اور تفصیلی طور پر جاننا چاہتے ہیں وہ اپنے مرجع کی توضیح المسائل اور فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

زمانۂ جاہلیت کی مکروہ رسم کا خاتمہ

☆ آیت ۱۹ میں زمانہ جاہلیت کی ایک مکروہ رسم کے خاتمے کا اعلان ہو رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سوتیلی اولاد باپ کے مرنے کے بعد باپ کی منکوحہ کے سر پر چادر ڈال کر اسے اپنی میراث بنا لیتی تھی اور ان عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اسلام نے ان تمام غیر انسانی مراسم کو ختم کر کے عورت کو اس کی انسانی حیثیت واپس دلائی۔

☆ آیت ۲۰، ۲۱ کے مطابق زمانہ جاہلیت میں جب مرد ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری کسی عورت سے شادی کرنا چاہتے تھے تو اس پر الزام تراشی کرتے تھے تا کہ وہ عورت اپنی جان چھڑانے کے لئے مرد کو کچھ رقم بھی دیدے۔ اسلام نے اس طرز عمل کو بہتان اور گناہ سے تعبیر کیا ہے اور قرآن کا یہ حکم ہمیشہ اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اس آیت میں دوسرا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے ان کے ساتھ نکاح کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے جو ایسا کرے گا وہ غضب پروردگار کا مستحق قرار پائے گا۔

☆ آیت ۲۲ میں زمانہ جاہلیت کی اس مکروہ رسم سے روکا گیا ہے جس میں باپ کے انتقال کے بعد اولاد اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس مکروہ رسم سے منع کیا اور حکم دیا کہ باپ کی منکوحہ سے کسی بھی صورت نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ نکاح کے بعد ان کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ اسی طرح اگر باپ کسی عورت سے غیر شرعی تعلق رکھتا ہو تو وہ عورت بھی بیٹے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

رضاعت (دودھ پلائی) کا بیان

☆ آیت ۲۳ کے مطابق جس طرح نسب کے ذریعے سے حرمت آتی ہے اسی طرح رضاعت (دودھ پلانے) سے بھی رشتے حرام قرار پاتے ہیں لہٰذا اگر کسی بچے نے کسی دوسری عورت کا دودھ پیا ہو تو وہ عورت اس بچے کی ماں، اس کا شوہر اس بچے کا باپ، اس کی اولاد اس بچے کے بہن بھائی، اس عورت کی بہنیں اس بچے کی خالائیں بن جاتی ہیں اور اس کے شوہر کی بہنیں اس بچے کی پھوپھیاں بن جاتی ہے اور ان تمام عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے۔

یہاں یہ حکم بھی بیان کیا گیا ہے ہے دو بہنوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

متعہ (معین مدت کے لئے نکاح) کا بیان

☆ آیت ۲۴ میں متعہ کے حلال ہونے کو بیان کیا گیا ہے (متعہ وہ نکاح ہے جس میں طے شدہ مدت کے لئے نکاح پڑھا جاتا ہے) عہدِ رسالت اور عہد خلافت اول میں اس پر عمل ہوتا رہا جبکہ عہد خلافت دوم میں اسے ممنوع قرار دے دیا گیا(۱)۔

گناہ کبیرہ سے اجتناب کا حکم

☆ آیت ۳۱ میں گناہ کبیرہ سے اجتناب کا حکم بیان ہوا ہے اور احادیث میں گناہِ کبیرہ اس گناہ کو کہا گیا ہے جس کے ارتکاب پر جہنم کی سزا مقرر ہے جیسے قتل، زنا، عقوق و نافرمانی والدین، جہاد سے فرار، ولایت اہل بیت علیہم السلام سے انکار وغیرہ۔ اگر انسان کبائر سے پرہیز کرے تو اللہ اس کے چھوٹے گناہ معاف کردے گا۔

طلب فضل پروردگار

☆ آیت ۳۲ کے مطابق حقیر زندگی کے مال میں سے اس شے کی آرزو نہ کرو جو تم میں سے بعضوں کو دے دی گئی ہے جیسے قارون وفرعون وغیرہ کی دولت وحکومت بلکہ اس حصہ پر مطمئن رہو جو تمہاری جائز کمائی سے حاصل ہوا ہے۔ ہاں اگر کچھ طلب کرنا ہی چاہتے تو اپنے رب کا فضل اور اس کا کرم طلب کرو۔

دو قسم کی عورتوں کا ذکر

☆ آیت ۳۴ میں دو قسم کی عورتوں کا ذکر ہوا ہے۔ ابتدا میں صالح و مطیع عورتوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اس کے بعد خداوند متعال نے ایسی عورتوں کے شوہروں کیلئے احکام اور فرائض بیان فرمائے ہیں جو "ناشزہ" (نافرمان) اور غیر مطیع ہیں۔ اس کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان عورتوں کو زبانی طور پر نصیحت کی جائے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ ان کو خواب گاہ سے الگ

۱۔ صحیح مسلم، ج ۵، ص، ۲۳، ۲۴۔ تفسیر درمنثور، ج ۲، ص ۱۴۰

کیا جائے جو پہلے کی نسبت زیادہ شدید ہے، اگر اس سے بھی باز نہ آئیں تو پھر تیسرے مرحلے میں ان کے شوہروں کو ایسی ناشزہ اور نافرمان بیویوں کی تنبیہ اور مار پٹائی کے ذریعہ اصلاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں کچھ نکات کی جانب اشارہ کرنا ضروری ہے:

۱۔ مار پیٹ کا مرحلہ سب سے آخری مرحلہ ہے اور یہ واضح بات ہے کہ جب پہلے والے مراحل سے نتیجہ حاصل ہو جائے تو اس مرحلے تک نوبت نہیں آئے گی۔

۲۔ جسمانی تنبیہ (مار پیٹ)۔ کتب فقہی کے مطابق تنبیہ ملائم اور بہت کم ہونی چاہئے اور یہ ہڈی کے ٹوٹنے، بدن کے زخمی ہونے اور بدن میں نیلا داغ ہونے کا سبب نہ بنے۔

۳۔ جسمانی تنبیہ کے بھی مختلف درجے ہیں حتی کہ روایات میں مسواک کی لکڑی کے ذریعہ تنبیہ کرنے کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے۔

۴۔ یہ مسئلہ عورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ مردوں کے ناسازگار برتاؤ کے سلسلے میں حاکم شرع کی ذمہ داری ہے کہ مختلف طریقوں سے یا جسمانی سزا کے ذریعے مردوں کو بھی اپنے فرائض سے آشنا کرے۔

اللہ تعالیٰ آیت کے آخر میں مردوں کو متنبہ کرتا ہے کہ گھر میں اپنی سرپرستی کے مقام کا غلط استعمال نہ کرے اور اللہ کی اس قدرت کے بارے میں سوچیں جو سب قدرتوں سے بلند ہے کیونکہ خداوند عالم بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے(۱)۔

خاندانی مسائل کے حل کا طریقہ

☆ آیت ۳۵ میں خاندانی زندگی اور میاں بیوی کے اختلافی مسائل کو بزرگوں کے ذریعہ حل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کس حد تک اجتماعی زندگی کو اہمیت دیتا ہے۔ بزرگوں کے ذریعہ مسائل اور میاں بیوی کے اختلافات کو حل کرنے میں ہی دونوں خاندانوں کے لئے بہتری ہے کیونکہ میاں بیوی کے تعلقات اور ان کے درمیان اختلافات بعض ایسی مشکلات پر مشتمل ہو سکتی ہیں جس کا ظاہر ہونا خاندانی وقار کے منافی ہو۔

والدین سے حسن سلوک کا حکم

☆ آیت ۳۶ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور وحدانیت کے اقرار کے بعد والدین پر احسان کا حکم دیا ہے اور ماں باپ کے دل میں اولاد کی محبت فطری طور پر رکھی ہے۔

۱۔ برگرفتہ از تفسیر نمونہ، ج ۳، ص ۱۱، ۱۶۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے گواہ

☆ آیت ۴۱ اور ۴۲ کے مطابق قیامت کے دن ہر امت کو اس کے گواہ کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں طلب کیا جائے گا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان گواہوں پر گواہ بنایا جائے گا۔ یعنی ہر امت کے گواہ انبیاء کرام ہیں اور انبیاء کے گواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ اس دن کوئی شخص اپنے جرم کو نہیں چھپا سکے گا کیونکہ اس کے جرائم کو اللہ جانتا ہے اور خود اس کے اعضاء گواہی دیں گے اس کے علاوہ اس امت کا پیغمبر مجرم کے جرائم کی گواہی دے گا۔

نماز کے بعض احکام کا ذکر

☆ آیت ۴۳ میں نماز کے چند احکام بیان ہوئے ہیں:

۱۔ نشے کی حالت میں نماز کے نزدیک جانے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز عبد اور معبود کے درمیان راز و نیاز ہے جس میں آگاہی اور شعور کا بیدار ہونا ضروری ہے۔

۲۔ حالت جنابت میں نماز کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ یعنی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

۳۔ حالت جنابت میں مسجد میں ٹھہرنے سے بھی منع کیا گیا ہے البتہ مسجد سے گزرا جا سکتا ہے۔ چونکہ تمام اصحاب کے مکانات مسجد کے اطراف میں بنے ہوئے تھے اور سب کے دروازے مسجد کے صحن میں کھلتے تھے اور مسجد کو عبور کرنا پڑتا تھا، اس آیت میں عبور کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے صحن کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا، صرف حضرت علی علیہ السلام کو اجازت ملی کہ ان کا دروازہ کھلا رہے۔۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں سے ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس بات کو متعدد اصحاب نے روایت کیا ہے اور اہل سنت کے مشہور علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے[۱]۔

۴۔ پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں تیمم کا حکم بیان ہوا ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں کو ایک مرتبہ پاک مٹی پر مارے پھر پوری پیشانی پر دونوں ہتھیلیوں کو پھیرلے، پھر بائیں ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی تمام پشت پر، اس کے بعد دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی تمام پشت پر پھیر لے۔

اہل کتاب کو دعوت ایمان دی جاتی ہے

☆ آیت ۴۷ میں اللہ آگاہ کر رہا ہے کہ اے اہل کتاب ایمان لے کر آؤ قبل اس کے کہ تمہارے چہرے مسخ کردیے جائیں جس طرح یوم سبت (ہفتہ) کی بے حرمتی (اس دن اللہ نے مچھلیوں کا شکار کرنے سے منع کیا تھا) کرنے پر ایک قوم

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، تفسیر آیت مورد بحث

لعنت کی مستحق ہوئی اور وہ بندر بنا دیئے گئے۔

جس طرح مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیسائیوں کے لئے ہفتہ یا اتوار (کیونکہ بعض عیسائی ہفتہ کو متبرک مانتے ہیں اور بعض اتوار کو متبرک دن شمار کرتے ہیں (۱)) کا دن متبرک اور مقدس ہے اسی طرح یہودیوں کے لئے بھی ہفتہ کا دن مقدس شمار ہوتا ہے۔ اس دن بنی اسرائیل کو سیر و شکار اور کام کاج کی ممانعت تھی، اتفاق سے اسی دن دریا میں مچھلیاں زیادہ مقدار میں پانی کے اوپر نمودار ہوتی تھیں۔ دریا کے کنارے بسنے والوں کے نفس نے انہیں وسوسہ کیا اور انہوں نے حیلے بہانوں سے ان مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے گھروں کے سامنے بڑے بڑے گڑھے کھودتے تھے اور ہفتہ کے دن دریا کا پانی ان گڑھوں میں چھوڑتے تھے۔ پانی کے ساتھ ساتھ مچھلیاں بھی گڑھوں میں جمع ہوتی تھیں۔ بنی اسرائیل ان مچھلیوں کو اتوار کے دن گڑھوں سے نکال کر فروخت کرتے تھے۔ انہیں ایسا کرنے سے کئی مرتبہ روکا گیا لیکن بنی اسرائیل نے کسی طرح بھی اپنے نبی کی بات نہیں مانی۔ آخر خداوند عالم کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہوا اور سب کے سب بندر بنا دیئے گئے۔ وہ تین دن تک زندہ رہے اس کے بعد سب کے سب مر گئے۔

شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی بخشش ممکن ہے

☆ آیت ۴۸ کے بارے میں حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "قرآن مجید میں اس آیت سے زیادہ امید افزا کوئی آیت موجود نہیں (۲)۔"

اس آیت میں خداوند عالم نے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو بخشنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شرک کے علاوہ باقی گناہ انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت ہر گناہ سے زیادہ وسیع ہے لیکن اتنی وسیع رحمت و مغفرت کے باوجود "شرک" اس کے دائرہ رحمت میں شامل نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مشرک نہ ہو اور گناہ گار مر جائے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

اہل کتاب کی مذمت کی گئی

☆ آیت ۵۱، ۵۲ میں ان اہل کتاب کی مذمت کی گئی ہے جو اللہ کے نازل کردہ دین کے مقابلے میں بت پرستی اور شرک کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ ایسے اہل کتاب پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ کفار قریش نے بعض یہودیوں سے پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو

۱۔ جمع التفاسیر و بلاغ الاکسیر، سید عبدالحجت بلاغی، ج ۲، ص ۷۶۵، انتشارات حکمت، قم ایران، ۱۳۸۶ق

۲۔ مجمع البیان، تفسیر آیت مورد بحث۔

بتاؤ ہمارا دین برحق ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا؟ یہودیوں نے کہا کہ تمہارا دین زیادہ ہدایت یافتہ اور راہ راست پر ہے۔ جس کے جواب میں یہ دونوں آیتیں نازل ہوئی (۱)۔

اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت

☆ آیت ۵۴ میں یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ ہستیاں ایسی ہیں جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے بہت کچھ عطا کیا ہے اور دوسرے لوگ ان سے حسد کرتے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں صواعق محرقہ میں ابوالحسن مغازلی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس آیت میں "الناس" سے مراد عام لوگ نہیں بلکہ اہل بیت علیہم السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں جن سے لوگ حسد کرتے ہیں (۲)۔ یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام پر خدا کے فضل و کرم کو مشاہدہ کرتے ہیں تو بہت سے لوگ ان سے حسد کرتے ہیں۔

آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں پر سخت عذاب

☆ آیت ۵۶ میں خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والوں کے لئے سخت عذاب بیان ہوا ہے کہ جب ان کی کھال آگ میں جل کر ختم ہوگی تو دوسری کھال سے بدل دی جائے گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ دوسری کھال کا کیا قصور ہے؟ اسے کیوں جلایا جائے گا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ دوسری بھی ہے اور پہلی بھی۔ جس طرح اینٹ کو توڑ کر دوبارہ اینٹ بنایا جائے تو یہ شکل میں تو دوسری اینٹ ہے لیکن حقیقت میں وہی پہلی اینٹ ہے۔ یعنی اسی پرانی کھال کو دوبارہ جسم پر چڑھایا جائے گا۔

اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم

☆ آیت ۵۹ میں پروردگار عالم نے اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور روایات اور تفاسیر کی روشنی میں صاحبان امر سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں (۳)۔ کیونکہ جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتے بلکہ وہ ایسی ہستیاں ہوں گی جو خدا کے نزدیک قدر و منزلت رکھتی ہوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد معصومین علیہم السلام کے علاوہ کون ہیں جو خدا کے نزدیک مقرب ہوں۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری

☆ آیت ۶۹ اور ۷۰ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ وہ انبیاء،

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ صواعق محرقہ، علامہ ابن حجر عسقلانی۔

۳۔ تفسیر نمونہ، ج ۳، ص ۳۱۳

صدیقین اور صالحین کے ساتھ ہونگے اور یہ فضل و احسان اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سلسلہ میں امالی شیخ صدوق " میں بیان ہوا ہے کہ انصار کا ایک فرد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ دنیا میں تو اپنی مصروفیات کو ترک کر کے آپ کی زیارت کرنے چلا آتا ہوں لیکن آخرت کے دن آپ اعلیٰ علیین میں ہوں گے اس وقت ہم آپ کی زیارت کیسے کریں؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص انصاری کو بلا کر اسے خوشخبری سنادی۔

جہاد اور جنگ کے مختلف امور کا ذکر

☆ آیت ۷۱ سے ۸۳ تک کی تقریباً تمام آیات میں جہاد اور جنگ کے مختلف امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حالت جنگ میں مسلمان ہمیشہ اپنا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان اپنے ساتھ رکھے، راہ خدا میں لڑنے والے یا تو شہید ہو جاتے ہیں یا فتح پاتے ہیں تیسری صورت قابل قبول نہیں یعنی جنگ سے فرار اختیار کرنا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ ایک گروہ جہاد کا حکم آنے سے پہلے جہاد کی اجازت طلب کرتا ہے لیکن جب جہاد کا حکم آتا ہے تو جہاد سے کترانے لگتا ہے اور جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے تو وہ اسے اللہ کا فضل قرار دیتا ہے اور جب شکست ہوتی ہے تو اسے رسول پر ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فتح و شکست دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہے سکھ اور سکون اللہ کی طرف سے ہے اور دکھ اور بے سکونی تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے کیونکہ جو اعمال تم انجام دو گے اس کا نتیجہ سکون و بے سکونی کی صورت میں تمہارے سامنے آئے گا۔

آداب سلام

☆ آیت ۸۶ کے مطابق اگر کوئی تمہیں سلام کرتا ہے تو اسے اچھے انداز میں سلام کا جواب نہ دو تو کم از کم اسی انداز میں اس کا جواب دو جیسا اس نے سلام کیا ہے۔ دین مبین اسلام میں سلام کے کچھ آداب اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ:

۱۔ چھوٹے، بڑوں کو سلام کریں۔
۲۔ راہ گیر، بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کریں۔
۳۔ سوار، پیدل چلنے والوں کو سلام کریں۔
۴۔ کم لوگ، زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

واضح رہے کہ سلام کرنا مستحب ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے[۱]۔

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۶۴۴

منافقین کا ذکر

☆ آیت ۸۸ کے بعد سے منافقین کا تذکرہ ہے۔ دو قسم کے منافقین کو اللہ نے قتل سے خارج کیا ہے ایک وہ منافق جو ایسی قوم سے جا ملے جس کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو۔ دوسرے وہ غیر جانبدار منافق جو نہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

قتل کی مختلف قسمیں

☆ آیت ۹۲ اور ۹۳ کے مطابق اسلام میں قتل کی تین قسمیں ہیں، قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطا۔

قتل عمد: جہاں انسان جان بوجھ کر کسی کی جان لیتا ہے اس کی سزا آخرت میں جہنم اور دنیا میں قصاص یا دیت ہے۔

قتل شبہ عمد: جہاں مارنے کا ارادہ ہوتا ہے لیکن قتل کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا اس کی سزا صرف دیت ہے قصاص نہیں اور دیت خود قاتل کو دینا پڑے گی۔

قتل خطا: جہاں قتل کا تصور ہی نہیں ہوتا مگر مقتول اچانک زد میں آجاتا ہے اس کی سزا بھی دیت ہے لیکن دیت کی ذمہ داری باپ کے قرابتداروں پر ہے۔ یعنی یہ دیت بھائی، چچا اور ان کی اولاد ادا کریں گے۔

یہ دیت انسانی حقوق کے تلف کرنے کے اعتبار سے ہے اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے کے اعتبار سے قتل کا کفارہ واجب کر دیا گیا ہے جو قتل عمد میں غلام آزاد کرنا، ساٹھ روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور شبہ عمد یا قتل خطاء میں صرف غلام آزاد کرنا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

آیت ۹۳ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ مقیس ابن صابہ کا بھائی ہشام ابن صابہ محلہ بنی نجار میں قتل ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نجار قبیلہ کے ایک شخص زہیر فہری کے ساتھ مقیس کو بنی نجار کے پاس بھیجا کہ یا تو وہ لوگ قاتل کو حوالہ کریں تاکہ اس سے قصاص لیا جائے یا وہ خون بہا (دیت) ادا کریں۔ قبیلہ بنی نجار کو قاتل کا علم نہیں تھا اس لئے انہوں نے خون بہاء میں مقیس کو سو اونٹ دے دیئے۔ مقیس اونٹوں کو لئے ہوئے زہیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ درمیان راہ میں اسے وہی جاہلانہ فکر دامن گیر ہوئی کہ لوگ طعنہ دیں گے کہ اپنے بھائی کے قتل کے بدلہ میں خون بہالے کر آیا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے زہیر (کیونکہ زہیر قبیلہ بنی نجار میں سے تھا) کو قتل کر دیا اور خود اونٹ پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ پہنچا اور مرتد ہو گیا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا ''واللہ! میں ہرگز اس کو امان نہیں دوں گا نہ حرم میں اور نہ غیر حرم میں'' آخر یہ شخص فتح مکہ مکرمہ کے دن قتل ہوا اور واصل جہنم ہوا۔

اسلام اور ایمان کا معیار

☆ آیت ۹۴ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ جنگ خیبر کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ ابن زیدؓ کے ہمراہ چند دیگر مسلمانوں کو یہودیوں کی طرف روانہ کیا تا کہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ یہودیوں میں سے مرداس نامی شخص کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ملی تو وہ مسلمانوں کے استقبال کے لئے آگے بڑھا اور آتے ہی خدا کی وحدانیت اور نبوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دی۔ اسامہ ابن زید نے خیال کیا کہ اس نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے اور اسے قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور اسامہؓ کی سرزنش کی، اسامہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان کے خوف سے کلمہ جاری کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس کے باطن سے آگاہ تھا؟ ممکن ہے وہ واقعاً مسلمان ہو گیا ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (۱)۔

ظلم سے مراد دین حق سے انحراف ہے

☆ آیت ۹۷ میں ظلم سے مراد دین حق سے انحراف کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔ اس آیت میں مرنے والے سے قبر میں کئے جانے والے سوال کی طرف اشارہ ہے۔ قبر میں فرشتے سوال کریں گے کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ مرنے والا جواب دے گا جس جگہ میں رہتا تھا وہاں دین پر عمل کرنا ممکن نہ تھا، فرشتے کہیں کہ اگر تم کفر کی سرزمین پر اپنے دین اور مذہب کا تحفظ نہ کر سکتے تھے تو اللہ کی زمین تو بہت ہی بڑی اور وسیع تھی اور ایسی سرزمین بھی موجود تھی جہاں دین حق کی فضا قائم تھی وہاں ہجرت کیوں نہ کی؟

ہجرت کا حکم

☆ آیت ۱۰۰ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے پس شیطانی وسوسوں اور برے مشاغل کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کرنا یعنی برائی کو چھوڑ کر اچھائی کی طرف آنا ہی اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنا ہے اور جو شخص ایسی حالت میں موت سے ہمکنار ہو اس کا اجر اللہ کے نزدیک محفوظ ہے۔

نماز قصر کا بیان

☆ آیت ۱۰۱ کے مطابق حالت سفر اور حالت خوف میں نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے۔ فقہ امامیہ اثنا عشریہ میں حالت سفر میں نماز کو قصر پڑھنا واجب ہے البتہ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ سفر حرام نہ ہو اور مسافت ۴۸ کلومیٹر پوری ہو اور ایک جگہ دس دن قیام کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل آیت مورد بحث

نماز خوف ادا کرنے کا طریقہ

☆ آیت ۱۰۲ میں حالت جنگ میں نماز خوف کے ادا کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ لشکر کا ایک حصہ امام کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھے اور دوسری رکعت میں انفرادی طور پر پڑھ کر نماز پوری کرے اور جنگ کا محاذ سنبھالے اور امام دوسری رکعت کو اس قدر طول دے کہ لشکر کا دوسرا حصہ اپنی نماز کی پہلی رکعت امام کی دوسری رکعت کے ساتھ پڑھ سکے۔ امام دوسری رکعت میں سلام پھیر دے تو لشکر اپنی دوسری رکعت انفرادی طور پر بجالائے۔

اسلام کا عادلانہ نظام

☆ آیت ۱۰۵ اور اس کے بعد کی چند آیات اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اسلام کا نظام عدل کسی مذہب یا فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا نظامِ عدل خالص انسانی بنیادوں پر استوار ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ انصار میں سے کسی نے چوری کی، تحقیقات کے خوف سے اس نے مال کو کسی یہودی کے پاس رکھ دیا اور یہودی پر چوری کا الزام عائد کیا چونکہ ظاہری علامات کے تحت ظاہر ہو رہا تھا کہ چوری یہودی نے کی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور یہودی کو بری اور اس انصاری مسلمان کو ملزم قرار دیا گیا۔

شیطان کے مختلف حربے اور چالیں

☆ آیت ۱۱۹ میں شیطان کے گمراہ کن حربوں کا ذکر ہے جن سے انسان کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے کہ شیطان بندوں کو آرزوؤں میں الجھا کر یادِ خدا سے غافل کرتا ہے۔ وہ توہمات میں ڈال کر لوگوں کو انسان ساز شریعتِ خداوندی سے دور کرتا ہے۔

عملِ صالح کی جزا میں مرد اور عورت کا برابر ہونا

☆ آیت ۱۲۴ کے مطابق عملِ صالح کی جزا پانے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں البتہ ایمان شرط ہے کیونکہ عملِ صالح کا انجام دینے والا اگر مومن نہیں تو اُس کا عمل اُس کے کسی کام آنے والا نہیں ہے۔

عدالت اجتماعی کا حکم

☆ آیت ۱۳۵ سے پہلے مختلف آیات میں انفرادی عدالت کا حکم آیا ہے لیکن اس آیت میں عدل اجتماعی کا حکم دیا گیا ہے یعنی ایک مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے کھڑا ہو۔

ایمان پرکھنے کا پیمانہ

☆ آیت ۱۴۰ کے مطابق اگر کسی محفل میں کسی کے دین وعقیدہ کا مذاق اڑایا جارہا ہو اور اس میں اپنے مذہب کے بارے میں غیرت نہ ہو تو یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی ہے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

منافقین کی حالت

☆ آیت ۱۴۲ میں ابتدائے اسلام کے منافقین کی ایک ایسی حالت بیان ہو رہی ہے جس کا عملی نمونہ آج بھی مسلمانوں کے درمیان واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں منافقین ریاکاری کے لئے نماز کے محتاج تھے جیسے آج بھی کچھ لوگ سال میں عید کے دن نماز کے محتاج ہوتے ہیں۔

منافق اور کافر کا تقابل

☆ آیت ۱۴۵ میں منافق کو کافر سے زیادہ بے ضمیر اور بدباطن قرار دیا گیا ہے کیونکہ کافر اپنے موقف کا برملا اظہار کرتا ہے جبکہ منافق میں تو اتنی بھی جرات نہیں ہوتی کہ وہ اپنے عقیدے کا اظہار کرہی سکے۔

احترام انسانیت کی اہمیت

☆ آیت ۱۴۸ کے مطابق کسی شخص کا وقار مجروح کرنا اور اس کا راز فاش کرنا احترام انسانیت کے خلاف ہے اور اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص ایسا کام انجام دے۔ البتہ ظالم کی برائی بیان کی جاسکتی ہے کیونکہ ظالم نے خود احترام انسانیت اور کرامت انسانی کی خلاف ورزی کی ہے اور اس نے ظلم کرکے اپنے آپ کو فاش کردیا ہے لہذا ظالم کی کھلم کھلا برائی بیان کرنا جائز ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان

☆ آیت ۱۵۹ کے مطابق یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ بھی ان کے نبی ہونے اور اللہ کا بیٹا نہ ہونے پر ایمان لائیں گے۔

کتاب صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم نزول کریں گے تو تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اس حدیث میں ظہور امام زمانہ علیہ السلام کی طرف واضح اشارہ ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشیر و نذیر ہونے کا ذکر

☆ آیت ۱۶۵ کے مطابق اللہ نے ہر قوم کے لئے ڈرانے اور بشارت دینے والے رسول بھیجے اور کسی بھی قوم کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا نہیں کیا جب تک اس قوم پر اپنی حجت تمام نہ کی ہو۔

کلالہ کا بیان

☆ آیت ۱۷۶ میں لفظ ''کلالہ'' استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد مرنے والے کے باپ اور اولاد کے علاوہ دوسرے وارث ہیں۔ اس کے بعد کلالہ کی ایک مثال بیان ہوئی ہے کہ مرنے والے کے ورثا میں اگر صرف ایک بہن ہو تو اس کو نصف حصہ میراث کے عنوان سے ملے گا باقی حصہ مکتبِ تشیع کے مطابق اسی بہن کو ''رد'' کے عنوان سے ملے گا۔ ''رد'' سے مراد یہ ہے کہ بہن کا شرعی حصہ تو نصف ہے لیکن کسی دوسرے وارث کی عدم موجودگی کی وجہ سے دوسرا نصف حصہ بھی اسی کو دے دیا جائے۔

فضائل وخصوصیات:

لطفِ خدا کا حقدار: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا كَانَ فِي مَشِيَّةِ اللّٰهِ وَلَا يُحَاسِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ [1]

جو شخص سورۂ نساء کی تلاوت کرے وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں صدقہ کے طور پر خرچ کر دیا ہو۔ نیز وہ غلام آزاد کرنے کے ثواب کا بھی حقدار ہے۔

فشارِ قبر سے حفاظت: حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ النِّسَاءِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ أَمِنَ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ [2]

جو شخص ہر جمعہ کے دن سورۂ نساء کی تلاوت کرے گا وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر جامع، ج ۲، ص ۵

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۳۰۹

سورۂ مائدہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مائدہ

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مائدہ	7، 6	05	112	مدینہ منورہ	120	16	12207	2842

☆ سورۂ مائدہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پانچواں (۵) اور ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو بارہ واں (۱۱۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ عربی میں مائدہ دسترخوان کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارمین کے لئے آسمان سے دسترخوان کے نازل ہونے کا بیان ہے اسی مناسبت سے اس سورے کو "سورۂ مائدہ" کہا جاتا ہے۔

یہ سورہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے آخری ایام میں نازل ہوا۔ یہ سورہ اس وقت نازل ہوا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جامع آئین اور مکمل دستور حیات عالم انسانیت کے سامنے پیش کر چکے تھے۔

اسمائے سورہ:

سورۂ مائدہ: یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ اس سورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار جنہیں حواری بھی کہا جاتا ہے، کے لئے نزول مائدہ (دسترخوان آسمانی کے نزول) کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ عقود (عقد کی جمع): چونکہ اس سورے کے آغاز میں ایفائے عہد (وعدہ پورا کرنا) اور چند عقود کا ذکر ہے۔ اسلئے اسے عقود بھی کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

اس سورے میں جو موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ ایفائے عہد کی اہمیت	۲۔ شعائر اللہ کا ذکر
۳۔ حرام گوشت جانور	۴۔ تکمیل دین اور کفار کی مایوسی کی خوشخبری
۵۔ زنا کے بدلے دی جانے والی اجرت، مہر نہیں ہے	۶۔ وضو کا اجمالی بیان
۷۔ عدل وانصاف کی اہمیت	۸۔ بنی اسرائیل سے عہد و پیمان

۹۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات	۱۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں
۱۱۔ رسول حقائق اور سچائیوں کو بیان کرنے والا	۱۲۔ بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کا بیان
۱۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل	۱۴۔ حضرت ہابیل وقابیل کا واقعہ
۱۵۔ قتل کا گناہ	۱۶۔ چند مشرکین کا انجام
۱۷۔ اللہ تعالیٰ سے قربت کیلئے وسیلہ کی تلاش کا حکم	۱۸۔ چور کی سزا
۱۹۔ حکومت کرنا کس کا حق ہے؟	۲۰۔ کفر اور فسق میں فرق
۲۱۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت	۲۲۔ حضرت علی علیہ السلام کا حالت رکوع میں زکوۃ دینا
۲۳۔ اہل کتاب اور کفار سے قلبی لگاؤ کی ممانعت	۲۴۔ اہل کتاب کے فسق وفجور کی نشاندہی
۲۵۔ حجۃ الوداع اور واقعہ غدیر خم	۲۶۔ یہود ونصاریٰ کے بعض عقائد
۲۷۔ ہجرت حبشہ	۲۸۔ ترک دنیا کرنے کی مذمت
۲۹۔ شراب، جوا وغیرہ، شیطانی اعمال ہیں	۳۰۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب کا سوال
۳۱۔ حالت احرام میں شکار کی ممانعت	۳۲۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے کے آداب
۳۳۔ ایام جاہلیت کی بعض رسموں کا رد	۳۴۔ وصیت کا حکم
۳۵۔ حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ	۳۶۔ حضرت مریم علیہا السلام کی بندگی کا اقرار
۳۷۔ سچوں سے اللہ راضی	۳۸۔ فضائل وخصوصیات

ان موضوعات کے علاوہ بہت سے اہم مسائل اور مباحث کو بھی اس سورے میں بیان کیا گیا ہے۔ جو حضرات تفصیلی طور پر اس سورے سے آشنائی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ قرآن مجید کی مختلف تفاسیر کی طرف رجوع کریں۔

اہم نکات:

ایفائے عہد کی اہمیت

☆ پہلی آیت میں خداوند عالم مومنین کو یاد دلا رہا ہے کہ تم جو وعدہ بھی کرو اس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ جس معاشرے میں عہد وپیمان کی پابندی ضروری نہ ہو اس میں عدل وانصاف کا قیام مشکل ہوجاتا ہے۔ عہد وپیمان چاہے خرید وفروخت سے متعلق ہو یا نکاح اور مصالحت سے متعلق ہو قرآن مجید کی رو سے واجب الوفا ہے، خواہ کسی فرد کے ساتھ ہو یا کسی قوم اور مملکت کے ساتھ۔

سورۂ مائدہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے ایک یا دو ماہ پہلے نازل ہوئی لہٰذا سورے کے آغاز ہی میں ''اوفوا بالعقود'' (اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو) کے جملے کے ذریعہ ہر قسم کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے[۱]۔

شعائر اللہ کا ذکر

☆ آیت ۲ میں شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں کا بیان ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی مذہب یا مسلک کے نظریے کی پہچان ہو اسے شعائر کہا جاتا ہے۔ دین مقدس اسلام میں کے اہم شعائر میں سے ایک وہ چار مہینے ہیں جن کی حرمت کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور ان مہینوں میں ہر قسم کی جنگ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ وہ مہینے یہ ہیں:

۱۔ رجب المرجب

۲۔ ذی القعدہ

۳۔ ذی الحجہ

۴۔ محرم الحرام

اس طرح قربانی کے لئے جو جانور پیش کیا جاتا ہے وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہے۔

حرام گوشت جانور

☆ آیت ۳ میں چند ایسے حیوانات کا ذکر موجود ہے جو حرام گوشت ہیں جیسے شیر، کتا اور سور وغیرہ یا جن کا گوشت کھانا حرام ہے جیسے وہ حلال گوشت جانور جسے غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، اسی طرح مردار وغیرہ۔ آیت میں ایسے دس قسم کے حیوانات کا ذکر ہے:

۱۔ مردار۔

۲۔ خون جو گوشت کی شکل میں نہ ہو۔

۳۔ سور کا گوشت اور چربی وغیرہ۔

۴۔ وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

۵۔ وہ جانور جس کا گلا گھونٹ کر مارا جائے۔

۶۔ وہ جانور جس کو مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

۱۔ تفسیر نور، ذیل تفسیر آیت مورد بحث

۷۔ وہ جانور جسے بلندی سے گرا کر مار دیا جائے۔

۸۔ وہ جانور جو دوسرے جانور کے ساتھ سینگ لڑا کر مر جائے۔

۹۔ وہ جانور جسے درندوں نے کھا کر چھوڑ دیا ہو۔

۱۰۔ وہ جانور جو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے سامنے قربان کئے جاتے تھے۔

تکمیل دین اور کفار کی مایوسی کی خوشخبری

اس کے علاوہ اس آیت میں خداوند عالم نے دین اسلام کی تکمیل اور اسلام کی نیست و نابودی کے سلسلہ میں کفار کے مایوس ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ یہ آیت میدان غدیر خم میں رسول خدا ﷺ کی جانب سے ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے اعلان کے موقع پر نازل ہوئی۔

سیوطی نے اپنی تفسیر ''تفسیر در منثور'' میں آیت مذکورہ کی شان نزول کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے غدیر خم کے روز ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' کے الفاظ فرمائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [۱]۔

زنا کے بدلے دی جانے والی اجرت مہر نہیں ہے

☆ آیت ۵ کے مطابق عورتوں کو جو رقم زنا کی اجرت کے طور پر دی جاتی ہے اس سے عورت حلال نہیں ہوتی۔ عورت کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رقم بطور مہر ادا کی جائے اور باقاعدہ عقد نکاح پڑھا جائے۔

وضو کا اجمالی بیان

☆ آیت ۶ میں وضو کا اجمالی اور مختصر طریقہ اور تیمم کا بیان موجود ہے اور وضو کے تفصیلی احکام روایات ائمہ معصومین علیہم السلام میں بیان ہوئے ہیں کیونکہ روایات کا اصلی مقصد ہی یہی ہیں کہ وہ قرآن مجید کے اجمالی احکام اور مسائل کی تشریح اور تفصیل بیان کریں۔ وضو کرتے وقت چار چیزوں کا دھونا ضروری ہے۔

۱۔ چہرے کا دھونا:۔ چہرے کو لمبائی میں پیشانی کے اوپر اس جگہ سے لے کر جہاں سر کے بال اگتے ہیں، ٹھوڑی کے آخری کنارے تک دھونا ضروری ہے اور چوڑائی میں بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلاؤ میں جتنی جگہ آجائے اسے دھونا ضروری ہے اگر اس مقدار کا ذرا سا حصہ بھی چھوٹ جائے تو وضو باطل ہے۔

۱۔ الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۲، ص ۲۵۹

۲۔ دونوں ہاتھوں کا دھونا: پہلے دایاں ہاتھ اور پھر بایاں ہاتھ کہنی سے انگلیوں کے سروں تک دھونا چاہئے۔ اگر انسان کو یقین نہ ہو کہ کہنی کو پوری طرح دھولیا ہے تو یقین کرنے کے لئے کہنی سے اوپر کا کچھ حصہ بھی دھوئے۔ وضو میں چہرے اور ہاتھوں کا ایک دفعہ دھونا واجب، دوسری دفعہ دھونا مستحب اور تیسری دفعہ یا اس سے زیادہ بار دھونا حرام ہے۔

۳۔ سر کے اگلے حصہ کا مسح: سر کے اگلے حصے کا مسح وضو کے پانی کی اس تری سے کرنا چاہئے جو ہاتھ میں لگی رہ گئی ہو۔

۴۔ دونوں پیروں کا مسح: سر کے مسح کے بعد وضو کے پانی کی اسی تری سے جو ہاتھوں میں باقی ہو پیر کی انگلیوں کے سرے سے گٹے (جوڑ) تک مسح کرنا ضروری ہے[1]۔ پیر کے مسح میں بھی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ پہلے دائیں پیر کا مسح کریں پھر بائیں پیر کا۔

اسی آیت میں اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان ایسا کام کرے جس سے غسل واجب ہو (جیسے زوجہ سے ہمبستری) یا جس سے وضو واجب ہو (جیسے پیشاب کا نکلنا) تو غسل یا وضو انجام دے اگر ان دونوں کو انجام دینا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو وضو و غسل کے بدلے تیمم کرے۔ اور تیمم کا تعلق سارے بدن سے نہیں ہے بلکہ صرف چہرہ اور ہاتھوں کے ایک حصہ کے ساتھ ہے۔

عدل وانصاف کی اہمیت

☆ آیت ۸ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام عدل وانصاف کو انسان کے بنیادی حقوق میں سے قرار دیتا ہے اس میں مذہب، نسل وغیرہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے پیش آؤ کیونکہ وہ پہلے انسان ہیں اور بعد میں دشمن۔

بنی اسرائیل سے عہد وپیمان

☆ آیت ۱۲، ۱۳ کے مطابق اللہ کا ہر امت کے لئے یہ قانون رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں سے کچھ میثاق (عہد وپیمان) لئے ہیں اور اور بنی اسرائیل سے بھی یہ وعدے لئے گئے کہ وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، رسولوں پر ایمان لائیں گے، رسولوں کی مدد کریں گے اور بندگان خدا کو قرض دیں گے اور ان کی مالی مدد کریں گے۔ جو شخص ان

---

[1] توضیح المسائل، آقای سید علی حسینی سیستانی، مسائل وضو

شرائط پر عمل کرے اس کے گناہ معاف بھی ہو سکتے ہیں اور وہ بہشت اور باغات کا مستحق بھی بن سکتا ہے۔

اور اگر ان شرائط پر عمل نہ کرے اور وعدہ خلافی کرے تو اس صورت میں لعنت خداوندی کا مستحق قرار پانے کے علاوہ کسی اور چیز کے قابل نہیں رہتا۔

اہل اسلام کو بھی بنی اسرائیل کے تذکرے کے ذریعہ متوجہ کیا گیا ہے کہ تمہیں بھی ان شرائط پر عمل کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تمہیں بھی جنت اور باغات نہیں ملیں گے بلکہ خلاف ورزی کی صورت میں لعنت اور عذاب کے حقدار قرار پاؤ گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات

☆ آیت ۱۴ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا اہم حصہ امن وسکون اور محبت پر مشتمل تھا لیکن جب نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصیحتوں کو فراموش کر دیا تو اللہ نے انہی کے اعمال کی وجہ سے محبت کو ختم کر کے اس کی جگہ آپس کی دشمنی کو ڈال دیا۔

☆ آیت ۱۵ میں لفظ نور اور واضح کتاب کے آنے کا بیان ہے۔ بعض لوگوں نے نور سے مراد اسلام کو لیا ہے، بعض نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو اور بعض نے قرآن مجید کو مراد لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں

☆ آیت ۱۷ کے مطابق جو لوگ حضرت عیسیٰ کو اللہ مانتے ہیں وہ کافر ہیں اور اللہ دلیل بیان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں بلکہ وہ بندۂ خدا ہے کیونکہ اگر خدا اسے موت دینا چاہے تو کون ہے جو اسے بچا سکے اور جس شے کو موت آجائے وہ خدا نہیں ہو سکتی۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں مسیحیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نظریات بنتے رہے اور ٹوٹتے رہے۔ وہ نظریات یہ ہیں:

۱۔ اللہ نے مسیح میں حلول فرمایا اس طرح مسیح ہی خدا ہے۔

۲۔ مسیح تین خداؤں میں سے ایک ہے (باپ، بیٹا، روح القدس)۔

۳۔ وہ انسان بھی ہے اور خدا بھی یعنی وہ اللہ سے جدا بھی ہے اور اس میں شامل بھی۔

رسول حقائق اور سچائیوں کو بیان کرنے والا

☆ آیت ۱۹ میں بیان ہوا ہے کہ ہمارے رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک عرصہ بند رہنے کے بعد دوبارہ شروع ہوا ہے لہٰذا

اس درمیانی عرصے میں بہت سی تحریفات واقع ہوئی ہیں اس لئے یہ رسول ان حقائق کو کھول کر بیان کرے گا جن میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کا بیان

☆ آیت ۲۰ میں اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو عطا کی گئیں بعض نعمتوں کا تذکرہ ہے۔

۱۔ بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء مبعوث کیے گئے کسی دوسری قوم میں اتنے انبیاء مبعوث نہیں ہوئے۔

۲۔ دنیا کی بادشاہت عطا فرمائی جیسے حضرت یوسف، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت طالوت کی حکومتیں بنی اسرائیل ہی کی حکومتیں تھیں۔

۳۔ بنی اسرائیل کو وہ سب کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا، جیسے دریا کا شق ہونا، من وسلویٰ کا نزول اور پتھر سے چشمے پھوٹنا وغیرہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل

آیت ۲۱ سے ۲۶ تک میں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام فلسطین فتح کرنے نکلے اور قوم کو جنگ کا حکم دیا تو سوائے دو آدمیوں کے باقی ساری قوم نے جنگ سے انکار کیا اور کہا کہ اے موسیٰ! وہ قوم بہت طاقتور ہے، آپ اور آپ کا خدا جا کر جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

ان کی اس ہٹ دھرمی کی سزا کے طور پر چالیس سال تک وہ سرگرداں رہے چنانچہ وہ چالیس سال بیاباں میں بے سروسامانی کے عالم میں پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے) فلسطین کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اس واقعہ کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی وزوال، عزت ووقار اور ذلت وخواری ان کے اپنے کردار سے مربوط ہوتا ہے۔ یعنی جو قوم اپنی قیادت کی نافرمانی کرے اور جس قوم میں دیانتداروں کو حیثیت حاصل نہ ہو وہ قوم ذلت وخواری سے دوچار ہوگی۔

حضرت ہابیل وقابیل کا واقعہ

☆ آیت ۲۷ سے ۳۱ تک میں زمین پر واقع ہونے والا پہلا خون اور معرکہ حق وباطل کا بیان ہے اس واقعہ میں ہابیل حق اور قابیل باطل کا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے جو انسانی ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیتا ہے کہ جہاں

حضرت آدم اور حضرت حوا جیسی بلند کردار ماں باپ کی اولاد میں شیطان نے حسد کی آگ بھڑکائی اور بالآخر روئے زمین میں پہلا ناحق خون بھائی نے اپنے ہی بھائی کا بہایا۔

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام نے زمین میں زندگی گزارنا شروع کی تو خداوند عالم نے چاہا کہ آدم کی نسل پوری زمین میں پھیلے اس مقصد کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں پہلے ایک فرزند اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹے کا نام قابیل اور بیٹی کا نام لیوزا رکھا گیا اور دوسری مرتبہ بھی ایک بیٹا اور بیٹی کی ولادت ہوئی بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام اقلیما رکھا گیا۔ جب یہ بچے بڑے ہوئے تو اللہ کے حکم سے قابیل کی شادی ایک جن زادلڑکی اور ہابیل کی شادی ایک حور سے کی گئی۔

اسی دوران قابیل کے علم میں یہ بات آئی کہ ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بعد منصب نبوت کے لئے منتخب ہو گئے ہیں اور وہی آدم علیہ السلام کے جانشین ہوں گے۔ قابیل نے اس معاملہ میں اعتراض کیا اور وہ حسد میں مبتلا ہوا۔ طے یہ پایا کہ قابیل اور ہابیل دونوں اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کریں گے اور جس کی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگی وہی حضرت آدم علیہ السلام کا جانشین قرار پائے گا۔ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں جبکہ قابیل زراعت کا کام کرتا تھا۔ ہابیل نے ایک دنبہ قربانی کیلئے پیش کیا جبکہ قابیل نے کچھ گندم قربانی کیلئے پیش کی۔ جب دونوں نے اپنی اپنی قربانی بارگاہ الٰہی میں پیش کی تو ایک شعلہ آیا اور اس نے ہابیل کی قربانی کو جلا دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ نے ہابیل کی قربانی کو قبول کر لیا ہے اور اسے حضرت آدم کی جانشینی کے لئے منتخب کیا ہے۔ آیت میں قربانی قبول کرنے کی وجہ تقویٰ الٰہی کو قرار دیا ہے۔ پس جو بندہ بھی اللہ کے نزدیک محترم ہونا چاہے اسے چاہیے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرے۔

اس واقعہ کے بعد قابیل کے حسد میں مزید اضافہ ہوا اور اس نے واضح طور پر ہابیل سے کہا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا مگر ہابیل نے اسے نصیحت کی لیکن ہابیل کی نصیحتوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور بالآخر اس نے اپنے ہی بھائی کو قتل کر دیا۔ اب قابیل پریشان ہوا کہ وہ اس لاش کا کیا کرے لہٰذا اللہ نے دو کوے بھیجے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مارا اور زمین کھود کر اسے دفن کر دیا۔ قابیل نے جب یہ ماجرا دیکھا تو وہ اپنے عمل پر پشیمان ہوا اور اظہار افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا: ''افسوس میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو زمین میں چھپا دوں''[۱]۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کوؤں کو اسی لئے بھیجا تھا تاکہ قابیل کو سمجھا سکیں کہ لاش کو کس طرح دفنایا جاتا ہے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد اس نے ہابیل کی لاش کو زمین میں دفن کر کے چھپا دیا۔

---

[۱] سورۂ مائدہ، آیت ۳۱۔

قتل کا گناہ

☆ آیت ۳۲ میں انسانی کرامت اور انسان کی قدر و قیمت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو بغیر کسی جرم کے قتل کرے تو گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا ہے اور اسی طرح کسی ایک نفس کو حیات بخشے تو گویا پوری انسانیت کو حیات بخشنے کے مترادف ہے۔

چند مشرکین کا انجام

☆ آیت ۳۳ کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ کچھ مشرکین مدینہ منورہ آئے اور مسلمان ہو گئے چونکہ وہ مریض تھے لہٰذا رسول خدا ﷺ کے حکم کے مطابق شہر کے بیرونی علاقہ میں چلے گئے جہاں آب و ہوا اچھی تھی۔ انہیں اس بات کی اجازت تھی کہ وہاں پر زکوۃ کی اونٹنیوں کے دودھ سے استفادہ کریں جب وہ وہاں پر ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے اونٹوں کے چرانے والے کو مختلف اذیتیں دے کر قتل کر ڈالا اور جانوروں کو اپنے ساتھ بھگا لے گئے اور اسلام سے بھی دستبردار ہو گئے۔ اس پر رسول خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا جب وہ گرفتار ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کرنے کا حکم دیا جو انہوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے قربت کیلئے وسیلہ کی تلاش کا حکم

☆ آیت ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے ساتھ وسیلہ کا حکم دے کر یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کیلئے تقویٰ کے ساتھ ساتھ وسیلہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ توسل نہ صرف جائز ہے بلکہ اللہ نے توسل کا حکم دے کر اسے انسان کو بارگاہ الٰہی سے قریب کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

چور کی سزا

☆ آیت ۳۸ میں سزا کے طور پر چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اور چور کے ہاتھ کاٹنے کے لئے شریعت مقدسہ میں چند شرائط بیان ہوئی ہیں:

۱۔ چوری قحط اور بھوک کی وجہ سے نہ ہو۔

۲۔ چوری کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔

۳۔ مال غلط فہمی کی وجہ سے نہ اٹھایا گیا ہو۔

۴۔ باپ بیٹے کا مال نہ ہو۔

۵۔ اعلانیہ طور پر نہ اٹھایا گیا ہو۔

۶۔ مال چور اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مشترک نہ ہو(۱)۔

مکتب اہل بیت علیہم السلام کے مطابق چور کا پورا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ چار انگلیاں کاٹی جائیں گی ۔کیونکہ انسان کی ہتھیلیاں ان اعضاء میں سے ہیں جن کا سجدہ کی حالت میں زمین پر لگنا ضروری ہے۔

چور کے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں تاریخ میں ایک مشہور واقعہ بیان ہوا ہے کہ بنی عباس کے خلیفہ معتصم کے دور میں ایک چور نے اپنی چوری کا اعتراف کیا اور اپنے لئے سزا کا مطالبہ کیا۔ معتصم نے دربار میں موجود تمام فقہاء سے سوال کیا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے؟ فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا کسی نے کہا کہ چور کا ہاتھ کہنی سے کاٹا جائے، کسی نے کہا گٹے سے کاٹا جائے۔

یہ اختلاف شدید ہوا اس وقت معتصم نے امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی دربار میں بلایا اور آپ علیہ السلام سے حکم شرعی دریافت کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چور کی صرف انگلیاں کاٹی جائیں۔آپ علیہ السلام نے اس حکم کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شریعت اسلام میں اعضائے سجدہ سات ہیں ان میں سے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی ہیں۔اور قرآن مجید میں اللہ کا فرمان ہے کہ: ''سجدہ کرنے کی جگہ اللہ کیلئے ہے(۲)۔'' لہٰذا اگر چور کا ہاتھ کہنی یا گٹے سے کاٹا جائے تو اس کے پاس سجدہ کیلئے ہتھیلی باقی نہیں بچے گی۔ معتصم نے آپ علیہ السلام کے جواب کو قبول کیا اور چور کی انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔

حکومت کرنا کس کا حق ہے؟

☆ آیت ۴۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ علما اور فقہاء کو کتاب اللہ کی حفاظت اور علم وفقاہت کی بنیاد پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جن کو حکومت کا حق حاصل ہے وہ ائمہ معصومین علیہم السلام اور علماء ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''ربانی'' امام کی طرف اور ''احبار'' علماء کی طرف اشارہ ہے(۳)۔

کفر اور فسق میں فرق

☆ آیت ۴۷ میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کو فاسق کہا گیا ہے۔اس سے پہلے

۱۔ انوار القرآن، ص ۱۵۴

۲۔ سورۂ جن، آیت ۱۸

۳۔ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۲۲

آیت ۴۴ میں ایسے شخص کو کافر اور آیت ۴۵ میں ظالم سے تعبیر کیا گیا ہے۔
حکم الٰہی کے خلاف فیصلہ کرنے کی وجہ اگر انکار ہے تو یہ کفر ہے اور اگر انکار نہیں بلکہ عملی انحراف ہے تو یہ فسق ہے اور دونوں صورتوں میں یہ شخص ظالم کہلائے گا۔ واضح رہے کہ خلاف قرآن فیصلہ کرنے والی عدالتوں پر بھی یہی حکم صادق آتا ہے کہ وہ عدالتیں بھی کافر و فاسق اور ظالم ہوں گی۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

☆ آیت ۵۴ کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کے راوی حضرت عمار یاسر اور حضرت حذیفہ وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں کے اوصاف یہ ہوں گے:

☆ وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

☆ اللہ بھی ان سے محبت کرے گا۔

☆ مومنین کے ساتھ عجز و انکساری سے پیش آئیں گے۔

☆ راہ خدا میں جہاد کریں گے۔

☆ راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کا حالت رکوع میں زکوۃ دینا

☆ آیت ۵۵ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کے حالت رکوع میں زکوۃ دینے کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام مسجد میں حالت نماز میں تھے سائل نے سوال کیا لیکن کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ سائل جب مسجد سے خالی ہاتھ جانے لگا تو اس نے یہ صدا دی: خدایا! میں تیرے در سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں، پس مولا علیہ السلام نے انگلی کے اشارے سے اسے قریب بلایا اور انگلی کو اس کی طرف بڑھائی جس میں انگشتری تھی اور سائل نے انگلی سے وہ انگوٹھی نکالی جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علامہ قوشجی نے "شرح تجرید" میں لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ قاضی یحییٰ نے "المواقف، ص ۴۰۵ میں اور شریف جرجانی نے "شرح مواقف، ج ۸، ص ۳۶۰" میں اسی بات کی تصریح کی ہے۔

اہل کتاب اور کفار سے قلبی لگاؤ کی ممانعت

☆ آیت ۵۷ میں اہل کتاب اور کفار کے ساتھ قلبی لگاؤ سے منع فرماتے ہوئے اس کے عوامل واسباب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ تمہارے دین اور تمہارے ایمان کا مذاق اڑائیں بھلا ایسے لوگوں سے قلبی لگاؤ اور محبت ممکن ہے؟ اگر کسی کو ایسے لوگوں سے محبت ہے تو یقیناً اسے اپنے ایمان کے بارے میں نظر ثانی کرنا چاہیے کیونکہ اس کا ایمان مشکوک ہے۔

اہل کتاب کے فسق وفجور کی نشاندہی

آیت ۶۲ اور ۶۳ کے مطابق اہل کتاب کے قول وفعل میں فسق وفجور کی نشاندہی کی گئی ہے کہ وہ قولاً اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں، مسلمانوں کو ذلیل اور ان کی تحقیر کرتے ہیں اور عملاً رشوت اور سود خوری جیسے برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے علماء اپنی قوم کو غلط کام کرتے دیکھ کر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ پس جب عوام فسق وفجور میں مبتلا ہوں اور علماء سکوت وخاموشی اختیار کریں تو یہ یہود ونصاریٰ کی خصوصیات ہیں۔

حجۃ الوداع اور واقعہ غدیر خم

☆ آیت ۶۷ یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر نازل ہوئی جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لاکھ سے زائد [1] حاجیوں کے مجمع میں حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا کہ:

"جس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی علیہ السلام مولا ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ھ ہجری میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ جب یہ خبر مسلمانان عالم تک پہنچی کہ اس مرتبہ حج کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لا رہے ہیں تو پورے عالم اسلام سے مسلمان جوق در جوق حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ فریضۂ حج انجام دینے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اصحاب اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہوئے اور غدیر خم کے مقام پر پہنچے۔ غدیر خم تک تمام حاجیوں کا راستہ مشترک تھا اس کے بعد راستے جدا ہوتے تھے اور ہر شخص کو اپنے شہر کی طرف عازم سفر ہونا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ہی غدیر خم پہنچے جبرئیل امین علیہ السلام وحی خداوندی کے ساتھ تشریف لائے اور حکم دیا کہ جس کام کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عائد کی گئی ہے اس کے اعلان کا وقت آ پہنچا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعلان کو تمام حاجیوں تک پہنچائیں۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۶۱

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مقام پر تمام حاجیوں کو رکنے کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جو آگے نکل چکے ہیں انہیں واپس بلایا جائے اور پیچھے آنے والوں کا انتظار کیا جائے۔ مسلمان سمجھ گئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی خاص اعلان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس بے آب وگیاہ تپتے ہوئے صحرا میں جہاں نہ پانی کا وجود ہے نہ سائبان کا، تمام حاجیوں کو رکنے کا حکم دینا ہی ایک غیر معمولی امر تھا۔ جب تمام حاجی جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اونٹوں کے پالانوں کا ایک منبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وثنائے پروردگار کے بعد تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو بالائے منبر بلا کر اُن کے ہاتھوں کو بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ:

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اِسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ، اور جو اس کی نصرت کرے تو اس کی نصرت فرما اور جو اس کی اعانت کرے تو اُس کی اعانت فرما(۱)۔"

اس حدیث کو امام احمد ابن حنبل نے چالیس طریقوں سے، ابن جریر نے ستر طریقوں سے اور بجستانی نے ایک سو بیس طریقوں سے روایت کیا ہے(۲)۔

اس واقعہ کو نقل کرنے والے مشہور صحابہ میں سے بعض کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت زیدؓ ابن ارقم

۲۔ حضرت ابو سعید خدریؓ

۳۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ

۴۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ

۵۔ حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ

۶۔ حضرت ابو ہریرہؓ

۷۔ حضرت براء ابن عازبؓ (۳)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان سن کر حاضرین میں

۱۔ کنز العمال، حسام الدین ہندی، ج ۱۱، ص ۶۰۹۔ مجمع الکبیر، طبرانی، ج ۵، ۱۹۳

۲۔ الغدیر، عبد الحسین امینی، بحوالہ بلاغ القرآن، محسن علی نجفی، ص ۱۶۱

۳۔ در منثور، ج ۲، ص ۵۲۸، طبع بیروت۔ فتح القدیر، ج ۳، ص ۵۷

مبارک باد کا شور بلند ہوا لوگ بڑھ چڑھ کر اس اعزاز و منصب پر حضرت علی علیہ السلام کو مبارک باد پیش کرنے لگے چنانچہ معروف صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف سے مبارک باد کے یہ الفاظ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں کہ انہوں نے کہا: ''مبارک ہو! اے ابن ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے(۱)۔''

ابو احمد غزالی اپنی کتاب ''سر العالمین'' میں کہتے ہیں:

''رخِ حقیقت سے پردہ اٹھ گیا اور تمام مسلمانانِ عالم حدیث غدیر خم اور خطبہ یوم غدیر کے متن پر متفق ہیں۔ جب پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔ اُس وقت حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابا الحسن! مبارک ہو مبارک ہو۔ آج آپ نے اس حال میں صبح کی کہ میرے بھی مولا ہیں اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے بھی مولا ہیں(۲)۔''

یہود و نصاریٰ کے بعض عقائد

☆ آیت ۶۹ تا ۸۷ تک کی آیات میں یہود و نصاریٰ کی خصلتوں اور ان کے بعض عقائد کو بیان کیا گیا ہے جس میں ان کا اپنے آپ کو اللہ کی برگزیدہ قوم خیال کرنا، حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دینا اور انہیں تین (باپ، بیٹا، روح القدس) میں سے ایک قرار دینا شامل ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا بیان اور حضرت مریم علیہا السلام کی صداقت و طہارت کا اعلان اور ان لوگوں کا حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلو سے کام لینا اور بنی اسرائیل پر انبیاء کی لعنت کو بیان کیا گیا ہے۔

ہجرت حبشہ

☆ آیت ۸۳ سے ۸۶ تک کی آیات میں اسلام کی پہلی ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس کی قیادت حضرت جعفر طیار علیہ السلام کر رہے تھے۔ یہ ہجرت حبشہ کی طرف تھی اسی لئے ''ہجرت حبشہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

مکہ مکرمہ میں انتہائی سخت مظالم برداشت کرنے کے باوجود مسلمان اپنے عقیدہ پر بدستور قائم تھے اور ہر حالت میں شکر خدا بجالاتے تھے۔ اس زمانے میں سب سے بڑی تکلیف یہ تھی کہ مسلمان آزادی سے اپنے دینی فرائض انجام نہیں دے سکتے تھے، اگر بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو کفار پتھروں کا مینہ برساتے، اگر نماز پڑھتے تو منہ پر طمانچے کھاتے، سجدہ کرتے تو ظالم سر پر گندگی پھینکتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے رہتے۔ عرصہ سے ان کی دلی خواہش تھی کہ کوئی ایسی

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۱۱، ص ۱۳۹

۲۔ شبہائے پشاور، صفحہ ۶۰۸، نقل از ''سر العالمین'' غزالی

جگہ مہیا ہو جہاں بے روک ٹوک وہ اپنے خالق کی عبادت کر سکیں۔

اس زمانے میں بادشاہ حبش کے عدل و انصاف کا بڑا چرچا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبش جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ گیارہ مرد اور چار عورتیں وہاں سے روانہ ہوئے۔ حبش پہنچ کر ان کو اپنے خیال کے مطابق امن و سکون کی زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ یہ واقعہ اعلان رسالت کے پانچ سال بعد کا ہے۔

مسلمانوں نے حبشہ کے مقام پر نجاشی کے یہاں پناہ لی۔ اس گروہ کی قیادت حضرت جعفر طیار علیہ السلام کر رہے تھے۔ ادھر مشرکین کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں تو انہوں نے عمرو ابن عاص وغیرہ کو بھیج دیا تا کہ ان لوگوں کو واپس لائیں۔ انہوں نے نجاشی کو تحفے تحائف دے کر مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا اور نجاشی سے کہا کہ یہ گمراہ لوگ ہیں، ہمارے یہاں فتنہ و فساد برپا کر کے آئے ہیں، یہ ہمارے بھی دشمن ہیں اور دین عیسیٰ کے بھی دشمن ہیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر طیار علیہ السلام سے صورت حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم نہ ان کے غلام ہیں نہ مقروض ہیں اور نہ کسی کو قتل کر کے آئے ہیں۔ ہم ان کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں پناہ لینے کی غرض سے آئے ہیں۔

حضرت جعفر طیار علیہ السلام نے حبشہ کے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے جلیل القدر سلطان! ہمارے خون کے پیاسے دشمنوں نے ہمارے متعلق جو بیان کیا ہے وہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چند سال قبل ہم ایک جاہل قوم تھے، خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے اور اپنے ہمسایوں کو ستاتے تھے، آئے دن لڑائی جھگڑے اور لوٹ مار سے کام تھا، ہم پر نہ کسی قانون کا تازیانہ تھا نہ کسی آئین کی پابندی، دنیا کی کون سی برائی تھی جو ہم میں موجود نہ تھی، اس ناگفتہ بہ حالت میں خدا کی نظر رحمت ہم پر ہوئی اور ہم ہی میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوا جو حد درجہ شریف طبع، نیک دل، ایماندار، نوع بشر کا سچا ہادی و رہنما اور بے غرض ہمدرد ہے۔ اس نے ہم کو دین اسلام کی تعلیم دی، اس نے ہم کو بتایا کہ ہمیشہ سچ بولا کرو، اپنے وعدوں کو وفا کرو، مصیبت زدوں پر رحم کرو، یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں پر شفقت کرو، ہمسایوں کو آرام پہنچاؤ، حاجت مندوں کی حاجت برآوری کرو، کسی کا حق نہ مارو، کسی پر ظلم نہ کرو، برے کاموں سے بچو، نیکیوں کی طرف مائل ہو، اس خدا کی عبادت کرو جو وحدہ لاشریک ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جب اس کی کوئی نعمت تم تک پہنچے تو خلوص کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کرو۔ پس ہم سب اس برگزیدۂ خدا پر جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبد اللہ علیہ السلام ہے ایمان لے آئے، ہم نے بت پرستی ترک کر دی اور بری باتوں کو چھوڑ دیا۔

یہ سن کر نجاشی دنگ رہ گیا اور کہا یہ تو بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغامات ہیں۔ اس نے حضرت جعفر علیہ السلام سے قرآن سنانے

کی فرمائش کی۔ آپ علیہ السلام نے سورۂ مریم کی چند آیات پڑھ کر سنائی تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور عمرو عاص کے منہ پر ایک طمانچہ مار کر اسے دربار سے باہر نکال دیا اور مسلمان ایک مدت تک وہاں سکون واطمینان سے رہے۔

یہ جناب جعفر طیار علیہ السلام کی ایک ایسی فتح تھی کہ جب فتح خیبر کے موقع پر وہ واپس آئے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں کس چیز پر زیادہ مسرت کا اظہار کروں فتح خیبر پر یا جعفر طیار علیہ السلام کے واپس آنے پر" حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نسیں موقع تھا کہ جب اسلام کے دو فاتح اکٹھے ہوئے اور یہ دونوں فاتح حضرت ابوطالب علیہ السلام کے فرزند تھے۔ ایک نے یہودیت کے محاذ کو فتح کیا اور دوسرے نے عیسائیت کے محاذ کو، ایک نے زور بازو سے اسلام کو قوت بخشی اور دوسرے نے زور بیان سے عظمت اسلام کو آشکار کیا۔

ترک دنیا کی مذمت

☆ آیت ۸۷ صحابہ کی اس جماعت کے بارے میں ہے جس نے رہبانیت اور ترک دنیا کا راستہ اختیار کیا تھا اور حلال خدا کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا۔ خدا کو ان کا یہ طریقہ پسند نہیں آیا اور ان کی تنبیہ کی کہ حلال خدا کو حرام نہ بناؤ اور نہ حلال چیزوں کے استعمال میں حد سے تجاوز کرو کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

شراب، جوا وغیرہ، شیطانی اعمال ہیں

☆ آیت ۹۰ سے ۹۲ تک میں شراب، جوا، بت پرستی اور پانسہ سب کو شیطانی اعمال سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان تمام بری صفات سے دووری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پروردگار عالم کے ارشاد کے مطابق شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور ان کے ذریعہ نماز اور اطاعت الٰہی واطاعت رسول سے روکنا چاہتا ہے۔

واضح رہے کہ اسلام نے شراب نوشی، قمار بازی (جوا) اور بت پرستی کو ایک ہی صف میں بیان کیا ہے اور سب کو "رجس" اور "عمل شیطان" سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے بعد شراب اور جوے کے مزید دو مفاسد کو بیان کیا ہے کہ ان کی وجہ سے سماجی معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے اور مذہبی زندگی میں انسان یاد خدا سے غافل ہوتا ہے جس کا مشاہدہ اکثر شرابیوں اور جواریوں کے حالات میں کیا جاتا ہے کیونکہ شرابی عقل سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور جواری جوے میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ یاد خدا سے مکمل غافل ہو جاتا ہے (۱)۔ شطرنج اور تاش کھیلنا بھی جوئے کی اقسام میں سے ہیں۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۲۵۲

جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا: یا اللہ، تو اس کو واضح بیان فرما۔ اس پر سورہ بقرۃ کی "آیت ۲۱۹" نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پھر بھی یہی دعا کی کہ: یا اللہ، اسے ہمارے لیے اور زیادہ صاف بیان فرما۔ اس پر سورہ نساء کی "آیت ۴۳" نازل ہوئی اور ہر نماز کے وقت پکارا جانے لگا کہ نشے والے لوگ نماز کے قریب بھی نہ آئیں۔ حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی بھی تلاوت کی گئی، انہوں نے پھر بھی یہی دعا کی: یا اللہ ہمارے لیے اس کا بیان مزید واضح کر۔ اس پر سورہ مائدہ کی "آیت ۹۱" اتری۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی اور جب ان کے کان میں آیت کے آخری الفاظ "فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (۱)" (کیا تم باز آؤ گے؟) تب بول اٹھے: "اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا" (ہم رُک گئے، ہم باز آئے) ۔(۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب کا سوال

☆ آیت ۹۳ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ شراب کے حرام ہونے کا حکم جب نازل ہوا تو اصحاب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو لوگ اس سے پہلے شراب پی کر مر گئے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ اگر انہوں نے تقویٰ سے کام لیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور یہ تقویٰ تین مرحلوں پر ضروری تھا:

۱۔ حکم شراب آنے سے پہلے باقی محرمات سے پرہیز کیا ہو۔

۲۔ حکم شراب آنے کے بعد شراب سے پرہیز کیا ہو۔

۳۔ شراب چھوڑنے کے بعد باقی گناہوں سے بھی پرہیز کیا ہو تاکہ نیک عمل کرنے والوں میں شمار ہو سکیں۔

حالت احرام میں شکار کی ممانعت

☆ آیت ۹۵ میں حالت احرام میں شکار سے منع کیا گیا ہے اور جو ایسا کرے گا اس پر کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے کے آداب

☆ آیت ۱۰۱ کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ بعض لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کرتے تھے جن کا تعلق نہ ان کے دین سے ہوتا تھا اور نہ دنیا سے جیسے کہ کسی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۹۱

۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، باب فی تحریم الخمر، حدیث: ۳۶۷۲۔ تفسیر المنار، ج ۷، ص ۵۹، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۵، ص ۷۳

کہاں ہے؟ فرمایا، جہنم میں ہے۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ "اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں......"

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلام سوال کرنے سے منع کرتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام غیر ضروری اور نامناسب سوالات کرنے سے منع کرتا ہے بلکہ روایات معصومین علیہم السلام میں سوال کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور سوال کو علم کی کنجی اور کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

ایام جاہلیت کی بعض رسموں کا رد

☆ آیت ۱۰۳ میں ایامِ جاہلیت کی بعض بری رسمیں بیان ہو رہی ہیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ وہ بعض جانوروں پر کوئی مخصوص نشان لگا کر چھوڑ دیتے تھے پھر ان جانوروں سے خدمات لینا یا ان پر سوار ہونا حرام سمجھتے تھے۔ وہ ان جانوروں کے مختلف نام رکھتے تھے۔ اللہ نے ان کے ان نظریات کو رد کر دیا اور فرمایا کہ اللہ نے یہ احکام مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کی خود ساختہ چیزیں ہیں۔

وصیت کا حکم

☆ آیت ۱۰۴ تا ۱۰۸ تک کی آیات کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ ایک مسلمان دو عیسائیوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام گیا، راستے میں مسلمان مریض ہو گیا اس نے سامان کی فہرست لکھ کر اپنے سامان میں رکھ دی اور دونوں ساتھیوں سے وصیت کی کہ میرا یہ سامان میرے گھر پہنچا دیں۔ مسلمان کا انتقال ہوا اور دونوں عیسائیوں نے اپنی پسند کا مال نکال کر باقی مال اس مسلمان کے گھر پہنچا دیا۔

مسلمان کے گھر والوں کو اس مال میں سے سامان کی فہرست بھی ملی اور جو مال موجود نہیں تھا اس کے بارے میں پوچھا تو عیسائیوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ان لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لی۔ بعد میں وہ مال ان عیسائیوں سے برآمد ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے وارثوں سے قسم لی اور مال ان کے حوالے کر دیا۔

اس آیت میں موت سے پہلے وصیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وصیت کرتے وقت دو عادل گواہوں کے موجود ہونے کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے اور حالت سفر میں اگر مسلمان گواہ نہ ملے تو غیر مسلم کو بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ

☆ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار کا ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ آسمانی (دسترخوان) کا مطالبہ اور اس کی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے آپ سے آسمان سے کھانے کا خوان مانگا تو آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اگر تم صاحب ایمان ہو تو؟ ان لوگوں نے اپنے مطالبہ کے جائز ہونے پر یہ دلائل بیان کئے کہ: اس دسترخوان سے کھانے کے بعد ہمیں اطمینان حاصل ہوگا۔ آپ کی نبوت کی صداقت پر ایک اور معجزہ کا اضافہ ہوگا اور دوسروں کے سامنے آپ کی صداقت کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے اللہ سے دعا کی اور نزول مائدہ (دسترخوان) کے ضمن میں اس کے فوائد و مصالح کی طرف اشارہ فرمایا کہ: نزول مائدہ (دسترخوان) پوری امت کے لئے عید بن جائے۔ امت عیسیٰ کے لئے ایک خصوصی نشانی کی حیثیت بن جائے۔ اللہ کی طرف سے پانے والے براہ راست رزق سے مالا مال ہو جائے۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آسمان سے دسترخوان نازل ہوا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی بندگی کا اقرار

☆ آیت ۱۱۶ سے ۱۱۸ تک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی بندگی کا اقرار کیا ہے اور اللہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا ہے کہ خدایا! میں نے کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، میں نے ان سے صرف وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے جب تک میں ان کے درمیان رہا ان پر گواہ رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو خود ہی ان پر نگران ہے اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو تو ہی غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

یعنی نبی ایسے سخت ترین حالات میں بھی نہیں چاہتا کہ اس کی قوم پر عذاب نازل ہو جائے اور انتہائی حسین لہجے میں اللہ سے بخشش کی گزارش کرتا ہے کہ بالآخر یہ سب تیرے ہی بندے ہیں۔

سچوں سے اللہ راضی

☆ آیت ۱۱۹ میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن اللہ ایسے افراد سے خوش اور راضی ہوگا جو سچے ہوں گے۔ اور اللہ کے نزدیک سچے وہ ہو سکتے ہیں جنہوں نے دنیا میں کوئی نافرمانی نہ کی ہو۔ ایسے افراد کے لئے جنت کی بشارت اور خدا

کی رضایت وخوشنودی کی خوشخبری ہے۔ حقیقی بندوں کے لئے اللہ کی رضایت وخوشنودی کے مقابلہ میں جنت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فضائل وخصوصیات:

گناہوں کی بخشش: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اس سورے کی تلاوت کرنے والے کا اجر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والے کو دس نیکیاں دی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے (۱)۔

ظلم وشرک سے محفوظ: امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمَائِدَةِ كُلَّ يَوْمِ خَمِيْسٍ لَمْ يَلْبِسْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ وَلَمْ يُشْرِكْ أَبَدًا (۲)

جو شخص جمعرات کے دن سورۂ مائدہ کی تلاوت کرے گا وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ کبھی آلودہ نہیں کرے گا اور کبھی شرک نہیں کرے گا۔

درد اور تکلیف سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کو لکھ کر گھر یا صندوق میں رکھے گا تو یہ اس چیز کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھے گا اور تلاوت کرنے والے کو درد اور ورم سے بچائے رکھے گا (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۳، ص ۲۵۷

۲۔ ثواب الاعمال، ص ۲۲۲

۳۔ الامان من الاخطار، ص ۸۹، بحوالہ تسکین روح

سورۂ انعام کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ انعام

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
انعام	8.7	06	55	مکہ مکرمہ	165	20	12227	3057

☆سورۂ انعام موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چھٹا (۶) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے پچپنواں (۵۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ عربی میں "انعام" چوپاییں کو کہا جاتا ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے میں بعض حیوانات کے حلال و حرام ہونے کا ذکر ہے اس لئے اسے سورۂ انعام کہا گیا ہے۔

اہم موضوعات:

۱۔ توحید سے منحرف گروہوں کا تذکرہ	۲۔ حیات کی قسمیں
۳۔ انسان کے پستی میں گرنے کے مراحل	۴۔ اقوام کی تباہی کا سبب
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی	۶۔ سیر و سیاحت کا حکم
۷۔ رحمت خدا وندی	۸۔ رسول خدا کو کفار کی پیشکش
۹۔ کسی کی مرضی کے خلاف ان کی باتیں سننے کی ممانعت	۱۰۔ دنیاوی زندگی لہو و لعب
۱۱۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے	۱۲۔ خطروں سے نجات دینے والی ہستی
۱۳۔ باغی افراد کو مہلت دینے کا فلسفہ	۱۴۔ اللہ کے لئے شریک کی نفی
۱۵۔ کفار کے مطالبے کی تردید	۱۶۔ کفار کی ایمان لانے کے لئے شرط
۱۷۔ دشمنان دین کی غفلت سے دوری کی ہدایت	۱۸۔ دین کا مذاق اڑانے والوں سے دور رہنے کا حکم
۱۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہترین طریقہ استدلال	۲۰۔ ظلم کی بدترین صورتیں
۲۱۔ ہوشیار اے انسان	۲۲۔ پروردگار عالم کی نشانیوں کا بیان
۲۳۔ آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھا جاسکتا	۲۴۔ مشرکین کے خداؤں کو برا کہنے کی ممانعت

۲۵۔انسان کی ہدایت اختیاری ہے	۲۶۔ہر قسم کے گناہ چھوڑنے کا حکم
۲۷۔حضرت حمزہ علیہ السلام کا اسلام لانا	۲۸۔اہلیت رکھنے والے دل ہی ہدایت قبول کرتے ہیں
۲۹۔رسول بھیجنے کا مقصد	۳۰۔مختلف جانوروں کا بیان
۳۱۔قتل اولاد کی مذموم رسمیں	۳۲۔پروردگار کی وسیع رحمت کا بیان
۳۳۔پروردگار کے مضبوط دلائل	۳۴۔دس اہم احکام کا بیان
۳۵۔ایک نیکی کا بدلہ دس اجر وثواب	۳۶۔ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا
۳۷۔توحید خالص	۳۸۔انسان مکمل طور پر خود مختار نہیں
۳۹۔فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے سورۂ انعام پہلا مکی سورہ ہے۔اس سورے کی تمام آیات ایک ہی ساتھ نازل ہوئیں۔اس سورے کے نزول کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مشایعت (ہمراہی) کر رہے تھے(۱)۔

توحید سے منحرف گروہوں کا تذکرہ

☆ پہلی آیت حقیقت میں تین قسم کے انحراف کرنے والے گروہوں کو جواب دے رہی ہے۔

پہلا گروہ: مادہ پرستوں کا ہے جو دنیا کو ازلی "قدیمی" سمجھتے تھے اور کائنات کو خلق کئے جانے کے منکر تھے۔

دوسرا گروہ: دو خداؤں کی پرستش کرنے والوں کا ہے جن کا ایک خدا نور ہے اور دوسرا ظلمت ہے یعنی وہ اس بات کے قائل تھے کہ ''نور'' کا خدا الگ ہے جو ہدایت دیتا ہے اور ''ظلمت'' کا الگ خدا ہے جو گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

تیسرا گروہ: مشرکین عرب کا ہے جو خدا کے لئے شریک وشبیہ کے قائل تھے(۲)۔

آیت میں ان تینوں گروہوں کے عقیدہ کو رد کیا گیا ہے جو کائنات کو ازلی، یا کائنات کے لئے خدا یا اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک سمجھتے تھے۔آیت نے واضح کر دیا کہ کائنات کا خالق بھی اللہ ہے اور نور وظلمت کا بھی وہی خالق ہے اور اس خلق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۱۔تفسیر مجمع البیان، ج ۴، ص ۴۲۱

۲۔تفسیر نمونہ، ج ۵، تفسیر ذیل آیت مورد بحث

اس آیت میں ''نور'' اور ''ظلمات'' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان الفاظ پر غور کریں تو ایک اہم نکتہ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہمیشہ لفظ ''نور'' مفرد (واحد) کے صیغہ کے ساتھ اور ''ظلمات'' جمع کے صیغہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حق کا ایک ہی راستہ ہے اور باطل کی راہیں زیادہ۔ ''نور'' وحدت اور توحید کی علامت ہے اور ''ظلمات'' انتشار اور پراگندگی کی نشانی ہے۔

حیات کی قسمیں

☆ آیت ۲ کے مطابق خداوند عالم نے انسان کی حیات کے لئے دو قسم کی مدتوں کو مقرر کیا ہے۔ ایک حتمی مدت ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تب انسانی عمر ختم ہو جاتی ہے اور دوسری مدت زمانی مدت جو خود ہمارے اپنے کردار سے متعلق ہوتی ہے جیسے چراغ میں تیل موجود ہوتا ہے لیکن اسے طوفانی ہواؤں کے رُخ پر رکھ دینے سے جلد بجھ جاتا ہے[1]۔ یعنی انسان کے کچھ اعمال ایسے ہیں جو انسان کی عمر میں اضافہ یا کمی کا باعث بنتے ہیں جیسے صلہ رحمی، صدقہ، زکوۃ اور دُعا وغیرہ جو عمر میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں جبکہ قطع رحمی اور ظلم وغیرہ انسان کی عمر میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔

انسان کے پستی میں گرنے کے مراحل

☆ آیت ۴ اور ۵ کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکین اور مفاد پرست لوگوں کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے کہ وہ آیاتِ الٰہی کو جھٹلاتے ہیں اور حق کی تکذیب کرتے ہیں۔ آج کے جدید دور کے پڑھے لکھے جاہل بھی آیاتِ الٰہی اور اسلام و قرآن مجید کے نظامِ حیات کو سمجھے بغیر دین اسلام اور دیندار لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خبردار کر رہا ہے کہ جس حق کا تم مذاق اڑاتے ہو عنقریب اس کی فتح کی خبر سنو گے اور آخرت میں عذابِ الٰہی کے ذریعے مذاق اڑانے کا مزہ چکھو گے۔ ان دونوں آیتوں پر غور کریں تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ انسان تین مراحل میں پستی کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ حق سے روگردانی۔

۲۔ حق کی تکذیب (یعنی حق کو جھٹلانا)۔

۳۔ حق کا مذاق اڑانا۔

اقوام کی تباہی کا سبب

☆ آیت ۶ کے مطابق اللہ کسی بھی قوم کو اس وقت تباہ و برباد کرتا ہے جب وہ بحیثیت قوم گناہ کے دلدل میں پھنس جائے کیونکہ اس آیت میں سابقہ قوموں کی تباہی کا سبب ان کے گناہ قرار دیئے گئے ہیں۔

۱۔ تفسیر نور، تفسیر ذیل آیت مورد بحث

رسولِ خدا ﷺ کو تسلی

☆ آیت ۱۰ میں رسولِ خدا ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے تمام سابق انبیاء کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ انبیاء کا مذاق اڑانے والوں کو اخروی عذاب تو ملے گا ہی مگر دنیا میں بھی ان پر خدائی قہر و غضب نازل ہوا اور ان کی سازشیں خود ان کے لئے وبالِ جان بن گئیں۔

سیر و سیاحت کا حکم

☆ آیت ۱۱ میں خداوند عالم اپنے بندوں کو زمین میں سیر و سیاحت کا حکم دیتا ہے تاکہ سابقہ امتوں کے حالات سے باخبر ہوں اور یہ جان لیں کہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے کس طرح نیست و نابود ہوئے۔

قرآن مجید میں چھ مرتبہ "سیروا فی الارض (۱)" کے تحت زمین میں سیر و سیاحت کا حکم آیا ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیر مسلمین نے ہم سے زیادہ اس حکم پر عمل کیا ہے اور انہوں نے اسلامی ممالک کی ایک ایک بالشت زمین چھان ماری ہے اور مسلمانوں کے قدرتی وسائل، معدنی ذخائر، قوت اور کمزوری کے نقاط، تہذیبی، ثقافتی اور علمی آثار، خطی اور قلمی کتابوں اور ان کے علوم و فنون سے آگاہ ہو کر انہیں اٹھا کر لے گئے اور مسلمان خوابِ غفلت میں پڑے رہے اور اب تک غفلت کی میٹھی نیند سوئے ہوئے ہیں (۲)۔

رحمتِ خداوندی

☆ آیت ۱۲ کے مطابق خداوند عالم نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کر لیا ہے۔ "كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" یعنی اس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دے دیا ہے۔ یہ جملہ پورے قرآن مجید میں "دو مرتبہ" آیا ہے اور دونوں مرتبہ اسی سورے میں آیا ہے۔ ایک مرتبہ اسی آیت میں اور دوسری مرتبہ آیت ۵۴ میں۔

کائنات کا وجود رحمتِ خداوندی کا مرہونِ منت ہے اور رحمتِ الٰہی ہر چیز پر اور ہر جگہ حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں اسی طرح اپنی ذات کے لئے بھی وظائف مقرر کئے ہیں، جن میں سے ایک وظیفہ "ہدایت کرنا ہے" چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (۳)" یعنی ہدایت کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے۔ دوسرا

۱۔ سورۂ آل عمران، ۱۳۷۔ سورۂ انعام، ۱۱۔ سورۂ نمل، ۶۹۔ سورۂ عنکبوت، ۲۰۔ سورۂ روم، ۴۲۔ سورۂ سبا، ۱۸

۲۔ تفسیر نور، تفسیر آیت ۱۱

۳۔ سورۂ لیل، آیت ۱۲

وظیفہ رزق دینا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا "عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱)" یعنی رزق دینا خدا کے ذمہ ہے۔ تیسرا "لطف اور رحم کرنا ہے" چنانچہ ارشاد ہوا "كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" یعنی اس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دے دیا ہے۔ البتہ رحمت الٰہی کے حصول کی شرط بندگان خدا پر رحم کرنا ہے۔ حدیث مبارک ہے کہ "مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ (۲)" یعنی "جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا" رحمت خداوندی کی کوئی حد نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "رحمت خداوندی (گویا) سو، درجے کی ہے جن میں سے اللہ تعالیٰ ایک درجے کے ساتھ دنیا میں جبکہ قیامت کے دن تمام سو، درجوں کے ساتھ اپنے بندوں کے ساتھ برتاؤ کرے گا(۳)۔"

رسول خداؐ کو کفار کی پیشکش

☆ آیت ۱۴ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ مکہ مکرمہ کے کچھ افراد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیش کش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غربت کی وجہ سے بتوں سے دوری اختیار کی ہوئی ہے لہٰذا ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ آپ کو مکمل طور پر بے نیاز کر دیں اور آپ ہماری مخالفت سے باز رہیں۔ کفار کی اس پیشکش کے مقابلہ میں حکم خداوندی نازل ہوا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا سرپرست بناؤں؟ یعنی ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

☆ آیت ۱۶ کی تفسیر کے ذیل میں مختلف تفاسیر میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: "اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں نہیں جائے گا" لوگوں نے سوال کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی؟" فرمایا: "میں بھی! مگر یہ کہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں کو سر پر رکھ کر اسی آیت کی تلاوت فرمائی(۴)۔

کسی کی مرضی کے خلاف ان کی باتیں سننے کی ممانعت

☆ آیت ۲۵ میں ان مشرکین کا تذکرہ ہے جو کبھی کبھی کان لگا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنا کرتے تھے لیکن اللہ

۱۔ سورۂ ہود، آیت ۶

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۸۰

۳۔ تفسیر ظلال القرآن اور تفسیر آلوسی

۴۔ تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر نور الثقلین، بحوالہ تفسیر نور

نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو نہ سمجھ سکیں۔
اس آیت کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ابو سفیان، ولید ابن مغیرہ، عتبہ، شیبہ اور نضر ابن حارث خانہ کعبہ کے باہر کھڑے ہو کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کو غور سے سننے لگے، سب نے "نضر ابن حارث" سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا پڑھ رہے ہیں؟ "اس نے کہا" رب کعبہ کی قسم! میں نہیں سمجھ رہا کہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ البتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے قصے کہانیاں میں بھی تم سے بیان کرتا رہتا ہوں۔" جس پر یہ آیت نازل ہوئی (۱)۔

دنیاوی زندگی، لہو ولعب

☆ آیت ۳۱ اور ۳۲ پر غور کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب انسان قیامت کے دن اپنی دنیاوی زندگی کا جائزہ لے گا تو محسوس کرے گا کہ اس کا اکثر وقت بے فائدہ کاموں میں گزرا اور بہت ہی کم عرصہ اس نے اللہ کی راہ میں زندگی بسر کی۔ آیت میں دنیاوی زندگی کو لہو ولعب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ جو آخرت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی زندگی لہو ولعب اور کھیل تماشہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا کو کھیل تماشہ کہنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کی نظر میں دنیاوی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی زندگی اخروی زندگی سے متصادم نہ ہو یعنی اس دنیا میں انسان کوئی ایسا کام نہ کرے جو اخروی زندگی کے لئے نقصان دہ ہو۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا در حقیقت اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے

☆ آیت ۳۳، ۳۴ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو تضحیک اور تکذیب ہو رہی ہے یہ در حقیقت اللہ کی تکذیب ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس راستہ میں تمام انبیاء کو اسی قسم کے مراحل سے گزرنا پڑا ہے اور یاد رکھیں کہ اللہ کی طرف سے فتح و نصرت ہمیشہ اس کے نبیوں کی مقدر رہی ہے۔

خطروں سے نجات دینے والی ہستی

☆ آیت ۴۰ اور ۴۱ کے مطابق مصیبت یا موت کا خطرہ جب سامنے نظر آ جائے تو انسان ہر چیز کو فراموش کر کے ایسی قوت کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اسے اس خطرے سے نجات دے۔ وہ وہی ذات ہے جس نے اس کائنات کے ذرے ذرے کو وجود بخشا ہے۔

۱۔ تفسیر نور، تفسیر آیت، مورد بحث

باغی افراد کو مہلت دینے کا فلسفہ

☆ آیت ۴۴ میں واضح بیان ہوا ہے کہ اللہ بندے کو بغاوت کرتے ہی عذاب نہیں دیتا بلکہ بعض اوقات اس پر نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور جب بندہ پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے تو اچانک عذاب نازل کر دیتا ہے اور اسے اس کی اوقات بتا دیتا ہے۔ پس جس طرح اللہ مشکلات اور مصائب کے ذریعے اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے اسی طرح نعمتوں کی فراوانی اور خوشحالی کے ذریعہ بھی امتحان لیتا ہے۔ چنانچہ مومن خوشحالی کے ایام میں شکر خداوندی انجام دیتا ہے اور غیر مومن خوشحالی کے زمانہ میں تکبر و غرور کا شکار ہوتا ہے۔

اللہ کے لئے شریک کی نفی

☆ آیت ۴۶، ۴۷ میں اللہ کے شریک کی نفی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں مختلف آیات میں اللہ کے لئے کسی شریک کے وجود کی نفی کی گئی ہے۔ یہ آیات واضح دلیل ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی ذات موجود نہیں جو انسان سے نقصان کو دور کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔ یہاں ہم سے سوال کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تمہاری آنکھیں اور کان کی قوت، بصارت وسماعت چھین لے تو کیا پتھر کے یہ بت تمہیں یہ چیزیں واپس دلا سکیں گے؟ اگر نہیں دلا سکتے تو اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے ان پتھروں کو کیوں شفیع و موثر سمجھتے ہو اور اپنے آپ کو ظالموں میں شامل کر کے عذاب کے حقدار کیوں بناتے ہو؟

کفار کے مطالبہ کی تردید

☆ آیت ۵۰ میں کفار کے مطالبہ کو رد کیا گیا ہے جو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کرتے تھے۔ وہ کبھی کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعمتوں کے انبار لگا دیجئے تو ہم ایمان لائیں گے، کبھی کہتے تھے کہ ہمیں غیب کی خبریں دیں اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے پینے پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ شانِ رسالت کے خلاف ہے۔ کفار کے ان مطالبات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے رد کر دیا اور فرمایا کہ میں نہ خدائی خزانوں کا مالک ہوں، نہ ذاتی طور پر عالم الغیب ہوں اور نہ کوئی فرشتہ ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور احکام خداوندی کی تبلیغ کے لئے آیا ہوں ماننا ہو تو مان لو ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔

ایمان لانے کے لئے کفار کی شرط

☆ آیت ۵۲ کے مطابق کفار قریش نے اپنے ایمان لانے کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غرباء اور فقراء کو اپنی محفل میں نہ آنے دیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ پروردگار عالم

نے ان کے اس مطالبے کو ٹھکرانے کے ساتھ غریب مومنین کی تعریف بھی کردی۔

پس آج بھی اگر کوئی شخص کسی غریب کو اپنی محفل میں آنے سے روکتا ہے یا اس سے نفرت کا اظہار کرتا ہے تو اسے اپنے ایمان کے بارے میں نظرِ ثانی کرنا چاہیے کیونکہ صاحبانِ ایمان کے دل میں امیر و غریب سب برابر ہوتے ہیں اگر امیر و غریب کے درمیان فرق کا تصور آجائے تو پھر یہ خدا اور رسول پر ایمان نہ ہوگا بلکہ اپنی حیثیت اور شخصیت پر ایمان لانا ہوگا اور اسلام ایسے ایمان کو قبول نہیں کرتا جہاں شخصیت پرستی اور قوم پرستی کارفرما ہو۔

دشمنانِ دین کی محفل سے دوری کی ہدایت

☆ آیت ۶۸ میں بہترین اخلاقی تعلیم موجود ہے جو ہر دور کے انسان کے لئے قابلِ عمل ہے۔ وہ یہ ہے کہ دشمنانِ دین کی محفلوں سے منہ موڑ لیں اور جس وقت وہ دین اور دیانتداری کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ان کی اس محفل میں نہ بیٹھیں اور اگر بھولے سے بیٹھ بھی گئے ہوں تو متوجہ ہونے پر فوراً اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے بائیکاٹ کے ذریعے ایسے لوگوں سے اپنی بیزاری کا اعلان کریں اور جب تک کوئی دوسری معقول گفتگو شروع نہ کی جائے ان کی محافل میں نہ بیٹھیں۔

دین کا مذاق اڑانے والوں سے دور رہنے کا حکم

☆ آیت ۷۰ میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جو لوگ دین کو کھیل تماشہ تصور کرتے ہیں ان کے ساتھ تعلقات کو قطع کرو لیکن انہیں بالکل نظرانداز نہ کرنا بلکہ انہیں قرآنی تعلیمات سے آگاہ بھی کرتے رہنا اور جو شخص دین کو کھیل تماشہ سمجھے اس کے لئے دردناک عذاب بیان ہوا ہے۔

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص دین سے غفلت برتے گا وہ دنیا کے فریب میں مبتلا ہوگا اور فریب دنیا میں مبتلا شخص کو آخرت میں ہلاکت اور نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہترین طریقہ استدلال

☆ آیت ۷۴ سے ۹۰ تک کی تقریباً تمام آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مربوط ہیں۔ حضرت ابراہیم کا چچا علیہ السلام آزر نمرود کا وزیر اور بت کدے کا انچارج تھا(۱)۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو بت پرستی سے روکا اور انہیں بتایا کہ میں آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

---

۱ تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۷۳۷۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استدلال کو بیان کیا گیا ہے جو آپ نے وجود پروردگار کے بارے میں پیش کیا۔ آپ نے بہترین دلیلوں کے ذریعہ ان تمام گروہوں کو رد کیا ہے جو ستارے، چاند اور سورج کی پرستش کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے ان کے عقیدے کو سوال کی شکل میں بیان فرمایا ہے اس کے بعد اسی سوال کا جواب بھی دے دیا ہے اس طرح آپ نے قوم کے باطل نظریات کو رد فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ چاند، ستاروں اور سورج کو خدا مانتے تھے۔ اسی لئے آپ نے جب سب سے پہلے ستارے کو طلوع ہوتے دیکھا تو سوال کیا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب ستارا ڈوب گیا تو اعلان کیا کہ ڈوبنے والی شے قابل پرستش نہیں ہو سکتی۔ اس طرح ستارہ پرستوں کو آپ نے بہترین دلیل کے ذریعے سے خاموش کروا دیا کہ جو شے خود ڈوب جائے وہ کسی کو کیا بچا سکتی ہے۔

اس کے بعد جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا یہ میرا پروردگار ہے؟ اور جب اسے بھی غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر میرا رب میری ہدایت نہ کرتا تو میں یقیناً گمراہ ہو جاتا۔ اس طرح آپ نے چاند کی پرستش کرنے والوں کو جواب دیا کہ جو شے خود غروب ہو جائے وہ کسی اور کو کیا روشنی دے سکتی ہے۔

آخر میں جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ اور یہ پہلے والے دونوں (ستارے اور چاند) سے بڑا ہے، جب سورج غروب ہوا تو فرمایا کہ اے قوم! گواہ رہو میں مشرک نہیں ہوں میں خدائے واحد کو تسلیم کرنے والا ہوں۔ پس میں نے اپنا رخ اس پروردگار کی طرف کیا ہے جس نے زمین و آسمان کو خلق کیا ہے اور میں ہر قسم کے شرک سے محفوظ ہوں۔

ظلم کی بدترین صورتیں

☆ آیت ۹۳ میں ظلم کی تین بدترین صورتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس ظلم کو انجام دینے والے مشرکین ہیں۔

۲۔ جس شخص پر وحی نازل نہ ہوئی ہو اس کا نزول وحی کا دعویٰ کرنا۔ اس ظلم کی نسبت کفار مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیتے تھے کہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ عبداللہ کا بیٹا ایک جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔

۳۔ کسی شخص کا قرآن مجید جیسی کتاب کے نازل کرنے کا دعویٰ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کی ذات مقدس کا مذاق اڑانے والے بھی ظالموں میں سے ہیں۔ احادیث کے مطابق یہ

مذاق اڑانے والا عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح تھا(۱)۔ **قرآن کی نظر میں ہر وہ شخص جو خدا اور اس کے رسول کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے خواہ وہ کسی بھی منصب پر فائز ہو۔**

ہوشیار! اے انسان

☆ آیت ۹۴ میں انسان کو خبردار کیا جارہا ہے کہ اے انسان! اس دنیا میں تو اکیلا ہی آیا تھا اور ہماری بارگاہ میں تمہاری واپسی بھی تنہا ہی ہوگی لیکن افسوس ہے تم پر کہ دیکھو تم ہماری بارگاہ میں خالی ہاتھ آرہے ہو نہ سامان دنیا کام آرہا ہے اور نہ وہ خدا (بت) کام آرہے ہیں جن کا تم کلمہ پڑھا کرتے تھے۔ یہ آیت انسانی زندگی کی بہترین تصویر کشی کر رہی ہے کہ جب انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے تو عریاں، محروم، بے بس اور خالی ہاتھ ہوتا ہے نیز جب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو بھی محروم، بے بس اور خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ درمیان میں کچھ دیر کے لئے خواہشات میں مگن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لئے یہاں رہنا ہے۔

پروردگارِ عالم کی نشانیوں کا بیان

☆ آیت ۹۵ سے ۱۰۰ تک میں پروردگار عالم نے کفار کے مقابلہ میں اپنی مختلف نشانیوں کا تذکرہ کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وہ دانے کو شگافتہ کرنے والا ہے۔ یہ اس کی قدرت ہے کہ دانہ کو دونوں طرف سے شگافتہ کرتا ہے ایک طرف سے جڑ تیار ہوتی ہے اور دوسری سے تنا بنتا ہے۔

۲۔ وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ گل سڑ جانے والے دانے سے درخت اگاتا ہے اور ہرے بھرے درخت سے بے جان بیج پیدا کرتا ہے۔

۳۔ وہ نورِ سحر کا اجاگر کرنے والا اور رات کے اندھیرے کو چیر کر اجالے کو سامنے لانے والا ہے۔

۴۔ اس نے رات کو سکون کے لئے اور چاند اور سورج کو حساب و کتاب کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ انسان کی زندگی کا کاروبار چلتا رہے۔

۵۔ اس نے ستاروں کے ذریعہ رہنمائی کا منظم و مرتب نظام بنا دیا ہے جس سے بے سہارا مسافروں کو صحرا میں

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۸۸

راستہ مل جاتا ہے۔

۶۔ اس نے تمام انسانوں کو ایک آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے پھر ہر ایک کے لئے الگ پہچان قرار دی ہے۔

۷۔ اس نے پانی برسا کر مردہ زمینوں کو زندہ کیا ہے۔

۸۔ اس نے بالیاں اور گچھے پیدا کئے ہیں جن کی بناوٹ بتاتی ہے کہ کسی مدبر و مصوّر نے سجا کر رکھے ہیں۔

۹۔ اس نے کھجور کے درخت اونچے بنائے تو گچھے نیچے کر دیئے تاکہ استفادہ میں آسانی ہو۔

۱۰۔ اس نے پھلوں کو آپس میں مشابہ بھی بنایا اور مختلف بھی بنایا جو خود ایک مستقل قدرت کی دلیل ہے۔

۱۱۔ اس نے پھلوں کو پیدا کر کے پکا دیا ہے اور پکانے سے لذت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ان تمام باتوں میں صاحبانِ ایمان کے لئے نشانیاں ہیں اس کے بعد بھی اگر انسان ایمان نہ لائے تو یقیناً یہ اس کی بدبختی اور نالائقی کی نشانی ہے۔

آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھا جاسکتا

☆ آیت ۱۰۳ میں خداوند عالم نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ نگاہیں خدا کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا وجود ایسا نہیں ہے جو نگاہوں کی حس و ادراک کے دائرے میں آجائے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ”آنکھیں صرف ان چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں جو رنگ اور کیفیت پر مشتمل ہوں، اللہ تو رنگوں اور کیفیت کا خالق ہے[1]“۔

مشرکین کے خداؤں کو برا کہنے کی ممانعت

☆ آیت ۱۰۸ میں اللہ صاحبانِ ایمان کو اس بات سے منع کر رہا ہے کہ وہ مشرکین کے خداؤں کو گالی نہ دیں کیونکہ وہ جاہلی تعصب کی بناء پر اس کے مقابلے میں اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے لہٰذا اس سے اجتناب کریں۔

پس گالی اور برے الفاظ ادا کرنا اپنی جگہ ایک برا عمل ہے اور اسلامی تعلیمات میں اس برے کام کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں پر یہ غلط فہمی نہ ہو کہ برائت (بیزاری) اور سب (گالی) ایک چیز ہی ہے۔ پاک کردار لوگ بدکردار لوگوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو برائت ہے جبکہ گالم گلوچ گھٹیا لوگوں کا کام ہے لہٰذا اعلیٰ کردار کے حامل افراد برائت کرتے ہیں سب (گالم گلوچ) نہیں کرتے۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۹۰

انسان کی ہدایت اختیاری ہے

☆ آیت ۱۱۲ میں اللہ بیان کر رہا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا اور جنات یا انسان میں سے کسی کو نبی کا دشمن قرار نہ دیتا لیکن اللہ کی مشیت یہ ہے کہ حق و باطل دونوں کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے اور ہر دور میں ابراہیم علیہ السلام و نمرود، موسیٰ علیہ السلام و فرعون، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابوجہل اور حسین علیہ السلام و یزید میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا کردار ادا کرنے کا موقع مل جائے تاکہ اللہ کی دلیل اور حجت تمام ہو اور یہ حجت دل اور ضمیر سے ایمان کا حصول چاہتی ہے۔ اگر ہدایت کے حصول کے لئے طاقت ہی استعمال کرنا ہوتی تو یہ کام اللہ کے لئے بہت ہی آسان تھا۔

ہر قسم کے گناہ چھوڑنے کا حکم

☆ آیت ۱۲۰ میں اللہ ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کو ترک کرنے کا حکم دے رہا ہے اور جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں عنقریب وہ اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

ظاہری گناہ میں غیبت، جھوٹ، چوری، خیانت اور قتل وغیرہ شامل ہیں۔ پوشیدہ اور باطنی گناہ میں نفاق، تکبر، غرور، حسد، لالچ، مومن سے بغض، خود پسندی اور حب دنیا (دنیا کی محبت) وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت حمزہ علیہ السلام کا اسلام لانا

☆ آیت ۱۲۲ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضرت حمزہ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت اذیت پہنچائی ہے تو فوراً ابوجہل کے پیچھے گئے اور جب ابوجہل مل گیا تو حضرت حمزہ نے اس کے سر پر ایک زوردار مکا مارا۔ پھر فرمانے لگے "میں آج سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا رہا ہوں" چنانچہ اس وقت سے آخر عمر تک اسلام کے ایک مومن اور جری فوجی سردار بن کر رہے[1]۔

اہلیت رکھنے والے دل ہی ہدایت قبول کرتے ہیں

☆ آیت ۱۲۵ کے مطابق جو انسان ہدایت کی اہلیت اور نفس کی طہارت کا حامل ہو اور جس کے پاس قبول حق کے لئے وسیع ظرف موجود ہو اللہ ایسے شخص کے سینے کو کشادہ کرے گا اور جس شخص کو خود اس کے اعمال بد کی وجہ سے اللہ گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے اللہ اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اچھی باتیں سن کر اس کا دم گھٹتا ہے۔

۱۔ تفسیر نور، سورۂ انعام، آیت مورد بحث

رسول بھیجنے کا مقصد

☆ آیت ۱۳۱ میں اشارہ ہے کہ اللہ کا رسولوں کو بھیجنے کا مقصد بندوں پر اپنی حجت تمام کرنا ہے تا کہ قیامت کے دن کوئی شخص عذر پیش نہ کر سکے کیونکہ کسی شخص کو وجہ بتائے بغیر عذاب دینا عدالت الٰہی کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھی اتمام حجت کے بغیر عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

مختلف جانوروں کا بیان

☆ آیت ۱۳۶ سے ۱۵۰ تک میں تقریباً حلال جانوروں کی تمام قسموں اور حرام جانوروں کا بیان ہے اللہ نے حلال جانوروں کی قسموں کو بیان کرنے کے بعد کفار سے سوال کیا ہے کہ جن جانوروں کو تم اپنے اوپر حرام قرار دیتے ہو ان کے حرام ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟

یہ لوگ جانوروں کو اپنے خود ساختہ خداؤں کیلئے نذر کرتے تھے، ان نذروں کو کھانے کی اجازت ان خداؤں کے خدمت گزار مردوں کو تھی عورتوں کو نہیں تھی۔

قتل اولاد کی مذموم رسمیں

☆ آیت ۱۴۰ پر غور کریں تو زمانہ جاہلیت میں عربوں کی ذہنیت کا پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کس طرح اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے۔ دور جاہلیت کے عرب، بتوں کا قرب حاصل کرنے یا اپنی آبرو بچانے کے خیال سے اپنی لڑکیوں کو یا تو بتوں کی قربانی کر دیا کرتے تھے یا پھر انہیں زندہ در گور کر دیتے تھے۔

ایک شخص نے اپنی پریشانی کا سبب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان الفاظ میں بیان کیا: ''خدا نے زمانہ جاہلیت میں مجھے ایک بیٹی عطا کی، میں چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دوں لیکن میری بیوی اس سے مانع ہوئی۔ لڑکی جوان ہوگئی، اس کی خواستگاری (رشتہ) کے لئے لوگ آنے لگے، میری غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی اور اُس کا غیر شادی شدہ رہنا بھی مناسب نہیں تھا آخر اسے ایک دن جنگل میں لے گیا اور کنویں میں پھینک دیا۔ وہ جتنا چیختی چلاتی رہی میں نے ذرہ بھر پرواہ نہیں کی۔ یہ سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کیا اور فرمایا: ''اگر گذشتہ خطائیں معاف نہ کر دی ہوتیں تو تجھے سخت سزا دیتا(۱)۔''

پروردگار کی وسیع رحمت کا بیان

☆ آیت ۱۴۷ میں اللہ کی وسیع رحمت کا بیان ہے اور رحمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ مومن اور مجرم ایک ہی جگہ، ایک

۱۔ تفسیر نور، ذیل تفسیر آیت مورد بحث

ہی صف میں رکھے جائیں بلکہ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب مجرم جرم ترک کر کے رحمت کے دروازے تک آ جائے تو اسے قبول کیا جائے۔

پروردگار کے مضبوط دلائل

☆ آیت ۱۴۸ اور ۱۴۹ کے مطابق مشرکین کے نظریات کو باطل ثابت کرنے کے لئے خداوند عالم کے پاس نتیجہ خیز دلائل موجود ہونے کا بیان ہے۔

اس پہلی آیت کا شان نزول یہ بیان ہوا ہے کہ کفار مکہ جب مسلمانوں سے بحث ومباحثہ میں ہر طرح سے عاجز آتے تو وہ مشیت خدا کی بحث نکال کر کہتے کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم گمراہ ہوتے اور نہ ہمارے باپ دادا گمراہ ہوتے پروردگار عالم نے ان کے اس باطل نظریہ کو رد فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم سے پہلے والوں نے بھی ہماری آیات کی تکذیب کی تو انہوں نے اپنے کئے کا عذاب چکھ لیا۔ اور رہی تمہاری بات! تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسا علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو کہ اللہ نے تمہاری ہدایت نہیں چاہی ہو؟ یہ صرف تمہارا گمان اور قیاس آرائیاں ہیں۔ اللہ کے پاس تو نتیجہ خیز دلائل ہیں اگر وہ چاہتا تو تمہاری ہدایت کر دیتا۔

خلاصہ یہ کہ کفار مشیت اور مرضی میں فرق نہیں کرتے تھے۔ اس فرق کو خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ خدا کی مرضی وہی ہے جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے حلال وحرام اور امر ونہی کی صورت میں ظاہر کر دی ہے۔ پس جو شخص جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ مشیت کے معنی ارادہ کے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر خدا یہ ارادہ کرتا کہ تمام انسان راہِ راست پر آ جائیں تو ضرور آتے مگر خدا نے یہ چاہا ہی نہیں بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنے ارادہ واختیار سے اچھی یا بری راہ کا انتخاب کرے۔

دوسری آیت کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا میرے بندے! کیا تو علم رکھتا تھا؟ اگر کہے ہاں تو فرمائے گا تو تُو نے اپنے علم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اگر کہے نہیں تو فرمائے گا تو تُو نے سیکھا کیوں نہیں تاکہ عمل کر سکے۔ یہی حجت بالغہ (اللہ کے نتیجہ خیز دلائل) ہیں۔ (۱)"۔

دس اہم احکام کا بیان

☆ آیت ۱۵۱ سے ۱۵۳ تک میں اللہ نے انسانی زندگی کے دس اہم احکام کو بیان کیا ہے:۔

۱۔ کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دینا۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۹۸

۲۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

۳۔ اپنی اولاد کو غربت کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے قتل کرنے کی ممانعت۔

۴۔ برے اعمال کے قریب بھی نہ جانا۔

۵۔ کسی بے گناہ کو قتل نہ کرنا۔

۶۔ مال یتیم کو غلط طریقے سے استعمال نہ کرنا۔

۷۔ ناپ تول میں انصاف سے کام لینا اور اس میں کمی نہ کرنا۔

۸۔ رشتے داروں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ گفتگو میں عدل وانصاف اور حق بات کا لحاظ رکھنا اور بہتر انداز میں گفتگو کرنا۔

۹۔ عہد الٰہی کو پورا کرنا۔

۱۰۔ راہ خدا کی پیروی کرنا اور مختلف راستوں کی طرف نہ جانا۔

یہ سارے احکام دائمی اور ابدی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر دور کے انسان پر ان کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے کی آخری آیت میں صراط مستقیم کی پیروی کرنے کا حکم اور مختلف راستوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ متفرق راستے انسان کو راہ مستقیم سے ہٹا دیتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "صراط مستقیم" کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ "صراط مستقیم" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے[۱]۔

ایک نیکی کا بدلہ دس اجر وثواب

☆ آیت ۱۶۰ میں پروردگار عالم کے اس عظیم نظام رحمت کا بیان ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا زیادہ اجر ملے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیکیوں کا ثواب دس گنا اور برائیوں کا عذاب ایک گنا ہے[۲]۔

حیرت ہے آج کے انسان پر کہ وہ اپنے ہر کاروباری معاملہ میں نفع کو تلاش کرتا ہے مگر دین کے معاملہ میں دس گنا نفع کو چھوڑ کر ایک گنا عذاب کے پیچھے چلا جاتا ہے اور گناہ کو انجام دینے میں کوئی شرمندگی کا احساس نہیں کرتا۔

۱۔ اصول کافی، باب حجت، باب ۱۰۷، حدیث ۹۱

۲۔ انوار القرآن، ترجمہ وحواشی علامہ ذیشان حیدر جوادی، ص ۳۰۷

ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا

☆ آیت ۱۶۴ میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہی عدلِ الٰہی کا تقاضا بھی ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ کے بغیر دوسرے کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے تو پھر قرآن میں کیوں بیان ہوا ہے کہ گمراہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے رہبر اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اپنے اوپر اُٹھائیں گے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ''تا کہ یہ مکمل طور پر اپنا بھی بوجھ اٹھائیں اور اپنے ان مریدوں کا بھی بوجھ اٹھائیں جنہیں بلاعلم وفہم کے گمراہ کرتے رہے(۱)''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا بلاوجہ نہیں ہے کیونکہ گمراہ کن رہبر دوسروں کے گمراہ ہونے اور ان کے بھٹکنے کا باعث بنے ہیں، درحقیقت گناہ کا یہ بوجھ ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے۔

توحید خالص

☆ آیت ۱۶۲، ۱۶۳ میں توحید خالص کا بیان ہے۔ توحید خالص یہ ہے کہ تمام امور چاہے وہ تشریعی (شریعت مقدس کے واجبات ومحرمات ''امور تشریعی'' کہلاتے ہیں) ہوں جیسے نماز وروزہ وغیرہ یا تکوینی (کائنات کا نظام سے متعلق امور کو ''امور تکوینی'' کہا جاتا ہے) ہوں، جیسے زندگی وموت، سب کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ عبادت ہو تو صرف اللہ کی ذات کے لئے ہو اور زندگی یا موت کا مسئلہ ہو تو رضائے خدا پر راضی ہو۔ عبادت یا موت وحیات کے مسئلہ میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے کا شائبہ تک نہ ہو۔ پس دین ابراہیمی (اسلام) کی اصل بنیاد ہی توحید خالص ہے کہ آتش نمرود کے شعلوں کی لپیٹ میں جاتے ہوئے بھی جبرئیل امین علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی مدد کو قبول نہ کرے بلکہ صرف اور صرف اپنے رب سے لو لگائے۔

انسان مکمل طور پر خود مختار نہیں

☆ آیت ۱۶۵ میں اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ روئے زمین میں انسان کو مطلق العنان بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ وہ ایک طرح سے اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اور اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تا کہ وہ انسان کو آزمائے کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے کہاں خرچ کرتا ہے اور امانت داری کا لحاظ رکھتا ہے یا نہیں۔

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۲۵

فضائل وخصوصیات:

بزرگ سورہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ سُورَةَ الْأَنْعَامِ نَزَلَتْ جُمْلَةً شَيَّعَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّىٰ أُنْزِلَتْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ فَعَظِّمُوهَا وَبَجِّلُوهَا فَإِنَّ اسْمَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا فِي سَبْعِينَ مَوْضِعًا وَلَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي قِرَاءَتِهَا مَا تَرَكُوهَا (۱)

سورۂ انعام ایک ساتھ نازل ہوا۔ نازل ہوتے وقت ستر ہزار فرشتے اس پر نگراں تھے یہاں تک کہ رسول خدا پر نازل ہوا۔ لہٰذا اسے بہت بزرگ سمجھو اور اس کی تکریم کرو۔ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اس کی قرائت میں کیا فوائد ہیں تو کبھی اس کی تلاوت ترک نہ کرتے۔

خیر و برکت اور امراض سے حفاظت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص سورۂ انعام کو مشک اور زعفران سے لکھ کر چھ دن متواتر اس کا پانی پیئے تو اللہ اسے خیر کثیر عطا کرے گا، اسے کوئی اذیت نہیں ہوگی اور وہ ہر درد اور مرض سے امن میں رہے گا (۲)۔

قیامت تک تسبیح ملائکہ: حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

سورۂ انعام اکٹھا نازل ہوا، نزول کے وقت ستر ہزار فرشتے اس کے نگہبان تھے، تہلیل و تکبیر ادا کر رہے تھے۔ جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا فرشتے اس کے لئے قیامت تک تسبیح کرتے رہیں گے (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۶۲۲، باب فضل القرآن

۲۔ تفسیر برہان، ج ۳، ص ۶، بحوالہ تسکین روح

۳۔ تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۶۹۶۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۳، ص ۴۲۱

سورۂ اعراف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ اعراف

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
اعراف	9،8	07	39	مکہ مکرمہ	206	24	14437	3346

☆ **سورۂ اعراف** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ساتواں (۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے انتالیسواں (۳۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ چونکہ اس سورے کی ۴۶ ویں آیت میں اعراف کا تذکرہ ہے اس لئے اس کو ''سورۂ اعراف'' کہا جاتا ہے عربی میں اعراف ''بلند جگہ'' یا ''ٹیلے'' کو کہا جاتا ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو ''سورۂ اعراف'' کہا جاتا ہے اس کی وجہ پہلے بیان کر چکے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ نزول قرآن کا مقصد	۲۔ سنت الٰہی کا بیان
۳۔ اعمال کا تولا جانا	۴۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ
۵۔ بعض احکام الٰہی کا بیان	۶۔ پاکیزہ لباس میں اللہ کے دربار میں حاضری
۷۔ عذاب جہنم کی منظر کشی	۸۔ اہل جنت کی نشانی
۹۔ اصحاب جنت اور اصحاب جہنم کا مکالمہ	۱۰۔ منکرین قیامت
۱۱۔ اعراف کا بیان	۱۲۔ دعا کا طریقہ
۱۳۔ بعض انبیاء کا تذکرہ	۱۴۔ فلسفۂ عذاب کی حقیقت
۱۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۶۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض صفات
۱۷۔ بعض مشکل احکام کا ختم ہونا	۱۸۔ بنی اسرائیل کا تذکرہ
۱۹۔ اصحاب سبت (ہفتہ والے)	۲۰۔ بلعم باعور کا واقعہ
۲۱۔ خواہشات کی پیروی کا انجام	۲۲۔ قیامت کے دن کا علم

۲۳۔ دعوت تبلیغ کے عناصر	۲۴۔ قرآن مجید کو غور سے سننے کا حکم
۲۵۔ یادِ الٰہی میں دعا کرنے کی تاکید	۲۶۔ قرآن مجید کے مستحب اور واجب سجدے
۲۷۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

نزول قرآن کا مقصد

☆ آیت ۱ سے ۳، اس سورے کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہو رہا ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کو نازل کرنے کا مقصد (اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو تنبیہ کریں اور اہل ایمان کے لئے نصیحت حاصل ہو جائے) بیان کرتے ہوئے پروردگار عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلی بھی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل تنگ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا پیغام لے کر نازل ہوئی ہے جو اس وقت کے لوگوں کی خواہشات، عقائد و نظریات، روایات اور دیگر مفادات کا مخالف ہے اور ایک ایسی قوم تک یہ پیغام پہنچاتی ہے جو تمام انسانی، اخلاقی اور اجتماعی قدروں سے نابلد ایک نہایت معاند اور جھگڑالو ہے۔

اپنے رسول کو تسلی دینے کے بعد روئے سخن عام انسانوں کی طرف کرتے ہوئے پروردگار نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے اوپر نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور غیر خدا کے کسی فرمان کی پیروی نہ کرو اور اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا ولی و سرپرست نہ بناؤ۔

پس یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ انسان ایک دوراہے پر کھڑا ہے، ایک خدا کی سرپرستی کا راستہ ہے اور دوسرا غیر خدا کی سرپرستی میں داخل ہونے کا راستہ، اگر پہلی راہ اختیار کرے تو اس کا سرپرست اور والی صرف خدا ہے لیکن اگر دوسرے راہ کو قبول کرے تو اسے ہر روز ایک نئے مالک و سرپرست کا انتخاب کرنا پڑے گا۔

سنت الٰہی کا بیان

☆ آیت ۴ اور ۵ میں سنت الٰہی اور خدائی طریقہ کار کی طرف اشارہ ہے کہ قرون ماضیہ کی قومیں عبرت کے لیے بہترین مثال ہیں۔ ان میں اللہ کا طریقۂ عمل یہ تھا کہ ان پر حجت پوری کرنے کے بعد بھی اگر شیطانی اتباع جاری رہی، معجزہ دکھانے کے باوجود طغیانی جاری رہی، دلیل و برہان قائم کرنے کے لیے ان کے سارے مطالبات قبول ہونے کے بعد بھی کفر و الحاد پر عمل ہوتا رہا تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا ہے اور ان کو نابود کر دیا جاتا ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ ہر طرح حجت پوری ہونے کے بعد سرکشی جاری رہنے پر جب عذاب آجاتا ہے اور مہلت ختم ہوجاتی ہے تو اس وقت غلطی کا اعتراف بے سود ہوگا۔

اعمال کا تولا جانا

☆ آیت ۶ سے ۹ تک قیامت کے دن ہونے والی باز پرس کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اس دن انبیاء سے بھی پوچھا جائے کہ انہوں نے پیغام الٰہی کو پہنچانے میں کوتاہی تو نہیں کی؟ اس کے علاوہ جن اقوام کی طرف رسول بھیجے گئے ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارے رسولوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کے بعد خود پروردگار نے واضح کر دیا ہے کہ سوال کرنے والا (اللہ تعالیٰ) ان دونوں (انبیاء اور انسانوں) کے حالات کو خوب جانتا ہے لہٰذا وہ ان کے اعمال کا حال بیان کرے گا اور ان پر یہ بات بھی واضح ہوجائے گی کہ سوال کرنے والا خود وہاں حاضر تھا۔

اس دن تمام انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور ایسا کرنا برحق ہے پس جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ فلاح اور نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے پروردگار کی آیات کو جھٹلایا اور آیات الٰہی کے ساتھ زیادتی سے پیش آئے وہ لوگ گھاٹا اور نقصان اٹھانے والے ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ

☆ آیت ۱۱ سے ۲۶ تک کی آیات میں حضرت آدم علیہ السلام و ابلیس کا واقعہ بیان ہوا ہے اور اس کے بعد انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ خبردار! شیطان کی پیروی نہ کرنا کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا مرحلہ مکمل ہوا تو پروردگار عالم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کیا، پروردگار عالم نے پوچھا کہ ابلیس! تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ حکم خدا ہوا کہ ابلیس تو یہاں سے نکل جا، تجھے تکبر و غرور کا اختیار نہیں اور تیرا شمار ذلیلوں میں ہے۔

شیطان نے قیامت تک کی مہلت مانگی تا کہ وہ اللہ کے بندوں کو راہ راست سے ہٹا سکے۔ بارگاہ خداوندی سے اسے اس بات کی اجازت ملی، اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کے راستے میں بیٹھوں گا اور ان کے آگے، پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے گھیر لوں گا اور تو اپنے اکثر بندوں کو ناشکرا پائے گا۔ اللہ نے ابلیس کو مردود اور ذلیل کر کے اپنی بارگاہ سے نکال دیا اور فرمایا جو بھی تیری پیروی کرے گا سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

اس کے بعد اللہ نے آدم وحوا کو جنت میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کچھ کھانا چاہو کھاؤ مگر اس مخصوص درخت کے قریب نہ جانا۔ لیکن شیطان نے انہیں بہکایا اور کہا کہ اللہ نے تمہیں اس درخت سے اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہو۔

اس کے دھوکے میں آ کر انہوں نے اس درخت میں سے پھل کھایا جس کے نتیجے میں ان کے لباس اتار لئے گئے اور انہوں نے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو چھپا لیا اور انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔ حضرت آدم وحوا نے اللہ سے دعا کی اور مغفرت طلب کی تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ اب زمین میں ہی زندگی بسر کرو اسی میں تمہیں جینا، مرنا ہوگا اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے[۱]۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے حالات پر غور کریں تو مندرجہ ذیل نتائج سمجھ میں آتے ہیں:

۱۔ شیطان نے تکبر سے کام لیا تو ذلیل اور مردود قرار پایا، پس انسان کو تکبر سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۲۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کے ساتھ اپنا موازنہ کیا جو کہ غلط تھا۔

۳۔ شیطان نے آدم وحوا کو بے لباس کرنے کے لئے بہکایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بے لباس ہونے اور درخت کا پھل نہ کھانے میں کوئی خاص رابطہ تھا۔ اسی طرح آج ابلیس کے چیلے بھی حوا کی بیٹیوں کو بے لباس کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ ان آیات میں اللہ نے دو واضح فیصلے سنا دیئے ہیں پہلا یہ کہ انسان اور ابلیس میں ہمیشہ دشمنی رہے گی اور دوسرا یہ کہ دنیاوی زندگی گزارنا انسان کے لئے لازمی ہوگا۔

بعض احکام الٰہی کا بیان

☆ آیت ۲۹ اور ۳۰ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بے ہودگی کا حکم نہیں دیتا بلکہ اللہ مندرجہ ذیل دستور واحکام پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے:

☆ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرو۔

☆ پوری توجہ اور خضوع کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔

۱۔ حضرت آدم کا تفصیلی واقعہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے

☆ سستی کے ساتھ انجام دی جانے والی عبادت بے جان ہوتی ہے لہٰذا اللہ کو پکارو تو اپنے پورے وجود کے ساتھ پکارو اور مکمل توجہ کے ساتھ اس کی عبادت کرو۔

☆ قول و عمل دونوں میں اس کے دین کے پابند رہو۔ خالص اللہ کی ذات کو لائق اطاعت سمجھ کر اس کی اطاعت کرو۔

☆ اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی کے لئے فرمانبرداری نہ کرو۔

☆ آخرت پر ایمان رکھو۔

ان تمام احکام پر عمل کرنا انسان پر لازم ہے کیونکہ وہ ایسا اللہ ہے جس نے تمہیں عدم سے وجود بخشا ہے اور اس نے انسان کو دنیا میں صاحب اختیار بنایا ہے کہ وہ جس راستہ کو چاہے منتخب کرے۔ جس راستہ کو انسان دنیا میں منتخب کرے گا قیامت کے دن وہ اسی راستے پر چلنے والے گروہ میں شامل ہوگا۔ چاہے تو ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور نجات پانے والے گروہ میں شامل ہو، چاہے تو گمراہی کا راستہ اختیار کرے اور عذاب الٰہی کا مستحق بن جائے۔

پاکیزہ لباس میں اللہ کے دربار میں حاضری

☆ آیت ۳۱ اور ۳۲ کے مطابق انسان کو عبادت کے وقت بہترین لباس کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ انسان کو کھانے پینے میں اسراف نہیں کرنا چاہیے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اسراف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اسراف یہ ہے کہ جس سے مال ضائع ہو اور بدن کو نقصان پہنچے(۱)۔"

ان آیات میں طیبات (پاک و پاکیزہ چیزیں) کے حلال ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے اور طیب اور پاک و پاکیزہ چیزیں دنیا میں بھی ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً صاحبان ایمان کے لئے ہی ہیں۔

جب اللہ نے زینت اور پاکیزہ رزق کو حلال قرار دیا تو اسکے بعد محرمات کا بھی ذکر کر دیا تاکہ انسان کسی قسم کی غلط فہمی میں نہ رہے کیونکہ اللہ کی شریعت میں حلال و حرام بھی رحمت ہے کہ وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال اور فواحش کو حرام قرار دیتا ہے۔

عذاب جہنم کی منظر کشی

☆ آیت ۴۱ میں جہنم کے عذاب کی منظر کشی کی گئی ہے کہ نیچے آگ کا فرش اور اوپر آگ کا اوڑھنا ہوگا، آسمان کے دروازے بند اور جنت میں جانے کا کوئی امکان نہ ہوگا۔ انسان اگر اس کیفیت کا دل کی گہرائیوں سے تصور کرے تو اس کے اندر کبھی بھی اللہ کی نافرمانی کی جرأت پیدا نہیں ہوگی۔

۱۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۵۳

اہل جنت کی نشانی

☆ آیت ۴۳ کے مطابق اہل جنت کے سینوں میں ایک دوسرے کے لئے بغض اور حسد کا گزر نہیں ہوگا۔ یہ علامت ہے کہ حاسد جنت میں نہیں جاسکتا۔

اصحاب جنت اور اصحاب جہنم کا مکالمہ

☆ آیت ۴۴ میں اصحاب جنت اور اصحاب جہنم کا مکالمہ بیان ہوا ہے۔ اصحاب جنت کہیں گے کہ ہم نے وہ سب کچھ پالیا جو ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا، کیا تم نے بھی اللہ کے وعدوں کو سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ: ہاں۔ اس مکالمے کے بعد ایک ندا دینے والا ندا دے گا اور ظالموں پر لعنت کا اعلان کرے گا۔

روایات ائمہ علیہم السلام کے مطابق اس آیت میں "ندا دینے والے" سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور آپ علیہ السلام قیامت کے دن ظالمین پر لعنت کی صدا بلند کریں گے (۱)۔

کتب تشیع کے علماء اور اہل سنت کے کچھ مشہور علماء مثلاً حاکم حسکانی وغیرہ کی روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ: "جو مؤذن (پکارنے والا) بہانگ دہل اعلان کرے گا کہ "ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو" وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوگا (۲)۔"

علی علیہ السلام نے جس طرح دنیا میں مکہ مکرمہ میں سورۂ برائت کی تلاوت کرکے مشرکین سے اعلان برائت کیا تھا اسی طرح وہ آخرت میں بھی ظالموں پر لعنت کا اعلان کریں گے۔ گویا خدا کی طرف سے مشرکین اور ظالمین کے خلاف نازل ہونے والی قراردادوں کا پڑھنا علی علیہ السلام کا کام ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مشرکین سے برائت کا اعلان دنیا میں شرک وایمان کے درمیان ایک فیصلہ کن اذان تھی۔ یہ رسول خدا کی فتح، شرک کی نفی اور توحید کی ندا تھی جسے علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے انجام دیا اور آخرت کے دن کی ندا بھی اسی دنیا کی ندا کا تسلسل ہے یہاں پر ظالموں پر لعنت کی ندا ہوگی اور یہ پروردگار عالم کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے بارے میں آخری ندا ہوگی اور اس دینا کے ندا کے دینے والے بھی حضرت علی علیہ السلام ہی ہوں گے۔

منکرین قیامت

☆ آیت ۴۵ میں بیان ہوا ہے کہ اللہ کے راستہ کی پیروی سے روکنے والے قیامت کے منکر ہیں۔ خدا کا راستہ توحید

۱۔ معانی الاخبار، ص ۵۸

۲۔ تفسیر نور، تفسیر آیت مورد بحث

وتسلیم، ایمان، ہجرت اور جہاد کا راستہ ہے۔ مگر ظالموں کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس بارے میں شبہے اور وسوسے پیدا کریں اور لوگوں کو اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کریں یا پروپیگنڈا کر کے مومنین کے دلوں میں کمزوری پیدا کریں یا بدعتیں اور خرافات کو اس راہ پر ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کریں یا پھر الٰہی رہبروں کے بارے میں مایوسیاں پھیلا کر یا رخنہ اندازی کر کے یا روڑے اٹکا کر خدا کے راستے سے لوگوں کو ہٹانے کی کوشش کریں۔

اعراف کا بیان

☆ آیت ۴۶ کے مطابق کچھ لوگوں کو اعراف میں رکھا جائے گا اور اعراف جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام ہے جس میں ان تمام افراد کو رکھا جائے گا جو جنت یا جہنم کے مستحق نہیں ہوں گے۔

☆ آیت ۵۱ میں ایک ایسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بہت ہی اہم ہے کہ انسان کا پیٹ ایسا ظالم ہے کہ جہنم میں جانے کے بعد بھی کھانے پینے کی فکر میں ہوگا اور وہاں بھی کھانے پینے کا مطالبہ کرے گا۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ نعمتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جنھوں نے دنیا میں حلال وحرام کا خیال رکھا ہو ورنہ جن لوگوں نے دنیا کو کھیل تماشا بنا لیا تھا ان پر جنت کی نعمتیں حرام کردی جائیں گی۔

دعا کا طریقہ

☆ آیت ۵۶ میں اللہ نے دعا کا طریقہ بتلایا ہے کہ تم اللہ کو گڑگڑا کر اور خاموشی سے پکارو۔ دعا میں تضرع وزاری ریا کے لئے نہ ہو بلکہ دعا اخلاص اور رازداری کے ساتھ ہو جس میں مومنین کی حاجت برآوری کا جذبہ بھی موجود ہونا چاہیے۔

بعض انبیاء کا تذکرہ

☆ آیت ۶۷ سے ۹۳ تک میں حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کے زندگی کے مختلف حالات کو بیان کیا گیا ہے۔

ان تمام انبیاء کے واقعات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ سب نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی ہے اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے حکم خداوندی سے معجزہ کا اظہار کیا ہے۔

یہاں ہم مختصراً سب کے واقعات کو بیان کریں گے جبکہ ان کے تفصیلی واقعات سورۂ ہود میں بیان کئے جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام: جب آپ نے قوم کو دین حق کی دعوت دی تو قوم نے آپ کو گمراہ کہا لیکن آپ نے اپنی نصیحت

جاری رکھی۔ جب قوم مسلسل ان کی تکذیب کرتی رہی تو آپ نے اللہ سے عذاب کا مطالبہ کیا اور حکم خدا سے آپ اور آپ کے پیروکاروں نے کشتی میں سوار کر نجات پائی اور قوم اپنی نافرمانی کی بنا پر اپنے انجام کو پہنچ گئی اور غرق ہوگئی۔

حضرت ہود علیہ السلام: حضرت ہود علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان میں گفتگو کی۔ آپ کی قوم حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی جسے شیطان نے گمراہ کر کے صراط مستقیم سے ہٹا دیا تھا اور ان لوگوں نے بت پرستی شروع کی تھی۔ آپ نے اپنی قوم کو سمجھایا اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن وہ اپنے اعمال سے باز نہ آئی۔ آپ علیہ السلام کی قوم کو "قوم عاد" کہا جاتا ہے۔ اللہ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو نجات دی اور قوم عاد کے نافرمان افراد کو عذاب میں مبتلا کیا۔

یہ قوم خوشحال قوم تھی لیکن انبیاء کی پیروی نہیں کرتی تھی۔ اللہ نے قحط کے ذریعہ انہیں متنبہ کیا پھر بھی راہ راست پر نہ آئے تو ایک سیاہ بادل آیا، یہ قحط کے مارے پریشان حال تھے، سب جمع ہو کر اس بادل کے نیچے آئے لیکن بادل میں سے آگ برسنے لگی اور تیز آندھی بھی شروع ہوگئی۔ اس طرح سب اڑنے اور جلنے لگے یہاں تک کہ سات دن کے اندر اندر پوری قوم کا خاتمہ ہوگیا۔

حضرت صالح علیہ السلام: آپ حضرت نوح علیہ السلام کی نویں پشت میں سے تھے۔ آپ کو "قوم ثمود" کی طرف بھیجا گیا اور ثمود عرب کا ایک قبیلہ تھا جو اپنے جدِ اعلیٰ ثمود ابن عامر کے نام سے مشہور ہوا اور اس کا مرکز حجاز اور شام کے درمیان مقام حجر میں تھا۔ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی لیکن قوم مسلسل انکار کرتی رہی اور جب قوم نے پہاڑی سے اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا تو حکم خدا سے ایک اونٹنی اس پہاڑی سے ظاہر ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے قوم کو آگاہ کیا کہ اگر اس اونٹنی کو تنگ کرو گے تو عذاب کے مستحق قرار پاؤ گے لیکن قوم نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑا اور عذاب الٰہی نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

حضرت لوط علیہ السلام: آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد تھے۔

آپ کی قوم ایک انتہائی برے فعل کو انجام دیتی تھی وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ جب آپ نے قوم کو ان کے اس برے فعل سے منع کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کو اپنے شہر سے باہر نکال دو کیونکہ یہ پاک و پاکیزہ لوگ ہیں۔ اللہ نے آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو نجات دی سوائے آپ کی زوجہ کے کیونکہ وہ اس بدکار قوم کی حامی تھی۔ قوم لوط آسمان سے پتھروں کی بارش کے نتیجے میں اپنے برے افعال کی بنا پر اپنے انجام کو پہنچی اور صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگئی۔

حضرت شعیب علیہ السلام: آپ اہل "مدین" میں مبعوث ہوئے۔ یہ لوگ شام کے اطراف میں رہنے والے تھے اور

ان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ مدین کے باشندے ناپ تول میں کمی کرتے تھے اور راستے میں بیٹھ کر لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے تاکہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام تک نہ پہنچیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں اصلاح کی دعوت دی لیکن وہ مسلسل اپنے برے افعال کو انجام دیتے رہے اور انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی آبادی سے نکالنے کی دھمکی دیدی۔ اللہ نے زلزلہ کے ذریعہ انہیں عذاب میں مبتلا کیا اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے سوائے ساری قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

فلسفہ عذاب کی حقیقت

☆ آیت ۹۴ سابقہ آیات میں قوم حضرت نوح، قوم حضرت ہود اور قوم حضرت صالح کے عذاب کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فلسفہ عذاب بھی بیان کر دیا ہے کہ دنیا میں عذاب کا مقصد کسی سے انتقام لینا نہیں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لوگ راہ راست پر آجائیں مگر وہ پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے تو انہیں تباہ کرنا پڑتا ہے تاکہ دوسری قومیں عبرت حاصل کریں اور یہ عذاب اچانک نازل ہوتا ہے تاکہ دوسری قومیں وقت اور آثار کا انتظار نہ کریں اور ہر وقت صراط مستقیم کی تلاش میں لگی رہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

☆ ۱۰۳ سے ۱۵۶ تک کی آیات میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں سب سے زیادہ آیا ہے۔ ہم یہاں پر موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو مختصر طور پر بیان کریں گے جو قرآن مجید کے مختلف سوروں میں بیان ہوئے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابن عمران خدا کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک تھے۔ آپ علیہ السلام کی زندگی کو پانچ مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ پیدائش سے لے کر آغوش فرعون میں آپ علیہ السلام کی پرورش تک کا زمانہ۔

۲۔ مصر سے آپ کا نکلنا اور شہر مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس کچھ وقت گزارنا۔

۳۔ آپ علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ اور فرعون اور اس کی حکومت والوں سے آپ علیہ السلام کے متعدد تنازعے۔

۴۔ فرعونیوں کے چنگل سے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی نجات اور وہ حوادث جو راستہ میں اور بیت المقدس پہنچنے پر رونما ہوئے۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے درمیان کشمکش کا زمانہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا۔ جب فرعون کو اپنے کاہنوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کو ختم کرے گا اس کے بعد فرعون نے حکم دے دیا کہ میری سلطنت میں جو بھی بچہ پیدا ہو، اُسے قتل کر دیا جائے۔ چناں چہ جو بچہ پیدا ہوتا فرعون کے جلاد سپاہی اسے موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ اس نے تقریباً تیس ہزار بچے قتل کرا دیئے۔ جب حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو آپ علیہ السلام کی ماں سخت پریشان ہوئیں کہ بچے کو کیسے محفوظ رکھا جائے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ایک عجب ترکیب ڈالی کہ تم ایک صندوق تیار کرو، جو مضبوط اور پانی سے محفوظ ہو۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ کر دریا میں چھوڑ دو، بے فکر رہو۔ دیکھو، میں کیا کرنے والا ہوں۔ عنقریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی طرف لوٹا دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو صندوق میں لٹا کر دریا میں چھوڑ دیا اور اپنی بڑی صاحب زادی سے کہا کہ تم بھی دریا کے کنارے چلتی جاؤ اور دیکھو یہ صندوق کہاں جاتا ہے؟ آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ دریا کے کنارے چل رہی تھیں کہ صندوق بہتا ہوا اُس نہر میں چلا گیا، جو فرعون کے باغ تک جاتی تھی۔ فرعون اُس وقت اپنی بیوی آسیہ علیہا السلام اور دیگر افراد کے ہم راہ باغ کی سیر کر رہا تھا۔ نہر میں صندوق دیکھ کر لوگ اُسے فرعون کے پاس لے آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ تمام حال والدہ کو جا کر بتایا۔ والدہ غم سے نڈھال ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگئیں۔ اُدھر جب فرعون نے صندوق کھول کر دیکھا کہ ایک نوزائیدہ معصوم بچہ لیٹا ہوا ہے، اُس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ یہ وہی لڑکا تو نہیں جس کے بارے میں نجومیوں نے مجھے خبردار کیا تھا۔ اسے فوراً مار ڈالو لیکن فرعون کی بیوی نے کہا کہ میں اس خوب صورت بچے کو قتل نہیں کرنے دوں گی۔ فرعون نے اپنی بیوی کی بات مان لی اور بی بی آسیہ علیہا السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لیا، دائیوں کو حکم دیا کہ اُسے دودھ پلاؤ، لیکن آپ علیہ السلام کسی کا دودھ نہ پیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنے بھائی کی صورتحال دیکھنے قصرِ فرعون جاتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں ایسی دایہ کو جانتی ہوں جس کا دودھ یہ بچہ پیئے گا۔ وہ جا کر اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ والدہ نے جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لیا اور انہیں دودھ پلانا چاہا تو اُنہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

جب آپ علیہ السلام تین برس کے ہوئے تو ایک دن حضرت آسیہ علیہا السلام نے آپ علیہ السلام کو فرعون کی گود میں بٹھایا حضرت

علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ کر اس قدر زور سے کھینچی کہ چند بال بھی ہاتھوں میں آ گئے۔ فرعون غصے میں لال پیلا ہو گیا اور کہنے لگا: ''یہی ہے وہ جو میری سلطنت کو برباد کرے گا۔'' چناں چہ فرعون نے آپ علیہ السلام کو پھر قتل کرنا چاہا مگر حضرت آسیہ نے کہا کہ اے بادشاہ! یہ نادان بچہ ہے اسے کیا معلوم؟ تو چاہے تو تجربہ کر لے۔ اس تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ، اور ایک طشت میں یاقوت سرخ آپ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ کا ہاتھ انگارے پر رکھ دیا، ہاتھ جلنے لگا تو آپ اسے اپنے منہ کی طرف لے گئے جس کی وجہ سے آپ کی زبانِ مبارک جل گئی۔ اس کے بعد فرعون نے کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف توجہ نہیں دی، وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ آپ تیس برس کے ہو گئے۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مردوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا ان میں سے ایک بنی اسرائیل میں سے تھا جبکہ دوسرا فرعونی تھا۔ بنی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی تو آپ اس کی مدد کے لئے گئے اور فرعونی کو ایک مکا مارا جس کی وجہ سے وہ مر گیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے قتل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگلے دن وہی بنی اسرائیلی شخص دوبارہ کسی فرعونی سے جھگڑا کر رہا تھا اور اس نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیلی کی مدد کرنے کیلئے دوسرے شخص پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اس نے کہا: کیا تم مجھے بھی اس طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اور اس کے درباریوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ قتل کرنے والا موسیٰ ہے لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا۔ دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک چاہنے والا موجود تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس بات کا علم ہوتے ہی آپ نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کی سرزمین کو خیرباد کہہ کر مدین چلے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ٹھہرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں دس سال ٹھہرے اور آپ کی شادی حضرت شعیب کی بیٹی سے ہوئی۔

جب آپ علیہ السلام کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوئی اور نبوت بھی مل گئی تو فرعون کے دربار میں دعوتِ توحید کیلئے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں آپ کو عصا اور یدِ بیضا کا معجزہ عطا ہوا۔ جب نبوت کے مقام پر فائز ہو گئے اور فرعون کی طرف جانے کا حکم ہوا تو آپ نے پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں اپنے لئے ایک مددگار کی درخواست کی اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو آپ کا مددگار قرار دیا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے حضرت ہارون بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دربارِ فرعون میں حاضر ہوئے۔ حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے فرعون کے سامنے دو باتیں رکھیں، ایک یہ کہ تم خود ایمان لاؤ، اور دوسری یہ کہ بنی اسرائیل کی قوم جسے تم نے غلام بنا رکھا ہے، اُسے آزادی دے دو۔ بنی اسرائیل شام کے باشندے تھے اور وہاں جانا چاہتے تھے لیکن فرعون نے اُنہیں زبردستی روک رکھا تھا، وہ چار سو سال سے اُس کی غلامی کر رہے تھے، اُس وقت اُن کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی۔ پیغامِ حق سن کر فرعون سے جواب نہ بن سکا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم اللہ کے نبی ہو اور اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنے معجزات ظاہر کرو۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر گرا دی۔ لاٹھی زمین پر گرتے ہی نہایت ڈراؤنی شکل والا بڑا سانپ منہ پھاڑے اور پھنپھناتے ہوئے ظاہر ہوا اور فرعون کی طرف بڑھا۔ فرعون تخت سے کُودا اور چلا کر کہنے لگا: ''اے موسیٰ علیہ السلام اسے روکو۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے پکڑا تو وہ پھر لاٹھی بن گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ فرعون اور اُس کے درباری آپ کے معجزے دیکھ کر لاجواب ہو گئے لیکن ضد کی بنا پر ماننے سے انکار کر دیا۔ کھلے معجزات دیکھ کر درباریوں نے فرعون سے کہا: ''موسیٰ بڑا جادوگر ہے، اِس کا ارادہ ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔ فرعون نے اپنی مملکت کے ہر مقام سے جادوگروں کو بلایا تاکہ وہ موسیٰ کا مقابلہ کریں۔ ایک دن معین ہوا اور جادوگر اپنے جادو کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ان کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معجزہ دکھایا تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور آپ پر ایمان لے آئے۔

بنی اسرائیل معجزات دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے لگے۔ اس صورتحال کو دیکھ کر فرعونیوں کے مظالم بڑھنے لگے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ میرے بندوں کو راتوں رات مصر سے نکال کر اپنے باپ دادا کی سرزمین فلسطین کی طرف لے جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ افراد کو لے کر جب دریائے نیل پہنچے تو اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر اپنا عصا مارا اور دریا میں خشکی کے بارہ راستے بن گئے۔ فرعون کو خبر ہوئی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کرنے لگا۔ دریا کے اُنہی راستوں میں جیسے ہی وہ اور اس کا لشکر داخل ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے اُنہیں چاروں طرف سے آلیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو محفوظ رکھا تاکہ دنیا کے لئے باعثِ عبرت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ارضِ مقدس یعنی فلسطین میں داخل ہو جائیں۔ اس وقت فلسطین میں قوم عمالقہ کا قبضہ تھا جو بہت قوی اور جنگجو تھے۔ فلسطین کے قریب پہنچ کر بنی اسرائیل نے جنگ سے انکار کر دیا اور یہاں

تنگ کہہ دیا کہ جب تک یہ اس شہر میں ہیں ہم داخل نہیں ہوں گے۔ آپ اور آپ کا خدا جا کر ان سے جنگ کریں۔ بنی اسرائیل بہت نافرمان قوم تھی اور یہ لوگ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ایک میدان میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے اور فلسطین نہ پہنچے۔ اسی میدان میں بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے آسمان سے "من وسلویٰ" نازل ہوا اور پتھر پر حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تو پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض صفات

☆ آیت ۱۵۷ اور ۱۵۸ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اہم اوصاف جو توریت و انجیل میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں:

☆ وہ اچھی باتوں کی دعوت دے گا اور بری باتوں سے روکے گا۔

☆ وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دے گا۔

☆ وہ انسانوں کو ناروا قید و بند سے آزادی دلائے گا۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت "اُمّی" کا بار بار تذکرہ ہے۔ اس لفظ کو تکرار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام کے اس اعتراض کا جواب دیا جائے جو یہ کہتے تھے کہ آپ نے کسی راہب سے اسلام کے طور طریقے سیکھے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھو تمہارا یہ اعتراض بے موقع ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے کسی استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی ہے۔

بعض مشکل احکام کا ختم ہونا

☆ آیت ۱۵۷ میں بیان ہوا کہ یہ رسول احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کی صعوبتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بعض احکام انتہائی مشکل تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ احکام ختم ہو گئے اور اس سنگین بوجھ کو اٹھا لیا گیا۔

زمانہ بعثت کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسلامی احکام کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کس قدر آسان ترین قانون کا نام ہے اور رحمۃ للعالمین نے کس طرح انسانوں کو بہت سی مشکلات سے نجات دلائی ہے[1]۔

---

[1] انوار القرآن، ص ۳۷۳

بنی اسرائیل کا تذکرہ

☆ آیت ۱۵۹ سے ۱۶۲ تک میں پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے اور ایسا لگتا ہے کہ پوری قوم جرائم میں مبتلا ہے لیکن قرآن انصاف قائم کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ایسا نہیں کہ پوری قوم بدکردار تھی بلکہ ان میں ایک جماعت ایسی بھی تھی جو حق پر قائم تھی اور لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتی تھی۔

اصحاب سبت (ہفتہ والے)

☆ آیت ۱۶۳ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ اے رسول تم ان یہودیوں سے اصحاب سبت (ہفتہ والوں) کے بارے میں پوچھو۔ ان سے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اپنی جس تاریخ سے بے خبر ہو وہ تاریخ ہم جانتے ہیں اور اس طرح تمہیں آگاہ کر رہے ہیں کہ ہماری نبوت میں شک کرنا خلاف عقل ہے۔

بلعم باعور کا واقعہ

☆ آیت ۱۷۶ میں خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے کے انجام کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والا خواہش پوری ہو یا نہ ہو ہر حال میں کتے کی طرح ہانپتا ہی رہتا ہے۔ کاش انسان اپنے نفس کی کیفیات کا تفصیلی جائزہ لے کر سبق حاصل کرتا۔

اس آیت کے بارے میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت "بلعم باعور" کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسے اسم اعظم کا علم دیا گیا تھا جس سے اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکلا تو اس نے بلعم باعور سے کہا کہ وہ موسیٰ کے خلاف دعا کریں، وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکلا لیکن اس کے گدھے نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔ جب اس نے گدھے کو مارنا شروع کیا تو گدھا قدرت خدا سے فصیح زبان میں کہنے لگا "تجھ پر وائے ہو تو مجھے کیوں مارتا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ چلوں کہ تو خدا کے رسول اور مومنین کیلئے بددعا کرے![1]" لیکن بلعم باعور نے گدھے کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بحکم خدا اسم اعظم اس کے ذہن سے نکل گیا اور اس کا اثر ختم ہو گیا۔ آخر میں بلعم باعور کافر ہو گیا اور جہنم کا مستحق قرار پایا۔

خواہشات کی پیروی کا انجام

☆ آیت ۱۷۹ کے مطابق آیات الٰہی کا انکار کرنے والے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں کا انجام جہنم

---

[1] ترجمہ قرآن مجید، ترجمہ حافظ فرمان علی، ص ۳۰۹

ہے۔ان لوگوں کے لئے اللہ نے آنکھ کان اور دل جیسی نعمتیں دیں تا کہ یہ اللہ کی نعمتوں کا ادراک کریں اور اس کی اطاعت و بندگی اختیار کریں لیکن انہوں نے اس کے مقابلہ میں ضلالت و گمراہی کا انتخاب کیا، ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں۔

آیت میں جہنمیوں کی یہ علامات بیان ہوئی ہیں کہ ان کے دل حقیقت کے سمجھنے سے اور آنکھیں نور بصیرت سے اور کان سماعت حق سے محروم ہیں۔ان کی اس محرومی کا سبب غفلت نفس ہے۔

قیامت کے دن کا علم

☆ آیت ۱۸۷ میں بیان ہوا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ قیامت کے دن کا علم صرف اللہ کو ہے۔اس سے شاید یہ مقصد ہو کہ انسان ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر کرتا رہے اور کسی بھی لمحے اس سے غافل نہ رہے کیونکہ قیامت کسی بھی وقت اچانک آسکتی ہے۔

دعوت تبلیغ کے عناصر

☆ آیت ۱۹۹ میں دعوت تبلیغ کے اہم عناصر بیان ہوئے ہیں:

۱۔ اس دعوت کی راہ میں عوام کے منفی ردعمل کے طور پر جو مظالم ڈھائے جائیں گے ان کے مقابلہ میں عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔

۲۔ مشکلات اور تکالیف کی پرواہ کئے بغیر بھلائی اور نیکی کی دعوت کو جاری رکھا جائے۔

۳۔ جاہلوں سے الجھنے سے پرہیز کیا جائے۔

قرآن مجید کو غور سے سننے کا حکم

☆ آیت ۲۰۴ کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنائی دے رہی ہو تو اس وقت خاموشی کے ساتھ سننا واجب ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:''تلاوت قرآن مجید کا سننا واجب ہے خواہ قرآن نماز کی حالت میں ہو یا اس کے علاوہ[۱]''۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سننے کا حکم نماز جماعت کا ہے کہ جب امام جماعت قرآن مجید

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۱۴

کی کوئی سورہ پڑھے تو ماموم کا فرض ہے کہ اسے توجہ سے سنے اور چپ رہے اور خود کچھ نہ پڑھے[۱]۔

بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرنے کی تاکید

☆ آیت ۲۰۵ میں اللہ اپنے رسول ﷺ کو حکم دے رہا کہ اے رسول تم تضرع اور خوف کے ساتھ اور دل ہی دل میں دھیمی آواز کے ساتھ اللہ کو صبح و شام پکارو۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے پوری انسانیت کو دعا مانگنے کا سلیقہ سکھا رہے ہیں کہ اس کی بارگاہ میں خضوع اور تضرع کے ساتھ اور ہلکی اور دھیمی آواز میں اسے پکارا جائے۔

قرآن مجید کے مستحب اور واجب سجدے

☆ آیت ۲۰۶ میں قرآن مجید کا پہلا مستحب سجدہ ہے۔ قرآن مجید میں کل پندرہ سجدے ہیں جن میں سے چار مقامات پر سجدہ واجب ہیں اور گیارہ مقامات پر سجدہ کرنا مستحب ہیں:

واجب سجدے والی آیت کی تلاوت کے بعد اگر سجدہ نہ کیا جائے تو گنہگار شمار ہوں گے۔ وہ سورے جن میں سجدہ کرنا واجب ہے یہ ہیں: سورۂ سجدہ، سورۂ حم سجدہ، سورۂ نجم اور سورۂ علق۔

مستحب سجدے والی آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ وہ سورے جن میں سجدہ کرنا مستحب ہے یہ ہیں:

۱: سورۂ اعراف۔
۲: سورۂ رعد۔
۳: سورۂ نحل۔
۴: سورۂ بنی اسرائیل۔
۵: سورۂ مریم۔
۶، ۷: سورۂ حج میں دو مرتبہ۔
۸: سورۂ فرقان۔
۹: سورۂ نمل۔
۱۰: سورۂ ص۔
۱۱: سورۂ انشقاق۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۳۱۵

فضائل وخصوصیات:

حضرت آدم کا ساتھی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور شیطان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردے گا اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کا دوست ہوگا[1]۔

خوف وحزن سے حفاظت: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْأَعْرَافِ فِي كُلِّ شَهْرٍ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[2]

جو شخص ہر ماہ ایک مرتبہ سورۂ اعراف کی تلاوت کرے گا وہ قیامت والے دن ان لوگوں میں سے ہوگا جو خوف وحزن کا شکار نہیں ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۹

[2] مستدرک الوسائل، ج ۶، ص ۱۰۳

سورۂ انفال کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ انفال

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
انفال	9، 10	08	88	مدینہ منورہ	75	10	5388	1244

سورۂ انفال موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا آٹھواں (۸) اور ترتیب نزول کے لحاظ سے اٹھاسیواں (۸۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس سورے کی پہلی آیت میں لفظ "انفال" آیا ہے اسی لئے اسے سورۂ انفال کہا جاتا ہے اور انفال (نفل کی جمع ہے) واجب کے علاوہ اضافی مال کو کہا جاتا ہے اور یہاں انفال سے مراد وہ مال ہے جو بغیر کسی جنگ اور مشقت کے حاصل ہوا ہو۔ اس مال پر صرف رسول خداﷺ کا حق ہے اس میں دوسرے مسلمان شریک نہیں ہیں۔

اسمائے سورہ:

سورۂ انفال کے علاوہ اس سورۂ کو جنگ بدر کے واقعہ کے بیان کی مناسبت سے "سورہ بدر" بھی کہا جاتا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

اس سورے میں جو موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انفال کا بیان	۲۔ مومن کی تعریف
۳۔ حقیقی مومن	۴۔ رسول خداﷺ سے بحث کرنے والوں کی سرزنش
۵۔ جنگ بدر	۶۔ اللہ کا پسندیدہ دین
۷۔ معاشرتی فتنوں سے بچنے کا حکم	۸۔ امانت میں خیانت سے منع
۹۔ ہجرت رسول خداﷺ	۱۰۔ حارث فہری پر عذاب الٰہی
۱۱۔ کفار کو مسجد الحرام میں طواف و نماز کی ممانعت	۱۲۔ کفار کی سازشیں
۱۳۔ خمس کا بیان	۱۴۔ جنگ بدر کے مختلف پہلو

۱۔ تسکین روح، ص ۱۰۲۔

۱۵۔ انسان کی تقدیر	۱۶۔ معاہدہ کی پاسداری
۱۷۔ یہودیوں کی مدد کی ضرورت نہیں	۱۸۔ قلیل لشکر کا زیادہ دکھائی دینے کا راز
۱۹۔ اولی الارحام (قریبی عزیز اور رشتہ دار)	۲۰۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

انفال کا بیان

اس سورے کی ابتدا میں لفظ "انفال" آیا ہے۔ فقہی اصطلاح میں مندرجہ ذیل اشیاء کو "انفال" کہا جاتا ہے:

قدرتی وسائل، عمومی دولت، مال غنیمت، متروکہ املاک، لاوارث اموال، جنگلات، پہاڑی درے، بنجر زمینیں اور ہر قسم کے معدنی ذرائع وغیرہ۔

تاریخی کتابوں میں ہے کہ جنگ بدر میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس کے بارے میں مختلف سوالات ذہنوں میں گردش کرنے لگے کہ: مال غنیمت کا کیا کیا جائے؟ کسے دیا جائے اور کسے نہ دیا جائے؟ کون لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں؟ کیونکہ جب بدر میں دشمنان اسلام کو شکست ہوئی تو مسلمان لشکر کے تین گروہ بن گئے تھے:

ایک گروہ بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر رہا تھا۔

دوسرا گروہ رسول خدا ﷺ کی حفاظت کر رہا تھا۔

تیسرا گروہ مال غنیمت لوٹ رہا تھا۔

یہ تیسرا گروہ عرب کے پرانے جنگی رواج کے تحت اپنے آپ کو اس کا مالک تصور کر رہا تھا جب کہ دوسرے گروہ کا کہنا تھا ہم بھی اس میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ ہم نے رسول اللہؐ کی حفاظت کی ہے اور ہمیں خوف تھا کہ کہیں رسول اللہؐ پر دشمن اچانک حملہ نہ کر دے اور پہلے گروہ کا کہنا تھا کہ ہم نے دشمن کو بھگا دیا اور اسے شکست دی۔ ہم اس مال غنیمت میں برابر کے شریک ہیں۔ (۱)

چنانچہ اس موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کا کام رسول خدا ﷺ نے خود اپنے ذمہ لے لیا اور ہر ایک کا حصہ منصفانہ طور پر اسے دیا تاکہ زمانہ جاہلیت کے فرضی امتیازی سلوک کو ختم کر دیا جائے اور مستضعفین (وہ لوگ جنہیں کمزور و لاچار کر دیا

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ج ۳، تفسیر سورۂ انفال

گیا ہو) کی حمایت اور پشت پناہی کی جائے۔ ہر چند کہ کئی لوگوں نے اس مساویانہ سلوک کو سخت ناپسند بھی کیا(۱)۔

مومن کی تعریف

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں مومن کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اگر تم مومن ہو تو:

☆ تقویٰ اختیار کرو۔

☆ آپس میں صلح و امن قائم رکھو۔

☆ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اور سچے مومنوں کی نشانیاں یہ ہیں:

☆ ذکر خدا کے موقع پر وہ کانپ جاتے ہیں۔

☆ اللہ کے کلام کی تلاوت سے ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

☆ وہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔ توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی محنت یا زحمت کئے بغیر رحمت خدا کے انتظار میں بیٹھ جائے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ انسان عمل اور محنت کے بعد نتیجہ کے سلسلہ میں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرے۔

☆ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

☆ وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

حقیقی مومن

☆ آیت ۴ میں خداوند عالم نے بیان کیا کہ اگر انسان مذکورہ بالا اوصاف کا مالک ہو تو وہ حقیقی مومن ہے اور وہ قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتا ہے۔ البتہ ایمان کے ان اوصاف کے حامل ہونے کے بعد بھی انسان گناہوں سے پاک و پاکیزہ نہیں ہوتا لیکن اللہ سچے مومن کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے، اس کی لغزشوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور اس کے نیک اعمال کا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے(۲)۔

۱۔ فروغ ابدیت، ج ۱، ص ۴۲۳۔

۲۔ بلاغ القرآن، شیخ محسن علی نجفی، ص ۲۳۶

رسول خدا ﷺ سے بحث کرنے والوں کی سرزنش

☆ آیت ۵ کے مطابق انفال کو اللہ اور رسول کے لئے قرار دینا بہت سے لوگوں کے لئے ناگوار تھا، اسی طرح بدر کے موقع پر لشکر قریش کے مقابلے میں جانا سخت ناگوار تھا۔ اس آیت میں ان لوگوں کے بارے میں شدید ترین لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ جو جنگ میں شرکت کے حق میں نہ تھے اور رسول خدا ﷺ سے بحث، مباحثہ کرتے تھے۔

جنگ بدر

☆ آیت ۶ سے ۱۸ تک میں جنگ بدر کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ جنگ بدر کا واقعہ ہم پہلے بھی اختصار کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لیکن یہاں اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے نازل ہونے کا مقصد مومنین کی روحانی تقویت اور خوف و ہراس کو دور کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ جس صبح بدر کی جنگ ہونا تھی اس رات کافی بارش ہوئی جس سے مسلمانوں کو کافی مدد ملی، اس وقت پانی پر مشرکین کا قبضہ تھا اور بارش سے مسلمانوں کو پانی میسر آیا۔ دوسری بات یہ کہ بارش سے ریت سخت ہوگئی جس سے مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ دشمن نشیبی علاقے میں تھا جہاں بارش سے کیچڑ ہوگئی اور دشمن کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو اور کفار کے دل میں رعب ڈالو۔ چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے دل میں ایک عجیب قسم کا خوف طاری تھا۔

سولہویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ میدان جنگ سے بھاگ جانا حرام ہے سوائے دو موقعوں کے۔ ایک یہ کہ جنگی حکمت عملی کے تحت ایک مورچہ چھوڑ کر دوسرا مورچہ سنبھالے اور دوسرا یہ کہ اپنی جگہ سے فرار کر کے مسلمانوں کے دوسرے گروہ سے جا ملنا اور وہاں سے دشمن پر یکبارگی حملہ کرنا۔ البتہ تفسیر کی بعض دوسری کتابوں میں کچھ اور مواقع بھی ذکر ہوئے ہیں مثلاً مسلمانوں تک اطلاع پہنچانے کے لئے فرار کرنا یا موجودہ مورچے سے زیادہ اہم کسی دوسرے مورچے کی حفاظت کرنے کے لئے دوڑ لگانا۔ لیکن یہ سب اسی مذکورہ پہلی قسم کا مصداق ہیں (۱)۔

اللہ کا پسندیدہ دین

☆ آیت ۱۹ میں خداوند عالم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ کے پسندیدہ دین کے بارے میں فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ آگیا۔ روایت میں آیا ہے کہ ابوجہل نے جنگ بدر کے موقع پر یہ دعا کی تھی کہ: "اے اللہ ہمارے قدیم دین اور

۱۔ تفسیر نور، محسن قرائتی، ذیل تفسیر آیت مورد نظر

محمد کے جدید دین میں سے جس سے تجھے محبت ہے اور جس کو تو پسند فرماتا ہے اس کے ماننے والوں کی نصرت فرما[۱]۔''
چنانچہ اللہ نے اپنے پسندیدہ دین کی مدد فرمائی اور مستقبل میں مؤمنین کے لئے دائمی فتح اور کافروں کے لئے دائمی شکست کی خوشخبری بھی سنائی۔

معاشرتی فتنوں سے بچنے کا حکم

☆ آیت ۲۵ میں ایسے فتنوں سے بچنے کا حکم ہے جس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کی لپیٹ میں بے گناہ افراد بھی آتے ہیں مثلاً خیانت حکمران کرتے ہیں لیکن اس کی سزا اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں پوری قوم کو بھگتنا پڑتی ہے۔ تفرقہ بازی تنگ نظر افراد کرتے ہیں مگر اس کے منفی اثرات پوری قوم پر پڑتے ہیں۔

امانت میں خیانت سے منع

☆ آیت ۲۷ میں امانت میں خیانت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ خداوند عالم کی ہر نعمت ایک امانت ہے اور اس کا غلط استعمال خیانت ہے۔

یہ آیت ابولبابہ نامی مسلمان کی سرزنش میں نازل ہوئی۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق بنی قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ کیا گیا تو اس دوران انہوں نے صلح کی پیشکش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر شام چلے جائیں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس پیشکش کو قبول نہ فرمایا بلکہ اس بارے میں مذاکرات کے لئے سعد ابن معاذ کو مامور فرمایا۔
اس وقت ''ابولبابہ'' نامی ایک مسلمان موجود تھا، اس کی یہودیوں کے ساتھ پرانی دوستی تھی۔ اس دوران اس نے یہودیوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا اور انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ سعد ابن معاذ کو قبول کرنے کی صورت میں سب تہ تیغ کر دیئے جاؤ گے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ابولبابہ کے اس اشارے کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ ابو لبابہ بہت شرمندہ ہوا کہ اس نے تو بہت بڑی خیانت کی ہے۔ اس نے اس کے پاداش کے طور پر اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا اور سات رات دن تک کچھ نہ کھایا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا[۲]۔
یہ ستون آج بھی ''<u>اسطوانہ ابولبابہ</u>'' یا ''<u>ستون توبہ</u>'' کے نام سے موجود ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات میں تھوڑی سی دخل اندازی بھی اس قدر طویل استغفار کی طلب گار ہوتی ہے۔

۱۔ مجمع البیان، بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۲۳۹۔
۲۔ تفسیر مجمع البیان، تفسیر صافی، تفسیر نمونہ اور دوسری تفاسیر

ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ آیت ۳۰، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بارے میں ہے۔ جب مکہ مکرمہ کے سرداروں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر رسول خدا کو قید کرنے، جلاوطن کرنے یا شہید کرنے پر غور کیا۔ آخر کار ابوجہل کی اس تجویز پر اتفاق ہوا کہ تمام قبائل کی شرکت سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا جائے۔ ادھر جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر علی علیہ السلام کو سلائیں، حضرت علی علیہ السلام بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فداکاری اور جان نثاری کی عظیم اور ابدی مثال قائم کی۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہستی کی خاطر میں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے(۱)۔''

اس آیت میں لفظ ''مکر'' استعمال ہوا ہے۔ لغت میں ''مکر'' اور ''حیلہ'' کا مطلب، تدبیر اور چارہ جوئی ہے، چاہے وہ تدبیر نیک کام کے لئے ہو یا برے کام کے لئے(۲) چاہے خود وہ تدبیر نیک ہو یا شر۔ اگرچہ بعض لوگ مکر کو ''فریب'' دینے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن جب خدا کی طرف نسبت دی جائے تو یہ لفظ فریب و مکاری کے توڑ اور عذاب دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے(۳)۔

ان تمام آیتوں کو دیکھنے کے بعد جن میں لفظ ''مکر'' آیا ہے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ''مکر الٰہی'' (خدائی حیلہ) سے مراد تدبیر و چارہ جوئی ہے، البتہ کبھی رحمت کی صورت میں ہے تو کبھی عذاب کی شکل میں۔ مثال کے طور پر اس آیت میں ''اوران کی تدبیروں کے ساتھ خدا بھی اس کے خلاف انتظام کر رہا تھا(۴)۔'' مکر سے مراد، کفار اور مشرکوں کی سازشیں ہیں جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا یا اسیر بنانا چاہتے تھے؛ اور 'یَمْکُرُ اللّٰهُ' سے مراد، خداوند عالم کی وہ تدبیر ہے جس کے مطابق اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا۔ اس بنا پر جہاں جہاں قرآنی آیتوں میں لفظ ''مکر'' اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے تمام تدبیروں کا مالک خداوند عالم ہے اور کوئی تدبیر خداوند عالم کی تدبیر کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتی اسی بنا پر اللہ تعالیٰ ہر مدبر سے بالا اور برتر ہے(۵)۔

۱۔ روح المعانی، ج۹، ص۱۹۸

۲۔ قاموس قرآن، ج۶، ص۲۶۵

۳۔ المنجد، ج۲، ص۱۸۲۰

۴۔ سورۂ انفال، آیت ۳۰

۵۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۵

حارث فہری پر عذاب الٰہی

☆ آیت ۳۲ میں بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے دعا کی کہ "اے اللہ اگر یہ بات (رسول خدا ﷺ کا توحید کی طرف دعوت دینا، محرمات سے بچنے کی تلقین اور شریعت کے تمام احکام کی پیروی کرنے کا حکم دینا) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل کر" ان الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو یہ رسول خدا ﷺ کی رسالت کی حقانیت کے خلاف ایک کھلا چیلنج تھا۔

علامہ امینی الغدیر میں لکھتے ہیں کہ یہ چیلنج کرنے والا حارث ابن نعمان فہری تھا جس نے غدیر خم کے دن حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کے بعد رسول خدا ﷺ کے سامنے آ کر کہا تھا کہ "آپ نے توحید کا حکم دیا ہم نے مان لیا، بتوں سے بیزاری کا حکم دیا ہم نے مان لیا، اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کے لئے کہا ہم نے تصدیق کی، پھر جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہم نے مان لیا۔ آپ نے ان تمام پر اکتفا نہیں کیا اور اس لڑکے کو اپنا خلیفہ بنا دیا؟ آپ ﷺ کا یہ اعلان اپنی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حارث نے دعا کی کہ: "اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسادے" اتنے میں ایک پتھر آسمان سے اس پر گرا اور وہ مر گیا(۱)"۔ سورہ معارج کی پہلی آیت بھی حارث کے طلب عذاب کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔

کفار کو مسجد الحرام میں طواف و نماز کی ممانعت

☆ آیت ۳۵ کے مطابق کفار مسجد الحرام میں نماز کے نام پر جمع ہوتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجایا کرتے تھے۔ اللہ نے واضح کر دیا کہ ہر نماز عذاب سے بچانے کا ذریعہ نہیں بن سکتی بلکہ اس نماز کا جامع الشرائط اور اخلاص پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

کفار کی سازشیں

☆ آیت ۳۶ اور ۳۷ میں کفار کے مستقبل کے عزائم اور ان کا انجام بیان ہوا ہے کہ وہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں میں اسلام اور انسانیت کے خلاف اپنا سرمایہ خرچ کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سازشیں کرتے رہیں گے۔ اللہ بھی انہیں مہلت دیتا ہے تاکہ یہ تمام ناپاک عناصر ایک مرکز پر جمع ہو جائیں اور اپنا سب کچھ اسلام کے خلاف خرچ کریں تب خداوند عالم ان سب کو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے گا اور اپنا سب کچھ لٹانے کے بعد بھی نتیجہ ان کی تباہی کی شکل میں نکلے گا۔

۱۔ الغدیر، علامہ امینی، ج ۱، ص ۲۳۹

خمس کا بیان

☆ آیت ۴۱ میں ''خمس'' کے واجب ہونے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں پروردگارِ عالم نے اعلان فرمایا ہے کہ مالِ غنیمت کے پانچویں حصے میں مندرجہ ذیل افراد کا حق ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ۔

۲ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۳۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار۔

۴۔ یتیم اور مسکین مسلمان۔

۵۔ مسافرانِ غربت زدہ (وہ مسافر جو سفر میں مجبور ہو جائے)

خمس کا تعلق صرف ''جنگی غنیمت'' سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر فائدے میں خمس واجب ہے جس کی تفصیل مجتہدین کے رسالہ عملیہ ''توضیح المسائل'' میں موجود ہیں۔

خمس کے سلسلے میں ان تحریروں کا مطالعہ ضروری ہے جن میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف علاقوں سے آنے والے وفود کو اور مختلف قبائل کو دیئے گئے امان ناموں میں دوسرے اسلامی احکام کے ساتھ ساتھ خمس ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ان احکام میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مشرکین سے برائت، نماز اور زکوٰۃ کی پابندی اور خمس کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں ''تمام آمدنی پر خمس ہے خواہ کم ہو یا زیادہ (۱)''۔

خمس کے موضوع پر صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ خمس کی ادائیگی کو بھی واجب قرار دیا تھا۔

اختصار کے پیشِ نظر ہم یہاں صرف صحیح مسلم سے ایک روایت کا متن درج کر رہے ہیں: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبدالقیس کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! ہم ربیعہ کے قبیلے سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا کافر قبیلہ حائل ہے اور حرمت والے مہینوں کے علاوہ دوسرے

۱۔ وسائل الشیعہ، بحوالہ بلاغ القرآن

زمانے میں ہم آپ تک نہیں پہنچ سکتے! لہٰذا آپ ہمیں کوئی ایسی ہدایت فرمائیں جس پر ہم خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے دوسرے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ پھر آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ گواہی دو اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے خدا کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ نیز نماز قائم کرو، زکواۃ دو اور اپنی کمائی میں سے خمس ادا کرو(۱)۔"

جنگ بدر کے مختلف پہلو

☆ آیت ۴۲ سے آخر سورہ تک تقریباً تمام آیات جنگ بدر کے مختلف پہلوؤں کو بیان کر رہی ہیں جس میں جنگی نقطہ نگاہ سے مسلمان نامناسب اور دشمن مناسب مقام پر تھے، مسلمانوں کے لئے کسی مدد کا امکان نہیں تھا۔

☆ آیت ۴۵ اور ۴۶ بھی جنگ بدر کے بارے میں ہیں۔ ان آیات کے مطابق کسی بھی منزل پر کامیابی کے لئے پانچ عناصر کا ہونا ضروری ہے: ثبات قدم، یادِ خدا، اطاعت خدا اور رسول، عدم اختلاف اور صبر۔

☆ آیت ۴۷ میں کفار قریش جس حال میں جنگ کے لئے روانہ ہوئے اس کا بیان ہے کہ وہ رقص وسرود، مے نوشی کی محفلیں جماتے ہوئے غرور وتکبر کے ساتھ نکلے تھے اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر انہیں واپس جانا پڑا۔ جنگی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو لشکر خود پسندی اور تکبر وغرور کا شکار ہوا وہ شکست سے دوچار ہوا اور ذلت ورسوائی ایسے لشکر کا مقدر بن گئی۔ بدر کی فتح کے بعد مسلمانوں کو تکبر وغرور سے بچانے کی خاطر ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے۔

انسان کی تقدیر

☆ آیت ۵۳ کے مطابق انسان کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے، وہ کسی بھی نعمت کو اپنے لئے حاصل کر سکتا ہے اور کسی بھی نعمت کو اپنے عمل سے ختم بھی کر سکتا ہے لہٰذا انسان اپنی تقدیر کو خود اپنے عمل کے قلم اور ارادے کی سیاہی سے لکھتا ہے۔

معاہدہ کی پاسداری

☆ آیت ۵۶ کے مطابق جب بھی کسی سے کوئی معاہدہ ہو تو اس کا احترام کرنا انسان کا طرہ امتیاز ہے، اس معاہدہ کا احترام نہ کرنے والا قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق بدترین حیوان ہے لہٰذا:

زمانہ صلح میں کسی طرح کی دشمنی پر مبنی طرز عمل اختیار کرنا جائز نہیں ایسا کرنا خیانت کہلائے گا۔

اگر دشمن نے معاہدہ کی پاسداری کرنے میں سستی کی ہو تو اس وقت بھی معاہدہ کے ٹوٹنے سے پہلے حملہ کرنا جائز نہیں۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۳، مطبوعہ لاہور۔ تفصیلی معلومات کے لئے علامہ سید ابن حسن نجفی صاحب کی کتاب مسئلہ خمس ملاحظہ فرمائیں

اگر دشمن معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کرے تو اسے اعلان جنگ تصور کیا جائے گا جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر عمل میں آیا۔

یہودیوں کی مدد کی ضرورت نہیں

☆ آیت ۶۴ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر میں سے کچھ یہودیوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مدد کی جھوٹی یقین دہانی کرانی چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مومنین ہی آپ کے لئے کافی ہیں۔ کتاب ''فضائل الصحابہ'' میں حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور ''مومنین'' سے مراد ذات علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے(۱)۔

قلیل لشکر کا زیادہ دکھائی دینے کا راز

☆ آیت ۶۵ اور ۶۶ میں مسلمانوں کا تعداد میں کم ہونے کے باوجود زیادہ نظر آنا اور بہت بڑے لشکر پر کامیاب ہونے کا راز اللہ نے ''صبر'' کو قرار دیا ہے اور اسی بنا پر یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ اگر صرف بیس افراد ہوں جو صبر کرنے والے ہوں تو وہ اپنے سے دس گنا بڑے لشکر پر غالب آسکتے ہیں۔

☆ آیت ۷۰ جنگ بدر کے قیدیوں سے متعلق ہے۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں منقول ہے کہ: عباس ابن عبدالمطلب، عقیل اور نوفل جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا، اس پر وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے فدیہ کی رقم بھی انہیں واپس کردی گئی(۲)۔

اولی الارحام (قریبی عزیز اور رشتہ دار)

☆ آیت ۷۵ میں جملہ ''وَاُولُوا الْاَرْحَامِ'' کے ذریعے وراثت کا ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس آیت سے مہاجرین وانصار میں میراث کا حکم منسوخ ہو گیا(۳)۔

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپس میں بھائی چارہ قائم ہوا اور ہر انصاری نے ایک مہاجر کو اپنا بھائی قرار دیا۔ اس وقت یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے میراث میں سے بھی حصہ پاتے تھے لیکن بعد میں اس آیت کے ذریعے سے وہ حکم منسوخ ہو گیا کہ اب اخوت کی بنا پر کوئی کسی کا وارث نہیں بنے گا۔

۱۔ الغدیر، ج ۲، ص ۵۱

۲۔ تفسیر نور الثقلین، منقول از کافی، بحوالہ تفسیر نور

۳۔ بلاغ القرآن، ص ۲۳۹

فضائل وخصوصیات:

شفاعت رسول ﷺ: رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

اَنَّ مَنْ قَرَأَهُمَا فَأَنَا شَفِيعٌ لَهُ وَشَاهِدٌ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّهُ بَرِيءٌ مِنَ النِّفَاقِ[۱]

جوان دونوں سوروں (انفال وتوبہ) کی تلاوت کرے گا تو میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ ان سوروں کا قاری منافق نہیں تھا۔

امیر المومنین کا شیعہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ قَرَأَ الْاَنْفَالَ وَبَرَاءَةَ فِي كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يَدْخُلْهُ نِفَاقٌ اَبَدًا وَ كَانَ مِنْ شِيعَةِ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا وَ اَكَلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَوَائِدِ الْجَنَّةِ مَعَ شِيعَتِهِ حَتّٰى يَفْرُغَ النَّاسُ مِنَ الْحِسَابِ[۲]

جو شخص ہر ماہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کی تلاوت کرے گا اس کے وجود میں ہرگز منافقت کی روح داخل نہیں ہوگی اور وہ حقیقی طور پر امیر المومنین علیہ السلام کا شیعہ (پیروکار) ہوگا اور قیامت کے دن ان کے ساتھ بیٹھ کر جنت کے کھانے تناول کرے گا یہاں تک کہ لوگ اپنے حساب سے فارغ ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۲۷۷

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۹

سورۂ توبہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ توبہ

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
توبہ	11،10	09	113	مدینہ منورہ	129	16	11116	2506

☆ سورۂ توبہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا نواں (۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سو تیرہواں (۱۱۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اسے سورۂ توبہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توبہ کے متعلق زیادہ گفتگو ہے۔

اس سورے میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ اس کا آغاز مشرکین اور منافقین سے بیزاری اور انہیں عذاب سے ڈرانے کے ساتھ ہو رہا ہے جبکہ بسم اللہ میں رحمت خداوندی کا تذکرہ ہے اور رحمت خداوندی مشرکین ومنافقین کے شامل حال نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کے باقی ایک سو تیرہ سوروں میں بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔

درحقیقت اس سورے کا آغاز عہد و پیمان شکن (مسلمانوں سے کئے ہوئے معاہدوں کو توڑنے والے) دشمنوں سے اظہار بیزاری کے ساتھ ہوا ہے اور ان کے خلاف ایک مضبوط اور سخت روش اختیار کی گئی ہے اور اس گروہ کے بارے میں خدا کے غیض وغضب کو بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ صورت حال "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے مناسبت نہیں رکھتی جو صلح، دوستی، محبت، خدا کی رحمانیت ورحیمیت کا اظہار ہے۔

مرحوم طبرسیؒ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ "اس سورے کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ امان ورحمت کے لیے ہے اور یہ سورہ امان کے خاتمے اور تلوار اٹھانے کے لئے ہے(۱)۔"

اسمائے سورہ:

مفسرین نے اس کے کئی نام بیان کئے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برائت: یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی ابتدا عہد شکن مشرکین سے خدا کی برائت اور بیزاری سے ہوتی ہے۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۷، ذیل تفسیر سورہ

۲۔ توبہ: اس سورے کو توبہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توبہ کے متعلق زیادہ گفتگو کی گئی ہے۔

۳۔ فاضحہ: یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی مختلف آیات منافقین کی رسوائی اور ان کے برے اعمال کو واضح کرنے کا سبب بنیں([1])۔

موضوعات:

سورۂ توبہ چند خاص واقعات کی جانب متوجہ کرتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ توبہ کی تبلیغ کا حکم اور حضرت علی علیہ السلام کی شان و برتری	۲۔ مشرکین سے اظہارِ بیزاری کا حکم
۳۔ جن مہینوں میں جنگ و جدال حرام ہے	۴۔ مشرکین سے جنگ کا حکم
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے گئے مظالم	۶۔ ایمان کی شرط
۷۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت	۸۔ مساجد اللہ کا گھر ہیں
۹۔ متقی افراد کی نشانی	۱۰۔ جنگ حنین
۱۱۔ مشرکین کا نجس ہونا	۱۲۔ ناحق مال کھانے والوں کیلئے عذاب کا بیان
۱۳۔ مہینوں کی تعداد	۱۴۔ جنگ تبوک
۱۵۔ ہجرت کے وقت سکون کا نزول	۱۶۔ مومن و منافق کی عملی کیفیت
۱۷۔ راہ خدا میں خرچ کرنے کا معیار و کیفیت	۱۸۔ غیر مومن کیلئے دولت عذاب کا باعث
۱۹۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدقات کی تقسیم	۲۰۔ منافقین کو پروردگار کا جواب
۲۱۔ منافقین ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے	۲۲۔ منافقین کی سازش کا پردہ چاک ہو گیا
۲۳۔ وعدہ وفا نہ کرنے والوں کی مذمت	۲۴۔ منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت
۲۵۔ مسلمانوں کی چار اقسام پر تقسیم	۲۶۔ مسجد ضرار
۲۷۔ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی	۲۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر
۲۹۔ جنگ تبوک میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت	۳۰۔ تین افراد کی شان میں
۳۱۔ صادقین (سچوں) سے مراد	۳۲۔ علم دین سیکھنے کا حکم
۳۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و اخلاق	۳۴۔ فضائل و خصوصیات

---

[1]۔ تفسیر نمونہ، تفسیر سورۂ توبہ

اہم نکات:

سورۂ توبہ کی تبلیغ کا حکم اور حضرت علی علیہ السلام کی شان و برتری

یہ سورہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری سورتوں میں سے ہے۔ اس سورے کے نزول کی ابتدا ہجرت کے نویں سال ہوئی۔ اس سورے کی آیات کا مطالعہ نشاندہی کرتا ہے کہ اس کا کچھ حصّہ جنگ تبوک سے پہلے، کچھ حصّہ جنگ کی تیاری کے وقت اور کچھ حصّہ جنگ سے واپسی پر نازل ہوا[1]۔

تمام شیعہ مفسرین اور اکثر مفسرین اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ جب اس سورے کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان تمام معاہدوں کو ختم کیا گیا ہے جو مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان طے پائے تھے اور مشرکین نے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو ان آیات کی تبلیغ پر مامور کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ایام حج میں مکہ مکرمہ میں جا کر حکم خداوندی کو پہنچا ئیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان آیات کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی وہ مکہ مکرمہ نہیں پہنچے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر حکم دیا کہ "یا علی! مکہ مکرمہ جا کر ان آیات کو لوگوں کے سامنے بیان کرو" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ملتے ہی آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مفسرین نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ "ذوالحلیفہ" (جس کا دوسرا نام مسجد شجرہ ہے جو مدینہ منورہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے)'' کے مقام پر خیمہ میں بیٹھے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص اونٹ نے آواز بلند کی، آپ اس آواز کو پہچانتے تھے، کہنے لگے یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کی آواز ہے۔ یہ یہاں کیسے آیا؟ اسی دوران حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ جب انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ کوئی اہم خبر ہے۔ دریافت کیا، کیا کوئی بات ہوگئی ہے؟ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ سورہ برائت کو لوگوں کے سامنے جا کر پڑھوں، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ وہاں سے بہت ہی غمگین حالت میں پلٹ آئے اور، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس سورے میں میرے خلاف کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن حکم خداوندی یہ ہے کہ "اس سورے کو لوگوں تک

---

[1] تفسیر نمونہ، ج ۷، تفسیر سورۂ توبہ

پہنچانے کی ذمہ داری میں ادا کروں یا کوئی ایسا شخص ادا کرے جو میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے ہو(۱)"۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے مشہور امام نسائی کی وہ عبارت بیان کریں جو انہوں نے اپنی کتاب "خصائص" میں زید ابن سبیع سے ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ برائت ابوبکرؓ کے ساتھ اہل مکہ کی طرف بھیجی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے بھیجا اور کہا: ان سے خط لے لو، حضرت علی علیہ السلام نے راستے ہی میں ان کو جالیا اور ان سے خط لے لیا، ابوبکرؓ محزون و مغموم (دکھ اور غم کی حالت میں) واپس ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: "کیا میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے کہ آپ نے مجھے معزول کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اور مزید فرمایا کہ: "مگر یہ کہ مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں خود تبلیغ کروں یا میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے کوئی مرد تبلیغ کرے(۲)"۔

مشرکین سے اظہارِ بیزاری کا حکم

☆ آیت ۳ میں اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین سے بیزار ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن نے خدا کی مشرکین سے بیزاری کو اگرچہ اجمالی طور (مختصر طور) پر بیان کیا لیکن اسلامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں میں یہ چار اعلانات کر دیں:

۱۔ مشرکین کے ساتھ معاہدے منسوخ ہو گئے ہیں۔

۲۔ مشرکین آئندہ سال مراسم حج میں شرکت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

۳۔ ننگے لوگوں کا طواف کرنا ممنوع ہے (یہ کام اس وقت مشرکین میں رائج تھا)۔

۴۔ خانہ خدا میں مشرکین کا داخلہ ممنوع ہے(۳)۔

تین مہینوں میں جنگ و جدال حرام ہے

☆ آیت ۴ میں جن چار مہینوں کا ذکر آیا ہے ان سے مراد حرمت والے مہینے ہیں جن میں جنگ و جدال کرنا حرام ہے البتہ اگر جنگ مسلط کر دی جائے تو دفاع کرنا واجب ہے اور وہ چار مہینے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ذی القعدہ۔ ۲۔ ذی الحجہ۔ ۳۔ محرم الحرام۔ ۴۔ رجب المرجب۔

۱۔ مسند احمد ابن حنبل، ج ۳، ص ۲۱۲، طبع مصر

۲۔ مسند احمد ابن حنبل، ج ۳، ص ۲۱۲، طبع مصر

۳۔ تفسیر نمونہ، ج ۷، ص ۱۷

نیز اس آیت میں عہد و پیمان کے پورا کرنے کا حکم موجود ہے۔ عہد و پیمان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مشرکین سے بھی کوئی عہد کیا جائے تو اسے بھی پورا کرنا ضروری ہے۔

مشرکین سے جنگ کا حکم

☆ آیت ۵ میں اللہ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ جب احترام والے چار مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو، گرفتار کرو، قید کرو اور ان کے گھات میں بیٹھے رہو۔ یہ حکم ان مشرکین کیلئے ہے جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں اور مسلسل اپنے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں ورنہ دین اسلام اپنے " لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۱)" کے عہد پر قائم ہے اور وہ دین میں کسی طرح کا جبر نہیں کرنا چاہتا لیکن روئے زمین پر فساد پھیلانے والوں کو آزاد بھی نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ان کی ناکہ بندی کو بھی ضروری قرار دیتا ہے تاکہ روئے زمین پر فساد نہ پھیلا سکیں اور اپنے حدود میں رہ کر زندگی گزاریں۔

کافروں اور مشرکوں کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ حربی۔ ۲۔ ذمی۔

کافر (و مشرک) حربی، وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہو اور وہ مسلسل مسلمانوں اور دین اسلام کے خلاف سازشیں کرتا ہو اور دین اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو۔ مذکورہ آیت میں ایسے ہی کافروں اور مشرکوں سے روئے زمین کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کافر و مشرک ذمی، وہ ہے جو مملکت اسلامی میں رہتا ہو اور اسلامی قوانین کا احترام کرتا ہو۔ ایسے کافر اور مشرک کی جان و مال اسی طرح قابل احترام ہے جس طرح ایک مسلمان کی جان و مال قابل احترام ہے اور کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ اسے نقصان پہنچائے۔

دین اسلام بھائی چارگی اور رحم و اخوت و مساوات کا درس دینے والا دین ہے۔ دین اسلام کسی بھی بے گناہ شخص کو قتل کرنے یا اسے نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ: "جو شخص کسی نفس کو، کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے علاوہ، قتل کر ڈالے گا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا (۲)" پس جو شخص کسی کو بلا جواز قتل کرے تو ایسا ہے گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔ پس جن کافروں اور مشرکوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے اور وہ دین اسلام کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی سازش نہیں کر رہے ہیں انہیں کسی بھی صورت قتل کرنا یا انہیں نقصان پہنچانا دین اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۶

۲۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۲

دین مبین اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اپنے عقائد اور نظریات کو جبراً دوسروں پر تھوپا جائے، اسی لئے ارشاد ہوا: "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین (کے اختیار کرنے) میں کسی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے۔ اسلام لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ دین الٰہی کی طرف بلانے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں (۱)۔"

دین اسلام میں ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جن کافروں اور مشرکوں نے دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اگر وہ اپنے عمل سے پشیمان ہوتے ہوئے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جائیں اور احکام اسلامی کی پاسداری کریں، تو اللہ ان کے تمام گزشتہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ دین اسلام کے نمایاں دشمن اور مسلمانوں کو ہر وقت نقصان پہنچانے والے بھی اگر اپنی جان بچانے کیلئے ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کریں اور اپنی جان بچانے کیلئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو دین اسلام ان کی جان اور مال کی حفاظت کا بھی حکم دیتا ہے۔

اس کی واضح مثال ہم فتح مکہ کے دن دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان اور اس کی بیوی ہندہ جگر خوار اور سید الشہداء حضرت حمزہ علیہ السلام کے قاتل وحشی کی بھی جان بخش دی گئی جبکہ ابوسفیان سے بڑھ کر کسی نے اسلام کو نقصان نہیں پہنچایا اور ہندہ نے اپنے حبشی غلام کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست و بازو حضرت حمزہ علیہ السلام کو شہید کرایا۔ حضرت حمزہ علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کے بعد ہندہ ملعونہ نے اس شہید راہ خدا پر بڑا ظلم کیا۔ آپ کا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اپنے دانتوں سے چبا کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ اس درندہ صفت عورت نے اس پر بس نہیں کی بلکہ ان جناب کو "مثلہ" بھی کیا یعنی حضرت حمزہ علیہ السلام کے کان اور ناک کاٹ کر ایک ہار بنایا اور اس کو اپنے گلے میں پہن کر خوشی کے گیت گائے اور چاروں طرف ناچتی پھری۔ یہ جرائم اتنے بڑے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کے اعلان کے باوجود وحشی سے کہا کہ آئندہ میرے سامنے مت آنا۔ دین اسلام نے ایسے لوگوں کی بھی جان و مال کی حفاظت کی، لیکن مختلف لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ابوسفیان، ہندہ اور وحشی جیسے لوگوں کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں جو اپنی جان بچانے کی خاطر مجبوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئے گئے مظالم

☆ آیت ۱۳ میں مشرکین کی طرف سے فتح مکہ سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئے جانے والے مظالم کو بیان کیا

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۵

جا رہا ہے کہ:

☆ ان لوگوں نے صلح حدیبیہ میں جو معاہدہ کیا تھا اسے توڑ دیا۔

☆ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرم الٰہی کے اندر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان کو ہجرت پر مجبور کیا۔

☆ جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ان تمام جنگوں میں کفار کی طرف سے پہل ہوئی۔

ایمان کی شرط

☆ آیت ۱۶ کے مطابق ایمان کے لئے صرف زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں ہے۔ مومن میدان جہاد میں پہچانا جاتا ہے، وہ میدان سے فرار نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھ کر حملے کرتا ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور مومن راز کی باتیں بھی ظاہر نہیں کرتا۔ آیت کے آخری حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض منافق، مشرکین کے ساتھ خفیہ رابطہ میں تھے اور مشرکین مکہ کے لئے مخبری کیا کرتے تھے لہٰذا یہ بات ضروری ہوگئی تھی کہ اللہ واضح کرے کہ سچے مومن کون ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

☆ آیت ۱۹ میں حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت بیان ہوئی ہے جب عباس ابن عبد المطلب حجاج کو پانی پلانے اور طلحہ ابن شیبہ خانہ کعبہ کی چابی اپنے پاس ہونے پر فخر کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تم سب سے پہلے نماز ادا کی اور ایمان کا اعلان کیا ہے اور میں نے تلوار سے جہاد کیا یہاں تک کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لے آئے۔ حضرت علی علیہ السلام کی یہ بات سن کر عباس غصہ میں آئے اور رسول خدا سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے اپنے چچا سے اس قسم کی بات کیوں کی؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو حقیقت بیان کی تھی (۱)۔ اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ حجاج کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی کلید برداری سے بہتر وہ شخص ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور جس نے راہ خدا میں جہاد کیا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے بارہا اس آیت کے ذریعے اپنی اولویت اور افضلیت ثابت کی ہے کیونکہ ایمان اور جہاد ان تمام خدمات سے بالاتر ہے جو دوران شرک انجام دی گئی ہوں کیونکہ ان خدمات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، زیر بحث آیات کے ذیل میں۔

مساجد اللہ کا گھر ہیں

☆ آیت ۱۸ میں صاحبان ایمان کو غیرت دلائی گئی ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور بندگان خدا کو چاہیے کہ اپنے گھروں سے زیادہ اللہ کے گھر کو آباد رکھیں۔

اس آیت میں مساجد کو آباد کرنے کے لئے پانچ شرائط بیان ہوئی ہیں:

☆ خدا پر ایمان رکھے، تا کہ مساجد سے دلچسپی پیدا ہو۔

☆ آخرت پر ایمان کامل ہو، تا کہ مساجد کو آباد کرنے میں دنیاوی فائدہ مدنظر نہ ہو۔

☆ نماز قائم کرے، تا کہ مساجد آباد رہیں۔

☆ زکوۃ ادا کرے، تا کہ ان مساجد کو آباد رکھنے کی راہ میں خرچ ہو۔

☆ خوف خدا کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہو، یعنی لوگوں کے طنز سے مسجد کو آباد کرنا نہ چھوڑیں۔

متقی افراد کی نشانی

☆ آیت ۲۴ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ متقی افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ غور وفکر کریں کہ کہیں بال بچے، مال و دولت اور تجارت وکاروباران کے لئے اللہ اور رسول سے زیادہ محبوب تو نہیں؟ اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے میں حائل اور رکاوٹ تو نہیں ہیں اور اگر ایسا ہے تو پھر سخت ترین عذاب کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

جنگ حنین

☆ آیت ۲۵ میں جنگ حنین اور بہت سے دیگر مواقع پر اللہ کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لشکر اسلام کی مدد کا ذکر ہے۔ ان مواقع سے مراد، جنگ بدر، جنگ بنی نضیر، جنگ بنی قریظہ، اور فتح مکہ وغیرہ مراد ہیں۔ جنگ حنین کا مختصر واقعہ یوں ہے:

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے، یہاں دو قبیلے بنی ہوازن اور بنی ثقیف رہا کرتے تھے جو بڑے بہادر اور جنگ جو تھے۔ جب انہیں مسلمانوں کی پے در پے کامیابیوں کا حال معلوم ہوا تو اس خوف سے کہ کہیں مسلمان اس طرف بھی حملہ آور نہ ہوں ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ وہ اپنے لشکر کو لے کر نکلے اور وادی اوطاس میں پڑاؤ ڈالا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر ان

کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے، اس فوج کے علم بردار حضرت علی علیہ السلام تھے۔ وادیٔ حنین میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا ناز تھا لیکن جب رن پڑا اور بنی ہوازن نے چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنے شروع کردیئے تو سب کے پیر اکھڑ گئے اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے بھاگنے لگے، بڑے بڑے بہادر جن کو اپنی شجاعت و شمشیر زنی پر گھمنڈ تھا سر پر پیر رکھے بھاگے جارہے تھے۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دس افراد باقی رہے جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

۲۔ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ

۳۔ حضرت ابوسفیانؓ ابن حارثؓ ابن عبدالمطلبؓ

۴۔ حضرت نوفلؓ ابن حارثؓ ابن عبدالمطلبؓ

۵۔ حضرت ربیعہؓ ابن حارثؓ ابن عبدالمطلبؓ

۶۔ حضرت عتبہؓ ابن ابولہب

۷۔ حضرت معتبؓ ابن ابولہب

۸۔ حضرت فضلؓ ابن عباسؓ

۹۔ حضرت عبداللہؓ ابن زبیر ابن حارث

۱۰۔ حضرت ایمنؓ، حضرت ام ایمنؓ کے فرزند

ان میں سے ''نو'' افراد بنی ہاشم سے تھے اور ایک فرد یعنی حضرت ام ایمن کے فرزند ''ایمن'' غیر ہاشمی تھے(۱)۔ عباس ابن عبدالمطلب نے مسلمانوں کی غیرت کو للکار کر پکارا کہ اے بیعت شجرہ والو! واپس آجاؤ۔ جب مسلمان واپس ہوئے تو دوبارہ گھمسان کا رن پڑا، بالآخر جب کفار کے لشکر کا سپہ سالار جرول حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تو کفار کے قدم میدان سے اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

مشرکین کا نجس ہونا

☆ آیت ۲۸ میں اللہ مسلمانوں کو حکم دے رہا کہ مشرکین نجس ہیں لہٰذا انہیں مسجد الحرام میں داخل نہ ہونے

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۶۲۔ اعلام الوریٰ، علامہ طبرسی، ج ۱، ص ۳۸۶

دینا۔ یہاں مسجد الحرام مثال کے طور پر بیان ہوا ہے ورنہ شریعت اسلام کے حکم کے مطابق ہر مسجد کو نجاست سے محفوظ رکھنا واجب ہے، نجاست چاہے ظاہری ہو جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ چاہے یا باطنی ہو جیسے شرک وکفر وغیرہ۔

ناحق مال کھانے والوں کیلئے عذاب کا بیان

☆ آیت ۳۴، ۳۵ میں لوگوں کا مال ناحق طریقہ سے کھانے والوں اور سونا چاندی کو ذخیرہ کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کا بیان ہے۔ اس مال اور سونا چاندی کو روز قیامت پہلے آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی۔

ان آیات کے بارے میں روایات میں ملتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ شام اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں ان آیات کی تلاوت کرتے اور لوگوں کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے (۱)۔

مہینوں کی تعداد

☆ آیت ۳۶، ۳۷ میں بیان ہوا ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں جن میں جنگ وجدال حرام ہے۔ عرب اگرچہ بنیادی طور پر حرمت والے مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھتے تھے لیکن وہ ان چار مہینوں کو بھی اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیتے تھے مثلاً محرم میں جنگ کرنی ہو تو محرم کو ربیع الاول نام دیتے تھے اور ربیع الاول کو محرم قرار دیتے تھے۔ وہ اپنے اس عمل کو ''نسیٔ'' کہتے تھے۔ ان کا یہ عمل اللہ کے قوانین میں دخل اندازی تھا لہٰذا ان آیات میں اسے کفر قرار دے کر ممنوع قرار دے دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے قوانین میں تبدیلی اور دخل اندازی کفر ہے۔ جب ایسا جرم معاشرے میں اچھا سمجھا جانے لگے تو اللہ ایسے لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا (۲)۔

جنگ تبوک

☆ آیت ۳۸ کے بعد سے جنگ تبوک کا واقعہ اور اس سے متعلق امور کا تذکرہ ہے۔

غزوہ حنین سے فارغ ہونے کے بعد جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ملی کی روم کی فوجیں تبوک میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔ تبوک مدینہ منورہ کے شمال میں شام کی

۱۔ قرآن مجید، مترجمہ ابومنصور، ص ۲۷۲۔

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۲۵۵

سرحد پر ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ رسول خدا ﷺ بھی تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔

اس جنگ میں جانے کے لئے لشکر اسلام کو چند مشکلات درپیش تھیں وہ یہ کہ تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان کافی طویل فاصلہ تھا، گرمی کا موسم تھا، فصل پکنے اور کٹنے کا وقت بھی قریب تھا اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس زمانے کی سب سے بڑی طاقت کے ساتھ جنگ درپیش تھی۔ منافقین کے علاوہ لشکر اسلام جنگ کے لئے روانہ ہوا لیکن دشمن خوف زدہ ہو کر جزیہ دینے پر آمادہ ہوا اس طرح بغیر لڑائی کے لشکر اسلام کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔

تاریخ اسلام میں یہ واحد غزوہ ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام شریک نہیں ہوئے۔ شاید اس میں مصلحت یہ ہو کیونکہ رسول خدا ﷺ جانتے تھے کہ اس مرتبہ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ منافقین نے طعنہ زنی شروع کر دی کہ نعوذ باللہ رسول خدا ﷺ علی رضی اللہ عنہ کو منحوس سمجھ کر مدینہ منورہ میں چھوڑ کر گئے۔ جب منافقین کی باتیں آپ علیہ السلام نے سنیں تو آپ علیہ السلام مسلح ہو کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں رسول خدا ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے ماجرا رسول خدا ﷺ کی خدمت میں بیان کیا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! ''تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کی منزلت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا[۱]''۔

ہجرت کے وقت سکون کا نزول

☆ آیت ۴۰ میں اللہ نے ہجرت کے موقع پر اپنے رسول ﷺ کی مدد اور ان پر سکون نازل کرنے کو بیان کیا ہے۔ اس آیت میں رسول خدا ﷺ کی آواز پر لبیک نہ کہنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ فرما رہے ہیں کہ اگر تم نے ہمارے رسول کی مدد نہ کی تو اللہ ان کی مدد کرے گا جس طرح اس نے اپنے رسول کی اس وقت مدد کی جب وہ دو میں سے دوسرا تھا اور وہ اپنے ساتھی (حضرت ابوبکرؓ) سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مومن و منافق کی عملی کیفیت

☆ آیت ۵۰، ۵۱ میں فتح و شکست کی حالت میں مومن اور منافق کی عملی کیفیت کو بیان کیا جا رہا ہے۔ منافق صرف

۱۔ الرحیق المختوم، ص ۵۸۳۔

ظاہر کو دیکھتا ہے اور وہ مسلمانوں کی شکست اور ان کی مشکلات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور خود مسلمانوں کے جیسے حالات سے دوچار نہ ہونے کو اپنی حُسنِ تدبیر اور احتیاط کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

مومن کی نگاہ اپنے مالکِ حقیقی پر ہوتی ہے، وہ وقتی فتح و شکست پر بھروسہ نہیں رکھتا بلکہ اللہ کی حکمت و سرپرستی پر یقین رکھتا ہے اور ہر حال میں اللہ کی رضا پر خوش رہتا ہے اور ہمیشہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کا منتظر رہتا ہے۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کا معیار و کیفیت

☆ آیت ۵۳ کے مطابق اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نیک عمل ہے لیکن صرف عمل کا نیک ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ عمل کرنے والے کا بھی نیک ہونا ضروری ہے۔

غیر مومن کیلئے دولت عذاب کا باعث

☆ آیت ۵۵ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ غیر مومن کے لئے دولت ایک عذاب ہے اور ہدایت کے لئے رکاٹ ہے اور اسی مال کی محبت کی وجہ سے وہ حالتِ کفر میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لئے عذابِ الیم کا مستحق قرار پاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدقات کی تقسیم

☆ آیت ۵۸ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقات کی تقسیم کے سلسلہ میں اعتراض کرتے تھے۔ یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں اگر کچھ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر کچھ نہ ملے تو بگڑ جاتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ مالِ غنیمت و زکوٰۃ کو تقسیم کرتے ہوئے بنی تمیم کے ایک شخص "ذوالخویصرہ تمیمی" نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر اگر میں انصاف نہ کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا[1]۔

منافقین کو پروردگار کا جواب

☆ آیت ۶۱ کے مطابق منافقین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کان کا کچا قرار دیتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حالات کے مطابق عمل کرتے تھے اور ذاتی علم کی بنا پر عمل نہیں کرتے تھے۔ منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ تو صرف کان ہیں اور سب

---

[1] ۔ اقتباس از صحیح بخاری، کتاب المناقب بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۲۶۰۔

کی سن لیتے ہیں۔ منافقین کے جواب میں خداوند عالم نے فرمایا کہ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ یہ رسول صاحبان ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور عام مسلمانوں کے حق میں رحمت ہے کہ ان کے بیانات کا مواخذہ نہیں کرتا ہے(۱)۔

منافقین ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے

☆ آیت ۶۷ میں منافقین کے خلاف نہایت ہی سخت لہجہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ آتش جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ ان کے لئے ایک اور عذاب کا بیان بھی ہوا ہے جس کے لئے آیت میں لفظ ''مقیم'' استعمال ہوا ہے ممکن ہے کہ اخروی عذاب کے علاوہ وہ دنیاوی زندگی میں بھی ایک نفسیاتی اور معنوی عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہتے ہوں۔ واللہ الاعلم بالصواب

منافقین کی سازش کا پردہ چاک ہوگیا

☆ آیت ۷۴ میں جنگ تبوک سے واپسی پر پیش آنے والے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔ منافقین کے ایک گروہ نے فیصلہ کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی کے قریب پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا جائے لیکن اللہ نے اپنے رسول کو ان منافقین کی سازش سے آگاہ کیا اور دشمن کے منصوبہ کو ناکام بنایا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک بجلی چمکی جس سے راستہ صاف ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سازشی منافقین کو پہچان لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ یمانیؓ کو ان افراد کے نام بتادیئے اور فرمایا کہ اس بات کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

وعدہ وفا نہ کرنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۷۵، ۷۶ کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے مال میں اضافے کی درخواست کی۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اگر خدا ان کے مال میں اضافہ کرے تو ہم اس کی راہ میں صدقہ دیں گے۔ لیکن مال میں اضافے کے بعد وہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔

ان آیات کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص ثعلبہ ابن حاطب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے دولت کی فراوانی کی دعا کیجئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس صورت میں تمام مالی حقوق ادا کروں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے وہ شخص مال و دولت کا مالک بنا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۹۹۔

اپنا نمائندہ زکوۃ کی وصولی کے لئے اس کے پاس بھیجا تو اس نے زکوۃ دینے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ کہنے لگا: یہ تو ایک طرح کا جزیہ اور ٹیکس ہے جسے میں ادا نہیں کروں گا(۱)۔

منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت

☆ آیت ۸۰ کے شانِ نزول میں بیان ہوا ہے کہ عبداللہ ابن اُبی کے مرنے کے بعد اختلاف ہوا کہ منافق کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟ اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور رسول خدا ﷺ نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا(۲)۔

آیت دوسری بات اس آیت میں یہ بیان ہوئی ہے کہ رسول خدا ﷺ مرنے والے کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا فرماتے تھے لیکن منافقین کے بارے میں اس امر سے بھی روک دیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مومن کی قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا جائز ہے کیونکہ آیت میں صرف منافق کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی چار اقسام پر تقسیم

☆ آیت ۱۰۰ سے ۱۰۵ تک میں عالم اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ ہجرت اور نصرت اسلام کی طرف جلدی اور سبقت کرنے والے۔

۲۔ دیہات کے منافقین۔

۳۔ شہر کے ہوشیار منافقین۔

۴۔ وہ افراد جن کے نیک اعمال اور بُرے اعمال مخلوط ہیں۔

مخلوط اعمال والے افراد سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی اور پھر توبہ کرنے آئے۔ وہ دس افراد تھے ان میں سے ایک ابولبابہ بھی تھا جس نے اپنے آپ کو مسجد کی ستون سے باندھ لیا تھا اور پھر اللہ نے اس کی توبہ قبول کی اور اس کے حق میں آیت نازل فرمائی۔ رسول خدا ﷺ نے آ کر اس کی رسیاں کھولیں تو اس نے سارا مال رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ اسی مال کی محبت نے مجھے جنگ میں جانے سے روکا تھا۔ حضرت ﷺ نے بحکم خدا اس کے مال کو قبول کیا۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۲۶۳

۲۔ انوار القرآن، ص ۳۰۷

مسجد ضرار

☆ آیت ۱۰۷ میں ''مسجد ضرار'' کا تذکرہ ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جسے منافقین نے اسلام کے خلاف تعمیر کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مسجد کا افتتاح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا کہ یہ ہمارے گھروں سے قریب ہے جس سے ضعیف افراد کے لئے آسانی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک سے واپسی تک اس مسجد کا افتتاح ملتوی کر دیا اور جنگ تبوک سے واپسی پر بحکم خدا اس مسجد کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔

واضح رہے کہ ایسے منافقین ہر دور میں موجود رہے ہیں جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مسجد ضرار تعمیر کرتے ہیں اور اسلام کے نام پر اسلام کی تباہی کا منصوبہ تیار کرتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو وارث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (امام زمانہ عجل اللہ الشریف) پردہ غیبت سے تشریف لا کر ان مساجدِ ضرار کو منہدم کریں گے اور ایسے منافقین کے چہرے سے نفاق کے پردے کو بے نقاب کر دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

☆ آیت ۱۰۸ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس مسجد میں نماز ادا کرنے کو بہتر قرار دے رہے ہیں جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ جس مسجد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد مسجد قبا ہے ورنہ دیگر محترم مساجد میں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر سکتے تھے اور اس میں کوئی اشکال نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر

☆ آیت ۱۱۴ میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ اس آیت میں چچا کو باپ اس لئے کہا گیا کیونکہ آزر نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی تھی اور عرب میں چچا کیلئے ''اب'' یعنی باپ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

جنگ تبوک میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

☆ آیت ۱۱۷ میں اشارہ ہے کہ اللہ نے جنگ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ جنگ تبوک میں مسلمانوں کی غربت کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے تھے اور اونٹ کے کوہان میں جمع شدہ پانی سے پیاس بجھاتے تھے اور

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۱۳۔

انتہائی معمولی غذا پر گزارا کرتے تھے لہٰذا ایسے حالات میں اسلام کی خاطر سفر کرنے والوں کی قرآن نے تعریف کی ہے۔

اس آیت کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان میں سے ایک حضرت ابو خیثمہؓ ہے جو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھے۔ وہ منافقین میں سے نہیں تھے لیکن سستی کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدان تبوک میں نہیں گئے۔ یہ اپنے گھر میں بیٹھے مختلف غذاؤں سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد ستانے لگی اور جنگ میں شرکت نہ کرنے پر پشیمان ہوئے لہٰذا وہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور رسول خدا سے جا ملے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی (۱)۔

تین افراد کی شان میں

☆ آیت ۱۱۸ تین افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔ مسلمانوں میں سے تین افراد "کعب ابن مالک، مرارہ ابن ربیع اور بلال ابن امیہ" نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی لیکن وہ منافقین میں سے نہیں تھے۔ ایسا انھوں نے سستی اور کاہلی کی بناء پر کیا تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہ جنگ میں شرکت نہ کرنے پر نادم اور پشیمان ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان تبوک سے مدینہ منورہ لوٹے تو وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ایک لفظ تک نہ کہا اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے بعد مدینہ منورہ کی فضا وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ اتنی بڑی ذلت اور رسوائی سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ مجبور ہو گئے کہ شہر چھوڑ دیں اور اطراف مدینہ منورہ کے پہاڑوں کی چوٹی پر جا کر انہوں نے پناہ لی۔

خلاصہ یہ کہ ان کے عزیز و اقارب ان کے پاس کھانا لے آتے تھے مگر ان سے ایک لفظ بھی نہ کہتے تھے۔ کچھ مدت اسی صورت میں گزر گئی اور وہ مسلسل انتظار میں تھے کہ ان کی توبہ قبول ہو اور کوئی آیت نازل ہو جو ان کی توبہ کی دلیل بنے۔ مگر ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

اس دوران ان میں سے ایک کے ذہن میں یہ بات آئی اور اس نے دوسروں سے کہا کہ اب جبکہ لوگوں نے ہم سے قطع تعلق کر لیا ہے کیا ہی بہتر ہو کہ ہم بھی ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک لفظ بھی ایک دوسرے سے نہیں بولتے تھے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ اس طرح پچاس

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث ۴۴۱۸۔ اقتباس از تفسیر نمونہ، ج ۸، ص ۱۲

دن انھوں نے توبہ وزاری کی اور آخر کار ان کی توبہ قبول ہوگئی۔اس پر یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۱)۔

صادقین (سچوں) سے مراد

☆ آیت ۱۱۹ میں "صادقین" یعنی "سچوں" کے ساتھ ہونے کا حکم دیا جارہا ہے اور جن صادقین (سچے) کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہ صرف زبان اور قول کے صادق نہ ہوں بلکہ گفتار و کردار میں بھی صادق ہوں تا کہ وہ ساری کائنات کے لئے قائد اور رہبر بن سکیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ "الصّٰدِقِیْنَ" سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔یہی روایت ابن عساکر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔واضح رہے کہ حقیقی معنوں میں صادق وہ ہے جس سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوا ہو جو اس کے ایمان وعقیدے کے خلاف ہو، اسے معصوم کہا جاتا ہے۔اسی وجہ سے فخر الدین رازی نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ معصوم کی اتباع واجب ہے اور ہر زمانے میں ایک معصوم کا ہونا لازمی ہے (۲)۔

علمِ دین سیکھنے کا حکم

☆ آیت ۱۲۲ میں خداوند متعال نے ہر گروہ میں سے ایک گروہ اور جماعت کو دین سمجھنے کی خاطر نکلنے کا حکم دیا ہے۔ یہ آیت دینی تعلیم کے لیے ایک دستور وضع کرتی ہے: یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام مومنین دینی تعلیم یا جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ایسا کرنا ممکن نہیں۔لہٰذا کیوں نہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت علمی مراکز کی طرف سفر کرے، جہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس آئے اور اپنی قوم کو تعلیم دے۔ہر وہ علم جو مسلمانوں کے لیے دین و دنیا میں فائدہ مند ہو دینی علم ہے لیکن استعمار نے علم کو علم دین اور علوم دنیا میں تقسیم کر دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت واخلاق

☆ آیت ۱۲۸ اور ۱۲۹ اس سورے کی آخری آیات ہیں، ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ آیتیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی سیرت کو بیان کر رہی ہیں اور بیان کر رہی ہیں کہ ہمیں اس سیرت پر اپنی عملی زندگی میں عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اسکے بعد مسئلہ توحید بیان ہوا ہے یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل بھی توحید کے سایہ میں ہونا چاہیے اگر چہ آنحضرت کثیر نیکیوں کا سرچشمہ ہیں اور لوگوں کی سختیاں اور رنج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گراں گزرتے ہیں اور مومنین کے لیے

۱۔تفسیر نمونہ، ج ۸، ص ۱۲

۲۔بلاغ القرآن، ص ۲۷۲

دلسوز و مہربان ہیں لیکن اس حالت میں بھی مظہر الٰہی ہیں (۱)۔

فضائل وخصوصیات:

نفاق سے دوری: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے قیامت کے دن نفاق سے دور رکھے گا (۲)۔

دشمنوں سے حفاظت: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ دشمنوں کے شر سے امن میں رہے گا اور انشاء اللہ اس کی تمام حاجات پوری ہوں گی (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر موضوعی قرآن، ج ۸، ص ۶۱، مولف، عبداللہ جوادی آملی

۲۔ تفسیر برہان، ج ۳، ص ۳۶۳

۳۔ خواص الآیات، ص ۶۹

سورۂ یونس کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ یونس

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
یونس	11	10	51	مکہ مکرمہ	109	11	7593	1844

☆ سورۂ یونس موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا دسواں (۱۰) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اکیاونواں (۵۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ اوائل بعثت (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری طور پر نبوت ملنے کے ابتدائی دنوں) میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ چونکہ اس سورے کی ۹۸ ویں آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے اس لئے اسے سورۂ یونس کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر "سورۂ یونس" رکھا گیا ہے اور یونس نام رکھنے کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ	۲۔ دنیا سے محبت کافر کی خاص نشانی
۳۔ جنت کے حصول کی بنیادی شرط	۴۔ انسان کی عجیب عادت
۵۔ بت پرستوں کی شرطِ ایمان	۶۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ
۷۔ دنیاوی زندگی کی خوبصورت مثال	۸۔ اللہ کا تصور فطری ہے
۹۔ دنیا کی بے ثباتی کی مثال	۱۰۔ برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہوتا ہے
۱۱۔ حق کی جانب ہدایت و رہنمائی کرنے والی ذات	۱۲۔ مشرکین کے اعتراض کا رد
۱۳۔ عذاب میں جلدی کا مطالبہ اور اس کا جواب	۱۴۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والے
۱۵۔ قبر میں رسول خدا اور امیر المومنین علیہما السلام کی زیارت	۱۶۔ اللہ کے لئے فرزند کے وجود کی نفی
۱۷۔ حضرت موسیٰ کے بعض حالات	۱۸۔ بنی اسرائیل کے لئے جواب
۱۹۔ فرعون کا ایمان	۲۰۔ فرعون کا بدن نشانِ عبرت
۲۱۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے اعمال	۲۲۔ ایمان لانے میں انسان صاحب اختیار ہے
۲۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند امور کی طرف متوجہ کرنا	۲۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ

اس سورے میں اگرچہ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مکمل بیان نہیں ہوا ہے۔ یہاں پر ہم حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کو سورے کے نام کی مناسبت سے بیان کر رہے ہیں۔ سعید ابن جبیرؒ اور دیگر مفسرین نے قوم یونس کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

قوم یونس نینوا اور موصل کے علاقہ میں زندگی بسر کیا کرتی تھی۔ انہوں اپنے نبی جناب یونس علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام انہیں **۳۳ سال** تک خدا پرستی اور گناہوں سے دور رہنے کی دعوت دیتے رہے لیکن دو افراد کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا، ان ایمان لانے والوں میں سے ایک کا نام روبیل اور دوسرے کا نام تنوخا تھا۔

روبیل ایک صاحب علم وحکمت گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی جناب یونس علیہ السلام سے دوستی تھی جبکہ تنوخا ایک عابد وزاہد شخص تھا، جو جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے ان کو فروخت کیا کرتا تھا اور اپنا گزر بسر کرتا تھا۔

جب حضرت یونس علیہ السلام قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے، تو خداوند عالم کی بارگاہ میں اس قوم کی شکایت کی اور عرض کیا:

پالنے والے! **۳۳ سال** سے اس قوم کو توحید وعبادت اور گناہوں سے دوری کی دعوت دے رہا ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، لیکن یہ سرکشی پر تلی ہوئی ہے اور مجھے جھٹلا رہی ہے یہ لوگ مجھے ذلت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ خداوندا! اب یہ لوگ ہدایت کے قابل نہیں ہیں، ان پر عذاب نازل کر دے۔

آواز آئی: اے یونس! اس قوم کے درمیان کچھ جاہل لوگ ہیں، کچھ بچے شکم مادر اور کچھ آغوش مادر میں ہیں، ان میں بعض بہت بوڑھے اور کمزور عورتیں ہیں۔ میں حکیم اور عادل ہوں، میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ گناہگاروں کے ساتھ میں بے گناہوں پر بھی عذاب نازل کروں، میں ان کے ساتھ دوستی اور مہربانی کا سلوک کرنا چاہتا ہوں اور ان کی توبہ واستغفار کا منتظر ہوں، میں نے تمہیں ان کے درمیان اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کی حفاظت کرو اور ان کے ساتھ محبت ومہربانی کے ساتھ پیش آؤ اور عظیم الشان مقام نبوت کے ذریعہ ان کے سلسلہ میں صبر سے کام لو اور ایک ماہر طبیب کی طرح ان کی بیماری کے علاج میں لگ جاؤ اور ان کے گناہوں کا علاج مہربانی سے کرو۔

حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! میں تیری وجہ سے ان پر غضبناک ہوں۔ میں نے جس قدر انہیں تیری اطاعت کی دعوت دی اس سے زیادہ انہوں نے گناہوں پر اصرار کیا۔ تیری عزت کی قسم! ان کے ساتھ (اب) نرم

روبیہ اختیار نہیں کروں گا اور خیر خواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھوں گا۔ ان کے کفر اور تکذیب کے باعث ان پر عذاب نازل فرما کہ یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، خطاب آیا کہ ''شوال کی پندرہ تاریخ بدھ کے روز'' طلوع آفتاب کے وقت ان پر عذاب نازل کروں گا اور آپ اپنی قوم کو عذاب کے آنے کی خبر دیں۔

نصف شوال کے بدھ سے پہلے ہی حضرت یونس علیہ السلام شہر سے کوچ کر گئے، لیکن روبیل، ایک بلند جگہ پر گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے: اے لوگو! میں روبیل ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، یہ شوال کا مہینہ ہے جس میں تمہیں عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے تم لوگوں نے پیغمبر خدا کو جھٹلایا ہے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پیغمبر خدا نے سچ کہا ہے، خدا کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا، اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے ان سے کہا: ہمیں کوئی چارہ کار بتاؤ کیونکہ تم صاحب علم وحکمت ہو اور ہم پر مہربان اور دلسوز ہو۔ انہوں نے کہا: میرے لحاظ سے عذاب الٰہی کے وقت سے پہلے تم لوگ شہر سے باہر نکل جاؤ، بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دو۔ سب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرو اور خلوص کے ساتھ توبہ کر لو اور کہو!

خداوندا! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تیرے پیغمبر کو جھٹلایا ہے لیکن اب ہم توبہ کرتے ہیں لہٰذا تو ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ پالنے والے! ہماری توبہ قبول فرما، ہم پر رحم کر۔ خدایا! تیرا رحم سب سے زیادہ ہے۔ قوم نے ان کی بات مان لی اور اس معنوی وروحانی منصوبہ کے لئے تیار ہو گئے۔ بدھ کا روز آ گیا، روبیل ان سے دور ہو گئے اور ایک گوشہ میں چلے گئے تا کہ ان کی گریہ وزاری اور ان کی توبہ کو دیکھیں۔

بدھ کے دن کا سورج طلوع ہوا، شہر میں خطرناک اور ہولناک ہوائیں چلنے لگی جس سے خوف وہراس پھیل گیا، بیابان میں مرد، عورت، جوان، بوڑھے، امیر، غریب غرض سب لوگوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور سب دل کی گہرائی سے توبہ کرنے لگے اور خداوند عالم سے طلب مغفرت میں مشغول ہو گئے، بچے ماؤں کی گریہ کی فلک شگاف صدائیں سن کر رونے لگے، مائیں بچوں کے رونے کی وجہ سے فریاد کرنے لگیں۔ اس وقت ان کی توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، ان سے عذاب ٹل گیا اور قوم ہنسی خوشی اپنے گھروں کو واپس آ گئی (۱)

۱۔ تفسیر صافی، ج۱، ص ۶۷۷، بطور خلاصہ

دنیا سے محبت کافر کی خاص نشانی

☆ آیت ۷ کے مطابق دنیا سے محبت کرنے والے اور روز قیامت کی فکر نہ کرنے والے اور دنیاوی زندگی پر مطمئن رہنے والے عام طور پر کافر ہی ہوتے ہیں لیکن کبھی یہ صفت صاحب ایمان افراد میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بھی چند روزہ دنیا کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو کفار کا ہوتا ہے۔

جنت کے حصول کی بنیادی شرط

☆ آیت ۹، ۱۰ میں سے پہلی آیت کے مطابق جنت کے حصول کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے اور ایمان کے لئے معاون عمل صالح ہے۔ دوسری آیت کے مطابق جب انسان جنت میں داخل ہوگا اس وقت اس کا سب سے پسندیدہ کام تسبیح پروردگار ہوگا جس تسبیح سے وہ دنیاوی زندگی میں مانوس رہ چکا ہوگا لیکن یہاں فرق یہ ہے کہ دنیا میں وہ اپنے رب پر ایمان بالغیب رکھتا تھا جبکہ آخرت میں شہود (یعنی آنکھوں کے سامنے سے ہر قسم کے پردے ہٹ جائیں گے اور انسان تمام چیزوں کو ان کی حقیقت کے ساتھ دیکھ لے گا) کے مرحلے میں داخل ہوگا، پردے اٹھ جائیں گے اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا قریب سے مشاہدہ کر رہا ہوگا۔ ایسے ماحول میں ''سبحانک اللھم' اے اللہ تو پاک و منزہ ہے'' کے ورد میں کیا کیف و سرور ہوگا اس کا اندازہ اس مادی ماحول میں رہ کر نہیں کیا جا سکتا۔

انسان کی عجیب عادت

☆ آیت ۱۲ میں انسان کی ایک عجیب عادت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان صرف مصیبت کے وقت سہارا ڈھونڈتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اللہ کی ذات ہی واحد سہارا ہے لہٰذا وہ اسی کے در پر دستک دیتا ہے لیکن جب اس سے تکلیف دور کر دی جاتی ہے تو وہ اللہ کو ایسے بھول جاتا ہے جیسے اس ذات سے کبھی واسطہ ہی نہ پڑا ہو۔

ایک نکتہ قابل ذکر ہے کہ بندوں کے بارے میں تو احسان فراموشی کسی حد تک سمجھ میں آتی ہے کہ انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ شاید اب اس بندے سے آئندہ میرا کوئی واسطہ نہیں پڑے گا اگرچہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے لیکن ذات الٰہی سے تو انسان کو کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی ذات سے کبھی بھی انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یاد الٰہی سے غافل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ایسا کرنے والا انسان نفسیاتی اعتبار سے بہت ہی پست اور ذلیل ہے ورنہ اللہ کے

احسانات کو فراموش کرنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے (۱)۔

بت پرستوں کی شرطِ ایمان

☆ آیت ۱۵ سے ۱۷ تک کے شان نزول کے بارے میں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ آیات چند بت پرستوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ قرآن میں ہمارے بڑے بتوں (لات، عزیٰ، منات اور ہبل) کی عبادت کرنے اور ان کی مذمت میں بیان ہوا ہے وہ ہمارے لئے قابل برداشت نہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو ہمارے لئے دوسرا قرآن لے آئیں جس میں ایسی کوئی بات نہ ہو یا پھر کم از کم موجودہ قرآن سے ایسی باتیں نکال دیں (۲)۔

کفار کے ان اعتراضات کا جواب بھی انہی آیات میں بیان ہوا کہ کہہ دیجیے کہ یہ قرآن مشیت الٰہی کے تابع ہے، اگر وہ چاہتا تو اس قرآن کو پیش نہ کرتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جیسا کہ میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں، اس مدت میں کوئی قرآن میں نے پیش نہیں کیا اور جس شخص نے اپنی چالیس سالہ زندگی کے کسی حصہ میں خیانت نہ کی ہو اور جس کا مزاج جعل، فریب اور جھوٹ سے آشنا ہی نہ ہو وہ اچانک اتنی بڑی فریب کاری کرنا شروع کردے اور ایک پوری کتاب، ایک دین اور ایک نظام گھڑ کر اللہ کی طرف نسبت دینا شروع کردے یہ ممکن نہیں ہے۔

اور یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال ان کلام شناس اور فصاحت و بلاغت کے مالک عربوں کے درمیان گزار چکے ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز کلام، انداز بیان اور اسلوب سخن کا علم تھا۔ کیا قرآن اسی انداز و اسلوب کا مظہر ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس شک کے لیے گنجائش ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی تصنیف ہے اور اگر ان دونوں اسلوبوں میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے تو یہ ان کی اپنی تصنیف کیسے ہوسکتی ہے؟

اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال کی زندگی ان کے درمیان گزاری۔ اس مدت میں نہ کسی معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، نہ کسی سے کتاب پڑھی، نہ کسی قانون کا مطالعہ کیا، نہ کسی دستور زندگی اور نظام حیات سے آپ کا واسطہ پڑا، نہ شعر و خطابت میں حصہ لیا۔ اور آج ایک ایسا کلام پیش کرتے ہیں کہ اسلوب و ترکیب میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور وہ جامع نظام حیات لے کر آتا ہے جو قیامت تک کے لیے قابل عمل ہے۔ اس سے ثابت

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۲۵۔

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۸، ص ۲۰۹۔

ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں ہوسکتی بلکہ یہ کلام الٰہی ہے[1]۔

رسول خدا ﷺ سے معجزات کا مطالبہ

☆ آیت ۲۰ میں کے مطابق لوگ رسول خدا ﷺ سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس بت کا ذکر ملتا ہے کہ لوگ حضور ﷺ سے ایسے محسوس معجزے کا مطالبہ کرتے تھے جیسے سابقہ انبیاء علیہم السلام نے دکھائے ہیں اور قرآن کو معجزہ تسلیم نہیں کرتے تھے اور ساتھ قرآن کے چیلنج کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ اس مطالبہ کا اس آیت میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ غیب تو صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ تم انتظار کرو، فرمائشی معجزے کے بعد اگر ایمان نہ لائے تو مہلت نہیں دی جاتی اور عذاب نازل کیا جاتا ہے، جیسا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے ساتھ ہوا۔ رسول خدا ﷺ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور قرآن کا وعدہ ہے کہ جب تک آپ ان کے درمیان ہیں اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ لیکن اگر کافر دین اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی معجزہ طلب نہ کرے اور اپنے دین پر باقی رہے تو اس صورت میں عذاب الٰہی سے بچنے کی امید باقی رہتی ہے۔

دنیاوی زندگی کی خوبصورت مثال

☆ آیت ۲۱ میں خداوند عالم دنیاوی زندگی کی ایک خوبصورت مثال کے ذریعے انسان کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ انسان کشتی میں بیٹھا ہوا موجوں کے درمیان ٹھنڈی ہوا کا لطف اٹھاتا چلا جا رہا ہے، اچانک ایک ایسا طوفان آئے کہ موجیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیں اور نجات کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں تو ایسے میں ایک مرتبہ انسان اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دعا کرنے لگتا ہے کہ اگر اس مصیبت سے نجات مل جائے تو اس کا شکر ادا کرے گا۔ مگر جب نجات مل جاتی ہے تو اللہ کو مکمل فراموش کر دیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ دوبارہ اسی اللہ سے واسطہ پڑنے والا ہے جو تمام اعمال کا حساب لے گا۔ اے کاش انسان ان مثالوں سے عبرت حاصل کرتا۔

اللہ کا تصور فطری ہے

☆ آیت ۲۲ میں خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ انسان جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ ان دلائل میں سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کا تصور ہر انسان کے نفس

1۔ بلاغ القرآن، ص ۲۷۷۔

اور اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے لیکن جب بیرونی رکاوٹیں اس فطرت سلیمہ کے تقاضوں کے خلاف ہوتی ہیں تو انسان فطری راہوں سے منحرف ہو جاتا ہے۔ مثلاً علم دوستی بھی انسانی فطرت میں ودیعت ہے لیکن منفی تربیت جیسی رکاوٹوں کی وجہ سے فطری تقاضے جامۂ عمل نہیں پہن سکتے۔ جب یہ بیرونی رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور جن ظاہری اسباب کے دھوکے میں یہ گم ہوتا ہے، وہ سب ٹوٹ جاتے ہیں تو اس وقت فطرت سلیمہ کو اپنا تقاضا پورا کرنے کا موقع ملتا ہے اور انسان بے ساختہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کی مثال

☆ آیت ۲۴ میں جو مثال بیان کی گئی ہے (دنیاوی زندگی کی مثال یقیناً...... ہم اپنی نشانیاں اس طرح کھول کر بیان کرتے ہیں) یہ دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے فنا ہونے اور اس کی بے ثباتی کی ایک مثال ہے۔ انسان اس مختصر زندگی کو جتنا چاہے خوبصورت بنائے مگر اسے مختصر مدت کے بعد اس زندگی کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ انسان اس حالت میں دنیا سے گزر جاتا ہے کہ وہ دنیا کی رعنائیوں سے لطف اٹھا رہا ہوتا ہے اور دیر تک زندہ رہنے کی آرزو رکھتا ہے عین اسی عالم میں حکم خدا آتا ہے اور اس دنیا سے اس کا وجود ایسے ختم ہوتا ہے گویا کہ وہ کبھی یہاں تھا ہی نہیں۔
پس کیا کوئی عاقل انسان ایسی ناپائیدار زندگی کے بدلے آخرت کی ابدی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کو تباہ و برباد کر سکتا ہے؟ یہ غور و فکر کا مقام ہے، اسی لئے اس آیت کا مخاطب بھی صاحبان عقل ہیں کہ اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو یقیناً وہ کبھی بھی ایسے سودے پر راضی نہیں ہو گا۔

برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہوتا ہے

☆ آیت ۲۷ کے مطابق برائی کا بدلہ اسی برائی کے برابر ملے گا اس سے زیادہ نہیں۔ یعنی جتنی برائی ہو گی اتنی ہی سزا دی جائے گی اور اس سزا سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا (آیات و روایات کے مطابق نیکی کا بدلہ دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ملے گا) اگر یہ برائی شرک کی صورت میں ہو تو کوئی شفاعت کرنے والا شفاعت بھی نہیں کر سکے گا۔ اس نکتہ کو بیان کرنے کے بعد آیت میں برائی کے عذاب کا ایک نمونہ بھی بیان کیا گیا کہ ان کو تہ بہ تہ تاریکیوں میں ڈالا جائے گا اور جہنم ایسے لوگوں کا ٹھکانا ہو گا۔
یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کے اس قول کو نقل کر دیں جس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"ہلاکت ہے اس کے لیے جس کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آ جائیں (۱)۔" اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک سو ایک گناہ کیے اور ان ایک سو ایک گناہوں کے مقابلے میں فقط دس ثواب کے کام کیے تو اس کے لیے ہلاکت ہے، چونکہ اس نے دس نیکیاں اور ۱۰۱ گناہ کیے، اگر اس نے دس کارِ خیر کیے ہوتے اور سو گناہ، تو اس کے یہ دس نیک کام چونکہ دس ضرب دس کا مجموعہ سو ہے تو یہ ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوتے اور بخشش کی امید ہوتی۔

حق کی جانب ہدایت ورہنمائی کرنے والی ذات

☆ آیت ۳۵ کے مطابق حق کی طرف ہدایت اللہ ہی کرتا ہے۔ حق واقعی اور حقیقی چیز کو کہا جاتا ہے اور واقعی و حقیقی چیز کا اتباع کرنا تمام عقلا کے نزدیک ضروری ہے لہٰذا جو رہنما حق تک پہنچائے اس کا اتباع کرنا بھی ضروری ہے۔ اس آیت میں ایک سوال یہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ کیا پیروی اس کی ہونی چاہیے جو حق تک پہنچا دیتا ہے یا اس کی جو خود محتاج ہدایت ہے؟ سوال کے بعد جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو خود ہدایت کا محتاج ہو وہ کسی دوسرے کو ہدایت نہیں دے سکتا، ہدایت صرف وہی دے سکتا ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو۔ لہٰذا انسان اللہ کی طرف سے معین کردہ ان رہنماؤں کا اتباع کرے جو خود ہدایت یافتہ ہیں۔ اور بنی نوع انسان کی رہبری کا حق صرف انہی رہنماؤں کو حاصل ہے جو اللہ کی طرف سے ہادی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

مشرکین کے اعتراض کا رد

☆ آیت ۳۷، ۳۸ میں پہلی آیت میں خداوندِ عالم نے مشرکین کے اس اعتراض کو رد کیا ہے جو کہتے تھے کہ قرآن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ کتاب (قرآن مجید) سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والی اور پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ دوسری آیت کے مطابق خداوند عالم نے مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ قرآن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ لیا ہے تو تم اس جیسا ایک سورہ ہی لے آؤ اور اس کام کے لئے اپنے جس مددگار کو چاہو مدد کے لئے بلا لاؤ۔

عذاب میں جلدی کا مطالبہ اور اس کا جواب

☆ آیات ۴۶ سے ۵۳ تک کا مفہوم تقریباً یہ ہے کہ کفار و مشرکین اور منکرین قیامت پر عذابِ خداوندی ضرور نازل ہو گا چاہے وہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہو یا ان کے دنیا سے جانے کے بعد ہو۔ ہر قوم کے لئے ایک مدت

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۱۰۳

معین کردی گئی ہے اس سے زیادہ مہلت نہیں دی جاسکتی پس بدبختی ان مشرکین کی ہے جو اس مہلت کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہیں کہ آخر آپ کا عذاب کب آنے والا ہے۔ان کے پاس اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اگر دن یا رات میں عذاب آ گیا تو یہ کیا کر سکیں گے؟ کیا ان میں اس عذاب کو روکنے کی طاقت پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ایسی صورت میں ایمان لے آنا ہی بہتر اور عقل کے عین مطابق ہے۔البتہ یہ لوگ عذاب کے آثار نظر آنے کے بعد ایمان لائیں گے اس وقت ان کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا کیونکہ توبہ کا بھی ایک وقت معین ہے اس وقت کے گزر جانے کے بعد توبہ کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔صاحبان ایمان کو ان عبرت آمیز پیغامات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔

حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والے

☆ آیت ۵۹ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو رزق خداوند عالم نے تمہارے لئے نازل کیا ہے بعض لوگ اس میں بھی اپنی طرف سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔اللہ نے ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا اس کام کی اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے یا تم خود اپنی طرف سے ایسا کرتے ہو اور اللہ پر تہمت لگاتے ہو؟ پس آیت کے پیغام پر غور کرتے ہوئے ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہم اپنی طرف سے شریعت مقدس کے احکام میں دخل اندازی سے پرہیز کریں۔جس چیز کو خداوند عالم نے حلال قرار دیا ہے اسے حلال سمجھیں اور جسے حرام قرار دیا ہے اسے حرام سمجھیں۔جیسے کہ دور حاضر کے جنونی مذہبی انتہا پسند گروہ اس خون کے بہانے کو حلال اور جائز قرار دیتا ہے جس کے بہانے کو پروردگار عالم نے واضح طور پر حرام قرار دیا ہے۔یہ "انتہا پسند" گروہ مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھتا ہے جبکہ قرآن مجید نے کسی بھی بے گناہ انسان کے قتل کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔

قبر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت

☆ آیت ۶۴ میں لفظ "بُشریٰ" استعمال ہوا ہے۔"بُشریٰ" خوشخبری کو کہا جاتا ہے۔اس لفظ کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صاحبان ایمان اور متقی افراد اپنی زندگی کے آخری لمحات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہ کائنات کی سب سے عظیم ترین بشارت ہے(۱)۔
اسی مفہوم پر مشتمل ایک نظم ''دیوان حضرت علی علیہ السلام'' میں موجود ہے جس میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے صحابی حارث ہمدانیؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
''اے حارث ہمدان! ہر مرنے والا چاہے وہ مومن ہو یا منافق، مرتے وقت مجھے اپنے سامنے پائے گا اور وہ مجھے پہچانے گا میں اسے پہچان لوں گا(۲)۔

اللہ کے لئے فرزند کے وجود کی نفی

☆ آیت ۶۸ میں خداوند عالم نے اپنے لئے فرزند کے وجود کی نفی فرمائی ہے۔ اللہ کے لئے بیٹے کا تصور اللہ کے خالق ہونے کے تصور کے منافی ہے اور نہایت بیہودہ بحث ہے کہ اللہ کو انسان جیسا فرض کر کے یہ تصور قائم کیا جائے کہ جس طرح انسان اولاد کے ذریعے اپنے وجود کے تسلسل کو باقی دیکھنا چاہتا ہے اسی طرح اللہ کے ہاں بھی فرزند کی ولادت ہوئی ہے۔

حضرت موسیٰ کے بعض حالات

☆ آیت ۷۵ تا ۹۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ ہم سورۂ اعراف میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر ان آیات میں سے بعض آیات کے آفاقی پیغام کو بیان کریں گے۔

بنی اسرائیل کے لئے جواب

☆ آیت ۷۸ میں بنی اسرائیل کے اس جواب کو بیان کیا گیا ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دین الٰہی کی طرف دعوت دی تو بنی اسرائیل نے کہا موسیٰ تم کیا یہ پیغام لائے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ دیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ آیت اور اس طرح کی دوسری آیات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کی خاطر بیان کی گئی ہیں۔ جب کفار و مشرکین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف طریقوں سے ستایا، کبھی دیوانہ کہا، کبھی جادوگر کہا اور کبھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو خداوند عالم نے اس مفہوم کی دیگر آیات نازل کر کے اپنے رسول کو بتا دیا کہ میرے حبیب! یہ وہی سب کچھ کہہ رہے ہیں جو سابق

۱۔ بحار الانوار، ج ۶، ص ۱۹۔ انوار القرآن، ص ۳۵۸۔

۲۔ دیوان حضرت علی، ص ۱۱۹، ناشر ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان کراچی، مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۳۷۷ ہجری

امتوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔ لہٰذا اللہ کی مدد و نصرت پر یقین رکھو کہ خدا کی مدد و نصرت سے تمہارا پیغام عام ہوگا اور تمہارے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

فرعون کا ایمان

☆ آیت ۹۰ کے مطابق جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہونے لگا تو اس نے آواز دی کہ میں اس خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ خداوند عالم نے فرعون کے دعوائے ایمان کو رد کر کے اسے تمام کائنات کے انسانوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا۔ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا جابر و ظالم بھی ایک دن اپنے کئے پر ضرور پشیمان ہوتا ہے لیکن وقت نکل جانے کے بعد اس کی پشیمانی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ درحقیقت ظالم کی پشیمانی مظلوم کی فتح کی نشانی بن جاتی ہے۔

فرعون کا بدن نشانِ عبرت

☆ آیت ۹۲ میں خداوند عالم فرعون سے مخاطب ہو رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل حکمِ خدا سے پانی میں راستہ بنا کر دریائے نیل عبور کر گئے تو فرعون اور اس کا لشکر بھی اسی راستے سے دریا پار کرنے لگا۔ اللہ کے حکم سے پانی مل گیا اور فرعون غرق ہونے لگا۔ اس وقت اللہ نے فرعون سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ "ہم آج تیرے بدن کو بچا لیں گے تا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے نشانِ عبرت بن جائے" چنانچہ اللہ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور اس کا ممی شدہ جسم ۱۸۹۸ء میں دریائے نیل کے قریب "مموسیہ" کے مقام پر دریافت کیا گیا جہاں سے اس کو قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت سے اس کی ممی قاہرہ کے عجائب گھر میں سیاحوں کے لیے سجی ہوئی ہے۔ اس کا سر اور گردن کھلے ہوئے ہیں اور باقی جسم کو ایک کپڑے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کے بنائے ہوئے راستہ پر چلنا بھی نجات کا سبب نہیں ہوتا ہے جب تک کہ نیت صاف نہ ہو ورنہ کوئی انسان نبی کے راستہ پر نبی کے خاتمہ یا ان کے پیغام کی بربادی کی نیت سے چلے گا تو بربادی کے علاوہ اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا(۱)۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے اعمال

☆ آیت ۹۸ میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے اعمال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ایک

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۳۵۔

نافرمان قوم تھی، آپ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود وہ نہ سدھری تو آپ قوم کی نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہو کر شہر چھوڑ کر چلے گئے اور ایک کشتی میں سوار ہوئے، کشتی سمندر میں پہنچی تو ایک روایت کے مطابق ایک بڑی مچھلی نے کشتی کا راستہ روک لیا اور دوسری روایت کے مطابق کشتی میں زیادہ افراد کے سوار ہونے کی وجہ سے وزن زیادہ ہو گیا اور کشتی کے غرق ہونے کے آثار نظر آنے لگے۔ وزن کم کرنے کے لئے یہ طے پایا کہ کسی ایک آدمی کو سمندر میں پھینکا جائے۔ لہٰذا قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا، لوگوں نے انہیں سمندر میں پھینکا تو مچھلی نے انہیں فوراً نگل لیا، انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نجات کی دعا کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی جس کے نتیجے میں وہ نجات پا گئے۔

ایمان لانے میں انسان صاحب اختیار ہے

☆ آیت ۹۹ کے مطابق اگر خدا چاہتا تو تمام اہل زمین کو مومن بنا دیتا اور ان سے کفر کی طاقت کو چھین لیتا اگر اللہ ایسا کرتا تو انسان مجبور ہو جاتا لیکن اس طرح کا ایمان اللہ کو منظور نہیں لہٰذا جب اللہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا تو کیا کوئی اور بندہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند امور کی طرف متوجہ کرنا

☆ آیات ۱۰۵ سے ۱۰۹ تک میں خداوند عالم اپنے رسول کو کچھ اہم امور کی طرف متوجہ فرما رہا ہے کہ:

اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ پوری توجہ دین اسلام پر مرکوز کروں اور کسی نظریہ یا مذہب کو قابل اعتنا نہ سمجھوں۔ ایسی چیزوں سے امید وابستہ نہ کروں جنہیں کسی نفع ونقصان کا اختیار حاصل نہیں اگر ایسی امید رکھوں تو یہ اپنی ذات پر زیادتی ہوگی۔

ان آیات کے مطابق خداوند متعال اپنے رسول کو جس دین پر استقامت کے ساتھ رہنے کا حکم دے رہا ہے اس کے توحیدی تقاضے اس طرح ہیں:

☆ اس بات پر یقین رکھو کہ ہر قسم کی تکلیف، بیماری، دشمن کا خوف، مالی نقصانات، ظالم کی طرف سے زیادتی اور قدرتی آفات کو دور کرنے والا صرف خداوند عالم ہے۔ کائنات پر صرف اسی کی حاکمیت ہے اور کوئی اس کے ساتھ کائنات کی تدبیر کرنے میں شریک نہیں ہے۔

☆ اللہ کسی بندے پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے تو اس کے فضل وکرم کو روکنے والا کوئی نہیں۔ کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں

طاقت آزمائی کرے؟ تو کیا یہ عقل مندی نہیں ہے کہ انسان بتوں سے امیدیں رکھنے کی بجائے صرف اللہ کی عبادت کرے اور اسی پر بھروسہ کرے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا سزاوار بنائے؟ البتہ یاد رہے کہ اس کا فضل و کرم اندھی بانٹ نہیں کہ بغیر استحقاق اور ضابطے کے جسے چاہے دے۔

☆ اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں سے کہہ دو کہ حق تم پر واضح ہو چکا ہے لہٰذا اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ گمراہی کو چھوڑ کر حق کی پیروی کرو۔ حق اور ہدایت ایک نور ہے جس کی طرف صاحبان بصیرت خود شوق سے چلے آتے ہیں ایسا کرنے میں کسی اور کا فائدہ نہیں ہے بلکہ ان کی اپنی ذات کا فائدہ ہے۔

☆ اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کسی کی پرواہ کئے بغیر صرف وحی الٰہی کی پیروی کرو اور اللہ کی طرف سے جو رہنمائی آتی رہے گی اس پر عمل کرتے جاؤ، اس کے ساتھ تبلیغ دین کی راہ میں پیش آنے والی تمام مشکلات کا مقابلہ صبر سے کرتے رہو۔ عنقریب ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا اس دن حق کا بول بالا ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔

فضائل و خصوصیات:

حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے برابر ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اسے حضرت یونس علیہ السلام کی تمام امت کی تعداد کے برابر اجر ملے گا (۱)۔

جہالت سے حفاظت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يُونُسَ فِي كُلِّ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ لَمْ يُخَفْ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ وَ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ (۲)

جو شخص ہر دو یا تین ماہ میں ایک مرتبہ سورۂ یونس کی تلاوت کرے گا اس کا شمار جاہلوں میں نہیں ہوگا اور قیامت کے دن وہ اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۵، ص ۸۷، تفسیر نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۹۰۔ بحوالہ تسکین روح، ص ۱۱۳۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۔

سورۂ ہود کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ہود

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ہود	12,11	11	52	مکہ مکرمہ	123	10	7820	1948

☆ سورۂ ہود موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا گیارہواں (۱۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے باون واں (۵۲) سورہ ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے میں چونکہ حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے اس لئے اس کو "سورۂ ہود" کہا جاتا ہے اور ہود، خدا کے رسولوں میں سے ایک رسول کا نام ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی	۲۔ توحید خداوندی کا بیان
۳۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت	۴۔ اخنس ابن شریق منافق
۵۔ انسان کے رزق کا ذمہ دار، اللہ تعالیٰ ہے	۶۔ زمین و آسمان کی خلقت کی مدت
۷۔ "بینہ" اور "شاہد" سے مراد کیا ہے؟	۸۔ قرب الٰہی کے تین مراحل
۹۔ حضرت نوح علیہ السلام	۱۰۔ نجات کی کشتی
۱۱۔ حضرت ہود علیہ السلام	۱۲۔ حضرت ہود علیہ السلام کی بہترین دلیل
۱۳۔ کیوں بت مجھے نیست و نابود نہیں کرتے؟	۱۴۔ قوم عاد پر ابدی لعنت
۱۵۔ حضرت صالح علیہ السلام	۱۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان فرشتے
۱۷۔ حضرت لوط علیہ السلام	۱۸۔ حضرت لوط علیہ السلام کی خواہش و تمنا
۱۹۔ حضرت شعیب علیہ السلام	۲۰۔ بت پرستوں کا انجام
۲۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استقامت کا حکم	۲۲۔ نماز پنجگانہ میں سے بعض کے قیام کا ذکر

۱۔ تسکین روح، ص ۱۷۷

اہم نکات:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

یہ سورہ حضرت ابوطالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ علیہا السلام کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ یہ دور، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا سخت ترین دور تھا، دشمن کا دباؤ بڑھ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس لئے اس سورے میں شروع سے ہی ایسے مضامین ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کی تسلی ودل جوئی کا باعث ہیں۔

توحید خداوندی کا بیان

☆ آیت ۲، ۳ میں تین باتوں کا ذکر ہے:

اول: اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

دوم: اپنے رب سے مغفرت مانگو۔

سوم: اپنے رب کی طرف متوجہ رہو، تاکہ دنیاوی زندگی میں بھی بہتری آئے۔

ان تین باتوں پر عمل کرنے سے انسان کا ضمیر اور اس کی روح مطمئن ہوتے ہیں اور اس کے اعصاب میں توازن پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دنیاوی زندگی میں آرام وسکون محسوس کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

☆ آیت ۳ میں بیان کیا گیا کہ اللہ ہر صاحب فضل کو فضل عطا فرمائے گا۔ روایات کے مطابق صاحب فضل سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات مبارکہ ہیں (۱)۔

اخنس ابن شریق منافق

☆ آیت ۵ کے شان نزول کے بارے میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت اخنس ابن شریق منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نہایت شیریں زبان تھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوستی اور محبت کا اظہار کرتا تھا مگر باطن میں دشمنی اور عداوت رکھتا تھا (۲)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۴۹

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۹، ذیل تفسیر آیہ ۵

اس آیت کے لئے بعض مفسرین نے ایک اور شان نزول بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ مشرکین کا ایک گروہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرتا تھا تو اپنے سروں کو نیچے کر لیتا تھا یہاں تک کہ اپنے سر کو لباس سے چھپا لیتا تا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دیکھ نہ لیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی (۱)۔

انسان کے رزق کا ذمہ دار، اللہ تعالیٰ ہے

☆ آیت ۶ پر اگر غور کیا جائے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے لہٰذا اپنے جیسے کسی محتاج کے سامنے سر جھکا کر اپنی انسانیت کی توہین نہ کی جائے اور رزق کے بارے میں انسان کو نہ زیادہ لالچ کرنا چاہیے اور نہ ہی ڈرنا چاہیے البتہ اپنی کوشش جاری رکھے اور حصول رزق کے اسباب میں لگا رہے تو اللہ بھی اس کو اس کی زحمت ومحنت کے مطابق رزق عطا فرمائے گا۔ حضرت امام علی علیہ السلام اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رزق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جو تلاش وکوشش کے بعد حاصل ہوتا ہے اور دوسرا وہ رزق ہے جو خود تمہاری تلاش میں آتا ہے۔(۲)“

زمین وآسمان کی خلقت کی مدت

☆ آیت ۷ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ یہاں پر چھ دن سے مراد خلقت کے چھ مرحلے ہیں کیونکہ ابتدائے خلقت کائنات کے وقت سورج اور چاند یا دن اور رات کا تصور نہ تھا(۳)۔

☆ آیت ۱۲ تا ۱۴ کے لئے دو شان نزول بیان ہوئی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ دونوں شان نزول صحیح ہوں:

<u>پہلی شان نزول:</u> کفار مکہ کا ایک گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر سچ کہتے ہو کہ تم خدا کے پیغمبر ہو تو مکہ کے پہاڑ ہمارے لئے سونے کے کر دو یا فرشتے لے آؤ جو تمہاری نبوت کی تصدیق کریں(۴)۔ ان کے اس مطالبہ کے بعد یہ تین آیات (۱۲ تا ۱۴) نازل ہوئیں۔

۱۔ تفسیر من وحی القرآن، سید محمد حسین فضل اللہ، ذیل تفسیر آیہ

۲۔ بحار الانوار، ج ۵، ص ۱۴۷

۳۔ تفسیر نور، محسن قرائتی، ذیل آیت مورد بحث

۴۔ بحار الانوار، ج ۹، ص ۱۰۳۔۱۰۴

دوسری شانِ نزول: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان برادری اور اخوت قائم کرے اور یہ درخواست قبول ہوگئی ہے، نیز میں نے اللہ سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں میرا وصی قرار دے اور یہ درخواست بھی مستجاب ہوگئی ہے۔ جس وقت یہ گفتگو بعض مخالفین کے کانوں تک پہنچی تو عداوت و دشمنی کی بناء پر کہنے لگے: خدا کی قسم! ایک خشک مشک میں ایک من (۴۰ کلو) خرما بہتر ہے اس سے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا سے درخواست کی ہے، (اگر وہ سچ کہتا ہے تو) اس نے خدا سے کیوں درخواست نہیں کی کہ دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کے لئے کوئی فرشتہ نازل کرے یا کوئی خزانہ دے جو فقر و فاقہ سے نجات دلائے۔ (۱)۔

''بیّنہ'' اور ''شاہد'' سے مراد کیا مراد ہے؟

☆ آیت ۱۷، روایات ائمہ علیہم السلام کے مطابق اس آیت میں ''بیّنہ'' یعنی اللہ کی نشانی سے مراد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''شاہد'' یعنی گواہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم ابن عساکر اور ابن مردویہ نے کئی طریقوں سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے بارے میں کچھ نہ کچھ قرآن میں نازل نہ ہوا ہو۔ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ علیہ السلام کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے سورۂ ہود کی یہ آیت ''افمن کان علیٰ بینه...'' نہیں پڑھی ہے؟ ''علیٰ بینة'' سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''یتلوه شاهد'' سے میں مقصود ہوں (۲)۔

قربِ الٰہی کے تین مراحل

☆ آیت **۲۳** میں تین مراحل بیان ہوئے ہیں اور یہ تینوں مراحل آپس میں مربوط اور مسلسل ہیں کہ انسان پہلے مرحلے میں ایمان میں قدم رکھتا ہے پھر اس کے بعد عمل صالح تک پہنچتا ہے اور آخر میں عمل صالح کے ذریعہ بارگاہ خداوندی میں سر تسلیم خم کر لیتا ہے اور ''اخبات'' خضوع و خشوع کی اسی منزل کا نام ہے۔ آیت میں لفظ ''اخبتوا'' استعمال کیا گیا ہے اور ''اخبات'' سے مراد اللہ کی بارگاہ میں عاجزی اختیار کرنا ہے۔

۱۔ مجمع البیان، ذیل آیت مورد بحث۔ شان نزول آیات قرآن، ص ۲۷۸

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۳، ص ۳۲۴، روایت جابر ابن عبد اللہ الانصاری

حضرت نوح علیہ السلام

☆ آیت ۲۵ سے ۴۸ تک کی آیات میں حضرت نوح کی زندگی کے مختلف حالات، ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا بیان اور آخر میں قوم کی تباہی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی نجات کے بارے میں مختلف حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم ذیل میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ مختصر الفاظ میں بیان کریں گے:

حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے بعد ان کی اولاد دنیا میں خوب پھلی پھولی، لیکن ایک مدت گزر جانے کے بعد وہ لوگ خدا کو بھول گئے اور ایک خدا کی بجائے انہوں نے مٹی اور پتھر کے کئی خدا بنا لئے، نہ صرف ان کی عبادت گاہیں بتوں سے بھری پڑی تھیں بلکہ ہر گھر میں بت رکھے ہوئے تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے اور ان سے مرادیں مانگا کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسانات جتلا کر سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی اور اس بری راہ سے منع فرمایا اور ان کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم نے بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف رجوع نہیں کیا تو تم پر عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے اور کہا کہ مجھے اللہ نے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ ان بیکار بتوں کی پرستش چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کرو" اور اے میری قوم! اس تبلیغ کے بدلہ میں تم سے کوئی مال و دولت نہیں چاہتا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے[۱]۔" اور میں تمہاری ہی بھلائی کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔

اس پر ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اڑایا اور کہا: بھلا یہ بتاؤ کہ تم نبی کیسے بن گئے، تم تو ہمارے جیسے گوشت پوست کے بنے ہوئے ہو اور ہم میں ہی پیدا ہوئے ہو، تم میں ایسی کون سی چیز ہے، جس سے ہم تمہیں نبی سمجھیں اور اگر خدا کو نبی ہی بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے "ساڑھے نو سو سال" تک اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کی اور کوشش کی کہ وہ خدائے واحد کے سچے پرستار بن جائیں مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ حضرت نوح علیہ السلام جب وعظ فرماتے تھے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تاکہ ان کی آواز کانوں تک نہ پہنچ پائے۔ صرف چند لوگ تھے جو آپ پر ایمان لائے۔ قوم کی یہ سرکشی اور نافرمانی دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ، میں اس قوم سے تنگ آ گیا ہوں، اب تو ہی ان سے بدلہ لے۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک کشتی بناؤ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ اب کسی کی سفارش نہ کرنا کیونکہ اب ان پر ضرور عذاب نازل ہوگا، حضرت نوح علیہ السلام خدا کے حکم کے مطابق کشتی بنانے میں لگ گئے۔ جب کشتی بن کر تیار

---

[۱] آیت ۲۹

ہوگئی تو خدا نے حکم دیا کہ اپنے اہل اور ان لوگوں کو کشتی پر سوار کرلو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں رکھ لو۔

جب سب لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو خدا کے حکم سے زمین نے اپنے اندر موجود پانی کے ذخائر کے منہ کھول دیئے اور اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، زمین پر پانی بڑھنے لگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی میں تیرنے لگی، پانی بڑھا تو حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا پانی میں ڈوبنے لگا ہے آپ نے اسے آواز دی کہ اب بھی آجاؤ تا کہ خدا کے عذاب سے بچ سکو، مگر اس نے جواب دیا تم جاؤ، میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی جان بچالوں گا۔ پانی تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ دنیا کے نافرمان اور سرکش لوگ اس سیلاب میں فنا کے گھاٹ اتر گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی (بہت سے مفسرین کے مطابق یہ وہی مشہور پہاڑ ہے جو عراق کے شہر موصل کے قریب ہے (۱)۔) کی چوٹی پر جا کر ٹھہر گئی۔ اب خدا کے حکم سے سیلاب تھم گیا اور زمین نے سارا پانی اپنے اندر جذب کرلیا۔

خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی سے اتر جاؤ۔ ہماری رحمتیں برکتیں تم پر اور ان لوگوں پر جو تجھ پر ایمان لائے ہیں نازل ہوں گی۔ چونکہ اس طوفان میں دنیا کے تمام لوگ ہی فنا ہو گئے تھے، صرف چند لوگ زندہ بچے تھے، اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

نجات کی کشتی

☆ آیت ۴۱ سے ۴۳ تک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے نجات کے لئے نجات کی کشتی میں سوار ہونا ضروری ہے کیونکہ نبی کے ساتھ رشتہ داری نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتی اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا غرق ہوا کیونکہ وہ نجات کا ذریعہ نبی کے بجائے پہاڑ کو سمجھتا رہا۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اہل بیت اطہار علیہم السلام'' کو کشتی حضرت نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا (۲)۔''

حضرت ہود علیہ السلام

☆ آیت ۵۰ سے ۶۰ تک میں حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ یہاں پر اختصار کے

۱۔ تفسیر نمونہ، تفسیر آیت ۴۴ سورۂ ہود، مجمع البیان، تفسیر آیت ۴۴ سورۂ ہود

۲۔ امالی، شیخ صدوق، ص ۳۴۹

ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ بیان کرر ہے ہیں:

قرآن مجید میں ذکر شدہ انبیاء کے ناموں میں حضرت ہود بھی ہیں جو قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔

قرآن مجید اللہ کے اس نبی کے سلسلہ میں فرماتا ہے: ''ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا(۱)۔''

یہاں حضرت ہود کو عاد کا بھائی کہا گیا ہے۔ یہ تعبیر یا تو اس بناء پر ہے کہ عرب اپنے تمام اہل قبیلہ کو بھائی کہتے ہیں کیونکہ نسب کی اصل میں سب شریک ہوتے ہیں مثلاً بنی اسد کے شخص کو ''اخواسدی'' کہتے ہیں اور مذحج قبیلہ کے شخص کو ''اخومذحج'' کہتے ہیں یا ہوسکتا ہے کہ یہ اس طرف اشارہ ہو کہ حضرت ہود کا سلوک اپنی قوم سے دیگر انبیاء کی طرح برادرانہ تھا نہ کہ ایک حاکم کا سا۔ ایسا سلوک بھی نہیں جو باپ اپنی اولاد سے کرتا ہے بلکہ آپ کا سلوک ایسا تھا جو ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرتا ہے جس میں کوئی امتیاز اور برتری کا اظہار نہیں ہوتا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بہترین دلیل

حضرت ہود نے بھی اپنی دعوت کا آغاز دیگر انبیاء کی طرح کیا۔ آپ کی پہلی دعوت توحید اور ہر قسم کے شرک کی نفی کی دعوت تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: ''قوم والو! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تم صرف افترا کرنے والے ہو۔(۲)''

یہ بت خدا کے شریک نہیں ہیں، نہ خیر وشر ان کے اختیار میں ہے، ان سے کوئی بھی کام نہیں ہوسکتا۔ اس سے بڑھ کر کیا افتراء اور تہمت ہوگی کہ اس قدر بے وقعت موجودات کے لئے تم اتنے بڑے مقام ومنزلت کا اعتقاد رکھتے ہو؟

اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے مزید کہا:

''اے میری قوم میں اپنی دعوت کے سلسلے میں تم سے کوئی توقع نہیں رکھتا اور تم سے کسی قسم کی اجرت نہیں چاہتا(۳)''

کہیں تم یہ گمان نہ کرو کہ میری یہ داد وفریاد اور جوش وخروش، مال ومقام کے حصول کے لئے ہے یا تم خیال کرو کہ تمہیں مجھے کوئی بھاری معاوضہ دینا پڑے گا جس کی وجہ سے تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، میری اجرت صرف اس ذات پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، جس نے مجھے روح وجسم بخشا ہے اور تمام چیزیں جس نے مجھے عطا کی ہیں، وہی جو میرا خالق

۱۔ سورۂ ہود، آیت ۵۰

۲۔ سورۂ ہود، ۵۰

۳۔ سورۂ ہود، آیت ۵۱

ورازق ہے، میں اگر تمہاری ہدایت وسعادت کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو وہ اصولاً اس کے حکم کی اطاعت میں ہوتا ہے لہٰذا اجر وجزا بھی میں اسی سے چاہتا ہوں نہ کہ تم سے، علاوہ ازیں کیا تمہارے پاس اپنی طرف سے کچھ ہے جو تم مجھے دو، جو کچھ تمہارے پاس ہے اسی خدا کی طرف سے ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

آخر میں انہیں شوق دلانے کے لئے اور اس گمراہ قوم میں حق وحق طلبی کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے تمام ممکن وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے مشروط طور پر ان مادی جزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس جہان میں خدا مومنین کو عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اے قوم! خدا سے استغفار کرو اور اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ وہ آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں اضافہ کردے گا اور خبردار! مجرموں کی طرح منہ نہ پھیر لینا''

ان کلمات کے ذریعہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ پیغام دیا ہے کہ کبھی گمان نہ کرنا کہ ایمان وتقویٰ سے تمہاری قوت میں کمی واقع ہوگی ایسا ہرگز نہیں بلکہ تمہاری جسمانی وروحانی قوت میں اضافہ ہوگا۔ اس کمک سے تمہارا معاشرہ آباد تر ہوگا، جمعیت کثیر ہوگی، اقتصادی حالات بہتر ہوں گے اور تم طاقتور، آزاد اور خود مختار ملت بن جاؤ گے لہٰذا راہ حق سے روگردانی نہ کرو اور شاہراہ گناہ پر قدم نہ رکھو۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس سرکش اور مغرور قوم یعنی قوم عاد نے اپنے بھائی ہود کے پند ونصائح اور ہدایت ورہنمائی کے مقابلے میں کیا ردِّ عمل ظاہر کیا۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ: ''اے ہود! تم کوئی معجزہ تو لائے نہیں اور ہم صرف تمہارے کہنے پر اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے اور تمہاری بات پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔[1]

ان تین غیر منطقی جملوں کے بعد انہوں نے مزید کہا: ''ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے خداؤں میں سے کسی نے آپ کو دیوانہ بنادیا ہے''۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کئی ایک معجزے دکھائے ہوں جیسا کہ تمام انبیاء کا طریقہ کار رہا ہے اور یہ ان کی ذمہ داری بھی ہے لیکن قوم عاد نے اپنے تکبر اور غرور کی وجہ سے دیگر ہٹ دھرم قوموں کی طرح معجزات کا انکار کیا اور انہیں جادو قرار دے دیا اور ان معجزات کو اتفاقی حوادث گردانا جنہیں کسی

---

[1] ۔ سورۂ ہود، ۵۳

معاملے میں دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

انہوں نے حضرت ہود پر ''جنون'' کی تہمت لگائی اور ''جنون'' بھی وہ جو ان کے زعم ناقص میں ان کے خداؤں کے غضب کا نتیجہ تھا، یہ ان کے بے ہودہ پن اور خرافات پرستی کی ایک بہترین دلیل ہے۔

کیوں بت مجھے نیست و نابود نہیں کرتے؟

بہر حال حضرت ہود کی ذمہ داری تھی کہ اس گمراہ اور ہٹ دھرم قوم کو دندان شکن جواب دیں، ایسا جواب جو منطق کی بنیاد پر بھی ہوتا اور طاقت سے بھی ادا ہوتا۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کے جواب میں چند جملے کہے: ''ہود نے کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں'' یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اگر یہ بت طاقت رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے ختم کر دیں، میں علی الاعلان ان کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں اور اعلانیہ طور پر ان سے بیزاری اور نفرت کا اعلان کر رہا ہوں۔ وہ کیوں خاموش اور معطل ہیں، کس چیز کے منتظر ہیں اور کیوں مجھے نیست و نابود اور ختم نہیں کر دیتے؟

اس کے بعد مزید فرمایا کہ نہ فقط یہ کہ ان سے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ تم بھی اتنی کثرت کے باوجود کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے ''اگر سچ کہتے ہو تو تم سب مل کر میرے خلاف جو سازش کر سکتے ہو کر گزرو اور مجھے لحہ بھر کی بھی مہلت نہ دو۔ میں تمہاری اتنی کثیر تعداد کو کیوں کچھ نہیں سمجھتا اور کیوں تمہاری طاقت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، تم میرے خون کے پیاسے ہو اور ہر قسم کی طاقت رکھتے ہو اس کے باوجود مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ میری حفاظت کرنے والا اللہ ہے، اللہ وہ ہے جس کی قدرت سب طاقتوں سے بالاتر ہے'' میرا اعتماد پروردگار پر ہے جو میرا اور تمہارا سب کا خدا ہے اور کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کے قبضہ میں نہ ہو اور میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا ہے۔(۱)''

ایک پوری قوم کے سامنے تن تنہا اس قسم کی باتیں کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا، یہ اس امر کی نشانی ہے کہ میں نے دل کسی اور جگہ نہیں باندھ رکھا۔ اگر صحیح طور پر سوچو تو یہ خود ایک قسم کا معجزہ ہے کہ ایک انسان تن تنہا بہت سے لوگوں کے بے ہودہ عقائد کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جبکہ وہ طاقت ور اور متعصب بھی ہوں یہاں تک کہ انہیں اپنے خلاف اقدامات پر ابھارے، اس کے باوجود اس میں خوف و خطر کے کوئی آثار نظر نہ آئیں اور نہ اس کے دشمن

۱۔ سورۂ ہود، ۵۶

اس کے خلاف کچھ کرسکیں۔

آخرکار حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ: "میری باتوں پر عمل نہ کرتے ہوئے انحراف کرتے رہے تو یہ میری شکست نہیں ہے، میں تو اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے توحید کی دعوت دینے پر مجھے مامور کیا تھا اور میں نے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیا ہے۔ اب میری دعوت کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

دراصل یہ سچے رہبروں اور راہ حق کے پیشواؤں کے لئے ایک درس ہے کہ انہیں اپنے کام پر کبھی تھکاوٹ اور پریشانی کا احساس نہیں ہونا چاہئے، چاہے لوگ ان کی دعوت کو قبول نہ بھی کریں۔

قوم عاد پر ابدی لعنت

جب قوم عاد نے اپنے پیغمبر کی کسی بات پر دھیان نہ دیا بلکہ الٹا حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑایا اور جب یہ لوگ ذات پروردگار، حضرت ہود علیہ السلام اور احکام خداوندی کی خلاف ورزی میں حد سے بڑھے تو غیرت خداوندی جوش میں آگئی۔ آسمان پر ایک بادل نمودار ہوا جسے دیکھ کر قوم عاد خوش ہوئی کہ بارش ہونے والی ہے جو ہماری کھیتوں کو ہرا بھرا کردے گی۔ حضرت ہود علیہ السلام ایماندار لوگوں کو ساتھ لے کر بستی سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد اس بادل نے ایک خوفناک آندھی کی شکل اختیار کرلی، جو آٹھ دنوں اور سات راتوں تک متواتر چلتی رہی اور اس نے قوم عاد کے تمام سرکش انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خدا کے غضب کا شکار ہوکر یہ قوم اس طرح دنیا سے نیست و نابود ہوگئی۔

قوم عاد پر عذاب خدا کے آنے کی کیفیت کو سورۂ ذاریات کی آیت ۴۱ اور ۴۲ میں کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے:

''اور قوم عاد میں بھی ایک نشانی ہے جب ہم نے ان کی طرف بانجھ ہوا کو چلادیا کہ جس چیز کے پاس سے گزر جاتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کردیتی تھی[1]''

قوم عاد کے لوگ قوی الجثہ تھے، انہوں نے تیز آندھی سے بچنے کے لئے زمین میں گڑھے کھود رکھے تھے اور زیر زمین پناہ گاہیں بنا رکھی تھیں لیکن اس روز آنے والی آندھی اتنی زوردار اور طاقتور تھی کہ ان کو ان کی پناہ گاہوں سے باہر نکال لیتی تھی اور اِدھر اُدھر پھینکتی تھی، وہ انہیں اس زور سے زمین پر پٹختی تھی کہ ان کے سر تن سے جدا ہوجاتے تھے۔ آندھی اس قدر تیز تھی کہ پہلے ان کے ہاتھ پیر اور سر کو جدا کرتی تھی، اس کے بعد ان کے جسموں کو بے شاخ و برگ کھجور کی طرح

---

[1]۔ سورۂ ذاریات، آیت ۴۱، ۴۲

زمین سے اکھاڑتی تھی اور اِدھر اُدھر لئے پھرتی تھی۔

قوم عاد اور ان کے پیغمبر حضرت ہود کی سرگذشت سے مربوط آیات کے آخری حصے میں ان سرکشوں کی دردناک سزا اور عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں بیان ہوتا ہے:

''اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی''۔

یہ امر انسان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کراتا ہے کہ بے ایمان، سرکش اور ظالم افراد کے لئے عذاب و سزا معین کرنے سے پہلے صاحب ایمان قوم کی نجات کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو (جیسا کہ مشہور ضرب المثل ہے) کہ عذاب الٰہی کے موقع پر خشک و تر سب جل جاتے ہیں۔ اللہ حکیم اور عادل ہے اور محال ہے کہ وہ ایک بھی صاحب ایمان شخص کو بے ایمان اور گنہگار لوگوں کے ساتھ عذاب میں مبتلا کرے بلکہ رحمت الٰہی ایسے افراد کو عذاب و سزا کے نفاذ سے پہلے ہی امن و امان کی جگہ پر منتقل کر دیتی ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا طوفان آنے سے پہلے حضرت نوح کی کشتی نجات تیار تھی اور اس سے پہلے کہ حضرت لوط علیہ السلام کا شہر، عذاب الٰہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو، حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے انصار پروردگار عالم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت اسی شہر سے کوچ کر گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام

☆ آیت ۶۱ سے ۶۷ تک میں حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے اختصار کے ساتھ چند نکات بیان کئے گئے ہے۔ ہم یہاں پر آپ علیہ السلام کے بارے میں مختصراً چند جملے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

قوم عاد کی تباہی اور بربادی کے بعد جو لوگ بچ گئے، وہ حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ کے میدان میں آباد ہو گئے۔ شروع میں یہ قوم ''عاد ثانیہ'' کہلائی لیکن بعد میں اس قوم کے کسی بزرگ کے نام پر اس قوم کا نام ثمود پڑ گیا۔

یہ قوم بھی پہلی بھٹکی ہوئی قوموں کی طرح بت پرست تھی اور جب ان کا فسق و فجور حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق قوم ثمود میں سے حضرت صالح کو نبوت کا شرف دے کر مبعوث کیا گیا تاکہ وہ ان بدکردار لوگوں کو اگلی قوموں کے انجام کی داستانیں سنا کر ان کو بتائیں کہ ان کے خوفناک انجام کو دیکھو اور اپنی سرکشی سے باز آ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی خدا کے عذاب میں گرفتار ہو کر ان قوموں کی طرح دنیا سے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو جاؤ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح کو نبی بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کو جمع کر کے برے کاموں سے بچنے اور خدا کی راہ اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ آپ نے اپنی قوم کو بار بار سمجھایا، خدا کے عذاب سے ڈرایا اور ان پر کئے گئے خدا کے فضل و کرم بتلائے، لیکن ان پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اس کے جواب میں انہوں نے کہا:

اے صالح، ہماری قوت، شوکت، دولت کی فراوانی، کھیتوں کی سرسبزی، عالی شان مکانات، غرض یہ کہ دنیا جہان کے عیش و آرام جو ہمیں حاصل ہیں تیرے ہی خدا کی طرف سے ہیں تو پھر وہ لوگ کیوں غریب اور نادار ہیں جو تیرے خدا کو مانتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ سیدھی راہ پر نہیں ہیں اور یہ ہمارے ہی خداؤں کی تو کرم فرمائیاں ہیں۔

حضرت صالح نے ان سے فرمایا کہ اس عقل و دولت اور شان و شوکت پر ہرگز گھمنڈ اور غرور نہ کرنا۔ ایسی چیزیں پل بھر میں فنا ہو جایا کرتی ہیں۔

قوم ثمود کو سب سے بڑا تعجب اس بات پر تھا کہ ہم میں سے ہی ایک شخص کیسے نبی بن گیا اور اس پر خدا کا پیغام نازل ہونے لگا، اگر ایسا ہی ہونا تھا تو کیا ہم اس کے اہل نہ تھے، ہم جیسے رئیسوں اور بڑے آدمیوں کو چھوڑ کر اللہ نے غریب اور کمزور لوگوں کو اپنے پیغام کے لیے کیوں منتخب کیا۔

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اپنی نبوت کی صداقت پر کوئی "حسّی" معجزہ ہمیں دکھلا دو تب ہم تمہاری بات تسلیم کر لیں گے آپ نے پوچھا کیسا معجزہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی برآمد ہو پھر وہ ہمارے سامنے بچہ جنے۔ ان کی فرمائش پر حضرت صالح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اور پروردگار عالم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور پہاڑ کے درمیان سے ایک حاملہ اونٹنی۔ جس نے ظاہر ہونے کے بعد فوراً ایک بچہ کو جنم دیا۔ قرآن مجید نے ایک مقام پر اس اونٹنی کو "ناقۃ اللہ" یعنی اللہ کی اونٹنی سے تعبیر کیا ہے۔

خداوند کریم کا اپنے رسول کے ذریعے یہ معجزہ بھی ان سرکشوں کو خدا کی طرف راغب نہ کر سکا تاہم حضرت صالح نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ یہ اونٹنی خدا کی طرف سے تم پر حجت ہے، اللہ تعالیٰ کی نشانی تم پر ظاہر ہو چکی ہے، اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اس اونٹنی کو ہرگز ہرگز نقصان نہ پہنچانا۔ اسے آزادی حاصل ہے کہ جہاں چاہے چرے، ایک روز اونٹنی چشمے سے پانی پیا کرے گی اور دوسرے دن تم اور تمہارے جانور، دیکھو اس میں فرق نہ آئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ایک تو اس علاقہ میں پہلے ہی پانی کی قلت تھی دوسرے یہ کہ اونٹنی ایک دن میں اتنا پانی پی جاتی تھی جتنا ان کے سارے جانور پیتے تھے۔

کچھ دن تک تو اونٹنی کے حیرت انگیز واقعے نے قوم کو حیران و پریشان رکھا اور وقتی طور پر انہوں نے اونٹنی کو آزادی حاصل رہی لیکن برائیوں کے جس ماحول میں انہوں نے پرورش پائی تھی اس کا اثر آہستہ آہستہ نظر آنے لگا اور انہوں نے سازش کر کے اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ اونٹنی کو قتل کرنے کے بعد اونٹنی کا بچہ دوبارہ اسی پہاڑ کے اندر جا کر غائب ہو گیا۔ جب حضرت صالح علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

تین دن کے بعد کڑک اور گرج کی ایک ہیبت ناک آواز پیدا ہوئی، جس نے ہر انسان کو ہلاک کر دیا خواہ وہ کسی بھی حالت میں تھا لیکن جو لوگ حضرت صالح پر ایمان لائے تھے عذاب الٰہی سے بچ گئے۔ قرآن مجید کے مطابق جب قوم ثمود پر عذاب نازل ہو رہا تھا اس وقت حضرت صالح نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے قوم، بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کی، لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہیں رکھتے تھے''۔

قوم ثمود کی تباہی کے بعد جو لوگ بچ گئے وہ فلسطین میں آ کر آباد ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان فرشتے

☆ آیت ۶۹ سے ۷۶ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اللہ کے دو فرشتے انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ جب فرشتے آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور انہیں اپنے گھر میں مہمان بنایا۔ حضرت ابراہیم کیونکہ بہت مہمان نواز تھے لہٰذا گھر میں موجود اکلوتے بچھڑے کو بھون کر لائے اور فرشتوں کے سامنے پیش کر دیا لیکن فرشتوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ فرشتوں کا انکار سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کیونکہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس برے ارادے سے آئے تو اس کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے فرشتوں نے اپنی اصلیت ظاہر کر دی جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو اطمینان ہوا۔ پھر فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت دی۔ یہ بشارت ایسے وقت میں دی گئی جب حضرت ابراہیم بوڑھے ہو چکے تھے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیم کی عمر تقریباً نوے برس سے زیادہ تھی۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے یہ بشارت سنی تو ہنس پڑیں اور کہا کہ ایسا کیسے ممکن ہے جب کہ میں بانجھ اور میرے شوہر بوڑھے ہو چکے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ خدا کی رحمت تم گھر والوں پر ہے اور اللہ کے حکم پر تعجب نہ کرو۔

یہ بات واضح رہے کہ یہ وہی دو فرشتے تھے جو حضرت لوط کی طرف بھیجے گئے تھے کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان

کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے خوف لاحق ہوا تو فرشتوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا تھا کہ "آپ ڈرے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔(۱)"

حضرت لوط علیہ السلام

☆ آیت ۷۷ سے ۸۳ تک میں حضرت لوط کی قوم کی سرکشی کی منظر کشی کی گئی ہے اور اس قوم کے برے افعال کے نتیجہ میں عذاب خداوندی کے نزول کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اغلام بازی میں اس قدر آگے بڑھ گئی تھی کہ گھروں میں مہمانوں کا داخلہ مشکل ہو گیا تھا۔ ایسے وقت میں دو فرشتے انسانی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت لوط علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں قوم کے بدبخت افراد ان جوانوں (فرشتوں) کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ اسی لئے آپ نے اس دن کو سخت ترین دن قرار دیا۔

ادھر جب قوم لوط کو خبر ہوئی کہ لوط کے گھر دو خوش شکل جوان مہمان بنے ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ پڑی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے تیور دیکھے تو آپ نے سمجھایا کہ آخر یہ قوم کی لڑکیاں کس دن کے لئے ہیں یہ ہماری اولاد ہیں میں تم کو ان لڑکیوں سے شادی کی دعوت دیتا ہوں لیکن قوم کے افراد نے کمال بے شرمی و بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں ہمیں تو لڑکے چاہیے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی ہٹ دھرمی سے عاجز آ کر فرمایا کہ اے کاش! مجھ میں مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کوئی محفوظ جگہ ہوتی جہاں مہمانوں کو لے کر چلا جاتا۔ اس وقت ان نوجوانوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے حضرت لوط سے کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم اللہ کے فرشتے ہیں، یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم اس بات پر مامور کئے گئے ہیں کہ ان کو عذاب میں مبتلا کریں لہذا آپ اپنے اہل و عیال اور اہل ایمان افراد کو لے کر شہر سے نکل جائیں کیونکہ یہ قوم ہلاک ہونے والی ہے۔

جب آپ علیہ السلام شہر سے نکل گئے تو اللہ کے حکم سے ان پر عذاب کا نزول شروع ہوا اور آسمان سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی اور زمین کو الٹ پلٹ دیا گیا، انہی پتھروں میں سے ایک پتھر آپ علیہ السلام کی بیوی کو بھی لگا اور وہ وہیں پر ہلاک ہو گئی۔ آپ علیہ السلام کی بیوی نے ہی اپنی قوم کو ان مہمانوں کے آنے کی خبر دی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی خواہش و تمنا

☆ آیت ۸۰ کی تاویل میں "قوۃ" سے امام مہدی علیہ السلام اور رکن شدید سے ان کے '۳۱۳' انصار کو مراد لیا گیا ہے

۱۔ سورۂ ہود، ۷۰

جس کا مقصد یہ ہے کہ جناب لوط کی آرزو تھی کہ کاش میرے پاس اس قسم کے انصار ہوتے تو میں ہر قیمت پر معاشرہ میں فساد کی روک تھام کر دیتا(۱)۔

حضرت شعیب علیہ السلام

☆ آیت ۸۴ سے ۹۵ تک میں حضرت شعیب اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو توحید کی طرف دعوت دینا، ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کرنا، قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کا مذاق اڑانا اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات اور ظالموں کی ہلاکت کو بیان کیا گیا ہے اور ان آیات میں اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ جو شخص حق کی طرف دعوت دینے والا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پر پہلے خود عمل کرے۔

حضرت شعیب نے توحید کی تعلیم کے فوراً بعد ناپ تول کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ اسلامی نظام میں عقائد ہی کی طرح اقتصادیات کی بھی بے پناہ اہمیت ہے اور کوئی عقیدہ اس وقت تک کارآمد نہیں ہو سکتا ہے جب تک عمل سے ہم آہنگ نہ ہو اور قوم کے جواب نے بھی واضح کر دیا کہ وہ معاشی آزادی کے خواہشمند تھے جو سماج کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہوتا ہے۔ پابندی بہرحال ضروری ہے چاہے وہ عبادی دنیا میں ہو یا اقتصادی دنیا میں۔

ذیل میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زندگی کے ان واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے:

اہل مدین شام کی حدود میں رہتے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت تھا۔ خداوند عالم نے انہیں ہر قسم کی نعمت فراواں عطا کی ہوئی تھی لیکن وہ اللہ کی بندگی کو ترک کر کے بت پرستی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے معاشرے میں ہر طرف گناہ اور بدکاری پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ناپ تول میں کمی کرنے اور دوسروں کو دھوکہ دینے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اور ان برے کاموں کے انجام دینے کو اپنی طاقت اور ہوشیاری کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

ایسے میں پروردگار عالم نے اس سرکش قوم کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے "حضرت شعیب علیہ السلام" کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو اللہ کی نافرمانی اور ناپ تول میں کمی کرنے جیسے گناہوں سے منع کیا اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

لیکن وہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور کہتے: "اے شعیب علیہ السلام! جو نماز تم پڑھتے ہو کیا وہ یہ کہتی

۱۔ انوار القرآن، ص ۳۶۶

ہے کہ ہمارے پہلے خدا جن کو ہمارے آباء واجداد پوجا کرتے تھے، ہم ان کو چھوڑ دیں یا اپنے مال کے بارے میں دوسرا کوئی طریقہ اختیار کریں؟ کم تولنے سے باز رہیں اور نتیجے میں نقصان اٹھائیں؟ ان باتوں کے علاوہ ہمارے معاشرے میں تم ایک کمزور شخص ہو اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سزا کے طور پر سنگسار کردیتے"

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دورِ قدیم سے آج تک بے ایمان افراد جب بھی دین کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں، انہیں صرف "نماز" ہی ملتی ہے جس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا کہ کیا نماز ہمیں اپنے بزرگان کے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے؟ اور ہمارے کاروبار پر پابندی عائد کرنا چاہتی ہے؟ اس طرح دین اور نماز پر طنزیہ جملے کہنے والوں کے لئے قرآن مجید میں واضح اعلان کردیا گیا ہے کہ: "بے شک نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے(۱)۔" پس معلوم ہوا کہ نماز ہر برائی سے روکنے والی ہے اور اسی پر سارے اچھے کاموں کا دارومدار ہے(۲)۔

قوم کی طرف سے اہانت آمیز رویے کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام اپنی دعوت سے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اپنی اولاد کو نصیحت کرنے والے ایک مہربان اور شفیق باپ کی طرح، ان لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ لیکن قوم نے آپ کی مخالفت میں کوئی کمی نہ کی۔ وہ لوگ راستے میں بیٹھ جاتے اور آنے والے لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور ان پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ قوم نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر تم نے اپنا دین ترک کر کے ہمارا دین قبول نہ کیا تو ہم تمہیں اور تم پر ایمان لانے والوں کو شہر سے باہر نکال دیں گے۔

ان حالات میں حضرت شعیب علیہ السلام قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے لہٰذا آپ علیہ السلام نے پروردگارِ عالم سے دعا کی کہ وہ اس قوم کو اس کے کفر کی سزا دے اور عذاب میں مبتلا کرے۔ پروردگارِ عالم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے ان پر عذاب نازل کیا چنانچہ زمین بڑے زور سے لرزنے لگی اور وہ سب اس عذاب کے نتیجہ میں اپنے انجام کو پہنچے۔

اہلِ مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اب "اصحاب ایکہ" (یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے کے لوگ ہیں جو حجاز و شام کے درمیان سرسبز و شاداب زمین پر آباد تھے(۳)۔) کو خدائے واحد کی طرف دعوت دو اور وہ لوگ جن برائیوں میں مبتلا ہیں انہیں ان سے روکو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے "اصحاب ایکہ" کو توحید کی دعوت دی مگر وہ بھی اپنی سرکشی

۱۔ سورۂ عنکبوت، آیت ۴۵

۲۔ انوار القرآن، ص ۳۶۹

۳۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۱، تفسیر سورۂ حجر، آیت ۸۵ تا ۹۱

پر باقی رہے اور کہنے لگے کہ: ''اے شعیب علیہ السلام! بلاشبہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے، تم بھی ہماری طرح ایک انسان ہو اور ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو آسمان کا ایک ٹکڑا ہمارے سروں پر گراؤ اور ہمیں ہلاک کر دو۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی نجات کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی شخص آپ پر ایمان نہ لایا۔ تب پروردگار عالم نے ان پر شدید گرمی مسلط کر دی اور جس کی شدت وحرارت سے پانی جوش کھانے لگا یوں انہوں نے سات دن بہت تکلیف میں گزارے۔ اسی دوران اچانک آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور ٹھنڈی ہوا آنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گرمی سے بچنے کے لئے اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے عین اسی وقت خدا کے حکم سے بادل آگ برسانے لگا جس نے اس بدکردار قوم کو کیفر کردار تک پہنچایا اور ان سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔

مفسرین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ''خطیب الانبیاء'' کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ وعظ ونصیحت کے وقت بڑی ملائم اور شیریں زبان میں بات کرتے تھے اور آپ کا دلیل دینے کا طریقہ بہت ہی مؤثر ہوتا تھا(۱)۔

اس سورے کی یہاں تک کی آیات میں گذشتہ اقوام میں سے سات کی سرگزشت بیان کی گئی ہے اور کچھ حصہ ان قوموں کی طرف بھیجے گئے انبیاء کی تاریخ کا بھی بیان ہوا ہے، ان میں سے ہر سرگزشت بھرپور انسانی زندگی کے مختلف زاویوں کا اہم حصہ واضح کرتی ہے اور ہر ایک میں عبرت کے بہت سے درس ہیں۔ یہاں ان تمام واقعات کی طرف مجموعی طور پر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ: ''یہ چند بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں ان میں سے بعض باقی رہ گئیں اور بعض کٹ پٹ کر برابر ہو گئی ہیں (۲)۔''

بت پرستوں کا انجام

☆ آیت ۱۰۹ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے کہ: یہ لوگ بھی انہی سابقہ اقوام کی پیروی کر رہے ہیں لہٰذا یہ لوگ ہماری سنت کے مطابق پوری طرح مکافات عمل کی گرفت میں آ جائیں گے۔ یعنی بت پرستوں کا انجام بھی وہی ہوگا۔ اس آیت میں یہ باتیں کہنے کا ایک مقصد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینا بھی ہے اور ساتھ یہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ جن بتوں کی یہ پوجا کر رہے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے بارے میں شک کیا جائے بلکہ ہر صاحب عقل کو پہلی نظر میں ہی اسے مسترد کر دینا چاہیے۔

۱۔ حکایات القرآن، ص ۱۳۵، سید محمد تقی، پریمیا پرنٹرز، کراچی، ۱۹۹۳ء

۲۔ سورۂ ہود، ۱۰۰

رسول خدا ﷺ کو استقامت کا حکم

☆ آیت ۱۱۲ میں رسول خدا ﷺ کو استقامت دکھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک مدت تک مشکلات اور مصائب برداشت کرنے کے بعد توقع کی جاتی ہے کہ اب شاید فتح و کامیابی کی خوشخبری ملے گی۔ اتنے میں مزید استقامت اور ثابت قدمی کا حکم آتا ہے تو یہ حکم مزید سخت ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے رسول خدا نے فرمایا: "مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا بنا دیا ہے"۔ اس میں استقامت کا حکم اس قدر شدت سے دیا گیا ہے جس پر عمل جوان انسان کو بھی بوڑھا بنا دیتا ہے (۱)۔

نماز پنجگانہ میں سے بعض کے قیام کا ذکر

☆ آیت ۱۱۴ میں دن کے دونوں سروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کے قائم کرنے کا ذکر ہے۔ دن کے دونوں سروں سے مراد بعض احادیث کے مطابق صبح اور مغرب کی نمازیں ہیں اور رات کے کچھ حصوں سے مراد عشاء کی نماز ہے۔ اس آیت میں نماز ظہرین کا ذکر نہیں ہے۔ ضروری نہیں کہ تمام نمازوں کا ذکر ہر جگہ موجود ہو (۲)۔

بعض اہم نکات

☆ آیت ۱۱۶ میں کئی اہم نکات کی طرف اشارہ ہوا ہے جن میں سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ:

ظلم و جرم کا ایک سرچشمہ ہوس رانی، لذت پرستی اور عیش و طرب ہے جسے آیت میں "اتراف" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لذت پرستی طرح طرح کے انحرافات کا سرچشمہ ہے جو معاشرے کے خوشحال طبقوں میں پیدا ہوتے ہیں کیونکہ شہوت کی مستی انہیں حقیقی انسانی اقدار اور اجتماعی حقائق کے ادراک سے روک دیتی ہے اور گناہ کے دلدل میں غرق کر دیتی ہے۔

گذشتہ اقوام کے واقعات کا مقصد

☆ آیت ۱۲۰ میں قرآن مجید نے واقعات کے بیان کرنے کے مقصد کو واضح کر دیا ہے کہ اے رسول ﷺ! ہم یہ واقعات آپ سے بیان کر رہے ہیں، یہ کوئی کہانی یا افسانہ نہیں بلکہ اس کے کئی اسباب ہیں۔ اس آیت میں چار اہم اسباب بیان ہوئے ہیں:

۱۔ نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۳۳

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۳۱۰

۱۔ واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اطمینان قلب حاصل ہو۔

۲۔ اس کا ایک سبب بیان حق ہے۔

۳۔ ان واقعات کے ذریعے انسان کو وعظ ونصیحت کرنا مراد ہے۔

۴۔ ان واقعات کے ذریعہ اپنے پروردگار کی یاد کو برقرار رکھنا ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو یہی چار اسباب انسان کی کرداری سازی میں عناصر اربعہ (چار بنیادی عناصر) کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر انسان کا کردار کمال کے اعلیٰ منازل کو طے نہیں کرسکتا ہے۔

اللہ کی عبادت اور اسی پر بھروسہ کا حکم

☆ آیت ۱۲۳ کے بارے میں بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس میں صرف دو لفظوں کے ذریعے سیر وسلوک (عرفان) کی پوری دنیا کو سمو دیا گیا ہے وہ الفاظ ہیں ''اللہ کی عبادت کرو'' اور ''اس پر بھروسہ کرو'' یہی شریعت کی جان بھی ہے اور طریقہ وحقیقت کی پہچان بھی (۱)۔''

فضائل وخصوصیات:

انبیاء کے ساتھ محشور ہونا: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ هُوْدٍ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ بَعَثَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ زُمْرَةِ النَّبِيِّيْنَ وَلَمْ يُعْرَفْ لَهُ خَطِيْئَةٌ عَمِلَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

جو شخص ہر جمعہ سورۂ ہود کی تلاوت کرے گا خداوند عالم قیامت کے دن اسے انبیاء کے گروہ میں محشور کرے گا اور اس دن اسے بے گناہ سمجھا جائے گا۔

مشکلات سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆ جو شخص کسی مشکل میں گرفتار ہو، وہ اس سورے کو تیرہ (۱۳) مرتبہ پڑھے تو اس کی مشکل دور ہو جائے گی (۳)

☆☆☆☆☆

۱۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۳۱۰

۳۔ تفسیر برہان، ج ۲، ص ۲۷۳۔ بحوالہ تسکین روح، ص ۱۱۹

سورۂ یوسف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ یوسف

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
یوسف	12،13	12	53	مکہ مکرمہ	111	12	7511	1738

☆ **سورۂ یوسف** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا بارھواں (۱۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ترپنواں (۵۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا لیکن حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق اس کی چار آیات (ابتدائی تین آیتیں اور ساتویں آیت) مدنی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ یوسف'' رکھا گیا ہے۔

اسمائے سورہ:

سورۂ یوسف: حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کی وجہ سے سورۂ یوسف علیہ السلام کہا جاتا ہے۔

سورۂ احسن القصص : اللہ نے اس واقعہ کو ''احسن القصص'' قرار دیا ہے اس لیے سورۂ قصص بھی کہا جاتا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ داستان حضرت یوسف علیہ السلام	۲۔ بہترین قصہ
۳۔ نفس کی مختلف اقسام	۴۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

داستان حضرت یوسف علیہ السلام

روایت کے مطابق اس سورہ مبارکہ کا سبب نزول یہ تھا کہ مشرکین مکہ نے یہودیوں کی باتوں میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتحان لینے کے لئے یہ سوال کیا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کی وجہ کیا تھی؟ یہودیوں کو اس بات کا علم تھا کہ اہل

۱۔ تسکین روح، ص ۱۲۰

عرب اس تاریخ سے بالکل بے خبر ہیں اس لئے محمد ﷺ کے لئے اس کا درست جواب دینا ممکن نہ ہوگا۔ چنانچہ اس سورۃ میں بنی اسرائیل کے مصر کی طرف منتقل ہونے کے سارے واقعے کو اہم جزئیات کے ساتھ بیان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن محمد ﷺ کا خود ساختہ نہیں، وحی ہے۔ چنانچہ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۷ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا: ''بتحقیق یوسف اور اس کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔'' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ کسی سوال کرنے والے کے جواب میں نازل ہوا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن کریم نے ''احسن القصص'' یعنی بہترین واقعہ قرار دیا ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے اور اپنوں کے مظالم اور ان کے مقابلہ میں اللہ کی مدد کا منظر دکھا کر اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی قوم کے مظالم کے مقابلہ میں نصرت خداوندی حاصل ہونے کی بشارت دی ہے۔ ذیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو مختصر انداز میں بیان کرتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے چار بیویوں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی بنیامین ایک بیوی سے اور باقی دوسری بیویوں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ گرامی ''راحیل'' بنیامین کی ولادت کے بعد ہی انتقال کر گئی تھی جس کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام آپ دونوں بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتے تھے جس کی وجہ سے دوسرے بھائی یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔ ایک دن صبح نیند سے بیدار ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ بابا جان! میں نے آج ایک عجیب خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ بیٹے کا خواب سنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ پروردگار عالم نے اس فرزند کو منصب نبوت کے لئے چنا ہے لہٰذا آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے سامنے اس خواب کا ذکر کرنے سے سختی سے منع کیا کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی خبر کسی طرح بھائیوں تک پہنچ گئی تو وہ حسد کی آگ میں مزید جلنے لگے اور آپس میں یہ طے کیا کہ کسی طرح یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کیا جائے تاکہ باپ کی محبت ہماری طرف مبذول ہو جائے۔ اسی منصوبہ کو عملی کرنے کے لئے انہوں نے اپنے والد سے یہ اصرار کرنا شروع کیا کہ آپ یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ صحرا

میں بھیج دیں تا کہ وہ ہمارے ساتھ کھیلے اور خوش ہو جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا کہ میرے بچو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم کھیل کود میں مصروف ہو اور بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو اٹھا کر نہ لے جائے، اس کے جواب نے بیٹوں نے کہا کہ بابا جان! ہم جیسے طاقتور بھائیوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے۔ آخر کار بیٹے باپ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام نے اپنے بابا اسحاق علیہ السلام کی طرف سے ملی ہوئی قمیص پہنائی جو کہ انبیاء کی وراثت تھی اور بہت لاڈ پیار سے یوسف علیہ السلام کو اس کے بھائیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب تک باپ کی نظروں کے سامنے رہے حضرت یوسف علیہ السلام سے پیار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہنستے مسکراتے رہے لیکن جوں ہی والد کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ان کا رویہ اچانک تبدیل ہو گیا اور وہ جس حسد کی آگ کو اپنے سینوں کے اندر دبائے بیٹھے تھے اس کا اظہار کرنے لگے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو زدوکوب (مار پیٹ) کرنے لگے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے آگے نالہ و فریاد بلند کیا اور ان سے رحم کی اپیلیں کرتے رہے لیکن بھائیوں کو کسی طرح بھی آپ پر رحم نہ آیا۔ آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے لیکن ان میں سے ایک بھائی نے یوسف علیہ السلام کے قتل کی شدید مخالفت کی اور مشورہ دیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ تمام بھائیوں نے اس کی رائے کو پسند کیا اور یوسف علیہ السلام کو ایک گہرے کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو کسی جانور کے خون سے تر کر کے وہ روتے ہوئے باپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ بابا!! اگر چہ ہم اپنی سچائی کا جتنا بھی یقین دلائیں مگر آپ کو ہرگز یقین نہ آئے گا، حضرت یعقوب نے یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص کو دیکھا مگر وہ کسی جگہ سے پھٹی ہوئی نہ تھی فوراً حقیقت سمجھ گئے اور کہا کہ یہ بات تم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑی ہے۔ میں اس معاملہ میں صبر کرتا ہوں اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام تاریک کنوئیں میں تھے اور مختلف خیالات ذہن میں آرہے تھے، اپنے والد کے بارے میں بھی فکر مند تھے کہ نہیں معلوم کہ وہ کس حال میں ہیں۔ اتنے میں مصر جانے والے ایک تجارتی قافلہ اس کنوئیں کے قریب پہنچا۔ جب قافلے والوں نے پانی نکالنے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حکم خدا سے حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کے ساتھ لٹک کر بیٹھ گئے۔ ڈول جب اوپر آیا تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین و جمیل بچہ ڈول میں بیٹھا ہے۔ قافلے والوں نے انہیں کنوئیں سے نکالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالتے ہی ان کے بھائیوں کو

خبر ہوگئی اور وہ پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک قلیل رقم میں حضرت یوسف علیہ السلام کو مصری قافلے کے ہاتھوں فروخت کردیا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ مصر کے بازار لائے اور عزیز مصر کے ہاتھوں بطور غلام بیچ ڈالا۔ عزیز مصر کا نام "فوطیفار" تھا، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ غلاموں والا سلوک نہیں کیا بلکہ انہیں اپنی اولاد کی طرح عزت و احترام کے ساتھ رکھا اور اپنی گھریلو تمام ذمہ داریاں یوسف علیہ السلام کے سپرد کردیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے جوانی میں قدم رکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر عزیز مصر کی بیوی "زلیخا" اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا اظہار کیا مگر وہ اپنے عزائم میں ناکام رہی۔ جب کسی طرح بھی حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے دام میں نہ آئے تو اس نے ایک روز محل کے ایسے کمرے میں بلایا جس تک پہنچنے کے لئے سات دروازے تھے، اس نے تمام دروازے بند کرادیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اصرار کرنے لگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی خواہش رد کردی۔ عزیز مصر کی بیوی نے زبردستی کرنی چاہی تو حضرت یوسف علیہ السلام دروازے کی طرف بھاگے اور خدائے پاک کے حکم سے ساتوں دروازے خودبخود کھلتے چلے گئے، زلیخا بھی آپ کو پکڑنے کیلئے پیچھے دوڑی، آخری دروازے پر باہر نکلتے ہوئے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو پیچھے سے پکڑنا چاہا تو وہ پھٹ گئی لیکن یوسف علیہ السلام باہر نکل گئے۔ ساتویں دروازے کے باہر انہوں نے عزیز مصر کو کھڑا پایا۔ زلیخا نے جلد ہی چالاکی سے کہا: جو تیرے گھر میں برائی کا ارادہ کرے اُسے یا تو قید کیا جائے یا سخت عذاب دیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے، یہ ہی مجھ کو اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے بہکانے کی کوشش کررہی تھی۔ اس موقع پر زلیخا کے خاندان کے ایک شیر خوار بچے نے گواہی دی کہ قمیض اگر آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف علیہ السلام سچا اور عورت جھوٹی ہے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ دودھ پیتا اور گہوارے میں جھولتا ہوا بچہ اللہ کے حکم سے بول اُٹھا۔

اس واقعے کی خبر شہر بھر میں مشہور ہوگئی کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا ایک غلام کے عشق میں مبتلا ہوگئی ہے۔ شہر کی عورتوں نے زلیخا پر لعنت و ملامت شروع کردی۔ چند عورتوں نے کہا دیکھو عزیز مصر کی بیوی اپنے نوکر پر جان دے رہی ہے۔ عزیز کی بیوی فاش غلطی کا شکار ہے۔ شہر کی عورتوں کی لعنت و ملامت کا علم جب زلیخا کو ہوا تو اس نے ان سب کو اپنے ہاں دعوت دی اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری اور سامنے پھل رکھ دیئے تاکہ وہ کاٹ کر

کھائیں۔ جب عورتیں چھری ہاتھ میں لئے پھل کاٹنے لگیں تو اسی وقت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ کمرے سے باہر نکلئے، یوسف علیہ السلام کی صورت پر نظر پڑتے ہی تمام عورتیں بے خود ہوگئیں اور یوسف علیہ السلام کے حُسن و جمال دیکھنے میں اس قدر محو ہوگئیں کہ ان تیز چھریوں سے پھل کاٹتے کاٹتے اپنے ہاتھ بھی کاٹ ڈالے۔ وہ عورتیں کہنے لگیں کہ کون کہتا ہے یہ انسان ہے، بخدا یہ تو فرشتہ ہے۔ پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا چلے جاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام واپس کمرے میں آگئے۔ اب زلیخا نے ان خواتین سے کہا کہ دیکھا تم تو ایک دفعہ یوسف علیہ السلام کے جمال کو برداشت نہ کرسکیں، بتلاؤ میرا کیا حال ہوا ہوگا۔ اس پر سب عورتوں نے زلیخا سے معافی مانگی۔

عزیز مصر کی بیوی عشق کی آگ میں برابر جلتی رہی، جب اس کی تمام کوششیں کامیاب نہ ہوئیں تو اس نے اب دھمکیوں کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو زندان میں قید کرنے کی دھمکی دی۔ عزیز مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی صداقت کو جاننے کے باوجود لوگوں کی زبان بند کرنے کیلئے ایک مدت کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو زندان میں بند کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دل و دماغ سے ختم ہوجائے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام زندان مصر میں پہنچ گئے۔ جس زندان حضرت یوسف علیہ السلام زندان کو بھیجا گیا اس میں دو جوان قیدی بھی موجود تھے، جن میں سے ایک شاہی ساقی اور دوسرا شاہی باورچی تھا، ان دونوں پر بادشاہ کے کھانے میں زہر ملانے کا الزام تھا۔ ایک دن یہ دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے عجیب خواب دیکھے ہیں۔ ساقی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں بادشاہ کو انگوری شراب پلا رہا ہوں، باورچی نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اور پرندے ان کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ساقی رہا ہو کر پھر بادشاہ کی ملازمت پر چلا جائے گا جبکہ باورچی کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کی لاش کو پرندے نوچیں گے۔ آپ نے ساقی سے کہا کہ جب رہا ہو کر وہ عزیز مصر کے دربار میں جائے تو میری بے گناہی کا یقین دلائے، حسب تعبیر باورچی کو سولی پر لٹکایا گیا اور ساقی رہا ہوگیا مگر رہا ہونے کے بعد وہ اس وعدے کو بھول گیا جو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس بات پر پشیمان ہوگئے کہ انہوں نے کیوں ساقی سے بادشاہ کے پاس اپنی سفارش کیلئے کہا جبکہ تمام مشکلات کو حل کرنے والا تو اللہ کی ذات ہے۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام کئی سال تک زندان میں رہے لیکن کسی کو ان

کی رہائی کا خیال نہ آیا۔ اتفاق سے ایک دن عزیز مصر نے خواب دیکھا کہ سات دبلی پتلی گائیں، سات موٹی تازی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں دیکھیں جنہیں سات سوکھی بالیاں تباہ کر رہی ہیں۔ بادشاہ نے تمام نجومیوں اور کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی، مگر کوئی بھی صحیح جواب نہ دے سکا، اس موقع پر ساقی کو اپنا وعدہ یاد آیا۔ اس نے کہا زندان میں ایک شخص ہے جو خواب کی صحیح تعبیر بیان کرتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر آپ کے خواب کی تعبیر اس سے معلوم کرتا ہوں۔ عزیز مصر کی اجازت لے کر وہ زندان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سات سال تمہارے ملک میں خوشحالی رہے گی جبکہ سات سال سخت قحط پڑے گا۔

جب اس شخص نے یہ تمام واقعہ بادشاہ کو سنایا تو اس نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہاں لایا جائے۔ جب وہ شخص حضرت یوسف علیہ السلام کو لینے کے لئے زندان پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ جا کر بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ بے شک میرا رب ان کے مکروفریب سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر پوچھا، تو انہوں نے کہا: ہم نے یوسف علیہ السلام میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ یہ دیکھ کر زلیخا بولی کہ اب تو حق ظاہر ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے ورغلایا تھا جبکہ وہ بالکل سچا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی رہائی کیلئے یہ شرط اس لئے رکھی تا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پوشیدہ طور پر اس کے حق میں کوئی خیانت نہیں کی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہوگئی تو بادشاہ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت کے ساتھ لایا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زندان سے نکال کر دربار میں لایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے دربار میں تمام درباریوں، کاہنوں اور نجومیوں کی موجودگی میں ایک بار پھر بادشاہ کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی۔ خواب کی تعبیر پانے کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کا حل پوچھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر تم قحط سے بچنا چاہتے ہو تو خزانے کی کنجیاں میرے حوالے کر دو، کیوں کہ میں حساب میں ماہر ہوں چنانچہ آپ کی دیانت داری کو دیکھتے ہوئے بادشاہ نے خزانے کی تمام ذمہ داری آپ کے حوالے کی۔ آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے نعمت و فراوانی کے سات سالوں میں گندم کا ذخیرہ کر لیا جب خوشحالی کے بعد قحط کا زمانہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نہایت میانہ روی سے، جمع کیا ہوا غلہ عوام میں تقسیم کرنا

شروع کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے خزانے کے وزیر مقرر ہونے کے کچھ عرصہ بعد عزیز مصر (زلیخا کے شوہر) کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد آپ علیہ السلام کو عزیز مصر کا منصب بھی دیا گیا۔ اس طرح آپ علیہ السلام کے کاندھوں پر نبوت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ظاہری حکومت کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں۔ عزیز مصر کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد زلیخا کی زندگی کے حالات بدل گئے اور وہ انتہائی غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئی لیکن ان کے دل میں یوسف علیہ السلام کے عشق کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ یوسف علیہ السلام کا قافلہ گزر رہا تھا، نظارہ کرنے والوں میں زلیخا بھی تھی اس وقت زلیخا بہت ہی ضعیف، بوڑھی اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکی تھی۔ جب یوسف علیہ السلام کا قافلہ اس کے قریب سے گزرا تو اس نے یوسف علیہ السلام کو پکارا، آپ کو وہ آواز کچھ آشنا معلوم ہوئی، آپ علیہ السلام نے قافلہ روک کر اس آواز دینے والی کو بلایا، دیکھا کہ ایک ضعیف عورت ہے جو آنکھوں سے محروم ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں وہی زلیخا ہوں جس کے ہاں آپ نے پرورش پائی۔ زلیخا کی اس حالت کو دیکھ کر آپ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ نے زلیخا کو ایمان کی دعوت دی۔ بعض محققین کے مطابق زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر میری جوانی پلٹ آئے اور میری آنکھوں کی بصارت لوٹ آئے تو میں آپ پر ایمان لاؤں گی۔ آپ نے پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا کی اور خداوند عالم نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور زلیخا کی جوانی پلٹ آئی اور آنکھوں کا نور واپس آیا۔ اس کے بعد زلیخا آپ پر ایمان لائی۔ بعض مفسرین کے مطابق ایمان لانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے شادی کی۔ اس طرح آپ اور زلیخا ایک ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

دوسری طرف اس قحط نے مصر کے اطراف میں موجود دیگر ممالک اور آبادیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا اثر کنعان تک جا پہنچا، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لیے مصر بھیجا مگر یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی مصر پہنچے تو حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ آپ نے بھائیوں سے اپنے والد بزرگوار کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے گمشدہ بیٹے کے غم میں ہر وقت گریہ کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی ہے اور انہیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ بھائیوں نے کہا کہ والد بزرگوار ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو ہمیشہ

اپنے ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے گمشدہ بھائی یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں۔ بھائیوں سے اپنے والد اور بھائی کے حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا کہ اگلی دفعہ آؤ تو اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لانا، تم کو بہت سا غلہ دیا جائے گا اور اگر تم اس کو نہ لائے تو تم کو اناج نہیں ملے گا۔ جب یہ لوگ کنعان پہنچے تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ بابا جان! اب ہمیں اس صورت میں غلہ مل سکتا ہے کہ بنیامین ہمارے ساتھ جائے، ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اب تم پر اعتبار نہیں رہا، کیوں کہ اس سے پہلے تم اس کے بڑے بھائی یوسف کو بھی ایسے ہی وعدہ کر کے لے گئے تھے، اللہ ہی ہے جو اس کی حفاظت کرے۔ جب انہوں نے اپنا سامان کھول کر دیکھا تو غلہ خریدنے کیلئے انہوں نے جو رقم ادا کی تھی وہ بھی رکھی ہوئی تھی۔ تب بیٹوں نے باپ سے کہا کہ بابا جان! عزیز مصر بہت ہی اچھے انسان ہیں دیکھئے کہ جو رقم و تحفے ہم نے دیئے تھے وہ بھی واپس کر دیئے ہیں۔ بیٹوں کے شدید اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام راضی ہو گئے لیکن بنیامین کو مصر ساتھ لے جانے کے سلسلہ میں کہا کہ جب تک تم بنیامین کی حفاظت کا عہد نہ کرو، میں اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ اس پر انہوں نے حلفیہ وعدہ کیا۔ اب باپ نے بیٹوں کو مشورہ دیا کہ وہ مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں، میں اللہ کے بھروسے پر بنیامین کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

باپ کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد تمام بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے دربار میں ایک دعوت کا اہتمام کیا اور ہر میز پر دو افراد کے لئے کھانا لگایا گیا۔ سب بھائی دو دو کے گروہ کی شکل میں میز پر جا بیٹھے اور بنیامین ایک میز پر اکیلا بیٹھا۔ اتنے میں حضرت یوسف علیہ السلام ان کے قریب آئے اور کہا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو میں تمہارے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ بنیامین کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور بنیامین سے والد اور خاندان کے افراد کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بتایا کہ میں ہی تمہارا گمشدہ بھائی یوسف علیہ السلام ہوں لیکن احتیاط کرنا یہ بات ابھی بھائیوں کو پتہ نہ چلے۔ جب کنعانی قافلے کی روانگی کا وقت قریب آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل کسی طرح بنیامین کو خود سے جدا کرنے پر تیار نہ ہوا۔ آپ نے ایک تدبیر کے ذریعے اپنا شاہی کٹورا بنیامین کے سامان کے درمیان چھپانے کا حکم دیا اور جب قافلہ تیار ہو کر کچھ دور چلا تو اس وقت سرکاری محافظوں کی

طرف سے شور مچ گیا کہ غلہ ناپنے کا شاہی کٹورا گم ہوگیا ہے۔ محافظوں نے کنعانی قافلے کو روک لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں۔ محافظوں نے کہا کہ اگر سامان تمہارے پاس سے برآمد ہو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ قانون ہے کہ چوری کرنے والے کو مالک کے حوالے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے کام لے۔ سب کی تلاشی لی گئی، سب سے آخر میں جب بنیامین کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس کے سامان سے وہ کٹورا مل گیا اور اس طرح سے بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی صورت پیدا ہوگئی، اس کے علاوہ اس کو روکنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کہنے لگے کہ اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں ہے اور اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔

یوسف علیہ السلام کی چوری کا قصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی ماں کی وفات کے بعد اپنی پھوپھی کے پاس رہا کرتے تھے اور انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ پیار تھا جب آپ بڑے ہو گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں ان کی پھوپھی سے واپس لینا چاہا تو ان کی پھوپھی نے ایک منصوبہ بنایا اور وہ یہ کہ انہوں نے کمر بند یا ایک خاص شال جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی جانب سے ان کے خاندان میں بطور یادگار چلی آرہی تھی اور وہ ان کے پاس تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر سے باندھ دی اور دعویٰ کیا کہ یوسف علیہ السلام اسے چھپا کر لے جانا چاہتا تھا۔ ایسا انہوں نے اس لئے کیا تاکہ اس خاص کمر بند یا شال کی چوری کے الزام میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھ لیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھ کر بھی کہ میرے منہ پر ہی جھوٹ بول رہے ہیں ضبط سے کام لیا اور راز فاش نہ کیا اور دل میں کہنے لگے: ''تمہارے لئے سب سے بری جگہ ہے کہ تم ایسا جھوٹا الزام لگا رہے ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کا خوب جاننے والا ہے۔ برادران یوسف علیہ السلام نے جب یہ صورتحال دیکھی تو بہت گھبرائے اور باپ سے کیا ہوا عہد و پیمان یاد آگیا، آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس صورت سے بنیامین کو عزیز مصر سے حاصل کر کے باپ کے پاس لے کر جائیں؟ ہم تو پہلے ہی عزیز مصر سے قول ہار چکے ہیں صرف ایک ہی پہلو باقی تھا کہ التجائیں اور خوشامدانہ عرض معروض کر کے عزیز مصر کو بنیامین کی واپسی کی ترغیب دلائیں لہٰذا کہنے لگے: ''عزیز مصر! ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اس کو اس کے پہلے بھائی کا بھی بے حد غم ہے اور اسی لئے بنیامین سے زیادہ وابستہ ہے، اس پر رحم کیجئے اور اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو سزا کے لئے روک لیجئے، آپ ہم پر مہربان رہے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو احسان کرنے والے ہیں''۔ حضرت

یوسف علیہ السلام نے کہا: "خدا کی پناہ! یہ کیسے ممکن ہے، ہم اگر ایسا کریں تو ظالم ہوں گے۔
جب اس جانب سے مایوس ہو گئے تو خلوت میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے، ان میں سے بڑے بھائی (۱) نے کہا: بھائیو! تمہیں معلوم ہے کہ والد نے بنیامین کے متعلق کس قدر سخت اور پختہ عہد و پیمان ہم سے لیا ہے اور اس سے پہلے تم یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو ظلم و زیادتی کر چکے ہو وہ بھی سامنے ہے، اس لئے میں تو اب اس جگہ سے اس وقت تک جانے والا نہیں ہوں کہ یا والد مجھ کو کنعان آنے کی اجازت دیں اور یا خدا میرے لئے کوئی دوسرا فیصلہ کردے۔ تم سب ان کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ تمہارے بیٹے بنیامین نے چوری کی اور جو بات ہمارے جاننے میں آئی ہے وہی سچ سچ آپ کے سامنے کہہ دو کہ ہم کو کچھ غیب کا علم تو تھا نہیں کہ پہلے سے جان لیتے کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہونے والی ہے اور یہ بھی کہنا کہ آپ مصر کے لوگوں سے اس کی تصدیق کرلیں نیز اس قافلہ سے بھی معلوم کریں جس کے ساتھ ہم مصر سے یہاں آئے ہیں کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔ اس مشورہ کے مطابق وہ کنعان واپس آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ان کی صداقت کا تجربہ کر چکے تھے اس لئے فرمایا نہیں، تم نے یہ بات بنالی ہے واقعہ ایسا نہیں ہے "بنیامین اور چوری؟" یہ نہیں ہو سکتا۔ خیر اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں، ایسا صبر جو بہتر سے بہتر ہو" خدائے تعالیٰ سے کیا بعید ہے کہ وہ ایک دن ان گم گشتگان کو پھر جمع کردے اور ایک ساتھ ان دونوں کو مجھ سے ملادے، بلاشبہ وہ دانا اور حکمت والا ہے۔
اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام رنج و غم میں ڈوب گئے۔ بنیامین واپس نہ آیا جو ان کے دل کی ڈھارس تھا تو انہیں یوسف علیہ السلام کی بھی یاد آگئی۔ انہیں خیال آیا کہ اے کاش آج وہ آبرومند، باایمان، باہوش اور حسین و جمیل بیٹا ان کی آغوش میں ہوتا اور اس کی پیاری خوشبو ہر لمحہ باپ کو ایک حیات نو بخشتی لیکن آج نہ صرف یہ کہ اس کا نام و نشان نہیں بلکہ اس کا بھائی بنیامین بھی اس طرح کے ایک دردناک معالے میں گرفتار ہو گیا ہے۔" اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے رخ پھیر لیا اور کہا: ہائے یوسف علیہ السلام، بھائی جو بنیامین کے ماجرے پر باپ کے سامنے شرمندہ تھے یوسف کا نام سن کر فکر میں ڈوب گئے۔ ان کے ماتھے پر عرق ندامت کے قطرے چمکنے لگے۔ یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی جدائی

۱۔ سب سے بڑا بھائی کون تھا؟ بعض نے سب سے بڑے بھائی کا نام "روبین" (روبیل) لکھا ہے۔ بعض نے "شمعون" کو سب سے بڑا بھائی سمجھا ہے۔ بعض نے اس کا نام "یہودا" بیان کیا ہے۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورۂ یوسف

میں حزن وملال اتنا بڑھا کہ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا سیلاب بہہ گیا یہاں تک کہ "اس کی آنکھیں دردوغم سے سفید اور نابینا ہوگئیں۔ لیکن اس کے باوجود کوشش کرتے تھے کہ ضبط کریں اور اپنا غم وغصہ پی جائیں اور رضائے حق کے خلاف کوئی بات نہ کہیں" وہ باحوصلہ اور جواں مرد تھے اور انہیں اپنے غصے پر پورا کنٹرول تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان تمام واقعات سے بہت پریشان تھے، ایک طرف تو ان کا ضمیر حضرت حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کی بناء پر انہیں عذاب دے رہا تھا اور دوسری طرف وہ بنیامین کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک نئے امتحان کی چوکھٹ پر پا رہے تھے اور تیسری طرف باپ کا اتنا غم اور دکھ ان پر بہت گراں تھا لہٰذا انہوں نے پریشانی اور بے حوصلگی کے ساتھ باپ سے "کہا: بخدا آپ اس قدر یوسف یوسف کرتے ہیں کہ بیمار ہوجائیں گے اور موت کے کنارے پہنچ جائیں گے یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی اس بات کے جواب میں کہا: "میں نے تمہارے سامنے اپنی شکایت پیش نہیں کی جو اس طرح کی باتیں کرتے ہو، میں اپنا دردوغم بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتا ہوں اور اس کے ہاں اپنی شکایت پیش کرتا ہوں"۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عزیزِ مصر کو ایک خط تحریر کر کے اپنے بیٹوں کے حوالے کیا۔

پدر بزرگوار کی طرف سے حکم ملنے کے بعد انہوں نے اپنا مال واسباب باندھا اور مصر کی طرف چل پڑے اور اب کے وہ تیسری مرتبہ مصر کی سرزمین پر پہنچے۔ گزشتہ سفروں کے برخلاف اس سفر میں ان کی روح کو ایک احساسِ ندامت کچوکے لگا رہا تھا کیونکہ مصر میں اور عزیزِ مصر کے نزدیک ان کا سابقہ کردار بہت برا تھا اور وہ بدنام ہو چکے تھے اور اندازہ تھا کہ شاید بعض لوگ انہیں "کنعان کے چور" کے عنوان سے پہچانیں۔ دوسری طرف ان کے پاس گندم اور دوسرے اناج کی قیمت دینے کے لئے درکار مال ومتاع موجود نہیں تھا اور ساتھ ہی بھائی بنیامین کے کھوجانے اور باپ کی انتہائی پریشانی نے ان کی مشکلات میں اضافہ کر دیا تھا۔ گویا تلوار ان کے حلقوم تک پہنچ گئی تھی۔ بہت ساری مشکلات اور روح فرسا پریشانیوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ ایسے میں جو چیز ان کی تسکینِ قلب کا باعث تھی وہ صرف باپ کا آخری جملہ تھا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ اس کے لئے ہر مشکل آساں ہے۔ اس عالم میں "وہ دربارِ مصر میں پہنچے اور انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا: اے عزیزِ مصر! ہمیں اور ہمارے خاندان کو قحط، پریشانی اور مصیبت نے گھیر لیا ہے اور ہمارے پاس صرف تھوڑی سی کم قیمت پونجی ہے۔

باپ کی طرف سے عزیزِ مصر کو لکھا گیا خط ان کے حوالے کیا۔ اس خط میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے عزیزِ مصر کے عدل و

انصاف کا تذکرہ کیا تھا۔ اپنے خاندان سے اس کی محبتوں اور شفقتوں کی تعریف کی تھی۔ پھر اپنا اور خاندان نبوت کا تعارف کروایا۔ اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کے ضمن میں اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام اور دوسرے بیٹے بنیامین کے کھوجانے اور خشک سالی سے پیدا ہونے والی مصیبتوں کا ذکر کیا۔ خط کے آخر میں ان سے خواہش کی تھی کہ بنیامین کو آزاد کردے اور تاکید کی تھی کہ ہمارے خاندان میں چوری ہرگز نہ تھی اور نہ ہوگی۔ جب بھائیوں نے باپ کا خط عزیز مصر کو دیا تو انہوں نے اسے لے کر چوما اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور رونے لگے۔ گریہ کا عالم یہ تھا کہ آنسو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن پر گرنے لگے (۱)۔ اس موقع پر جبکہ دور آزمائش ختم ہو رہا تھا اور یوسف علیہ السلام بھی بیتاب اور پریشان نظر آرہے تھے تعارف کے لئے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بھائیوں کی طرف رخ کر کے آپ نے " کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب تم جاہل و نادان تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

یہ سوال بھائیوں کیلئے بڑا ہی سخت تھا کیونکہ صحیح طور پر معلوم بھی نہیں تھا کہ عزیز مصر کے سوال کے جواب میں کیا کہا جائے۔ انہوں نے تعجب کے عالم میں پوچھا کہ کیا تم یوسف ہو؟ حضرت یوسف نے کہا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے" خدا نے ہم پر احسان کیا ہے جو شخص بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرے گا خدا اسے اس کا اجر و ثواب دے گا کیونکہ خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا" کسی کو معلوم نہیں کہ ان حساس لمحات میں کیا گزری اور جب دسیوں سال بعد بھائیوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تو کیسا شور و غوغا بپا ہوا، وہ کس طرح آپس میں بغل گیر ہوئے اور کس طرح سے ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو امڈ پڑے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود بھائی اپنے آپ میں شرمندہ تھے۔ وہ یوسف علیہ السلام کے چہرے کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں ان کا عظیم گناہ بخشش و عفو کے قابل بھی ہے یا نہیں لہٰذا انہوں نے بھائی کی طرف رخ کیا اور کہا: خدا کی قسم: اللہ نے تجھے ہم پر مقدم کیا ہے اور تجھے ترجیح دی ہے اور علم، حلم اور عقل و حکومت کے لحاظ سے ہم پر فضیلت بخشی ہے۔ یقیناً ہم خطاکار اور گناہ گار ہیں۔ بھائیوں کی شرمساری کو دیکھ کر انہیں آپ نے کہا کہ " آج تمہیں کوئی سرزنش نہیں ہوگی۔ تمہاری فکر آسودہ رہے اور وجدان کو راحت رہے اور گذشتہ گناہوں پر غم نہ کرو۔ انشاء اللہ، اللہ بھی تمہیں بخش دے گا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

اس موقع پر بھائیوں کو ایک اور غم بھی ستا رہا تھا اور وہ یہ کہ باپ اپنے بیٹوں کے غم میں نابینا ہو چکا تھا اور اس کا اس طرح

۱۔ مجمع البیان زیر بحث سورۂ یوسف

رہنا پورے خاندان کے لئے رنج والم کا باعث تھا۔
لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عظیم مشکل کے حل کے لئے بھی فرمایا: "میری یہ قمیص وہی شخص میرے والد کے پاس لے کر جائے جس نے میری خون آلود قمیص میرے والد کے سامنے پیش کی تھی تا کہ جس نے میرے والد کو غمگین کیا وہی اس کی خوشخبری بھی دے۔ قمیص کو لے جا کر میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تا کہ ان کی بینائی پلٹ آئے۔ اس کے بعد سارے خاندان کے ہمراہ میرے پاس آجاؤ۔
فرزندان یعقوب علیہ السلام خوشی سے پھولے نہ سمائے تھے۔ وہ خوش خوش حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن اپنے ساتھ لے کر قافلے کے ساتھ مصر سے چل پڑے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے نے کہا کہ میں ہی یوسف کا خون آلود کرتہ بابا کے پاس لے گیا تھا آج اس خوشخبری کیلئے بھی میں ہی جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا وہ دوسروں سے الگ ہو کر تیزی سے کنعان کی طرف چلا۔ وہ جیسے ہی مصر سے چلا ادھر اچانک یعقوب علیہ السلام کے گھر میں ایک واقعہ رونما ہوا جس نے سب کو تعجب میں ڈال دیا۔ یعقوب علیہ السلام کا جسم کانپ رہا تھا۔ انہوں نے بڑے اطمینان اور اعتماد سے پکار کر کہا: اگر تم بدگوئی نہ کرو اور میری طرف نادانی اور جھوٹ کی نسبت نہ دو تو میں تم سے کہتا ہوں کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ رنج وغم اور زحمت ومشکل کی گھڑیاں ختم ہونے کو ہیں اور وصال وکامیابی کا زمانہ آنے کو ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کی باتیں سن کر لوگوں نے کہا: آپ اسی پرانی گمراہی میں ہیں یعنی اس سے بڑھ کر گمراہی کیا ہوگی کہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ہمیشہ خواب وخیال کی دنیا میں رہتے ہیں اور اپنے خیالات وتصورات کو حقیقت سمجھتے ہیں، آپ یہ کیسی عجیب بات کہہ رہے ہیں، بہر حال آپ تو پہلے بھی اپنے بیٹوں سے کہہ چکے ہیں کہ مصر کی طرف جاؤ اور میرے یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو۔
کئی دن اور راتیں اسی طرح بیت گئے۔ معلوم نہیں یعقوب علیہ السلام نے یہ چند دن اور راتیں کس طرح گزاریں۔ آخر کار ایک دن آیا جب آواز آئی وہ دیکھو مصر سے کوئی آرہا ہے۔ "بشیر یعنی خوشخبری دینے والا" حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا، اس نے آتے ہی پیراہن حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دیا۔ اچانک انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں ہیں اور وہ ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔ دنیا اپنی تمام تر زیبائیوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ سب لوگوں کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو امنڈ آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے پورے اعتماد سے کہا: میں نہ کہتا تھا کہ میں خدا

کی طرف سے ایسی چیزیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔
جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے دوسرے بیٹے بھی آ پہنچے تو تمام فرزندوں نے باپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا: باباجان! خدا سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے کیونکہ ہم گناہگار اور خطا کار تھے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی ان باتوں کے جواب میں انہیں کوئی ملامت و سرزنش کئے بغیر ان سے وعدہ کیا کہ میں بہت جلد تمہارے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری توبہ قبول کرلے گا اور تمہارے گناہوں سے صرفِ نظر کرلے گا کیونکہ وہ غفور ورحیم ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کی فرمائش کے مطابق اس خاندان کو مصر کی طرف روانہ ہونا تھا۔ سفر کی تیاری ہر لحاظ سے مکمل ہو گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک سواری پر سوار ہوئے جب کہ ان کے مبارک لبوں پر ذکر و شکرِ خدا جاری تھا اور عشق وصال نے انہیں اس طرح قوت و توانائی بخشی کہ گویا وہ پھر سے جوان ہو گئے ہیں۔ آخر کار حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی کا شیرین ترین لمحہ آ گیا۔
حضرت یوسف علیہ السلام والد بزرگوار کے استقبال کے لئے شہر کے دروازے کے باہر تک آئے تھے۔ جب کافی عرصے سے بچھڑے ہوئے فرزند کے چہرے پر بوڑھے باپ کی نظر پڑی تو بے اختیار اپنے آپ کو سواری سے گرا دیا اور دیوانہ وار فرزند کی طرف لپکے، ادھر یوسف علیہ السلام بھی بہت ہی جذباتی انداز میں پدر بزرگوار کے استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ بوڑھے باپ نے جوان فرزند کے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر بہت دیر تک گریہ کیا۔ خداوند عالم کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وصال کے یہ لحات یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام پر کیسے گزرے، ان پُرمسرت لحات میں ان دونوں کے احساسات وجذبات کیا تھے، عالم شوق میں انہوں نے کتنے آنسو بہائے۔
پورے مصر میں عید کا سماں تھا، ہر گلی و کوچہ سجا ہوا تھا ایسے میں عظیم قافلے کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام دربار مصر میں پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی ماں (خالہ) اور باپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ نعمت الٰہی کی اس عظمت اور پروردگار کے لطف کی اس گہرائی اور وسعت نے بھائیوں اور ماں باپ کو اتنا متاثر کیا کہ وہ "سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔
اس موقع پر یوسف علیہ السلام نے والد بزرگوار کی طرف رخ کیا اور کہا باباجان! یہ اسی خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ کیا ایسا ہی نہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے میرے سامنے سجدہ

کر رہے ہیں۔ دیکھئے! جیسا کہ آپ نے پیش گوئی کی تھی خدا نے اس خواب کو واقعیت میں بدل دیا۔ اس کے بعد مزید کہا: خدا نے مجھ پر کس قدر لطف کیا کہ آپ کو کنعان کے اس بیابان سے یہاں لے آیا جب کہ شیطان میرے اور میرے بھائی کے درمیان فساد انگیزی کر چکا تھا(۱)۔

بہترین قصہ

قرآن مجید میں اس واقعہ کو احسن القصص یعنی کہانیوں میں سب سے بہترین قرار دیا ہے جس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے کئی سبق موجود ہیں جن میں سے بعض کی طرف ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

- یہ داستان ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کا خدا پر ایمان اس کو ہر قسم کی سختیوں کا مقابلہ کرنے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی طاقت عطا کرتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ پر ایمان کے وسیلے سے تمام مشکلات پر حاوی ہو گئے۔
- اس داستان سے ہمیں یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ ہر مصیبت اور پریشانی میں پروردگار عالم سے ہی مدد طلب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو زلیخا کے سامنے بے بس پایا تو فوراً خدا سے مدد مانگی، پروردگار عالم نے اپنی مدد سے (بند دروازے کھولنے کے ذریعے) حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کے خوفناک گڑھے میں گرنے سے بچالیا۔
- اس داستان سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب عشق ہو جاتا ہے تو انسان ہاتھ کٹنے پر بھی متوجہ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کے ساتھ ہوا۔ بس اگر آپ نے کہیں پڑھا یا سنا کہ نماز کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے پیروں سے تیر نکال لیا گیا لیکن آپ کو پتہ بھی نہیں چلا تو اس پر تعجب نہ کیجئے، اس لئے کہ اگر ظاہری حسن اور سطحی عشق میں ہاتھ کٹنے کے باوجود انسان متوجہ نہیں ہوسکتا تو جمال واقعی سے گہرا عشق ومحبت انسان کو کس کمال تک پہنچا سکتا ہے(۲)۔
- یہ داستان ہمیں دین سے محبت کا درس دیتی ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں مختلف تکلیفوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود انہوں نے دین کی تبلیغ کے فریضے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر کئی قیدی آپ کے ہم عقیدہ ہو گئے۔

۱۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: تفسیر نمونہ، حکایات القرآن، قصص الانبیاء والائمہ، قصص الانبیا کی مختلف کتب سے استفادہ کیا ہے

۲۔ یوسف قرآن، آیۃ اللہ محسن قرائتی، تفسیر ذیل آیہ ۳۱ سورۂ یوسف

● اس داستان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عزت وآبرو کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ہر وہ مظلوم جو برسوں سے بے گناہ قید ہوا گر اس کی رہائی کا حکم جاری ہوجائے تو وہ فوراً قید خانہ سے باہر نکلتا ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب تک ان کی بے گناہی ثابت نہ ہوئی قید سے باہر نہیں نکلے۔ اس طرح یوسف علیہ السلام کی عزت وآبرو کے بارے میں جو گستاخیاں کی جاتی تھیں ان کے مقابلہ میں آپ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے۔

● اس قصے میں صبر وتحمل کا سبق بھی سکھایا جارہا ہے اور اس صبر کا نتیجہ بھی دکھایا گیا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ہاتھوں تکالیف برداشت کیں، باپ کی جدائی برداشت کی، لوگوں کی بے ضمیری پر بھی صبر کیا کہ جن لوگوں نے کنوئیں سے نکالا انہوں نے بیچ ڈالا، نفسانی خواہشات میں صبر کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ زندان جانا پڑا جس کے نتیجہ میں پروردگار عالم نے انہیں دین ودنیا دونوں کے اعلیٰ ترین عہدوں سے نوازا۔

● قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت یوسف کے واقعے میں پیش آنے والے واقعات وحادثات نفس امارہ کی پیروی کی وجہ سے پیش آئے۔ نفس امارہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے۔ اگر انسان خواہشات نفسانی پر کنٹرول حاصل نہ کرے تو یہی خواہشات نفس اس کی تباہی وبربادی کا باعث بنتی ہیں۔ متعدد روایات میں نفس کے خطرات کو بیان کیا گیا ہے اور خود کو بری الذمہ قرار دینا اور نفس سے راضی ہونے کی مذمت کی گئی ہے۔ اپنے نفس سے راضی ہونے کو روایات میں عقل کا دیوانہ پن اور شیطان کا سب سے بڑا پھندہ قرار دیا گیا ہے[1]۔

نفس کی مختلف اقسام

قرآن مجید میں نفس کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نفس امارہ: یہ نفس انسان کو برائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر عقل وایمان کے ذریعہ نفس کو لگام نہ دیا جائے تو انسان ذلت وہلاکت کی گہرائی میں گر جائے گا۔

۲۔ نفس لوامہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے جس کی بنیاد پر برائی کرنے والا انسان اپنی ملامت کرتا ہے اور توبہ اور عذر خواہی کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ سورہ قیامت میں اس نفس کا تذکرہ ہے۔

۱۔ غرر الحکم، بحوالہ تفسیر نور، تفسیر آیت مورد بحث

۳۔ نفس مطمئنہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے جو انبیاء و اولیائے الٰہی اور ان کے حقیقی تربیت یافتہ افراد کو حاصل ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ ہر شیطانی وسوسے اور امتحان سے کامیاب و کامران پلٹتے ہیں۔ ایسے افراد فقط خدا سے لو لگائے رہتے ہیں۔

● سب سے اہم سبق جو اس داستان سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کی غلطی سے عفو و درگزر کرنا بہت زیادہ پسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بہت ہی مجبوری میں ان کے پاس آئے، اگر حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تو انہیں کڑی سے کڑی سزا دے سکتے تھے لیکن انہوں نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کیا۔

فضائل و خصوصیات:

سکرات موت کے وقت آسانی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص سورۂ یوسف کی تلاوت کرے گا اور اپنے گھر والوں کو اس کی تعلیم دے گا اللہ تعالیٰ سکرات موت کے مشکل وقت میں اس کے لئے آسانی پیدا کرے گا[1]۔

جمال یوسف علیہ السلام کا حقدار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ يُوسُفَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَوْ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ جَمَالُهُ مِثْلُ جَمَالِ يُوسُفَ وَلَا يُصِيْبُهُ فَزَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَانَ مِنْ خِيَارِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ[2]

جو شخص سورۂ یوسف کی ہر روز یا ہر رات تلاوت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کی مانند خوبصورتی عطا فرمائے گا اور اسے کوئی خوف اور ڈر قیامت کا نہیں ہوگا اور وہ خدا کے صالح بندوں میں سے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] تفسیر مجمع البیان، ج ۵، ص ۲۰۶

[2] وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۱

سورۂ رعد کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ رعد

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
رعد	13	13	96	مدینہ منورہ	43	06	3667	845

☆ سورۂ رعد موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تیرہواں (۱۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چھیانوے واں (۹۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورۂ رعد: چونکہ اس سورے کی ۱۳ ویں آیت میں رعد و برق کا تذکرہ ہے لہذا اسے سورۂ رعد سے موسوم کیا گیا ہے۔ رعد عربی میں آسمانی گرج چمک کو کہا جاتا ہے۔ (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ رسول خدا ﷺ کی رسالت کی حقانیت	۲۔ کائنات کا حکیم خالق
۳۔ رسول خدا ﷺ کو تسلی	۴۔ ہر قوم کے لئے ایک ہادی
۵۔ حمل کی کیفیات کا بیان	۶۔ اپنے حالات بدلنا انسان کے اختیار میں ہے
۷۔ سختی کے ساتھ حساب کتاب	۸۔ صاحبان عقل کے اوصاف
۹۔ جنت اور جہنم کے دروازے	۱۰۔ جہنم کے دروازوں کے نام
۱۱۔ طوبیٰ کا درخت	۱۲۔ ہدایت پروردگار کا طریقہ
۱۳۔ تاریخ انبیاء اور سنت الٰہی	۱۴۔ کفار و مشرکین کے اعتراض کا جواب
۱۵۔ کائنات کے نظام میں اللہ کا فیصلہ	۱۶۔ رسول خدا ﷺ کے گواہ
۱۷۔ فضائل و خصوصیات	

۱۔ تسکین روح ص ۱۳۳

اہم نکات:

رسول خدا ﷺ کی رسالت کی حقانیت

☆ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے ان کی ابتدا میں عام طور پر قرآن مجید کا ذکر ہوتا ہے۔حروف مقطعات کے ساتھ قرآن مجید کا ذکر ان مخالفین کو چیلنج کرنے کے لیے جو قرآن مجید کو معاذ اللہ انسانی کاوش قرار دیتے ہیں۔

اس سورے کی ابتدا رسول خدا ﷺ کی رسالت کی حقانیت کے بیان سے کی جارہی ہے۔رسول خدا ﷺ کی رسالت کی حقانیت کی دلیل قرآن مجید ہے۔اس کتاب کے مضامین خود گواہ ہیں کہ یہ کتاب حق پر مبنی ہے۔اس کی آیات کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہیں۔اس بات کو زندہ ضمیر انسان ہی سمجھ سکتا ہے جس کے بعد وہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی تمام کتب وانبیاء پر ایمان لاتا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو درک نہیں کر سکتے۔

کائنات کا حکیم خالق

☆ آیت ۲ آیت میں چند ایسے شواہد کو بیان کیا گیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات کی خلقت کے پیچھے ایک باشعور اور حکیم خالق کا ارادہ کارفرما ہے۔وہ ایسا خالق ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے قائم کیا،اسی خالق نے چاند اور سورج کو انسان کے لئے مسخر کردیا جو ایک مقررہ وقت اور مقررہ مدت میں اپنے اپنے مدار میں محو سفر ہیں،وہ خالق تمام امور کا تدبیر کرنے والا ہے۔پروردگار عالم اپنی نشانیوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔نشانیوں کو تفصیل سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کی ملاقات کا یقین حاصل کرے۔

رسول خدا ﷺ کو تسلی

☆ آیت ۵ میں گویا پیغمبر اسلام ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یقیناً آپ حق بجانب ہیں اور کفار ومشرکین کی ہٹ دھرمی پر حیران وپریشان نہ ہو جو آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔واضح معجزات کے باوجود اگرچہ یہ تعجب وحیرانی کی بات ہے مگر اس سے بھی زیادہ حیرانی کا مقام یہ ہے کہ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہمیں خاک میں ملنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ اور ہم کو نئی حیات ملے گی۔؟ کیا ان کو خدا کی قدرت پر یقین نہیں آتا؟ وہ خدا جو ایک دفعہ ان کو حیات دے سکتا ہے کیا خاک میں ملنے کے بعد دوبارہ انہیں زندگی نہیں دے سکتا؟ مگر یہ بات یہ لوگ نہیں

سمجھتے۔ یہ ان لوگوں کے کفر کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ خدا کے ہی منکر ہوں قیامت اور نبوت کا انکار ان سے بعید نہیں ہے۔ اس کے بعد آیت میں ان کے برے انجام کی خبر دی گئی ہے کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے، وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور ہمیشہ اسی میں جلتے رہیں گے۔

ہر قوم کے لئے ایک ہادی

☆ آیت ۷ میں ہر قوم کے لئے ایک ڈرانے والا اور ایک ہادی کے ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ روایات کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا: اے علی علیہ السلام! وہ ہادی آپ ہیں۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابو برزہ اسلمیؓ، حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ وغیرہ نے روایت کیا ہے(۱)۔

حمل کی کیفیات کا بیان

☆ آیت ۸ میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے اور کیا کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حمل کی تین کیفیات کو بیان کیا ہے کہ کبھی یہ "مدت حمل ۹ مہینے" ہے اور کبھی اس سے کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ صرف اس بات کا علم نہیں رکھتا کہ عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی بلکہ وہ تمام کیفیات جو اس جنین پر گزرتی ہیں ان سب سے بھی باخبر ہے۔

اپنے حالات بدلنا انسان کے اختیار میں ہے

☆ آیت ۱۱ میں خداوند متعال نے ایک اصول بیان فرمایا کہ کوئی بھی قوم جب تک محنت و مشقت کر کے اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش نہ کرے اللہ اس قوم کی حالت کو کبھی بھی نہیں بدلتا۔ پس اس آیت کے مطابق اگر انسان اپنے حالات کی طرف توجہ دے اور محنت کرے تو اس کے نتیجہ میں اللہ اس کے حالات کو بدل دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ بغیر محنت کے وہ ترقی کرے اور اس کے حالات بدل جائیں۔ اسی آیت کو علامہ اقبال نے ایک بہترین انداز میں بیان کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆ آیت ۱۵ میں قرآن مجید کا دوسرا مستحب سجدہ ہے۔

۱۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۲۹۔ تفسیر کبیر، تفسیر طبری، روح البیان وغیرہ میں یہ روایت بیان ہوئی ہے۔

سختی کے ساتھ حساب کتاب

☆ آیت ۱۸ میں "سوء الحساب" (بدترین حساب) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں سوء الحساب سے مراد ظالمانہ حساب نہیں بلکہ سختی کے ساتھ ہر عمل کا محاسبہ مراد ہے۔ جس طرح انسان خود دنیا میں پائی پائی کا حساب لیتا ہے اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کے بارے میں اس سے ہر ذرے کا حساب لے گا اور کوئی ظلم نہیں ہوگا بلکہ یہ سب اللہ کی عدالت کے زیر سایہ ہوگا۔

صاحبان عقل کے اوصاف

☆ آیت ۲۰ سے ۲۲ تک میں صاحبان عقل کے سات اوصاف بیان ہوئے ہیں:

۱۔ وہ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ نے جن رشتوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے وہ انہیں قائم رکھتے ہیں یعنی صلہ رحمی کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اپنے رب اور یوم حساب کا خوف رکھتے ہیں۔

۴۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے صبر کرتے ہیں۔

۵۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

۶۔ اللہ کی طرف سے عطا کئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

۷۔ وہ نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ یہ آیت آل محمد علیہم السلام کی صلہ رحمی کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خود تیرے (یعنی ہر انسان کے) رشتہ داروں کے بارے میں بھی ہے ایسا نہ ہو کہ تم اس آیت کو ایک ہی مصداق میں بند کر دو [1]۔

جنت اور جہنم کے دروازے

☆ آیت ۲۳ میں جنت کے دروازوں کا بیان ہے۔ یہ دروازے درحقیقت انسان کے نیک اعمال کے ابواب ہیں۔ ہر عمل جنت کے ایک دروازہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز روایات میں جنت کے آٹھ دروازے بیان کئے گئے ہیں اور

---

[1] اصول کافی، ج ۲، ص ۱۵۶۔ بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۳۳۳

آیت میں جہنم کے سات دروازے بیان ہوئے ہیں جو اس بات کی علامت ہیں کہ رحمت کے دروازے عذاب کے دروازوں سے زیادہ ہیں(۱)۔

ذیل میں ہم جنت اور جہنم کے دروازوں کے ناموں کی فہرست دے رہیں:

جنت کے دروازوں کے نام

۱۔ فردوس

۲۔ باب المجاہدین

۳۔ باب الریان

۴۔ باب المعروف

۵۔ باب الرحمۃ

۶۔ باب الصبر

۷۔ باب الشکر

۸۔ باب البلا

البتہ جنت کے نام اور اس کے دروازوں کے ناموں میں روایات میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم نے جو اسماء بیان کئے ہیں وہ حتمی نہیں ہیں بعض روایات کے مختلف نام استعمال ہوئے ہیں۔

جہنم کے دروازوں کے نام

۱۔ جہنم

۲۔ لظیٰ

۳۔ سَقَر

۴۔ جحیم

۵۔ سعیر

۶۔ الحُطَمَۃ

۷۔ ھاویہ

۱۔ ترجمہ قرآن کریم، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیہ مذکور

طوبیٰ کا درخت

☆ آیت ۲۹ میں "طوبیٰ" کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق طوبیٰ ایک درخت ہے جس کی اصل (جڑ) خانہ علی علیہ السلام میں ہے (۱)۔

ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ طوبیٰ بہشت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے گھر میں ہے اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہیں جس میں اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ نہ ہو (۲)۔

ہدایت پروردگار کا طریقہ

☆ آیت ۳۱ کے مطابق جو لوگ معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اگر معجزہ دیکھ بھی لیں تو ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایمان و ہدایت کے لئے معجزہ ہی ضروری ہوتا تو سابقہ انبیاء کے معجزات کو جادو کہہ کر مسترد نہ کیا جاتا۔

دوسرا مطلب اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ اہل ایمان پر واضح ہونا چاہیے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اس ایمان کی کیا قدر و قیمت ہوگی۔ اللہ ہدایت کو طاقت کے ذریعے مسلط نہیں کرتا بلکہ انسان کو ہدایت و ضلالت کے درمیان کھڑا کر دیتا ہے اور اسے اختیار دیتا ہے کہ وہ جس راستہ کو چاہے منتخب کرلے۔

تیسرے جملے میں اللہ کفار پر عذاب کے نازل ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والے اس سورے میں ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ خبر دی جارہی ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور دوسری طرف یہ خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ ان کفار پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ آخر میں اللہ نے بیان کیا کہ اللہ کا وعدۂ فتح بھی پورا ہونے والا ہے (۳)۔

تاریخ انبیاء اور سنت الٰہی

☆ آیت ۳۲ میں خداوند عالم نے تاریخ انبیاء اور سنت الٰہی کا ذکر کیا ہے کہ منکرین نے ہمیشہ انبیاء کی طرف سے آنے والے عذاب کا مذاق اڑایا اور اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ ان منکرین کی تمام اہانتوں کے باوجود ان کو مہلت دی جائے اور عذاب کے نازل کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ منکرین کو مزید مہلت دی جاتی ہے تا کہ وہ راہ راست پر آجائیں نہ آنے کی صورت میں ان کے جرم و عذاب میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

۱۔ غایۃ المرام، ص ۳۹۲

۲۔ ترجمہ قرآن کریم، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیہ مذکور

۳۔ بلاغ القرآن، ص ۳۳۵

کفار و مشرکین کے اعتراض کا جواب

☆ آیت ۳۸ میں کفار و مشرکین کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو بیوی اور بچے رکھتا ہے، اللہ کے نمائندہ کا خواہشات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے انبیاء کو انسانی تقاضوں کے دائرے میں خلق کرے تا کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل بن جائیں اور ان کا قول و فعل لوگوں پر حجت ہو۔

کائنات کے نظام میں اللہ کا فیصلہ

☆ آیت ۳۹ کے مطابق اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور اللہ کے پاس ہی ام الکتاب ہے۔ کائنات کے نظام میں اللہ کے دو فیصلے ہوتے ہیں۔ ایک فیصلہ حتمی اور ناقابلِ تغیر ہوتا ہے جبکہ دوسرا قابلِ تغیر ہوتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کے فیصلے کو صرف دعا روک سکتی ہے اور نیکی سے عمر دراز ہو سکتی ہے۔(۱)''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گواہ

☆ آیت ۴۳ کے مطابق جب کفار کا قرآن مجید کے علاوہ کوئی دوسرا معجزہ دکھانے کا مطالبہ مسترد ہوا تو کہنے لگے کہ پھر آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حق میں گواہی کے لئے اللہ اور وہ ذات کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: مفسرین کے نزدیک صاحب علم کتاب سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی اور آپ علیہ السلام کے اہل بیت علیہم السلام ہیں (۲)۔ ابو سعید خدری نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ''عندہ علم من الکتاب'' (یعنی کتاب کا تھوڑا علم جس کے پاس ہے) سلیمان علیہ السلام کے وصی کی شان میں ہے جبکہ ''ومن عندہ علم الکتاب'' (یعنی پوری کتاب کا علم جس کے پاس ہے) میرے وصی علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں ہے (۳)۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۰، ص ۳۰۰

۲۔ تفسیر نور، محسن قرائتی، ذیل تفسیر آیہ

۳۔ انوار القرآن، ص ۵۱۶

فضائل وخصوصیات:

بادلوں کی تعداد کے دس گنا برابر ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الرَّعْدِ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ بِعَدَدِ كُلِّ سَحَابٍ مَضَى وَ كُلِّ سَحَابٍ يَكُونُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُوفِينَ بِعَهْدِ اللهِ تَعَالَى (۱)

جو شخص سورۂ رعد کی تلاوت کرے گا اسے گذشتہ اور آئندہ آنے والے ہر بادل کی تعداد کے دس گنا برابر نیکیاں دی جائیں گی اور روز قیامت وعدہ الٰہی کو پورا کرنے والوں میں اس کا شمار ہوگا۔

قبولیت شفاعت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَكْثَرَ قِرَاءَةَ سُورَةِ الرَّعْدِ لَمْ يُصِبْهُ اللهُ بِصَاعِقَةٍ أَبَدًا وَ لَوْ كَانَ نَاصِبًا وَ إِذَا كَانَ مُؤْمِنًا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ وَ يُشَفَّعُ فِي جَمِيعِ مَنْ يَعْرِفُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ إِخْوَانِهِ (۲)

جو شخص سورۂ رعد کی بہت زیادہ تلاوت کرے گا خدا اسے کبھی صاعقہ (بجلی کی کڑک) کے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا چاہے وہ ناصبی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر وہ مومن ہو تو اسے بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل کرے گا اور اگر وہ اپنے خاندان اور جان پہچان کے لوگوں کی شفاعت کرنا چاہے تو اس کی شفاعت قبول ہوگی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۳

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۱

سورۂ ابراہیم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ابراہیم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ابراہیم	13	14	72	مکہ مکرمہ	52	07	3541	833

☆ سورۂ ابراہیم موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چودھواں (۱۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بہتروں (۷۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس سورے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے اس لئے اسے "سورۂ ابراہیم" کہا جاتا ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات بیان ہوئے ہیں اسی مناسبت سے اسے سورۂ ابراہیم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

۱۔اس سورے کے آغاز واختتام پر ایک نظر	۲۔انبیاء کی بعثت کا مقصد
۳۔کفار کی بعض صفات	۴۔شکر کا نتیجہ نعمت میں اضافہ، کفران نعمت باعث عذاب
۵۔پیغمبروں کی "بشریت" اور صاحبان ایمان کا "توکل"	۶۔سرکش وجابر کی نامرادی کا بیان
۷۔شجرۂ طیبہ کی تفسیر	۸۔شجرۂ طیبہ کی صفت
۹۔شجرہ خبیثہ کا بیان	۱۰۔بندگان خدا کی کامیابی کا لائحہ عمل
۱۱۔کائنات کی مختلف نعمتوں کا بیان	۱۲۔پروردگار کی نعمتوں کا شمار ناممکن ہے
۱۳۔حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا	۱۴۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات
۱۵۔ظالم کی اپنی اصلاح کیلئے دنیا میں واپسی کی تمنا	۱۶۔زمین وآسمان کی تبدیلی کا بیان
۱۷۔نزول قرآن مجید کا مقصد	۱۸۔فضائل وخصوصیات

۱۔ تسکین روح، ص ۱۲۸

اہم نکات:

اس سورے کے آغاز و اختتام پر ایک نظر

یہ امر توجہ طلب ہے کہ اس سورے کا آغاز لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف ہدایت سے ہوا ہے اور اس کا اختتام بھی لوگوں تک پیغام پہنچانے اور انہیں ڈرانے پر ہوا ہے۔ یہ امر نشاندہی کرتا ہے کہ بہر حال قرآن مجید کا اصلی ہدف انسان، اس کی سرنوشت اور اس کی ہدایت ہے اور در حقیقت انبیاء و مرسلین کا بھیجنا اور آسمانی کتابوں کا نزول سب اسی ہدف کو پانے کیلئے ہے[1]۔ اس سورے کے مفاہیم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ایک اہم چیز مشترک پائی جاتی ہے کہ سورۂ ابراہیم کی ابتدا بھی توحید سے ہوتی ہے اور انتہا بھی توحید پر ہوئی ہے بالکل اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بھی توحید سے شروع ہو کر توحید پر ختم ہو جاتی ہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد

☆ پہلی آیت میں خداوند عالم نے انبیاء کی بعثت کا مقصد اور آسمانی کتابوں کو نازل کرنے کا سبب بیان کیا ہے۔ بعثت انبیاء اور کتابوں کو نازل کرنے کا ہدف یہ ہے کہ عالم بشریت کو تاریکی اور گمراہی سے نکال کر منزل ہدایت تک پہنچایا جائے اور انسان کمال کی اس منزل تک پہنچ جائے کہ وہ اشرف المخلوقات کا صحیح مصداق بن سکے اور اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو۔

کفار کی بعض صفات

☆ آیت ۲ اور ۳ میں کفار کی صفات میں سے تین صفتوں کا ذکر کر کے ان کی اصلیت کو پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے اس طرح سے کہ ان سے سامنا ہوتے ہی ہر شخص انہیں پہچان سکے۔ فرمایا گیا ہے کہ:

۱۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو اس جہان کی پست زندگی کو آخرت کی زندگی پر فوقیت دیتے ہیں۔

اسی لئے وہ آخرت سے لگاؤ رکھنے والوں کی خصوصیات یعنی ایمان، حق، عدالت، شرف آزادگی اور سربلندی کو اپنے گھٹیا مفادات، شہوات اور ہوا و ہوس پر قربان کر دیتے ہیں۔

۲۔ ایسے لوگ اس پر اکتفا نہیں کرتے کہ خود گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر نمونہ، ج ۱۰، سورۂ ابراہیم، آیت ۱، ۳

درحقیقت وہ اللہ کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کردیتے ہیں جو راہِ فطرت ہے اور اپنی ہوا و ہوس اور خواہشات کو سنوار کر پیش کرتے ہیں اور ان کے ذریعے لوگوں کو گناہ کا شوق دلاتے ہیں اور انہیں پاکیزگی کے راستے سے خوف زدہ کرتے ہیں۔

۳۔ ان کا کام فقط اللہ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا نہیں بلکہ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسے بگاڑ کر پیش کریں۔

دراصل وہ اپنی پوری توانائی صرف کر کے کوشش کرتے ہیں کہ دوسروں کو اپنے رنگ میں رنگ لیں اور اپنا ہم مسلک بنا لیں لہٰذا ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کے سیدھے راہ کو ٹیڑھا کر کے دکھائیں۔ اس لئے وہ اس میں طرح طرح کی خرافات اور بے ہودہ گیاں پیدا کرتے ہیں اور مختلف تحریفات سے کام لیتے ہیں۔ قبیح بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور کثیف طور طریقے اختیار کرتے ہیں۔ واضح ہے کہ ان صفات و اعمال کے حامل ہونے کی وجہ سے "یہ گمراہی میں بہت دور تک چلے گئے ہیں" اور راہِ حق سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اس کی طرف لوٹ آنا آسانی سے ممکن نہیں، یہ سب کچھ انہی کے اعمال کا نتیجہ ہے۔

شکر کا نتیجہ نعمت میں اضافہ، کفرانِ نعمت باعث عذاب

☆ آیت ۷ اور ۸ کے مطابق اللہ کی نعمتوں کا شکر نعمت میں اضافے کا باعث ہے اور اس کی نعمتوں پر ناشکری کا اظہار کرنا عذاب کا باعث ہے جس کی وجہ سے انسان بعض اوقات ان نعمتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ناشکری کے باوجود نعمتوں میں مزید اضافے کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ اللہ نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ وہ شکر کا محتاج نہیں ہے بلکہ شکر کا فائدہ شکر کرنے والے کو پہنچتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمتوں پر ہمارے تشکر کا محتاج نہیں اور اگر وہ شکر گزاری کا حکم دیتا ہے تو وہ بھی ہم پر ایک اور نعمت کا موجب ہے اور ایک اعلیٰ درجے کا تربیتی انداز ہے۔

پیغمبروںؑ کی "بشریت" اور صاحبانِ ایمان کا "توکل"

☆ آیت ۱۱ میں دو اہم نکات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ "رسولوں نے کہا کہ ہم یقیناً تمہارے ہی جیسے بشر ہیں" اور دوسرا "صاحبانِ ایمان تو صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں"۔

پہلے نکتہ میں اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء لوگوں پر اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ بشریت اور رسالت میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ پروردگار کسی بشر کو رسالت کا عہدہ دے البتہ یہ اور بات ہے کہ جس انسان کو رسالت کے لیے منتخب کیا جائے وہ عام انسانوں سے صفات اور کمالات میں بلند ترین مرتبہ فائز ہو۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ صاحبان ایمان ایک ایسی نعمت کے حامل ہیں جس سے کافر محروم ہیں اور وہ نعمت ہے ''توکل''۔ صاحبان ایمان اپنے تمام امور میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور صاحبان ایمان ہمیشہ اہل باطل کے مقابلے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

سرکش و جابر کی نامرادی کا بیان

☆ آیت ۱۵ میں سرکش اور جابر کے نامراد ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ولید ابن یزید ابن عبدالملک ابن مروان نے ایک مرتبہ قرآن مجید سے فال (قرآنی استخارہ) نکالا تو یہی آیت نکلی، یہ بات اسے ناگوار گزری جس کے نتیجہ میں اس نے قرآن مجید کو تیروں سے پارہ پارہ کر دیا اور کہا کہ:

تُهَدِّدُنِيْ بِجَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَهَا اَنَاذَاكَ جَبَّارٌ عَنِيْدٌ

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّكَ يَوْمَ حَشْرٍ فَقُلْ يَارَبِّ مَزَّقَنِي الْوَلِيْدُ

''تو مجھے جبار عنید کہہ کر دھمکا رہا ہے، تو یہ لے، میں وہی جبار عنید ہوں، جب روزِ حشر اپنے پروردگار سے ملنا تو کہہ دینا: خداوندا! مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔(۱)''

شجرۂ طیبہ کی تفسیر

☆ آیت ۲۴ میں ''شجرہ طیبہ'' یعنی پاک و پاکیزہ درخت کا ذکر ہے۔ شجرہ طیبہ کی تفسیریوں کی گئی ہے کہ جڑ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں، حضرت علی علیہ السلام اس کی شاخ اور ائمہ علیہم السلام اس کے ثمرات اور شیعیان علی علیہ السلام اس کے پتے ہیں۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ اس درخت کی جڑ ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام اس کا تنا ہیں اور وہ امام جوان دونوں کی ذریت سے ہیں اس کی ٹہنیاں ہیں اور ائمہ کا علم اس درخت کا پھل ہے اور ان کے صاحب ایمان شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پھر امام نے فرمایا کیا کوئی اور چیز باقی رہتی ہے۔ راوی نے کہا نہیں یا ابن رسول اللہ۔ پھر فرمایا کہ واللہ! جس وقت ایک صاحب ایمان

۱۔ الطرائف، ج۱، ص۱۶۷

پیدا ہوتا ہے تو اس درخت پر ایک پتے کا اضافہ ہو جاتا ہے اور جس وقت کوئی حقیقی مومن مرجاتا ہے تو اس درخت کا ایک پتہ گر جاتا ہے''۔(۱)

یہ شجرہ (درخت) ان تمام خصوصیات کا حامل ہے جن کا تذکرہ آیت کریمہ میں کیا گیا ہے کہ اس کی اصل ثابت، فرع آسمانی، ثمرات بلافصل، فوائد دائمی اور افادیت اذن الٰہی کے مطابق ہے اور سارے اجزا ایک مخصوص نظام کے تحت عمل انجام دے رہے ہیں۔(۲)

شجرۂ طیبہ کی صفت

☆ آیت ۲۵ میں شجرہ طیبہ کی صفت کو بیان کیا گیا کہ یہ درخت پھل دیتا ہے۔اس آیت کے بارے ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس آیت میں ''وہ اپنے رب کے حکم سے بروقت پھل دے رہا ہے'' آیا ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''یہ ائمہ کے علم کی طرف اشارہ ہے جو ہر حال اور ہر علاقے میں تم تک آپہنچتا ہے(۳)۔

شجرہ خبیثہ کا بیان

☆ آیت ۲۶ میں شجرہ طیبہ کے مقابلے میں شجرہ خبیثہ ہے کا ذکر ہے۔ یہ وہ شجرہ ہے جو عالم انسانیت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہے چاہے وہ بظاہر مسلمان ہو یا کافر۔ایک روایت میں ہے کہ ''شجرہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہم السلام اور ان کے فرزندان ہیں اور شجرہ خبیثہ بنی امیہ ہیں۔(۴)''

بندگان خدا کی کامیابی کا لائحہ عمل

☆ آیت ۳۱ میں خداوند عالم اپنے بندوں کی کامیابی کے لئے ایک لائحہ عمل عطا فرما رہے ہیں کہ ''اے رسول! میرے ایماندار بندوں سے کہہ دو کہ وہ نماز قائم کریں اور ہمارے رزق میں سے خفیہ اور اعلانیہ ہماری راہ میں خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جب نہ تجارت کام آئے گی اور نہ دوستی''۔

۱۔ نور الثقلین، ج۲، ۵۳۵، ۵۳۸

۲۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت ۲۴

۳۔ نور الثقلین، ج۲ ص ۵۳۵، و ص ۵۳۸

۴۔ تفسیر المیزان، زیر بحث آیت کے ذیل میں، بحوالہ تفسیر در منثور

پس اگر انسان دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اسے ان دو بنیادی نکات (نماز اور انفاق) کو اپنی زندگی کا محور قرار دینا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن کوئی تجارت اور سفارش یا دوستی کام نہیں آئے گی۔ آسان لفظوں میں یوں کہا جائے کہ لوگ اس دنیاوی زندگی میں سزا سے بچنے کے لئے عام طور پر پیسے کا سہارا لیتے ہیں یا پارٹی اور دوستی کا ذریعہ استعمال کرتے ہیں، رشوتوں اور رشتوں کے ذریعے سزا سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ سمجھیں کہ وہاں بھی اسی طرح کوئی صورت نکل آئے گی تو یہ ممکن نہیں، یہ ان کی بے خبری اور انتہائی نادانی کی دلیل ہے۔

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں جس طرح کی دوستی کی نفی کی گئی ہے وہ عالم قیامت میں مومنین کی باہمی دوستی کے منافی نہیں ہے کہ جس کے بارے میں بعض آیات میں تصریح کی گئی ہے کیونکہ یہ تو ایمان کے زیر سایہ ایک معنوی دوستی ہے۔ باقی رہا مسئلہ شفاعت تو جیسا کہ ہم نے بارہا کہا ہے کہ اس کا مفہوم مادی نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں وارد ہونے والی صریح آیات کے پیش نظر یہ صرف معنوی اور روحانی رشتوں کے زیر سایہ بعض اعمال خیر کی وجہ سے حاصل ہونے والی اہلیت کے باعث میسر آتی ہے۔

کائنات کی مختلف نعمتوں کا بیان

☆ آیت ۳۲ اور ۳۳ میں اللہ کی جانب سے کائنات کی مختلف نعمات کو انسان کے لئے تسخیر کرنے کا ذکر ہے یعنی کل کائنات انسان کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ پروردگار عالم کا انسان پر ایک عظیم احسان ہے اور یہ عظمت انسان کے لئے بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب نے انسان کی اس عظمت کا اعلان نہیں کیا ہے۔

پروردگار کی نعمتوں کا شمار ناممکن ہے

☆ آیت ۳۴ میں بیان ہوا ہے کہ اے انسان! اگر تم خداوند عالم کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہیں کر سکتے" اس آیت کو سمجھنے کے لئے ایک چھوٹی سی مثال پیش خدمت ہے کہ:

کہا جاتا ہے کہ ایک انسان کے جسم میں تقریباً ایک کروڑ زندہ خلیے ہوتے ہیں اور ان تمام خلیوں کا انسانی زندگی میں کوئی نہ کوئی عمل دخل ضرور ہوتا ہے تو انسان صرف ان خلیوں کو شمار کر کے ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا باقی نعمتوں کا کیا ذکر۔ اور انسان کی اسی قدر ناشناسی اور احسان فراموشی نے اسے ظلم کرنے والا اور کافر بنا دیا ہے کہ وہ نعمات خداوندی کے مقابلے میں کفران نعمت کا مرتکب قرار پاتا ہے۔

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا

☆ آیت ۳۵ سے ۴۱ تک میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا کا ذکر ہے۔ ان آیات میں بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق کی پیدائش، حضرت اسماعیل علیہ السلام وحضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بے آب وگیاہ میدان میں بسانا اور والدین کی مغفرت کے لئے دعا کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والدین کی مغفرت کیلئے دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے والدین مومن تھے کیونکہ قرآن میں مشرک کے لئے دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ان آیات مجیدہ پر غور وفکر سے کام لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان آیات مجیدہ میں بارگاہ خداوندی سے سات دعائیں طلب کی ہیں۔ آپ نے ان آیات میں شہر کے امن وامان، اپنی اور اپنی اولاد کی بت پرستی سے حفاظت، نماز کے قیام، لوگوں کی محبت، ثمرات کا رزق، قبولیت دعا اور والدین اور صاحبان ایمان کے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔ یہی دعائیں درحقیقت ایمان کا سرمایہ اور انسانی کردار میں روح کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت (اولاد) کے لئے امامت اور اقامہ صلوۃ (نماز کے قیام) کی دعا کی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ نگاہ خلیل میں نماز اور امامت میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے اور دونوں ایسے عظیم شرف ہیں جن کے لئے خلیل تمنا اور دعا کرتے ہیں۔ (۱)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات

شجرہ نسب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شجرہ نسب: ابراہیم ابن تارخ ابن ناخور ابن ساروخ ابن ارغوا ابن فالغ (یا فالح) ابن عامر (یا عنبر) ابن شالح ابن ارفخشذ ابن سام ابن نوح علیہ السلام تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے نمرود کی حکومت تھی۔ نجومیوں نے نمرود بادشاہ کو بتایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کو ختم کردے گا۔ نجومیوں کی بات سننے کے بعد نمرود نے حکم دیا کہ جس عورت میں بھی حمل کے آثار پائے جائیں اسے گرفتار کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے دائیاں گھر گھر جا کر عورتوں کے حمل کی تحقیقات کرنے لگیں، اس

۱۔ انوار القرآن، ترجمہ قرآن مجید، حاشیہ آیت زیر بحث

طرح بہت سے بچوں کو مار دیا گیا۔ لیکن اللہ کے فضل سے کسی دائی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا حمل ظاہر نہ ہوا۔

آخر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو آپ کی والدہ شب کی تاریکی میں گھر سے باہر نکلی اور ایک پہاڑ کے غار میں بچے کو جنم دیا۔ ولادت کے بعد اس خوف سے کہ کہیں بچے کی پیدائش کا کسی کو علم ہو گیا تو قتل نہ کر دیا جائے، انہوں نے ایک پتھر سے غار کا منہ بند کر دیا اور گھر واپس آ گئیں۔

گھر آنے کے بعد آپ کی والدہ دن رات بے چین رہنے لگی۔ ایک دن موقع پا کر بچے کو دیکھنے غار پہنچیں اور غار میں دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بچہ بہت ہی خوش ہے اور اپنے انگوٹھے کو منہ میں لے کر چوس رہا ہے اور اس انگوٹھے سے دودھ نکل رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ماں کے دل کو بہت سکون ملا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اپنے شوہر کو بچے کی ولادت کے بارے میں بتایا۔ جب بچے کے باپ "تارخ" نے آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

جب آپ کی ولادت کو پندرہ ماہ ہوئے تو ایک رات آپ کی والدہ خفیہ طریقہ سے آپ کو گھر لے آئیں (۱)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ دین:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپنے ہی سے یقین رکھتے تھے کہ یہ بت نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ بت پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے قوم کے سامنے دین حق کا پیغام بیان کیا لیکن قوم نے ابراہیم علیہ السلام کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور اللہ کے اس عظیم پیغمبر کا مذاق اڑایا۔

اس وقت بت پرستی کے علاوہ لوگ چاند، ستارے اور سورج کی بھی پرستش کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے آپ علیہ السلام نے انہیں مختلف طریقوں سے سمجھایا جیسا کہ قرآن مجید نے اس واقعہ کو بیان کیا کہ ہے جب چاند، تارے اور سورج کو طلوع اور غروب دیکھا تو اس کے ذریعہ کیسے استدلال کیا؟ تفصیلی واقعہ سورۂ انعام میں ملاحظہ فرمائیے۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ پروردگا! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ خداوند عالم نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ کیا تم ایمان نہیں رکھتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار!

۱۔ محمد ابن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، ج ۱، ص ۱۶۳، بیروت، موسسہ اعلمی للمطبوعات ۱۴۰۳ ق

ایمان رکھتا ہوں لیکن اطمینان قلب اور ایمان میں اضافہ کی خاطر مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں۔ حکم خداوندی ہوا کہ ابراہیم! چار مختلف پرندے پکڑ و اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت آپس میں ملا کر قیمہ بناؤ پھر ایک ایک حصہ قیمہ کا مختلف پہاڑوں پر رکھو اور پھر ان پرندوں کو پکارو تو تمہارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خدا کی پیروی کرتے ہوئے ایسا ہی کیا اس کے بعد جب آپ نے پرندوں میں سے ہر ایک کا نام لیتے ہوئے پکارا تو ہر پرندہ آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ یہ واقعہ ایسے تمام لوگوں کے لئے ایک دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ انسان کے گل سڑ کر ختم ہونے اور مٹی میں ملنے کے بعد قیامت کے دن اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ ان لوگوں کے لئے یہ واضح مثال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بت خانے کے بت:

ایک دن جب شہر کے تمام لوگ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانہ گئے۔ آپ نے بت خانے کے تمام بتوں کو توڑا سوائے سب سے بڑے بت کے اور اس بت کے گلے میں ہتھوڑا لٹکا یا۔ جب قوم واپس پہنچی اور بتوں کی یہ حالت دیکھی تو بادشاہ وقت نمرود سے شکایت کی۔ تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے۔ آپ کو نمرود نے اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس بڑے بت سے پوچھو، جواب میں کہا گیا کہ یہ تو جواب دینے کے قابل نہیں۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم! پھر ایسے بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ آپ کا جواب سن کر نمرود اور اس کے درباری مبہوت ہو کر رہ گئے۔

نمرود نے آپ سے مختلف سوالات کئے۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ابراہیم! تمہارا پروردگار کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا پروردگار وہ ہے جس کے اختیار میں موت وحیات ہے۔ نمرود نے کہا: یہ تو میرے اختیار میں بھی ہے۔ اس نے ایک بے قصور کو بلا کر قتل کرنے کا حکم دیا اور سزائے موت کے مجرم کو بلا کر اسے معاف کر دیا۔ اور کہا دیکھا میں بھی اسی طرح زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی کج فہمی کو سمجھ چکے تھے، آپ نے ایک ایسی دلیل کے ذریعے اللہ کا تعارف کیا کہ نمرود لاجواب ہو کر رہ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نمرود! میرا پروردگار وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو بھی خدائی کا دعوئی کرتا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود:

جب نمرود ہر طرف سے شکست کھا گیا تو اس نے وہی ظالمانہ روش اپنائی جو ہر جابر و ظالم کا طریقہ ہے کہ اپنے مد مقابل کو اذیت دی جائے اور اس پر ظلم ستم کیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ ایک مخصوص جگہ پر مسلسل آگ دہکائی جائے۔ جب نمرود اور اس کی قوم کو یقین ہوگیا کہ اب اس شدید آگ سے ابراہیم علیہ السلام کا بچنا ممکن نہیں ہے تو آپ علیہ السلام کو منجنیق (گوپھن) کے ذریعے آگ میں ڈالا گیا۔ اس وقت اس آگ کو جلانے کی طاقت بخشنے والی ذات نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ! ''ابراہیم کیلئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی پڑ جا'' آگ اسی وقت ٹھنڈی ہوگئی اور گلزار میں تبدیل ہوگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح وسالم باہر تشریف لائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی:

آپ کی شادی حضرت سارہ علیہا السلام سے ہوئی۔ آپ کی زوجہ حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ تھیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے آپ کو اپنی کنیز ''ہاجرہ'' تحفہ میں دی تاکہ اولاد ہو جائے۔ جب حضرت ہاجرہ کے بطن مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں حسد کی آگ میں بھڑک اٹھیں جس کے بعد حضرت ہاجرہ اور سارہ علیہا السلام میں کبھی بھی نہیں بنی۔ توریت کے مطابق حضرت اسماعیل کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۴ سال اور حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت آپ کی عمر ۱۰۰ سال تھی (۱)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت:

ایسے حالات میں اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام، اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر مکہ آئے جبکہ وہاں بنجر (غیر آباد) صحرا اور پہاڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ مکہ پہنچتے ہی ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے کیونکہ وہ سارہ علیہا السلام سے وعدہ کر کے آئے تھے کہ فوراً واپس آئیں گے۔

ادھر حضرت ہاجرہ اسماعیل کو لے کر بیٹھی رہیں اور جو پانی وہ ساتھ لائے تھے وہ ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام شدت پیاس کی وجہ سے بلبلانے لگے۔ ایسے میں ہاجرہ نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان کئی مرتبہ پانی کی تلاش میں دوڑ

۱۔ بلاغ القرآن ص ۳۴۳

لگائی لیکن پانی نہ ملا۔ آخری مرتبہ جب واپس بچے کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ بچے کے ایڑیاں رگڑنے کی جگہ پر حکم خدا سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ غرض پانی نکلا تو چرند پرند جمع ہونے لگے اور قبیلہ جرہم کے لوگ حضرت ہاجرہ کے پاس آئے۔ ان سے اجازت چاہی تا کہ وہ بھی مکہ میں زندگی بسر کرسکیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ انہیں دیکھنے آئے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اجازت لے کر قبیلہ جرہم کو سکونت کی اجازت دیدی اور وہ جنگل اور بنجر صحرا آباد ہوگیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو حکم خدا سے دونوں باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ کی اسی جگہ تعمیر کی جہاں خدا نے حضرت آدم کے لئے ایک قبہ نازل کیا تھا اور طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے وقت وہ اٹھالیا گیا تھا اسی وجہ سے اسے ''بیت العتیق'' (پرانا گھر) کہا جاتا ہے۔ غرض یوں خدا کا گھر بنا اور مکہ مکرمہ میں آبادی ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسلسل کئی خواب دیکھے کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو اللہ کی راہ میں ذبح کررہے۔ ایک دن آپ نے حضرت اسماعیل کو یہ خواب بیان کردیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ بابا! آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے آپ اس کی تعمیل کریں انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ قربان کرنے کی تیاری کرلی۔ شیطان نے بہکانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کی ایک نہ چلی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے تو پہلے اسماعیل کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کے بعد اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تا کہ جوان بیٹے کے ذبح ہوتے ہوئے ہاتھ نہ کانپیں۔ اللہ نے اس قربانی کو قبول کرلیا اور جنت سے ایک دنبہ بھیجا جو اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوگیا۔ اللہ نے اس قربانی کو ذبح عظیم کا فدیہ قرار دے دیا۔ اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اتنی پسند آئی قیامت تک کیلئے اس کی یاد زندہ رکھنے کا اہتمام کیا اور مسلمان ہر سال دس ذوالحجہ کو اس قربانی کی یاد میں اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرتے ہیں۔

وفات: حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے مختلف قسم کی تکالیف کو برداشت کرنے اور خانہ کعبہ کی تعمیر اور ہر امتحان میں کامیابی کے بعد آپ کو خداوند عالم نے ''خلیل اللہ'' کا لقب اور ''منصب امامت'' عطا فرمایا۔ بالآخر ۱۷۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزندوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام نے آپ کو حضرت سارہ علیہا السلام کی قبر کے قریب ہی دفن کردیا(۱)۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۳۳۹

ظالم کی اپنی اصلاح کیلئے دنیا میں واپسی کی تمنا

☆ آیت ۴۴ کے مطابق جب ظالم عذاب خداوندی کا مشاہدہ کرے گا تو کہے گا کہ پروردگار! ہمیں تھوڑی مدت کے لئے (دنیا میں) پلٹا دے کہ ہم تیری عبادت کریں اور تیرے رسولوں کا اتباع کریں"۔

انسان دنیا میں بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور زبان کے زور پر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ مطمئن رہو قیامت نامی کوئی چیز نہیں ہے اور قیامت کے سوالات کا کوئی وجود نہیں ہے لیکن جب قیامت کے دن ان چیزوں کا سامنا کریگا تو دنیا میں واپس بھیجنے کی درخواست کرے گا لیکن پروردگار عالم اس درخواست کو رد کریں گے۔ لہٰذا رب العالمین نے واپسی سے مایوس کر کے اور گذشتہ اقوام کا حوالہ دے کر انسان کو اعمال خیر کی دعوت دی ہے اور یہ واضح طور پر بتا دیا ہے کہ دوبارہ مہلت نہیں دی جائے گی۔

زمین وآسمان کی تبدیلی کا بیان

☆ آیت ۴۹ میں زمین وآسمان کی تبدیلی کا ذکر ہے۔ وہ مرحلہ قیامت کا ہوگا جس میں نیک اور صالح افراد اپنے اعمال کی جزا پائیں گے اور مجرمین دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی سزا پائیں گے۔

☆ آیت ۵۰ میں قیامت کے دن مجرمین کو دیئے جانے والی بعض سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے کہ اس دن مجرمین زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے بدن پر قطران (۱) کے کپڑے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھکی ہوئی ہوگی۔

نزولِ قرآن مجید کا مقصد

آخری آیت میں دوبارہ خداوند عالم نے اُسی "پیغام" کو بیان کیا ہے جسے سورے کے آغاز میں بیان کیا تھا کہ قرآن کے نازل کرنے کا مقصد لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لانا اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرانا ہے کیونکہ وہ خدائے واحد ویکتا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ آیت پر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید پوری انسانیت کے لئے ایک پیغام رکھتا ہے۔ یہ پیغام تین چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ لوگوں کو تنبیہ: خطرات میں گھرے ہوئے انسان کے لئے سب سے زیادہ ضرورت تنبیہ کی ہے۔

۱۔ قطران ایک طرح کا تیل ہے جس سے خارش زدہ اونٹ کی مالش کی جاتی ہے

۲۔ توحید کا بیان: یعنی ایک خدا کی پرستش، ایک خدا کی حاکمیت کو قبول کرنا اور ایک ہی قانون ساز کو تسلیم کرنا۔

۳۔ عقل سلیم رکھنے والوں کو نصیحت قبول کرنے کی دعوت: عقل سلیم سوچنے اور حقائق کا کھوج لگانے کی دعوت دیتی ہے۔

فضائل وخصوصیات:

فقر وجنون سے حفاظت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَ الْحِجْرِ فِيْ رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ لَمْ يُصِبْهُ فَقْرٌ أَبَدًا وَ لَا جُنُوْنٌ وَ لَا بَلْوَى (۱)

جو شخص نماز جمعہ میں سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر کی دو رکعتوں میں تلاوت کرے گا وہ کبھی بھی فقر و دیوانگی اور مصیبت سے دوچار نہیں ہوگا۔

اطاعت گزاروں میں شامل ہونا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص سوتے وقت اس سورے کی تلاوت کرے گا یا اس پر اس سورہ کی تلاوت کی جائے یا لکھی ہوئی سورہ اس کے پاس ہو تو اس کا شمار اطاعت گزاروں میں ہوگا (۲)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۰

۲۔ تفسیر برہان، ج ۳، ص ۳۰۵، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۲۹

سورۂ حجر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حجر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حجر	14,13	15	54	مکہ مکرمہ	99	06	2881	658

☆ سورۂ حجر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پندرھواں (۱۵) اور ترتیب نزول کے لحاظ سے چونواں (۵۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس سورے میں جو موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض اہم موضوعات کی طرف ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۸۰ ویں آیت کی مناسبت سے رکھا گیا ہے جو اصحاب حجر یعنی قوم حضرت صالح کے بارے میں ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ عذاب الٰہی کا نزول	۲۔ قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ خود ہے
۳۔ محفوظ آسمان کا بیان	۴۔ تخلیق انسان کے وقت کے اہم واقعات
۵۔ اہل بہشت کو ملنے والی نعمتیں	۶۔ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ بخشش و رحم
۷۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات	۸۔ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر
۹۔ اصحاب ایکہ	۱۰۔ اصحاب حجر
۱۱۔ سبع مثانی اور قرآن عظیم	۱۲۔ صاحبانِ ایمان کو نصیحت
۱۳۔ تبلیغ سے روکنے والے ''مقتسمین'' کی مذمت	۱۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آشکار تبلیغ کا حکم
۱۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی	۱۶۔ فضائل و خصوصیات

۱۔ تسکین روح، ص ۱۳۱

اہم نکات:

عذاب الٰہی کا نزول

☆ آیت ۴ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ جب کفار گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں اور راہ حق کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ کی طرف سے ان پر عذاب کیوں نازل نہیں کیا جاتا؟

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم نے ہر قریہ، ہر شخص اور کائنات کے ہر ذرہ کے لئے عذاب یا جزا کا ایک وقت معین کر دیا ہے، جب تک وہ وقت نہیں آجاتا ہے ہم انہیں چھوٹ دیتے رہتے ہیں اس کے بعد پھر کسی طرح کی کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ خود ہے

☆ آیت ۹ کے مطابق اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے پاس رکھی ہے۔ چنانچہ آج اس حفاظت کو ہم واضح طور پر دیکھ رہے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید لفظ بہ لفظ محفوظ ہے بلکہ طرز و طریقہ تحریر میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

یہ رب العالمین کی طرف سے عظمت قرآن مجید کا اعلان ہے کہ ہم ہی نے اسے نازل کیا ہے اور اس میں کسی بندے کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے اور پھر ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس میں باطل کی ملاوٹ یا اس کی تباہی و بربادی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ واضح اعلان ہے کہ قرآن مجید میں کسی طرح کی تحریف ممکن نہیں ہے اس میں کوئی آیت کم ہوسکتی ہے اور نہ زیادہ۔

قرآن مجید کے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہنے کے دلائل میں سے بعض یہ ہیں کہ زمانہ رسول خدا میں حافظان قرآن کا وجود، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کاتبین وحی کا تقرر، رہبران اسلام کی طرف سے عمل بالقرآن کی دعوت اور حدیث ثقلین بہترین ثبوت ہیں جس میں ہدایت امت کے لئے کتاب اللہ اور تشریح کتاب کے لئے عترت کے باقی رہنے کا ذکر کیا گیا ہے[۱]۔

۱۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

محفوظ آسمان کا بیان

☆ آیت ۱۷، ۱۸ کے مطابق اللہ نے آسمان کو محفوظ بنایا ہے۔ اگر کوئی شیطان آسمان تک جانا چاہے تو آگ کا ایک شعلہ اس کے پیچھے لگا دیتا ہے۔ اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ شیاطین آسمان سے ملائکہ کی باتیں سن کر کاہنوں کو بتا دیتے ہیں اور وہ انہی کے ذریعہ غیب کی اطلاع دیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی شدت سے تردید کردی کہ شیاطین اگر آسمان میں جانا بھی چاہیں تو شعلے ان کا پیچھا کر لیتے ہیں اور وہ کوئی آسمانی راز زمین تک نہیں لا سکتے ہیں (۱)۔

تخلیق انسان کے وقت کے اہم واقعات

☆ آیت ۲۶ سے ۴۴ تک میں خداوند عالم نے خلقت انسان کے وقت جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اگر چہ یہ واقعہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر ہوا ہے۔ ہم یہاں پر اختصار کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

جب خداوند عالم نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ جب اس کی تخلیق کا مرحلہ مکمل ہوجائے اور اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا۔ آدم علیہ السلام کی خلقت کے بعد اللہ کے حکم کے مطابق تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس (شیطان) نے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ جب خداوند عالم نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ پروردگار! میں ایسے انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے تو نے مٹی سے خلق کیا ہے۔ یعنی شیطان یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں جو آگ سے خلق ہوا ہوں وہ مٹی سے خلق ہوئے انسان کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے اس مرحلہ پر شیطان تکبر کا شکار ہوا۔ ایسے میں حکم خداوندی ہوا کہ شیطان ہماری بارگاہ سے خارج ہوجا تو مردود ہے۔

اس موقع پر شیطان نے ایک درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کی کہ پروردگار! مجھے روز حشر تک مہلت دے۔ اللہ کی طرف سے وقت معلوم تک اسے اجازت ملی۔ وقت معلوم کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ وقت معلوم سے کون سا وقت مراد ہے۔ کیا قیامت کا دن مراد ہے یا کوئی مخصوص وقت مراد ہے (جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے وہ تفاسیر قرآن مجید کی طرف رجوع فرمائے) شیطان نے اللہ سے مہلت اس لئے طلب کی تا کہ وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کر سکے۔ اللہ نے شیطان کو مہلت دی اور کہا کہ میرے ان بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے جو صراط مستقیم پر چلتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے والے میرے بندے تیرے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۵۳

اس مقام پر اللہ نے صراط مستقیم کا ذکر کیا ہے۔ نفس امارہ کو پہچان کر اس کی اطاعت سے گریز کرنا اور اللہ کا مخلص بندہ بننا ہی صراط مستقیم ہے بالفاظ دیگر اللہ کی طرف سیدھی راہ ''معرفتِ نفس'' ہی میں ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں'' جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔(۱)''

لیکن وہ لوگ جو راہ راست سے ہٹ جائیں اور تیری پیروی کریں ایسے تمام لوگوں کے لئے میں نے جہنم کو تیار کیا ہے اور ان کی آخری وعدہ گاہ جہنم ہوگی اور اس جہنم کے سات دروازے ہیں اور جہنم کا ہر دروازہ ایک مخصوص جماعت کے لئے ہے جس سے وہی جماعت داخل ہوگی اور دوسرے افراد کے لئے دوسرا دروازہ ہوگا کیونکہ جب بندوں کے اعمال اور گناہوں میں فرق ہوگا تو سزا کے درجات میں بھی بہر حال فرق ہوگا۔

شیطان کی پیروی کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ان کے لئے ایک ہی طرح کا عذاب نہیں ہوگا بلکہ ہر مجرم کو اس کے جرم کے مطابق جہنم میں جگہ دی جائے گی۔ آیت میں جہنم کے سات دروازوں کا بھی بیان ہے۔ ممکن ہے ان سات دروازوں سے مراد مجرمین کے سات گروہ ہوں اور ہر طبقہ کو دروازہ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ چنانچہ تفسیر در منثور میں آیا ہے کہ ابن مردویہ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جہنم کا ایک دروازہ ایسا ہے جس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے میرے اہل بیت علیہم السلام کے حق میں مجھے اذیت دی اور میرے بعد ان کا خون بہایا ہو۔(۲)''

اہل بہشت کو ملنے والی نعمتیں

☆ آیت ۴۵ سے ۴۸ ان آیات میں بہشت، اہل بہشت اور انہیں ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ امر جاذب نظر ہے کہ یہاں ایمان کی تمام صفات میں سے صرف ''تقویٰ'' کا ذکر کیا گیا ہے، وہی تقویٰ اور پرہیز گاری جس میں تمام عمدہ انسانی صفات جمع ہیں۔

۱۔ اہل بہشت، بہشت کے سرسبز باغوں میں ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں کے کنارے موجود ہوں گے۔

۲۔ وہ ہر قسم کے رنج اور تکلیف سے سلامت رہیں گے۔

۳۔ ہر قسم کے خطرے سے امن وامان میں رہیں گے اور فرشتے بھی انہیں جنت میں خوش آمدید کہتے ہوئے ان سے کہیں گے کہ کامل سلامتی اور امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۵۱۶

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۳، ص ۱۸۶

۴۔ ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا حسد کینہ، عداوت اور خیانت دھو دیں گے اور ایسی برائیاں ان سے دور کر دیں گے۔

۵۔ وہ یوں ہوں گے جیسے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور ان کے درمیان محبت کا قریبی تعلق کارفرما ہوگا۔

۶۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان کی اجتماعی نشستیں اس کے دنیا کی تکلیف و تکلفات کی طرح نہیں ہیں۔ اس مجلس میں کوئی اوپر اور کوئی نیچے ہے۔ اس دنیا کی المناک طبقاتی زندگی کا کوئی اصول وہاں نہیں ہوگا وہاں سب آپس میں بھائی بھائی ہوں گے سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور ایک ہی صف میں موجود ہوں گے۔

۷۔ انہیں ہرگز کوئی خستگی اور تھکاوٹ لاحق نہ ہوگی۔

۸۔ انہیں فنا اور نعمتوں کے ختم ہونے کا خیال بھی نہیں ستائے گا کیونکہ وہ ہرگز ان پر مسرت اور نعمتوں سے بھرے ہوئے باغوں سے باہر نہیں نکلیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بے پناہ بخشش ورحم

☆ آیت ۴۹، ۵۰ میں اللہ نے اپنی بے پناہ بخشش ورحم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کہیں گنہگار افراد اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں۔ اس لئے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو خبر دو کہ اگر وہ اپنے گناہوں پر پچھتا رہے ہیں تو میں بخشنے والا اور رحم کرنے والا بھی ہوں لیکن جو شخص اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر توبہ نہ کرے اور مسلسل اللہ کی نافرمانی کرتا رہے اس کے لئے میرا عذاب بھی شدید اور سخت ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات

☆ آیت ۵۱ سے ۵۸ تک میں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل ہم سورۂ ہود میں بیان کر چکے ہیں۔ البتہ آیت ۵۶ کے مطابق جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی ولادت کی خوشخبری دی اور کہا کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ ان کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مایوس ہونا گمراہوں کی نشانی ہے۔ خداوند عالم نے کئی مقامات پر اپنی رحمت وکرم کو بیان کیا ہے اور کئی مرتبہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی کو کافروں اور گمراہ لوگوں کی صفات میں شمار کیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر

☆ آیت ۵۹ سے ۷۵ تک میں حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں ان کی بیوی کا ہلاک ہونا، قوم کی ہلاکت، فرشتوں کا خوبصورت لڑکوں کی شکل میں مہمان بن کر آنا، قوم کا فرشتوں کو ان کے حوالے کرنے کا

مطالب، حضرت لوط علیہ السلام کی پیشکش اور پھر پتھر برسا کر قوم کو تباہ کرنا بیان کیا گیا ہے (۱)۔

ان آیات پر اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو قوم لوط کے بارے میں ایک نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قوم اتنی بدکردار تھی کہ وہ اللہ کے فرشتوں کو بھی اپنی بدکاری کا نشانہ بنانا چاہتی تھی۔ یہ لوگ ان فرشتوں کو دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے تھے کہ آج بہترین شکار مل گئے ہیں۔

اصحاب ایکہ

☆ آیت ۷۷ سے ۷۹ تک میں اصحاب ایکہ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

بہت سے مفسرین اور ارباب لغت کہتے ہیں کہ "ایکہ" کے معنی ہیں باہم جڑے ہوئے درخت یا جنگل اور "اصحاب الایکہ" سے مراد قوم شعیب ہے جو حجاز و شام کے درمیان سرسبز و شاداب زمین پر آباد تھی۔

ان کی زندگی بہت خوشحال تھی اور ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی اسی لئے انھیں غفلت و غرور نے گھیر لیا تھا، خاص طور پر وہ کم فروشی اور فتنہ و فساد میں مبتلا ہو گئے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر نے انھیں متنبہ کیا اور توحید و راہ حق کی دعوت دی لیکن جیسا کہ ہم نے سورۂ ہود کی آیات میں دیکھا ہے کہ انھوں نے حق کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور آخر کار دردناک عذاب کے ذریعہ نیست و نابود ہو گئے۔ کئی روز تک وہ نہایت سخت گرمی کا شکار رہے، آخری روز بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ آسمان پر چھا گئے اور انھوں نے بادل کے سائے میں پناہ لی لیکن ایک زبردست بجلی زمین پر ٹوٹ پڑی اور ظالموں کو نیست و نابود کر گئی۔

قرآن مجید نے اس قوم کو "اصحاب الایکہ" (درختوں سے بھری ہوئی زمین والے) اس لئے کہا ہے کہ وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ سب نعمتیں ہم نے انہیں بخشی تھیں۔ اس کے باوجود انھوں نے شکران نعمت کے بجائے کفران نعمت کیا اور ظلم و ستم کی بنیاد رکھی۔ جس کی وجہ سے صاعقہ (آسمانی بجلی) نے انھیں اور ان کے درختوں کو ختم کر دیا۔

اصحاب حجر

☆ آیت ۸۰ سے ۸۴ تک میں اصحاب حجر کا تذکرہ ہے اس آیت میں اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے کا تذکرہ ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر قوم کے لئے صرف ایک نبی ہوتا ہے اور اصحاب حجر کی طرف حضرت صالح کو بھیجا گیا اور اس قوم نے صرف حضرت صالح کا انکار کیا تھا۔ لیکن اگر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی قوم اللہ کے کسی ایک رسول کا انکار کرے تو در حقیقت اس نے تمام پیغمبروں کا انکار کیا کیونکہ تمام پیغمبروں کا ہدف ہمیشہ ایک ہی رہا ہے

۱۔ حضرت لوط کا تفصیلی واقعہ دیکھنے کے لئے ۔۔۔ کی طرف رجوع فرمائے

اور وہ ہدف گمراہ انسان کو خدائے واحد کے راستہ کی طرف ہدایت کرنا ہے۔

حجر ایک جگہ کا نام ہے جہاں قوم ثمود رہائش پذیر تھی اسی وجہ سے انہیں اصحاب حجر کہا جاتا ہے (۱)۔

البتہ اس شہر کے محل وقوع کے بارے میں مفسرین و مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ اور شام کے درمیان وادی قریٰ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور اب اس کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں البتہ اس دور میں حجر ایک تجارتی شہر تھا۔

ایک روایت میں ذکر ہوا ہے کہ ہجرت کے نویں سال جب رسول خدا ﷺ جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے اور ایک مقام پر لشکر اسلام نے چاہا کہ کچھ دیر آرام کریں لیکن رسول خدا ﷺ نے وہاں رکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر قوم ثمود عذاب الٰہی کا نشانہ بنی (۲)۔ یہ لوگ پہاڑوں کے درمیان موجود غاروں کو اپنا گھر قرار دیتے تھے تاکہ موسمی حالات کے پیش نظر خراب ہونے سے محفوظ رہے (۳)۔

اصحاب حجر کے کافر لوگ اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین کو اذیت دیتے تھے۔ اپنے کفر پر قائم رہتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کو بے وقوف اور جادوگر کہا کرتے تھے۔ اس قوم نے ایمان لانے کے لئے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا اور کہا کہ اگر اس پہاڑ کے درمیان سے ایک اونٹنی ظاہر کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دست دعا بلند کیا۔ آپ کی دعا مستجاب ہوئی اور حکم خدا سے ایک اونٹنی اس پہاڑ کے درمیان سے ظاہر ہوئی۔ جب اونٹنی ظاہر ہوئی تو حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ یہ حکم خداوندی ہے کہ چشمے کا پانی ایک دن تم لوگ پیا کرو اور ایک دن اونٹنی پیا کرے اور زمین پر اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو تاکہ وہ چرتی رہے۔ یاد رکھو کہ اگر اسے نقصان پہنچایا تو تمہارے اوپر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔

کچھ عرصہ بعد قوم دوبارہ سرکشی پر اتر آئی اور یہ منصوبہ بنایا کہ اونٹنی کو ذبح کیا جائے۔ لہٰذا ایک شقی نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے جس کے نتیجہ میں اونٹنی مر گئی۔ جب اونٹنی کو مار چکے تو حضرت صالح سے کہنے لگے: اے صالح! آپ کہتے تھے کہ اللہ کا عذاب نازل ہوگا اگر ایسا ہے تو ہمارے اوپر عذاب نازل کر۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ تین دن اپنے

۱۔ مجمع البیان، ج ۶، ص ۱۲۷

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۱، ص ۱۲۱

۳۔ البیان، ج ۶، ص ۳۵۱

گھروں میں رہو اور جو کام چاہو انجام دو (یعنی تین دن کے بعد یقیناً عذاب نازل ہوگا) تین دن گزرنے کے بعد آسمانی بجلی گری اور وہ سب ہلاک ہوگئے البتہ صاحبان ایمان اور متقین اس عذاب سے محفوظ رہے (۱)۔ اس واقعے سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ:

۱۔ جس قوم پر اللہ نے اپنا فضل وکرم کیا ہو اگر وہ نعمات خداوندی کی قدر نہ کرے اور گناہ ومعصیت الٰہی میں مبتلا ہو تو یقیناً وہ عذاب میں مبتلا ہوگی۔

۲۔ بعض اوقات ایک فرد کا گناہ پوری قوم کی تباہی وبربادی کا باعث بن سکتا ہے جیسے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کرنے والا ایک ہی شخص تھا لیکن عذاب پوری قوم پر نازل ہوا کیونکہ پوری قوم اس ایک شخص کے فعل پر راضی تھی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو ترک کرچکی تھی۔

سبع مثانی اور قرآن عظیم

☆ آیت ۸۷ میں پروردگار عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمارہا ہے کہ "اور ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے"

یہاں پر سبع مثانی سے مراد سورۂ حمد ہے کیونکہ بسم اللہ سمیت سورۂ حمد میں سات آیتیں ہیں اور روایات کے مطابق یہ سورہ دومرتبہ نازل ہوا اس لئے اسے سبع مثانی کہا جاتا ہے۔ یا اس کو سبع مثانی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر نماز میں دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔

صاحبانِ ایمان کو نصیحت

☆ آیت ۸۸ میں صاحبان ایمان کو ہدایت دی گئی ہے کہ دوسروں کے مال ودولت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اور اپنی کم مائیگی پر غمگین نہ ہوں۔ بہت سے تنگ نظر افراد ایسے ہیں جو ہمیشہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے؟ یہ لوگ مسلسل مادی حالت کا دوسروں سے تقابل کرتے رہتے ہیں اور جب اپنے آپ کو کم پاتے ہیں تو رنج وغم میں مبتلا ہوجاتے ہیں چاہے دوسروں نے یہ وسائل اپنی انسانی قدر وقیمت اور اپنا استقلال گنوا کر حاصل کیوں نہ کئے ہوں۔

یہ طرز فکر رشد کی کمی، احساس کمتری اور کم ہمتی کی نشانی ہے۔ یہ زندگی میں پسماندگی اور تنزل کا سبب ہے یہاں تک کہ

۱۔ سورۂ فصلت، آیت ۱۷، ۱۸

مادی زندگی میں بھی اس کا بہت منفی اثر ہوتا ہے بجائے اس کے کہ انسان ایسے گھٹیا اور نقصان دہ تقابل میں پڑے اپنی فکری اور جسمانی صلاحیتوں کو اپنی رشد و ترقی کے لئے استعمال کرے اور اپنے آپ سے کہے کہ میں دوسروں سے کم تر نہیں ہوں اور کوئی وجہ نہیں کہ میں ان سے زیادہ ترقی نہ کرسکوں، میں کیوں ان کے مال و مقام پر نظر رکھوں کیونکہ میں ان سے بہتر حاصل کرسکتا ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ایک حدیث میں ہے: ''جو شخص اس (مال) پر نظر رکھے جو دوسروں کے پاس ہے وہ ہمیشہ غمگین رہے گا اور اس کے دل کی آتش غضب کبھی نہیں بجھے گی۔(۱)''

تبلیغ سے روکنے والے ''مقتسمین'' کی مذمت

☆ آیت ۹۰ میں ''مقتسمین'' (تقسیم کرنے والے) کے لئے عذاب کا بیان ہے۔ آیت کے شان نزول کے بارے میں روایات میں بیان ہوا ہے کہ ولید ابن مغیرہ نے حج کے دنوں میں سولہ افراد کو مکہ کے اطراف آنے والے راستوں پر تقسیم کر کے بھیجا تاکہ مکہ سے باہر کا کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ کر پائے تاکہ ایمان لائے۔ ان میں سے بعض افراد حج کیلئے آنے والے لوگوں سے مل کر کہتے تھے کہ قرآن جادو ہے، بعض کہتے تھے کہ قرآن تو صرف داستانوں کی کتاب ہے اور بعض کہتے تھے کہ قرآن وحی پر مشتمل نہیں بلکہ خود ساختہ ہے۔ چنانچہ ان لوگوں پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ وہ بدتریں حالت میں مر گئے (۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آشکار تبلیغ کا حکم

☆ آیت ۹۴، ۹۵ میں خداوند عالم اپنے رسول کو حکم دے رہا ہے کہ ہم نے جو حکم نازل کیا ہے اب اسے آشکار طریقے سے پہنچا دو اور کفار و مشرکین کے استہزاء اور ان کے مذاق اڑانے سے پریشان نہ ہوں خدا تمہارا مددگار ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد تین سال تک نہایت رازداری کے ساتھ فرائض کی بجا آوری فرمائی اس کے بعد آشکار طور پر تبلیغ کا حکم آگیا اور یہ آیت نازل ہوئی جس میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ ''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرو اور مشرکین سے کنارہ کش ہو جاؤ ہم ان استہزا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں''۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی تبلیغ آشکار طریقے سے کرنا شروع کر دی۔ جس کے لئے آپ کو بہت سی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے کچھ عرصہ بعد ایک اور آیت نازل ہوئی جس میں حکم

۱۔ تفسیر صافی، زیر بحث آیت کے ذیل میں

۲۔ تفسیر مجمع البیان، بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۳۵۳

خدا آیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ اس حکم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا اور ان کے سامنے دین مبین اسلام کا منشور پیش کیا۔ وہ دعوت ذوالعشیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ دعوت ذوالعشیرہ میں پیش آنے والے واقعات کو انشاء اللہ سورۂ شعراء میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی

☆ آیت ۹۸،۹۷ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی فرما رہا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں معلوم ہے کہ آپ ان کافروں کی باتوں سے تنگ دل ہو رہے ہیں۔ آپ جن مصیبتوں اور ذہنی پریشانیوں سے دوچار ہیں ہم ان سے آگاہ ہیں اور ہم آپ کے حامی و ناصر ہیں لہٰذا کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تسبیح وسجود سے تقویت حاصل کرو یعنی نمازیں پڑھا کرو اور خدا کی بارگاہ میں سجدے ادا کرو کیونکہ تسبیح وتہلیل مشکلات اور مشقتوں میں آسانی کا باعث بن جاتی ہیں۔

ان آیات میں خطاب اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن قرآن مجید کے تمام پیغامات ابدی اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے ہیں لہٰذا جب بھی کسی مشکل میں انسان مبتلا ہو اسے چاہیے کہ وہ تسبیح وتہلیل اور بارگاہ خداوندی میں اپنے سر کو تسلیم خم کرے اور اس کے ذریعے اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈھے یقیناً ایسا کرنے سے اسے سکون نفس حاصل ہوگا اور مشکلات میں آسانی پیدا ہوگی۔

فضائل وخصوصیات:

کاروبار میں برکت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص سورۂ حجر کو لکھ کر اپنے بازو کے ساتھ باندھ لے وہ معاملہ گر انسان بن جائے گا، اس کی خرید وفروخت زیادہ ہوگی، لوگ اس سے کاروبار کرنا اچھا سمجھیں گے اور جب تک یہ لکھا ہوا سورہ اس کے پاس ہوگا خدا کے اذن سے اس کا رزق زیادہ ہوگا(۱)۔

لوگوں کے درمیان مقبول: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے ساتھ رکھے گا وہ جب بھی باہر جائے گا لوگوں کی گفتگو کا مرکز ہوگا(۲)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۳، ص ۳۳۹، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۳۲

۲۔ الخواص، ص ۳۳، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۳۲

سورۂ نحل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نحل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نحل	14	16	70	مکہ مکرمہ	128	16	7835	1851

☆ سورۂ نحل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا سولھواں (۱۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ستر واں (۷۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورۂ نحل: اس سورے کا نام اس کی آیت ۶۸ کی مناسبت سے ''سورۂ نحل'' رکھا گیا ہے اور عربی میں نحل شہد کی مکھی کو کہا جاتا ہے۔

سورۂ النعم: بعض مفسرین نے اس کو ''سورۂ النعم'' کہا ہے کیونکہ اس میں مختلف نعمات خداوندی کا بیان ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

سورۂ نحل کے موضوعات میں سے کچھ اہم موضوعات درج ذیل ہیں:

۱۔ کائنات کا یکتا خالق	۲۔ جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد
۳۔ اللہ کا ایک ہی راستہ، صراط مستقیم	۴۔ بعض نعمتوں کا بیان
۵۔ انسان کو یاد دہانی	۶۔ کفار کی صفت کا بیان
۷۔ موت کے بعد کی زندگی	۸۔ مہاجرین کا اجر و ثواب اور فضائل
۹۔ اہل ذکر (ائمۂ اہل بیت اطہار) سے سوال کا حکم	۱۰۔ انسان کی عجیب و غریب فطرت
۱۱۔ دور جاہلیت میں بیٹیوں کا مقام	۱۲۔ ظالم کو مہلت
۱۳۔ مختلف پھلوں سے نشہ آور چیزیں بنا لینے کا ذکر	۱۴۔ شہد کی مکھی
۱۵۔ انسان کا رزق	۱۶۔ بعض مثالوں کے ذریعے دعوت فکر
۱۷۔ پرندوں کے حالات پر غور و فکر کی دعوت	۱۸۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں پر گواہ

۱۔ تسکین روح، ص ۱۳۳

۱۹۔زمانہ جاہلیت کی چرخہ والی احمق عورت کے مشابہ لوگ	۲۰۔وعدے اور عہد میں فرق
۲۱۔ہدایت کا اختیاری نظام	۲۲۔کفار کے الزام کی تردید
۲۳۔مومنین کی دلجوئی	۲۴۔زمانہ جاہلیت کی ایک مالدار بستی کا بیان
۲۵۔حرام اشیاء کا بیان	۲۶۔تبلیغ کا الٰہی معیار
۲۷۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کی دلجوئی	۲۸۔فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

کائنات کا یکتا خالق

اس سورے کے آغاز میں خداوند عالم نے اپنی توحید وعظمت کو بیان کیا ہے کہ کائنات کی خلقت میں کوئی اس کا شریک کار نہیں ہے۔اس کے بعد کی آیت میں انسان کو اس کی حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے ان بندوں کو بتادو کہ میں نے اس انسان کو ایک قطرۂ نجس (منی) سے پیدا کیا ہے مگر وہ پھر بھی ہم سے جھگڑا کرتا ہے اور سرکشی پر اتر آتا ہے۔

روایات کے مطابق کفار ومشرکین بار بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس عذاب سے ڈرانے والے تھے وہ کہاں چلا گیا جبکہ مصلحت پروردگار انہیں ڈھیل دے رہی تھی۔کفار کی باتیں سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون اور غمگین ہوتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حزن وملال دیکھ کر اس سورے کی آیات نازل ہوئیں جس کے ابتدا میں ہی ارشاد باری ہورہا ہے کہ "امر الٰہی آگیا ہے لہٰذا بلاوجہ جلدی (عذاب کے بارے میں) نہ کرو کہ خدا ان کے شرک سے پاک وپاکیزہ اور بلند وبالا ہے"۔اس کے بعد اسی دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے کفار کے پانچ سرداروں کو اپنے غضب کا نشانہ بنایا اور وہ سب واصل جہنم ہوگئے۔ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ ولید ابن مغیرہ کے پاؤں میں تیر چبھ گیا اور وہ واصل جہنم ہوا۔

۲۔ عاص ابن وائل کے پاؤں میں کانٹا چبھا اور وہ واصل جہنم ہوا۔

۳۔ اسود ابن مطلب اندھا ہو کر واصل جہنم ہوا۔

۴۔ اسود ابن عبد یغوث جلندر (استسقاء، پیٹ میں پانی جمع ہونے) کی بیماری میں واصل جہنم ہوا۔

۵۔ حرث ابن طلالہ کی ناک سے پیپ جاری ہوگئی اور وہ اسی طرح واصل جہنم ہوگیا۔

جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد

☆ آیت ۶ تا ۸ تک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف جانوروں سے حاصل ہونے والے فوائد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ان آیات کریمہ میں جانور پالنے اور زراعت کرنے کی اہمیت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کے بغیر کسی معاشرہ کا حسن قائم نہیں رہ سکتا اور اسی اعتبار سے جانوروں کو زینت کہا گیا ہے کیونکہ ان کے بغیر انسانی زندگی کا بقا ممکن نہیں ہے۔

اللہ کا ایک ہی راستہ، صراط مستقیم

☆ آیت ۹ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔اس راستے کی طرف ہدایت کرنا اللہ کی ذمہ داری ہے۔وہ راستہ حق اور دین اسلام کا راستہ ہے، باقی تمام راستے یا تو بالکل ٹیڑھے ہیں جیسے کفر کے راستے یا کچھ ٹیڑھے ہیں۔

بعض نعمتوں کا بیان

☆ آیت ۱۰ سے ۱۶ تک میں اللہ نے اپنی نعمتوں میں سے بعض دیگر نعمتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ جس طرح جانوروں سے تم بہت سارے فائدے اٹھاتے ہو اسی طرح ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہے اور اس پانی کے ذریعے ہم زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو ظاہر کرتے ہیں جن میں زراعت، زیتون، خرمے، انگور اور تمام پھل شامل ہیں۔ان سب میں صاحبان فکر کے لئے اللہ کی نشانیاں ہیں۔

حیرت ان لوگوں پر ہے جو ایسے قادر اور حکیم خدا کے مقابلے میں اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو لے آتے ہیں جو نہ اپنے کام آسکتے ہیں نہ اپنے چاہنے والوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں۔اس مرحلے پر کسی مفسر کا وہ جملہ بہترین ہے کہ:۔

"عقل بشری کے انحطاط (پستی) کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور عالم علوی کے خالق کا مقابلہ سر راہ افتادہ (راستے پر پڑے ہوئے) پتھروں سے کرے (۱)۔"

انسان کو یاد دہانی

☆ آیت ۱۸ میں سابقہ آیات کے ذریعہ نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مرتبہ پھر یاد دہانی کرادی کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو کبھی بھی نہیں کر سکتے (۲)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۵۴۵، موسسۃ الاسلامیۃ لاہور

۲۔ اس سے پہلے سورۂ ابراہیم آیت ۳۴ میں بیان ہو چکا ہے

کفار کی صفت کا بیان

☆ آیت ۲۸ میں کفار کی ایک صفت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اتنے بے شرم ہیں کہ موت کے لحات میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے اور اطاعت کی آمادگی ظاہر کر کے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے کوئی برائی نہیں کی ہے جبکہ پروردگار نے واضح اعلان کر دیا ہے کہ آخری لحات میں ان کی ندامت ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔

موت کے بعد کی زندگی

☆ آیت ۳۸ میں کفار کی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اس آیت کے بارے میں بعض تفاسیر میں شان نزول یہ بیان ہوا ہے کہ: ایک مسلمان کو کسی مشرک سے قرض واپس لینا تھا جب اس نے مطالبہ کیا تو اس نے قرض ادا کرنے میں لیت ولعل کی۔ مسلمان پریشان ہوا، اس نے دوران گفتگو قسم کھائی کہ میں جس کے انتظار میں ہوں (اس کا مقصد قیامت اور حساب خدا تھا) اس کی قسم! مشرک کہنے لگا: "تم سمجھتے ہو کہ ہم موت کے بعد زندہ کئے جائیں گے، مردہ کو کوئی زندہ نہیں کرے گا" (اسکے بعد یہ بات اس لئے کہی کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مردوں کی بازگشت اور حیات نو فضول یا محال بات ہے)۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، اس میں اسے اور اس جیسے افراد کو جواب دیا گیا ہے اور مسئلہ معاد و قیامت کو واضح دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (۱)۔

مہاجرین کا اجر و ثواب اور فضائل

☆ آیت ۴۱ اور ۴۲ میں ظلم و ستم کا شکار ہو کر ہجرت کرنے والوں کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ اس دنیا و آخرت میں ہی انہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اللہ نے ظلم و ستم کے مقابلے میں ان کے صبر اور اللہ پر توکل کی تعریف کی ہے۔ اس آیت کے بارے میں بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ مکہ میں اسلام لانے کے بعد بعض مسلمانوں مثلاً حضرت بلالؓ، حضرت عمار یاسرؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت خبابؓ پر سخت تشدد کیا گیا۔ اسلام کی تقویت اور دوسروں تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے پیغمبر اکرم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ ہجرت آپ کی اور دوسروں کی کامیابی کا باعث بنی۔ صہیبؓ سن رسیدہ شخص تھے، انہوں نے مشرکین مکہ سے کہا کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں میں اگر تمہارے پاس رہوں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اگر میں تمہارا مخالف ہوا تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم ایسا کرو کہ میرا مال لے لو اور مجھے مدینہ منورہ جانے دو۔ اس پر صہیب سے لوگوں نے کہا کہ تم نے نفع کا سودا کیا ہے۔ اس پر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں

۱۔ تفسیر مجمع البیان، تفسیر قرطبی اور تفسیر ابوالفتوح رازی، زیر بحث آیت کے ذیل میں

جن میں حضرت صہیبؓ اور ان جیسے اشخاص کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔

تاریخ میں ہے کہ خلفاء کے زمانے میں جب بیت المال کا مال تقسیم ہوتا تھا۔ جب مہاجرین کی باری آتی تھی تو انہیں کہا جاتا تھا کہ: اپنا حصہ لے لو، یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے تمہیں دنیا میں دینے کا کیا ہے اور جو کچھ دوسرے جہان میں تمہارے انتظار میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کرتے تھے(۱)۔

اہل ذکر (ائمہ اہل بیت اطہارؑ) سے سوال کا حکم

☆ آیت ۴۳ میں اللہ نے نہ جاننے والوں کو اہل ذکر (یعنی جاننے والوں) سے پوچھنے کا حکم دیا ہے اور "اہل ذکر" سے مراد ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں (۲)۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہم اہل ذکر ہیں ہم ہی سے سوال کیا جانا چاہیے (۳)۔"

انسان کی عجیب وغریب فطرت

☆ آیت ۵۲ اور ۵۳ میں انسانی فطرت کے ایک بہت بڑے عیب کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ یہ انسان اللہ سے نعمتوں کو حاصل کرلیتا ہے لیکن اس کے بعد پروردگار کو بھول جاتا ہے۔ پھر جب مصیبت آن پڑتی ہے تو دوبارہ اسی سے فریاد شروع کردیتا ہے۔ جب وہ مصیبت دور ہوجاتی ہے تو اس کا شریک بنانے لگتا ہے اور کسی قیمت پر صراط مستقیم پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوتا بلکہ جب تک دوسری مصیبت اس پر آن نہ پڑے وہ اللہ کو مکمل طور پر فراموش کردیتا ہے۔

☆ آیت ۵۰ میں قرآن مجید کا تیسرا مستحب سجدہ ہے۔

دورِ جاہلیت میں بیٹیوں کا مقام

☆ آیت ۵۸ کے مطابق دورِ جاہلیت میں بیٹیوں کی ولادت کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا اور جب انہیں بیٹی کی ولادت کی خبر دی جاتی تھی تو ان کا چہرہ سیاہ ہوجاتا تھا۔ ان سے لڑکیوں کا وجود برداشت نہیں ہوتا تھا اور وہ انہیں زندہ درگور کرتے تھے اور ایسا کرنے کو حیاء اور غیرت کی علامت سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے بیٹی کو باپ کی زندگی کیلئے سکون اور راحت قرار دیا اور بلند مقام و مرتبہ عطا کیا۔ تاریخ میں اس بھیانک فعل کی ابتدا کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ:

۱۔ مجمع البیان، زیر بحث آیات کے ذیل میں

۲۔ احقاق الحق، ج ۲، ص ۴۸۲

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۱۰

ایک مرتبہ دو گروہوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ فاتح گروہ نے مغلوب گروہ کی بیٹیوں اور عورتوں کو قید کرلیا۔ ایک مدت بعد جب ان کے مابین صلح ہوگئی تو انہوں شکست کھانے والے گروہ کے قیدی واپس کرنا چاہے لیکن بعض قیدی لڑکیوں نے فتح مند گروہ کے مردوں سے شادی کرلی تھی۔ انھوں نے یہی پسند کیا کہ دشمنوں کے ہاں ہی رہ جائیں اور پلٹ کر اپنے قبیلے میں نہ جائیں۔ ان لڑکیوں کے والدوں پر یہ بات بہت گراں گزری۔ انہیں اس پر بہت شرمندگی اٹھانا پڑی یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے قسم کھائی کہ اگر آئندہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو وہ خود اسے اپنے ہاتھوں سے ختم کردیں گے تا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ نہ لگے(۱)۔

اس کے بعد یہ قبیح فعل تمام قبائل میں رائج ہوا اور وہ اپنے اس برے فعل کے انجام دینے پر فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ لیکن دین مقدس اسلام نے اس قبیح فعل کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور اس بری رسم کو مکمل ختم کردیا۔

ظالم کو مہلت

☆ آیت ۶۱ میں خداوند عالم نے بیان کیا کہ ظالم کو ایک طے شدہ وقت تک مہلت دی جاتی ہے پس جب وہ وقت آپہنچتا ہے تو پھر ایک لمحے کے لئے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہلت توبہ کرنے والوں کے لئے رحمت اور مجرموں کے لئے مزید سزا کا موجب بنتی ہے۔

مختلف پھلوں سے نشہ آور چیزیں بنالینے کا ذکر

☆ آیت ۶۷ میں بیان ہوا ہے کہ "اور پھر کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم نشے کی چیزیں بناتے ہو اور پاک و پاکیزہ رزق بھی بنالیتے ہو اس میں بھی صاحبان عقل کے لئے نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔ اس آیت میں لفظ "سکر" استعمال ہوا ہے جس کے اگرچہ لغت میں مختلف معانی ہیں لیکن یہاں سکرات (نشہ آور)، مشروبات الکحل اور شراب کے معنی میں ہے اور یہی اس کے مشہور معنی ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت میں اللہ نے انگور سے شراب بنانے کی اجازت دی ہے لیکن یہ ان کی قرآنی معارف سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس آیت میں قرآن نے کھجور اور انگور سے شراب بنانے کی ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ "سکراً" کو "رزقاً" کے بالمقابل بیان کیا گیا ہے۔ یہ دراصل شراب کی حرمت ایک اشارہ ہے۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ آیت حرمت شراب نازل ہونے سے پہلے کی ہے اور اس کے حلال ہونے کی طرف اشارہ ہے بلکہ اس کے برعکس آیت اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شاید یہ تحریم شراب کے لئے پہلا الارم ہے۔

۱۔ جاہلیت و اسلام، ص ۶۳۲

شہد کی مکھی

☆ آیت ۶۸ اور ۶۹ کے مطابق اللہ نے شہد کی مکھی کو ایک حیرت انگیز صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ پھولوں میں موجود شکر کا خاص مادہ چوس لیتی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس سے پھلوں پر بہت ہی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اللہ نے شہد میں بیماریوں کا علاج رکھا ہے۔

شہد کی مکھی بھی قدرت کے عجائبات میں سے ایک ہے کیونکہ اس میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے چھتے کے خانے مسدس (cube/hexagon) ہوتے ہیں اور تمام زاویے برابر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مکھیوں کے اصولِ تمدن (زندگی گزارنے کے طریقے) بھی بہت ہی دلچسپ ہوتے ہیں۔ ان میں ایک ملکہ ہوتی ہے جسے ''یعسوب'' کہا جاتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور تمام مکھیاں اس کی تابع ہوتی ہیں۔ اس ملکہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ انڈے اور بچے ایک ہی مرتبہ دیتی ہے اس کے بعد مرجاتی ہے اور اس کا بچہ اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اگر یہ مرجائے یا گم ہوجائے تو تمام مکھیاں تباہ و برباد ہوجاتی ہیں۔

شہد کی مکھیوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں جو شہد جمع کرنے پر مامور ہیں، کچھ پہرہ داری کے فرائض انجام دیتی ہیں اور کچھ محافظ ایسی ہیں جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بہار کے موسم میں شہد جمع کر کے اسے خزاں کے موسم کے لئے ذخیرہ کر لیتی ہیں۔ صاحبانِ عقل کے لئے شہد میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ یہ تمام باتیں اگر انہیں خدا نے نہیں بتائیں تو آخر کس نے بتائی ہیں؟(۱)

شہد کی مکھیاں عموماً شکر کا خاص مادہ چوستی ہیں جو پھولوں کی جڑوں اور ابتدائی حصوں میں ہوتا ہے اور اسے جمع کرتی ہیں لیکن ان مکھیوں کی شناخت رکھنے والے کہتے ہیں کہ مکھیاں پھولوں کے ابتدائی حصوں میں موجود شکر سے ہی استفادہ نہیں کرتیں بلکہ بعض اوقات پھولوں کے تخم دانوں (بیج) نیز پتوں اور پھلوں کے ابتدائی حصوں سے بھی استفادہ کرتی ہیں۔ قرآن ان سب کو "من کل الثمرات" (سب پھلوں سے) تعبیر کرتا ہے(۲)۔

شہد کی مکھی کی حیرت انگیز صلاحیتوں میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ غذا میں نکلنے والی مکھی کو اگر کہیں غذا کا ذخیرہ نظر آئے تو چھتے میں واپس آ کر ایک خاص قسم کے رقص کے

۱۔ اقتباس از ترجمہ قرآن، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیت زیر بحث

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۱، از زیر بحث آیات مورد بحث

ذریعے دائرہ بناتی ہے اور اس دائرے کو مخصوص زاویے سے کاٹتی ہے جس سے دوسروں مکھیوں کو پتہ چلتا ہے کہ غذا کس سمت اور کتنے فاصلہ پر ہے۔

۲۔ انسانی آنکھ میں دو عدسے ہوتے ہیں جبکہ شہد کی مکھی کی ہر آنکھ میں چھ ہزار عدسے ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ بارک سے باریک جراثیم اور گردوغبار کو دیکھ سکتی ہے۔

۳۔ اگر کوئی مکھی گندگی پر بیٹھ چکی ہو تو دربان مکھی اسے چھتے کے باہر روک لیتی ہے اور ملکہ اسے قتل کردیتی ہے۔

۴۔ پھولوں کی جڑوں میں موجود شکر کا خاص مادہ چوستی ہے۔

انسان کا رزق

☆ آیت ۷۳ میں کفار کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرتے ہیں جو کسی رزق کا مالک نہیں ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا رزق زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی کیونکہ آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے غلہ پیدا ہوتا ہے۔

بعض مثالوں کے ذریعے دعوتِ فکر

☆ آیت ۷۵، ۷۶ میں اللہ نے کچھ مثالوں کا تذکرہ کیا ہے جن کے ذریعہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بے اختیار غلام صاحب اختیار کے برابر نہیں ہوسکتا، خاموش رہنے والا انسان عدل وانصاف کا حکم دینے والے کے برابر نہیں ہوسکتا تو آخر یہ عاجز، بے بس اور گونگے بت رب العالمین کے برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ انسان اس قدر عقل سے دور کیوں ہوگیا ہے اور اسے اس فرق کا اندازہ کیوں نہیں ہوتا؟

پرندوں کے حالات پر غوروفکر کی دعوت

☆ آیت ۷۷ میں اللہ تعالیٰ نے صاحبان ایمان کو دعوت فکر دی ہے۔ اگر انسان پرندوں کے حالات پر غور کرے تو ایمان کے بے شمار دروازے کھل سکتے ہیں۔ ایک جہاز کو فضا میں روکنے یا چلانے کے لئے کتنی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کتنے آلات استعمال کرنا پڑتے ہیں اس کے بعد بھی اگر ایندھن ختم ہوجائے تو فوراً گر پڑتا ہے لیکن ایک پرندہ مدتوں سے پرواز کررہا ہے نہ ایندھن استعمال ہوتا ہے اور نہ آلات، صرف ایک قدرت خدا ہے جو سب کو فضا میں روکے ہوئے ہے اور اسی کے اشارہ پر ساری کائنات چل رہی ہے۔

رسول خدا ﷺ تمام رسولوں پر گواہ

☆ آیت ۸۹ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر رسول اپنی امت پر گواہ ہوگا اور رسول خدا ﷺ

کو ان تمام رسولوں پر گواہ کی حیثیت سے لایا جائے گا۔ اور کسی بھی معاملے میں گواہ وہ شخص ہو سکتا ہے جس کی آنکھوں کے سامنے وہ معاملہ انجام پایا ہو۔ قیامت کے دن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام امتوں اور نبوتوں کے گواہ کی حیثیت سے لایا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام امتوں کی زندگی اور تمام انبیاء کی نبوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے پیش آئے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی چرخے والی احمق عورت کے مشابہ لوگ

☆ آیت ۹۲ میں خداوند عالم نے اپنے عہد کو توڑنے والوں کو زمانہ جاہلیت کی ایک عورت سے تشبیہ دی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک عورت تھی جس کا نام رائطہ تھا۔ وہ دن بھر سوت کاتتی تھی اور شام کو توڑ ڈالتی تھی جس کی وجہ سے وہ احمق عورت کے نام سے مشہور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عہد کر کے توڑنے والوں کو اسی عورت سے تشبیہ دی ہے۔

وعدہ اور عہد میں فرق

واضح رہے کہ باہمی قرارداد میں اگر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو اسے وعدہ کہا جاتا ہے لیکن اگر اس قرارداد کے درمیان اللہ کا نام آجائے تو اسے عہد کہا جاتا ہے۔ وعدہ کو پورا کرنا ایک اخلاقی امر ہے اور عہد کا پورا کرنا انسان پر شرعاً واجب ہے جس کی اگر مخالفت کی جائے تو کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔

ہدایت کا اختیاری نظام

☆ آیت ۹۳ میں خداوند عالم ان لوگوں سے مخاطب ہے جو اپنے مذہب کو طاقت کے ذریعے دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ اپنے مذہب کو تمام لوگوں سے جبری قبول کروائے تو یہ اللہ کے لئے بہت ہی آسان تھا۔ اللہ نے ہدایت کے لئے ایک اختیاری وغیر جبری نظام قائم فرمایا ہے جس کے تحت کچھ لوگ اپنے اختیار سے گمراہی کو اختیار کرتے ہیں تو اللہ انہیں روکتا نہیں۔ اسی کو "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" کی تعبیر سے بیان کیا گیا ہے۔

کفار کے الزام کی تردید

☆ آیت ۱۰۳ میں خداوند عالم نے کفار کے الزام کی تردید واضح الفاظ میں کی ہے۔ کفار کا کہنا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ ایک رومی شخص قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے۔ اس آیت میں کہ "اور ہم خوب جانتے ہیں کہ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ انہیں کوئی انسان قرآن کی تعلیم دے رہا ہے حالانکہ جس کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ زبان عربی واضح و فصیح ہے" ان کے اس الزام کی تردید کی گئی ہے۔

ابن عامر حضرمی کا ایک غلام ابوفکیہ رومی تھا اور وہ تلواروں کو صیقل کرتا تھا اور ہمیشہ انجیل و تورات کی تلاوت کرتا تھا اور رات کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ بس پھر کیا تھا کہ مشرکین عرب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ابوفکیہ محمد کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کیسے احمق ہیں کہ خود عربی زبان کے ماہر ہو کر ایک آیت کا جواب تو لا نہیں سکتے پھر ایک رومی شخص جو عربی زبان کو اچھی طرح سمجھتا بھی نہیں ہے کیونکر قرآن مجید کی تعلیم دے سکتا ہے (۱)۔

مومنین کی دلجوئی

☆ آیت ۱۰۶ میں ظلم و ستم کے ذریعہ توحید اور نبوت سے انکار پر مجبور کئے گئے مومنین کی دلجوئی کی جارہی ہے کہ جب ان کا دل مطمئن ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کا ظلم و ستم کی وجہ سے انکار کرنا ان کے ایمان کیلئے نقصان دہ نہیں ہے۔

اس آیت کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ان پر کفار قریش نے کفر یہ کلمات کو ادا کرنے کے لئے تشدد کیا اور انہوں نے مجبور ہو کر اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ اور جب واپس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو روتے ہوئے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو بیان کیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اسی آیت سے تقیہ کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے کہ اگر کہیں پر انسان کی جان و مال اور آبرو کو شدید خطرہ ہو اور وہ مجبور ہو تو ایسے الفاظ ادا کر کے اپنی جان بچا سکتا ہے۔

جب بعض لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ عمارؓ نے وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ عمار کافر ہو گیا۔ ان لوگوں کی یہ بات سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "عمار سرتاپا ایمان سے سرشار ہے، ایمان اس کے گوشت و خون میں رچا بسا ہوا ہے (۲)۔"

زمانہ جاہلیت کی ایک مالدار بستی کا بیان

☆ آیت ۱۱۱ سے ۱۱۳ تک میں ایک ایسی قوم کا تذکرہ ہے جسے خدا نے بے شمار نعمتوں سے نوازا لیکن اس قوم نے ان نعمات الٰہی کی قدر نہیں کی اور ناشکری میں مبتلا ہوئے اور اللہ کی طرف سے جو رسول ان کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیت زیر بحث

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۳۵

تھے انہیں بھی جھٹلاتے رہے جس کے نتیجے میں وہ لوگ عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔

بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کسی بستی کے لوگ بہت مالدار تھے۔ان کی بستی کے قریب ایک نہر تھی جس کا نام بلیان تھا۔کثرت مال و دولت سے ان کا دماغ ایسا خراب ہوا کہ یہ لوگ خمیر (گوندھا ہوا آٹا) کئے ہوئے آٹے سے استنجاء کرتے اور نجاست کو صاف کرتے تھے۔اس کی سزا میں خدا نے سب نعمتیں ان سے چھین لیں اور بہت سخت قحط پڑا۔نتیجہ یہ ہوا کہ جس آٹے کو ان لوگوں نے نجاست سے آلودہ کر کے پھینک دیا تھا اسی کو اٹھا کر کھانے لگے۔ان آیات میں اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہی حالت کفار مکہ کی بھی تھی کہ باوجود اس کے کہ وہ پہاڑ اور پتھریلی زمین پر تھے لیکن خدا نے انہیں ہر قسم کی نعمتیں مہیا کر دی تھیں لیکن کفار کی ناشکری پر شدید قحط پڑا اور وہ بہت سی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔(۱)

حرام اشیاء کا بیان

☆ آیت ۱۱۵ میں خداوند متعال نے بعض ایسی چیزوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا کھانا حرام ہے اس آیت میں بیان شدہ حرام اشیاء مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔مردار۔ ۲۔خون۔ ۳۔سور کا گوشت۔ ۴۔اس جانور کا گوشت جسے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے یعنی وہ حلال گوشت جانور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ شریعت مقدس اسلام میں جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) واجب ہے۔

چیزوں کے حرام ہونے کے بارے میں اسلام کے یہ احکامات اس وقت تک کے لئے ہیں جب تک انسان آزاد ہو اور اختیار رکھتا ہو لیکن اگر کوئی شخص ان چیزوں کے کھانے کی طرف محتاج ہو یا اسے مجبور کیا جائے تو اس صورت میں ان اشیاء کا احتیاج اور ضرر کے ختم ہونے کی مقدار میں استعمال کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

تبلیغ کا الٰہی معیار

☆ آیت ۱۲۵ میں خداوند عالم نے اصول مناظرہ اور دین حق کی طرف دعوت دینے والے مبلغین کے لئے بہت ہی اہم معیار کو بیان کیا ہے کہ ایک مبلغ دین کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب پروردگار کے دین کی دعوت دے تو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے بہترین طریقہ سے بحث کرے۔

۱۔ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، آیات زیر بحث

اس آیت میں تین لفظ بیان ہوئے ہیں: حکمت، موعظہ حسنہ اور جدال احسن۔ ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ:

حکمت: یعنی اپنی بات کو دلائل اور براہین کے ذریعے محکم بنا کر پیش کیا جائے۔

موعظہ حسنہ: یعنی اس طرح بات کہی جائے کہ انسان کو خود اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور تنبیہ نہ کرنا پڑے۔

جدال احسن: یعنی گفتگو کا مقصد حق کو بیان کرنا اور اسے ظاہر کرنا ہو صرف ذات کی برتری مقصود نہ ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کی دلجوئی

☆ آیت ۱۲۷ اور ۱۲۸ میں خداوند متعال اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور متقین کی دلجوئی فرما رہا ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صبر سے کام لیں اور ان کی مکاریوں کے مقابل آپ رنجیدہ اور مغموم نہ ہوں کیونکہ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے اور جو نیک اعمال انجام دینے والے ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

حساب وکتاب سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَمْ يُحَاسِبْهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا اَنْعَمَ عَلَيْهِ[1]

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اپنی دی ہوئی نعمتوں کا اس سے حساب نہیں لے گا۔

ستر بیماریوں سے شفا: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّحْلِ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ كُفِيَ الْمَغْرَمَ فِي الدُّنْيَا وَسَبْعِيْنَ نَوْعاً مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَايَا اَهْوَنُهَا الْجُنُوْنُ وَ الْجُذَامُ وَالْبَرَصُ وَكَانَ مَسْكَنُهُ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ وَهِيَ وَسَطُ الْجِنَانِ[2]

جو شخص ہر ماہ سورۂ نحل کی تلاوت کرے گا اس کے دنیا میں ہی قرض ختم ہو جائیں گے اور وہ ستر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رہے گا ان میں سے کمترین دیوانگی، جزام اور برص ہے اور اس کا ٹھکانہ بہشت کے درمیان جنت عدن میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] تفسیر مجمع البیان ذیل سورہ

[2] وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۱

سورۂ بنی اسرائیل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ بنی اسرائیل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
اسراء	15	17	50	مکہ مکرمہ	111	12	6440	1560

☆ سورۂ بنی اسرائیل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا سترہواں (۱۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پچاسواں (۵۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

بنی اسرائیل: اس سورے کو "سورۂ بنی اسرائیل" اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورے کی ابتدا اور اختتام کا ایک بڑا حصہ بنی اسرائیل کے بارے میں ہے اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔

سورۂ سبحان: اس سورے کو "سورۂ سبحان" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ابتدا تسبیح پروردگار سے ہو رہی ہے۔

سورۂ اسراء: اس سورے کا ایک نام "سورۂ اسراء" بھی ہے اور اسراء لغت میں رات میں سیر کرانے کو کہتے ہیں۔ اس سورے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمین سے آسمان کی طرف سیر (معراج) کرنے کا تذکرہ ہے اس لئے اسراء بھی کہا جاتا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ واقعہ معراج	۲۔ بنی اسرائیل کا زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کرنا
۳۔ جلدی بازی کا نتیجہ	۴۔ دن اور رات کی خلقت کا فلسفہ
۵۔ اقوام کی ہلاکت کا سبب	۶۔ بعض اسلامی احکام و آداب کا بیان
۷۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت	۸۔ منکرین قیامت کا ذکر
۹۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب	۱۰۔ شیطان کے مختلف حربے
۱۱۔ انسان اور شیطان کے درمیان جنگ	۱۲۔ انسان کی عزت و تکریم کا انداز
۱۳۔ حق و باطل میں سے ہر ایک کے لئے امام	۱۴۔ نماز کا وقت

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل سورہ

۱۵۔رسول خدا ﷺ کو نماز شب کا حکم	۱۶۔باطل کی نیست و نابودی
۱۷۔حضرت موسیٰ کے معجزات	۱۸۔کفار کا شبہ اور اس کا جواب
۱۹۔فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

☆اس سورے کی ابتداء میں رسول خدا ﷺ کے معراج کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی ابتداء یوں کی گئی ہے کہ پاک و پاکیزہ ہے وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تا کہ اپنے رسول کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔

واقعۂ معراج

بعثت رسول اکرم ﷺ کے "بارہویں سال ستائیس رجب المرجب" کی رات پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو مکہ معظمہ سے "مسجد اقصیٰ" کی جانب اور وہاں سے "سدرۃ المنتہیٰ" اور "عرش اعلیٰ" تک سیر کرائی۔قرآن مجید میں اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے:

"پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کی سیر کرائی جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اس کو اپنی عظمت وجلال کی نشانیاں دکھائیں"۔

ایک رات جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام آنحضرت ﷺ کے واسطے براق لائے، براق ایک بہشتی جانور تھا۔ایک فرشتے نے لگام پکڑی، دوسرے نے حضرت ﷺ کی رکاب اقدس اور تیسرے نے اس پر کپڑے درست کئے۔حضرت ﷺ سوار ہوئے اور براق اڑا، جبرئیل حضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور عجائب زمین وآسمان آپ کو دکھلاتے جاتے تھے۔یہ سفر حضرت علی علیہ السلام کی بہن "حضرت فاختہ بنت ابی طالب علیہا السلام کے گھر سے شروع ہوا جو "ام ہانی" کے نام سے مشہور تھیں۔

رسول خدا ﷺ سے روایت ہے کہ جب میں براق پر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ جارہا تھا تو راستہ میں ایسی زمین سے گزر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے۔جبرئیل امین نے کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھ لیجیے کہ یہ مدینہ منورہ ہے اس مقام پر آپ ﷺ ہجرت کر کے آئیں گے، میں نے اتر کر نماز پڑھی۔بعد از آں وہاں سے روانہ ہوئے اور کسی دوسری جگہ پہنچے، جبرئیل امین نے کہا: یہاں بھی اتر کر نماز پڑھ لیں، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین نے کہا: آپ نے وادی سینا میں اس درخت کے قریب نماز پڑھی جہاں خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام

فرمایا تھا۔ پھر تیسرے مقام سے گزر ہوا، جبرئیل نے کہا: یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیں، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا۔ وہاں سے روانہ ہوئے اور چوتھے مقام پر پہنچے، جبرئیل امین نے کہا: یہاں بھی اتر کر نماز پڑھ لیں، میں نے وہاں بھی نماز پڑھی۔ جب مزید آگے بڑھے تو جبرئیل امین نے کہا: یہ مقام بیت اللحم (جسے بیت لحم بھی کہا جاتا ہے) ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی ولادت ہوئی (۱)۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے اور انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز، باجماعت ادا کی۔ نماز مکمل کرنے کے بعد مختلف منازل آسمانی کو طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر پہنچے جہاں جبرئیل نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اب آپ آگے جائیے" اور وہ خود وہیں ٹھہر گئے اور بولے: یارسول اللہ! یہ وہ مقام ہے جہاں تک جانے کی مجھے اجازت ہے، اگر یہاں سے ذرا سا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ غرض مجھے دریائے نور میں ڈال دیا گیا اور میں انوار الٰہی کے سمندروں میں تیرنے لگا، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچا جہاں تک کہ خدا چاہتا تھا یعنی قاب قوسین تک پہنچا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "پھر وہ قریب ہوا اور آگے بڑھا، یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔ (۲)"

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قرب معنوی کے ساتھ بارگاہ رب العزت سے نزدیک ہوئے تو بہت نزدیک ہوئے یہاں تک کہ دو کمان کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم۔ اس وقت اللہ نے اس عظیم مقام پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو چاہتا تھا وحی فرمائی (۳)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی بھی تھی کیونکہ آیت مجیدہ میں "اسریٰ بعبدہٖ" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور لفظ "عبد" کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے، وہ لوگ جو صرف معراج روحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ واقعہ معراج کی تفصیلی بحث کے لئے تاریخ اور تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

بنی اسرائیل کا زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کرنا

☆ آیت ۴ میں بنی اسرائیل کی جانب سے زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو پہلے سے

۱۔ سیرۃ المصطفیٰ، ج ۱، ص ۲۹۱

۲۔ سورۂ نجم، آیت ۸، ۹

۳۔ حیات القلوب، ج ۲، ص ۳۶۵

بتا دیا گیا تھا کہ تم لوگ دو مرتبہ زمین میں فساد پھیلاؤ گے، چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذا پہنچائی تو بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا گیا اور دوسری بار حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کو شہید کر دیا تو بابل کا بادشاہ ان پر مسلط کر دیا گیا۔

جلدی بازی کا نتیجہ

☆ آیت ۱۱ میں خداوند متعال ارشاد فرما رہا ہے کہ ''انسان کی عجلت پسندی (جلد بازی) اسے عزت کی جگہ ذلت، کامیابی کی جگہ ناکامی اور خیر کی جگہ شر کی طرف لے جاتی ہے۔ چنانچہ انسان کی زیادہ تر ناکامیوں کا سبب یہی جلد بازی ہے۔ جلد باز انسان زمینی حقائق کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ اپنے ذہن میں موجود تصورات پر عمل کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ عملی زندگی میں ناکام ہو جاتا ہے۔

دن اور رات کی خلقت کا فلسفہ

☆ آیت ۱۲ میں خداوند عالم نے دن اور رات کو خلق کرنے کا فلسفہ بیان کیا ہے کہ ''اور ہم نے رات اور دن کو اپنی نشانی قرار دیا ہے پھر ہم رات کی نشانی کو مٹا دیتے ہیں اور دن کی نشانی کو روشن کر دیتے ہیں تاکہ تم اپنے پروردگار کے فضل و انعام کو طلب کر سکو اور سال اور حساب کے اعداد کو معلوم کر سکو'' پس اللہ تعالیٰ نے دن، رات کو اس لئے خلق کیا ہے تاکہ انسان فضل خدا کو طلب کرے اور سال اور حساب کے اعداد کو معلوم کرنے میں مدد حاصل کرے۔

اقوام کی ہلاکت کا سبب

☆ آیت ۱۶ کے مطابق ہر قوم کی تباہی میں اس قوم کا مراعات یافتہ طبقہ شامل ہوتا ہے کیونکہ وہ تمام تر وسائل اور سہولیات کو اپنا حق تصور کرتا ہے اور مال و دولت کا اضافہ فسق و فجور میں اضافہ کرتا ہے اور فسق و فجور کا حد سے بڑھ جانا عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ طاقتور لوگ محروم طبقہ کے حقوق کو اس حد تک پامال کرتے ہیں اور غریبوں کے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں کہ معاشرے میں اعتدال کا توازن بگڑ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں بالآخر قوم ہلاکت کا شکار ہوتی ہے۔

بعض اسلامی احکام و آداب کا بیان

☆ آیت ۲۳ سے ۳۹ تک میں مختلف اسلامی آداب و احکام کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔

والدین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اپنی وحدانیت کے فوراً بعد ان کے ساتھ حسن

سلوک کا حکم دیا ہے۔ والدین سے بدسلوکی تو دور کی بات اگر ان کی بات ناگوار گزرے تو ان کے سامنے اُف کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

۳۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو۔ روایات کے مطابق اس حکم کے نازل ہونے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ کر دیا تھا۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ کر دیا۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے بھی ایک شامی مرد کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ''ذوی القربیٰ'' ہم ہیں (۱)۔

۴۔ مال کو فضول خرچی میں نہ اڑاؤ، نہ بخل کرو، نہ ہاتھ اتنا کشادہ رکھو کہ کل کو پچھتانا پڑے۔

۵۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

۶۔ زنا سے بچے رہو۔

زنا ایک ایسی برائی ہے جو معاشرے میں فساد اور نظام کو درہم و برہم کرتی ہے کیونکہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ جب یہ بچہ مختلف حالات سے گزر کر بڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں انسانی اخلاقیات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہ چیز سبب بنتی ہے کہ معاشرہ کے اندر برائیوں میں مزید اضافہ ہو۔ اسی طرح اس عورت کی عزت و آبرو کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا، جس کے نتیجہ میں وہ ایک ایسے راستے پر چل پڑتی ہے جو کئی دوسری عورتوں کی زندگی کی تباہی کا باعث بھی بن جاتی ہے۔

۷۔ کسی نفس (جاندار) کو ناحق قتل نہ کرو۔

۸۔ یتیم کے مال میں ناجائز تصرف نہ کرو۔

۹۔ وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔

۱۰۔ ناپ تول پورا پورا کیا کرو۔

۱۱۔ جس چیز کے بارے میں تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔

۱۲۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔

۱۳۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

۱۔ در منثور، ج ۴، ص ۳۱۸

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت

☆ آیت ۴۶، ۴۷ کے شانِ نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت مکہ کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا فرماتے تھے تو وہ ان کو اذیت دیتے تھے اور ان کو پتھر مارتے اور اسلام کی طرف دعوت دینے میں حائل ہو جاتے تھے۔ لیکن اللہ نے لطف و کرم فرمایا اور وہ لوگ تلاوت قرآن کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہیں دے سکتے تھے (۱)۔

اس کے علاوہ بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جب تلاوت قرآن کیا کرتے تھے تو ابوسفیان، ابوجہل اور اخنس ابن شریق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے گرد ایک دوسرے سے بے خبر تلاوت قرآن سنا کرتے تھے۔ جب وہ آپس میں باتیں کرتے تھے تو کوئی کہتا تھا کہ "یہ تو دیوانہ ہے" اور کوئی کہتا تھا "یہ کاہن ہے" اور کوئی کہتا تھا "یہ شاطر ہے"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

منکرین قیامت کا ذکر

☆ آیت ۵۲ میں منکرین معاد (قیامت) کا ذکر ہے۔ جس میں بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن جب منکرین کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو اس وقت ان کے پاس حمد و تسبیح الٰہی کے سوا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ جب قیامت کی ابدی زندگی کو دیکھیں گے تو انہیں دنیاوی زندگی بہت ہی کم اور حقیر محسوس ہوگی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب

☆ آیت ۶۰ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک خواب کا تذکرہ ہے جس کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر اچھل کود کر رہے ہیں جس کے بعد آپ بہت کم ہنسے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے سعید ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اپنے منبر پر بنی امیہ کو دیکھا تو آپ کو اس سے بہت پریشانی ہوئی۔ پس اللہ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ان کو یہ دنیا عطا کی گئی ہے (۲)۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، بحوالہ بلاغ القرآن، محسن علی نجفی، حاشیہ آیت مورد بحث

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۳، ص ۵۰۵

اس آیت میں شجرہ ملعونہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سہل ابن سعد، یعلی ابن مرہ، سعید ابن المسیب اور حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ وہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ ہے (۱)۔

شیطان کے مختلف حربے

☆ آیت ۶۱ سے ۶۵ تک میں جن مفاہیم کو بیان کیا گیا ہے ان میں شیطان کا آدم کو سجدہ نہ کرنا، شیطان کا مبتلائے تکبر ہونا، شیطان کو مہلت ملنا، شیطان کا انسان کو گمراہ کرنے کے لئے مختلف حربوں کا استعمال بیان ہوا ہے، جیسا کہ آیت ۶۴ میں خدا نے فرمایا ہے کہ "جا،، جس پر بھی بس چلے اپنی آواز سے گمراہ کر اور اپنے سوار اور پیادوں سے حملہ کردے اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک ہو جا" پس یہ تمام چیزیں انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان استعمال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان آیات میں خدا کا وعدہ بیان ہوا ہے کہ مُخلَصِین اور حقیقی مومنین پر شیطان کی کسی چال کا اثر نہیں ہوگا (۲)۔

انسان اور شیطان کے درمیان جنگ

☆ آیت ۶۴، ۶۵ میں اگر غور کریں تو انسان اور شیطان کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ کا بیان ہے جس میں ایک طرف شیطان اپنی سوار اور پیادہ فوج اور ساز و آواز کے ساتھ انسان پر حملہ کرتا ہے دوسری طرف مومن عبودیت اور بندگی کے اسلحہ کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرتا ہے[۳]۔

انسان کی عزت و تکریم کا انداز

☆ آیت ۷۰ میں انسان کو اللہ کی طرف سے عزت و کرامت سے نوازنے کا تذکرہ ہے۔ انسان کو عزت و تکریم سے اس طرح نوازا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے جبکہ انسان کو کسی دوسری چیز کے لئے مسخر نہیں کیا گیا اور انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات کی منزل پر فائز کر دیا ہے جو کرامت کی آخری منزل ہے۔ یہ انسان اگر خدا کی طرف سے معین کئے ہوئے اصول و ضوابط کی مکمل پابندی کرے تو وہ اس منزل تک آسکتا ہے جہاں سے فرشتے بھی آگے بڑھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔

حق و باطل میں سے ہر ایک کے لئے امام

☆ آیت ۷۱، ۷۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں حق اور باطل کے ایک ایک امام موجود ہوتے ہیں۔ باطل کی

۱۔ تفسیر در منثور، ج ۴، ص ۵۰۵

۲۔ شیطان کا واقعہ تفصیلاً سورۂ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

۳۔ اقتباس از بلاغ القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

طرف دعوت دینے والے امام شیطان کے ہمنوا ہوں گے۔ جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔ ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اور امت کی ہدایت کی خاطر ایک امام حق کا ہونا بھی ضروری ہے۔ قیامت کے دن ان لوگوں کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو امام حق کی پیروی میں زندگی گزار چکے ہوں گے۔ امام حق کے انتخاب میں جو لوگ دنیا میں اندھے ہوں گے یعنی واقعیت وحقیقت کو نہ سمجھ سکے ہوں گے اور خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے باطل کی پیروی کرتے رہے ہوں گے وہ لوگ قیامت کے دن بھی اندھے ہی محشور ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "کیا تم اللہ کی حمد وثنا بجا نہیں لاتے کہ جب قیامت کے دن اللہ ہر قوم کو اس شخص کے ساتھ بلائے گا جس کی پیشوائی اس نے قبول کی ہوگی۔ اللہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پکارے گا تو تم ہماری پناہ میں آؤ گے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم کدھر لے جائے جاؤ گے؟ رب کعبہ کی قسم جنت کی طرف" یہ جملہ امام علیہ السلام نے تین مرتبہ دہرایا(۱)۔

نماز کا وقت

☆ آیت ۷۸ میں نماز کا وقت بیان ہوا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ "زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کرو" یعنی زوال سے لے کر رات کی تاریکی تک چار نمازوں کا وقت ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "دلوک الشمس" یعنی زوال آفتاب "غسق اللیل" یعنی نصف شب تک، یہ چار نمازیں ہیں جن کے اوقات کا رسول اللہ نے تعین فرمایا ہے اور "قرآن الفجر" سے صبح کی نماز مراد ہے(۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز شب کا حکم

☆ آیت ۷۹ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز شب کا حکم دے رہا ہے کہ اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رات کے ایک حصہ میں قرآن کے ساتھ بیدار رہیں ایسا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خیر میں اضافہ کا باعث ہے اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود تک پہنچا دے گا۔

اس آیت میں "تہجد" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تہجد رات کے آخری وقت میں بیدار ہو کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ رسول

۱۔ مجمع البیان، بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۳۸۳

۲۔ اصول کافی، ج ۳، ص ۲۷۵

خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس نماز کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "تین چیزیں مومن کے لئے باعث افتخار اور دنیا و آخرت کی زینت ہیں: آخر شب کی نماز، لوگوں کے مال سے بے نیازی اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے امام کی اطاعت کرنا(۱)۔

باطل کی نیست و نابودی

☆ آیت ۸۱ میں ہجرت حبشہ کی طرف اشارہ ہے جب کفار و مشرکین کے مظالم سے مجبور ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے بعض مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی (۲)۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں موجود بتوں پر ضرب لگا رہے تھے تو اس وقت اسی آیت کی تلاوت فرما رہے تھے جس میں حق کے آنے اور باطل کے نابود ہونے کو بیان کیا گیا ہے (۳)۔

حضرت موسیٰ کے معجزات

☆ آیت ۱۰۱ میں مکہ کے مشرکین کے طلب معجزہ کے مطالبہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے کیلئے معجزہ کا مطالبہ صرف بہانہ کے طور پر کرتے ہیں ایسے لوگ کبھی بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ فرعون جیسے ہیں کہ ہم نے موسیٰ کو ایک دو نہیں بلکہ نو معجزات عطا کئے پھر بھی وہ موسیٰ کو جادوگر قرار دیتا ہے۔ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا ذکر ہے لیکن حقیقت میں ان کے معجزات اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ان نو معجزات سے وہ معجزات مراد ہیں جو فرعون اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس کے علاوہ کچھ معجزات صرف بنی اسرائیل سے مربوط ہیں، مثلاً من وسلویٰ کا نزول، پتھر سے چشموں کا پھوٹنا وغیرہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے بعض کی فہرست ذیل میں ہے:

۱۔ آپ کا عصا بہت بڑے اژدھا میں تبدیل ہو گیا اور اس نے جادوگروں کے آلات کو نگل لیا۔ (طٰہٰ/۲۰)

۲۔ آپ کا دوسرا بڑا معجزہ "ید بیضاء" کا تھا۔ آپ کا ہاتھ اس طرح سے چمک اٹھا کہ جیسے کوئی منبع نور ہو۔ (طٰہٰ/۲۲)

۱۔ اصول کافی، ج۸، ص ۲۳۴

۲۔ ہجرت حبشہ کا تفصیلی واقعہ سورۂ مائدہ میں ملاحظہ فرمائے

۳۔ بلاغ القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

۳۔ تباہ کن طوفان آپ کا تیسرا اہم معجزہ تھا۔ (اعراف/ ۱۳۳)

۴۔ ٹڈی دَل جو فرعونیوں کی فصلوں اور درختوں پر مسلط ہوگیا اور ان کے لیے آفت و مصیبت بن گیا۔ (اعراف/ ۱۳۳)

۵۔ نباتات پر آنے والی جوؤں کی آفت جو غلوں کو تباہ و برباد کر دیتی تھی۔ (اعراف/ ۱۳۳)

۶۔ دریائے نیل سے نکلتے مینڈک جن کی نسل اتنی بڑھی کہ فرعونیوں کی زندگی اجیرن ہوگئی۔ (اعراف/ ۱۳۳)

۷۔ خون کی مصیبت۔ انہیں خون کی نکسیر پھوٹنے لگی یا بعض روایات کی بنا پر دریائے نیل کا پانی سرخ ہو کر خون کے رنگ کا ہوگیا اور وہ نہ پینے کے قابل رہا اور نہ کھیتی باڑی کے قابل رہا۔ (اعراف/ ۱۳۳)

۸۔ دریا میں راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان میں سے گزر کر دوسری طرف چلے گئے۔ (بقرہ/ ۵۰)

۹۔ بنی اسرائیل پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ (بقرہ/ ۵۷)

۱۰۔ پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (بقرہ/ ۶۰)

۱۱۔ پہاڑ کا ایک حصّہ الگ ہو کر سائبان کی طرح ان کے سروں پر آ کھڑا ہوگیا۔ (اعراف/ ۱۷۱)

۱۲۔ آل فرعون کو قحط اور خشک سالی نے آلیا۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے تھا۔ (اعراف/ ۱۳۰)

۱۳۔ اس مقتول کو پھر سے زندگی مل گئی جس کا قتل بنی اسرائیل میں اختلاف کا باعث بن گیا تھا۔ (بقرہ/ ۷۳)

۱۴۔ بیابان میں بنی اسرائیل سخت گرمی میں جتلا تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بادلوں کا سائبان عطا فرمایا۔ (بقرہ/ ۵۷)

کفار کا شبہ اور اس کا جواب

☆ آیت ۱۱۰ کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ کو رحمٰن کہتے تھے تو کفار یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں توحید کی دعوت دیتا ہے اور خود دو خداؤں کو پکارتا ہے۔ یہ اعتراض اس لئے کرتے تھے کیونکہ وہ لفظ ''اللہ'' سے تو مانوس تھے لیکن لفظ ''رحمٰن'' سے مانوس نہیں تھے۔ اس آیت میں خدا نے فرمایا کہ دونوں لفظوں کا مقصد ایک ہی ذات ہے۔

☆ آیت ۱۰۹ میں قرآن مجید کا چوتھا مستحب سجدہ ہے۔

فضائل وخصوصیات:

اصحاب امام زمانہ عجل اللہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَاَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ فِیْ کُلِّ لَیْلَةِ جُمُعَةٍ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یُدْرِکَ الْقَائِمَ وَیَکُوْنَ مِنْ اَصْحَابِهٖ (۱)

جوشخص ہر شب جمعہ سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت کرے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ حضرت قائم کی زیارت سے مشرف نہ ہوگا اور ان کے اصحاب میں سے نہ ہوگا۔

لکنت کا علاج: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جس بچے کی زبان میں لکنت ہو تو اس کے لئے اس سورے کو زعفران سے لکھ کر پانی سے دھولیں اور اس بچے کو وہ پانی پلادیں، خدا کے حکم سے زبان میں لکنت ختم ہوجائے گی اور بچہ صحیح بولنے لگے گا (۲)۔

والدین کو ذہن میں رکھ کر تلاوت کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جوشخص والدین کو ذہن میں رکھ کر اس سورے کی تلاوت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا نیز جو اس کی زیادہ تلاوت کرے گا اس کو بہت زیادہ اجر عطا کیا جائے گا (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۶، ص ۱۰۳

۲۔ خواص الآیات، ص ۸۲، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۳۹

۳۔ مصباح الکفعمی، ص ۴۴۱

سورۂ کہف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ کہف

نام سورہ	پارہ نمبر	موجود ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
کہف	15,16	18	69	مکہ مکرمہ	110	12	6550	1589

☆ سورۂ کہف موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اٹھارہواں (۱۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے انہترواں (۶۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

☆ اس سورے میں نہایت اہم مسئلے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حق پرست اگرچہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں انہیں اکثریت کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے۔ کوفہ وشام کے بازاروں میں امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس نے اسی سورے کی آیات کی تلاوت کی تھی۔

اسمائے سورہ:

اصحاب کہف کے واقعے کی وجہ سے اس سورے کا نام ''سورۂ کہف'' رکھا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ مشرکین کے تین سوال	۲۔ واقعہ اصحاب کہف
۳۔ اصحاب کہف کی تعداد سے بحث	۴۔ غریب مومن کی قدر
۵۔ غریب اور دولت مند کی گفتگو	۶۔ شیطان کا صاحب اولاد ہونا
۷۔ واقعہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام	۸۔ حضرت ذوالقرنین کے واقعات
۹۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

مشرکین کے تین سوال

☆ یہ سورہ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہے جو انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتحان لینے کے لئے اہل کتاب کے مشورے سے آپ کے سامنے پیش کیے تھے:

۱۔ اصحاب کہف کون تھے؟ ۲۔ قصہ خضر کی حقیقت کیا ہے؟ ۳۔ ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے؟ یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔ حجاز میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا۔ اسی لئے اہل کتاب نے امتحان کی غرض سے ان کا انتخاب کیا تھا تاکہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد ﷺ کے پاس غیبی علم کا کوئی ذریعہ ہے یا نہیں۔ مگر اللہ تعالی نے صرف یہی نہیں کہ اپنے نبی کی زبان سے ان کے سوالات کا پورا جواب دیا، بلکہ ان کے اپنے پوچھے ہوئے تینوں قصوں کو پوری طرح واضح اور بہترین انداز میں بیان کر کے ان کے سوالوں کا جواب فراہم کیا۔ اس سورے میں تین واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں مختلف قسم کے فتنے پائے جاتے ہیں:

۱۔ غار والوں کا قصہ جس میں دین کا فتنہ پایا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ جس میں علم کا فتنہ پایا جاتا ہے۔

۳۔ ذوالقرنین کا قصہ جس میں بادشاہت کا فتنہ پایا جاتا ہے

ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد ان فتنوں سے بچاؤ کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً:

☆ دین کے فتنے سے بچاؤ اچھی صحبت اختیار کرنے اور یوم آخرت کو یاد رکھنے میں ہے[۱]۔

☆ علم کے فتنے سے بچاؤ عاجزی اختیار کرنے اور اپنے علم پر گھمنڈ نہ کرنے میں ہے[۲]۔

☆ اور بادشاہت کے فتنے سے بچاؤ اخلاص اور آخرت کو یاد رکھنے میں ہے[۳]۔

واقعہ اصحاب کہف

☆ ۹ سے ۲۶ تک کی آیات میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں خداوند عالم نے اس واقعہ کے بعض حصوں کو بیان کیا ہے۔

یہ ان چند بیدار فکر اور باایمان نوجوان لوگوں کا قصہ ہے جو ناز و نعمت کی زندگی بسر کر رہے تھے، انھوں نے اپنے عقیدے کی حفاظت اور اپنے زمانے کے طاغوت سے مقابلے کے لئے ان سب نعمتوں کو ٹھوکر ماردی۔

یہ بات لائق توجہ ہے کہ اس مقام پر قرآن مجید فن فصاحت و بلاغت کے ایک اصول سے کام لیتے ہوئے پہلے ان افراد

---

[۱]۔ آیت ۲۸، ۲۹

[۲]۔ آیت ۶۹

[۳]۔ آیت ۱۰۳، ۱۰۴

کی سرگزشت کو اجمالی طور پر بیان کرتا ہے تاکہ سننے والوں کا ذہن مائل ہو جائے اور اس کے بعد تفصیل بیان کی گئی ہے۔
اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف موجود ہے۔ لیکن ایک قول کے مطابق یہ سات افراد کا گروہ تھا جو خدائے یکتا کی پرستش کرتا تھا۔

اصحاب کہف مملکت روم کی ایک ریاست میں رہتے تھے جس میں دقیانوس کی حکومت تھی۔ ان میں سے چھ افراد حاکم وقت کے درباری تھے۔ دقیانوس لوگوں کو بتوں کی پرستش پر مجبور کرتا تھا اور ایک خدا کے ماننے والوں پر ظلم و ستم ڈھاتا تھا۔
ایک دفعہ روم کا بادشاہ اس ریاست میں آیا۔ دقیانوس نے اس کے اعزاز میں بڑی محفل کا اہتمام کیا اور تمام وزیروں اور درباریوں کو بادشاہ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا لیکن ان چھ مشیروں نے بھرے دربار میں بادشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور خدائے یکتا کی بندگی کا اعلان کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں گرفتار کیا گیا۔ ایک فوجی افسر کے تعاون سے یہ زندان سے نکل گئے اور شہر سے باہر چلے گئے۔ راستے میں ایک چرواہا اور اس کا کتا بھی ان سے مل گیا، چرواہا توحید پرست تھا۔ ان لوگوں نے رقیم کے ایک غار میں پناہ حاصل کی۔ خدا نے ان پر نیند طاری کی اور سب سو گئے۔ دقیانوس کے سپاہی ان کی تلاش میں مصروف تھے۔ ایک دیہاتی شخص کے ذریعہ ان کو معلوم ہوا کہ وہ کوہ رقیم پر چڑھ رہے تھے۔ دقیانوس اپنی فوج کے ساتھ کوہ رقیم پر چلا گیا اور انہیں تلاش کرنے لگا۔ فوج نے غار میں اصحاب کہف کو پالیا لیکن ان میں سے کوئی بھی خوف کی وجہ سے غار میں داخل نہیں ہو سکا۔ لہٰذا غار کے دہانے کو بند کر دیا گیا اور ایک تختی پر ان کا واقعہ اور ان کے نام لکھ کر وہاں نصب کر دیا گیا۔
اصحاب کہف کی جوانمردی سے حالات بدلنے لگے اور دقیانوس کی حکومت ختم ہو گئی اور اس کے بعد بھی کئی حکومتیں آئیں اور شورش کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ اصحاب کہف کی قربانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کافروں کی حکومت ختم ہو گئی اور تمام لوگ یہاں تک کہ بادشاہ بھی خدا پرست ہو گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ شبہات پیدا ہونے لگے اور خاص طور پر اس بات پر اعتراض ہونے لگا کہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے جب کہ ہمیں مرے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہوگا۔
تقریباً ۳۰۰ سال بعد اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو مومنین کے ایمان کی مضبوطی کے لئے بیدار کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ایک دن یا اس سے بھی کم عرصہ سوئے ہیں۔ انہیں بھوک محسوس ہوئی لہٰذا ان میں سے ایک شہر کے لئے نکلا تا کہ کھانے

کا انتظام کیا جا سکے۔ شہر کی تبدیلی کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ ایک دن میں شہر کا کیا حال ہو گیا ہے۔ وہ روٹی لینے پہنچا اور روٹیاں لے کر پیسے دیئے تو چونکہ بہت پرانے سکے تھے اس لئے روٹی والے نے پکڑ لیا کہ تمہیں خزانہ کہاں سے ملا ہے مجھے بھی اس میں سے کچھ دو۔ اس نے کہا کہ مجھے خزانہ کہیں سے نہیں ملا لیکن وہ نہ مانا۔ ان کے اردگرد لوگ جمع ہوئے اور آخر معاملہ قاضی کے پاس پہنچا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ یہ تین سو سال پہلے دقیانوس کے زمانے کے سکے ہیں۔

آخر اسے بادشاہ کے پاس لے جایا گیا اور اس نے اپنا واقعہ بادشاہ سے بیان کیا۔ شہر کے تمام لوگ ان عظیم ہستیوں کی زیارت کے لئے کوہ رقیم گئے۔ اصحاب کہف نے اپنے بارے میں خدا کے لطف و کرم کو دیکھا تو سجدے میں گر گئے اور خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ پروردگار ہم پر پھر سے نیند کا غلبہ کر دے۔ اللہ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور وہ اب تک اس غار میں سو رہے ہیں۔ روایات کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد اصحاب کہف دوبارہ بیدار ہوں گے اور وہ امام مہدی علیہ السلام کے وزیر ہوں گے (۱)۔

اصحاب کہف کی تعداد سے بحث

☆ آیت ۲۲ کے مطابق اصحاب کہف کی تعداد کے بارے بحث و مباحثہ کرنے کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں اہمیت کا حامل وہ سبق ہے جو اصحاب کہف کے واقعہ سے ملتا ہے۔

غریب مومن کی قدر

☆ آیت ۲۸ کے مطابق اشراف قریش کی طرف سے یہ دباؤ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریب مومنین کو اپنی بارگاہ سے دور کر دیں۔ اللہ نے اپنے رسول کو غریب مومنین کے ساتھ رہنے کا حکم دے کر یہ واضح کر دیا کہ اسلام میں مال و دولت کی اہمیت نہیں ہے بلکہ جس کے دل میں تقویٰ الٰہی ہو وہ بارگاہ الٰہی کا مقرب قرار پاتا ہے۔

غریب اور دولت مند کی گفتگو

☆ آیت ۳۲ سے ۴۳ تک میں ایک دولت مند اور غریب کی گفتگو کو مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ:

۱۔ دولت کے نشے میں مست انسان صرف مال و دولت کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اس کے نزدیک مال و اولاد کی

۱۔ سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۲۲

فراوانی ہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

۲۔ مال و دولت انسان کو آخرت کی فکر سے غافل کر دیتی ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ خوش حالی ہمیشہ کے لئے ہے اور مجھ سے یہ مال و دولت کوئی چھین نہیں سکتا۔

اس کے مقابلہ میں غریب مومن کی حالت بیان ہوئی ہے کہ وہ:

۱۔ ایمان انسان کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ جس شخص کو خدا کی معرفت حاصل ہو جائے اسے کسی دوسرے مال و دولت کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

۲۔ مومن کو مال و دولت ملے تو وہ تکبر و غرور سے کام نہیں لیتا بلکہ اس کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمت سمجھتا ہے۔

۳۔ مومن مشکلات کے وقت بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ کی رحمتوں کا امیدوار ہوتا ہے۔

۴۔ مومن مال دنیا کی ناپائیداری پر یقین رکھتا ہے۔

۵۔ آخر میں مومن کو دولت مند کی دولت کے چھن جانے کے بعد اس کی ندامت اور برے انجام کا مشاہدہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

شیطان کا صاحب اولاد ہونا

☆ آیت ۵۰ کے مطابق شیطان بھی انسانوں کی طرح بال بچوں والا ہے اور یہ مطلب قرآن مجید اور اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں بیان ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:

''کیا تم ہمارے بجائے شیطان اور اس کے بچوں کو دوست بناتے ہو جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں''۔

روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ابلیس سے کہا: ''میں آدم کو کوئی بچہ نہیں دوں گا مگر یہ کہ اسی جیسا تمہیں بھی دوں گا اور ہر انسان کا ہمزاد ایک شیطان ہے(۱)۔''

شیطان کے بچے خود شیطان کی طرح نسل انسانی کو گمراہ کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی (شیطان) کے راستہ پر چلتے ہیں لہٰذا یقیناً شیطان پر لعنت اس کے بچوں کو بھی شامل کرتی ہے۔ ہاں البتہ اس وقت تک جب تک وہ شیطان

۱۔ بحار الانوار، باب السماء والعالم، ص ۲۳۳

کے راستہ پر ہیں کہ تقریباً سارے ہی ایسے ہیں سوائے کچھ گنے چنے افراد کے جو مسلمان ہو گئے ہیں (۱)۔

اس آیت سے سمجھ سکتے ہیں کہ:

۱۔ قرآن مجید کی آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیطان کے قبیلہ (۲) اور اس کی ذریت کی ولایت، جن کا قرآن مجید میں نام لیا گیا ہے، جزئی طور پر ہے مثال کے طور پر ان میں سے ایک کو بعض لوگوں پر ولایت وتصرف حاصل ہے لیکن بعض دوسرے افراد پر حاصل نہیں ہے یا بعض اعمال میں ولایت حاصل ہے اور بعض اعمال میں حاصل نہیں ہے، یا یہ کہ اصلاً حقیقی ولایت حاصل نہیں ہے بلکہ ان کی ولایت اصلاً شیطان (ابلیس) کی مدد کے دائرہ میں ہے جو انسان سے سرزد ہونے والے تمام برے اعمال کی جڑ ہے (۳)۔

۲۔ شیطانِ حقیقی (ابلیس) جنات میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ شیطان کے لئے ذریت قرار دینے (۴) اور دوسری جگہ ان کی طرف موت (۵) کی نسبت دینے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جنات میں بھی نسلوں کا سلسلہ جاری ہے اس لئے کہ ہر جاندار چیز کے لئے ذریت اور موت کا مقصد یہی ہے کہ ان کی نسلیں بھی ہوں۔ فقط یہ سوال جواب کے بغیر رہ جاتا ہے کہ کیا جنات کا نسلی سلسلہ بھی انسانوں اور دوسرے جانوروں کی طرح مباشرت کے ذریعہ انجام پاتا ہے یا کسی اور طریقہ سے؟ قرآنی آیات سے کچھ بھی نہیں سمجھا جا سکتا (۶)۔

واقعہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام

☆ آیت ۶۰ سے ۸۲ تک میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے ان دونوں نبیوں کا کشتی میں سفر کرنا، حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کو قتل کرنا، بلا اجرت دیوار تعمیر کرنا اور ان کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات اور آخر میں حضرت خضر علیہ السلام کے جوابات کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ بحار الانوار، باب اسماء والعالم، ص ۲۵۳

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۷

۳۔ ترجمہ المیزان، ج ۱۳، ص ۹۳

۴۔ سورۂ کہف، آیت ۵۰

۵۔ سورۂ احقاف، آیت ۱۸

۶۔ ترجمہ المیزان، ج ۱۳، ص ۴۳۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا ہوئی اور خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا اور قوم کے درمیان واپس آ کر دین خدا کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ خدا نے مجھ پر بڑا فضل کیا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی اور عالم نہیں ہے۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی خداوند عالم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ موسیٰ سے کہو کہ سفر کی تیاری کریں اور مجمع البحرین (۱) (دو دریاؤں کے سنگم) پر ہمارے ایک بندے سے ملاقات کریں اور اس سے کچھ علم حاصل کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سفر میں ایک مچھلی اپنے ساتھ لے جائیں اور جہاں بھی یہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جائے وہاں پر ہمارے بندے سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وصی حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کو ساتھ لے کر سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے، دونوں نے اس پر اپنا سر رکھا تو موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی مچھلی تڑپ کر نکلی اور دریا میں گر گئی اور اس نے دریا میں اپنا راستہ سرنگ کی طرح بنالیا، یعنی اللہ نے مچھلی جانے کے راستہ سے پانی کے بہاؤ کو روک لیا۔ پھر دونوں باقی رات اور پورا دن آگے چلے، جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا ذرا ہمارا کھانا تو لاؤ ہم نے اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔

یوشع نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو وہ مچھلی دریا میں چلی گئی اور میں یہ بات آپ کو بتانا بھول گیا اور مجھے تو شیطان نے اس کی یاد سے غافل کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا ہم تو اسی مقام کی تلاش میں تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے پیچھے لوٹے یہاں تک کہ دونوں اسی پتھر کے پاس پہنچے تو ایک آدمی کو دیکھا جو کپڑا اوڑھے لیٹا ہوا تھا، موسیٰ نے اسے سلام کیا، تو انہوں نے جواب دیا۔

اور وہ ہستی جس سے ملنے کا حکم اللہ نے دیا اور جس کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی مشکلات کو برداشت کیا وہ حضرت خضر علیہ السلام (۲) تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے اور تم کیونکر ایسی بات پر صبر کر سکتے ہو جس کی حقیقت کا تمہیں علم نہیں ہے، موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی

۱۔ بعض روایات کے مطابق یہ وہ جگہ تھی جہاں دریائے روم اور دریائے فارس آپس میں ملتے تھے

۲۔ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے حکم سے ابھی تک زندہ ہیں

نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے عہد کیا کہ وہ کسی بھی معاملے میں کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور جو بھی حکم یا کام حضرت خضر علیہ السلام انجام دیں گے اس کی مکمل اطاعت کریں گے۔ اس عہد و پیمان کے بعد دونوں دریا کے کنارے کنارے چلے۔ ایک کشتی ان کی طرف سے گزری، انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ ہمیں بھی بٹھالو۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا تو بغیر کسی اجرت کے انہیں بٹھالیا۔ اچانک خضر نے ایک کلہاڑی اٹھائی اور کشتی کا ایک تختہ نکال لیا، پس موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ انہوں نے کلہاڑی سے لکڑی کا کشتی کا تختہ نکال ڈالا ہے تو ان سے کہا آپ نے یہ کیا کر دیا؟ ان لوگوں نے تو بغیر اجرت کے ہمیں کشتی میں بٹھایا تھا اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ ڈالا تاکہ اس کی سواریوں کو غرق کر دیں۔ بے شک آپ نے یہ برا کام کیا ہے۔ خضر نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰ نے کہا میں بھول گیا تھا اس پر مؤاخذہ نہ کیجئے۔

پھر یہ دونوں دریا سے نکلے تو ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر نے اپنے ہاتھ سے اس بچے کا سر پکڑ کر اسے گردن سے جدا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نے ایک بے گناہ انسان کو بغیر جرم کے قتل کر دیا، بیشک آپ نے بہت برا کام کیا ہے۔ خضر نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو مجھے اپنے سے جدا کر دیجئے گا، بے شک یہ آپ کی طرف سے مجھ پر اتمام حجت ہوگی۔

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے کھانا مانگا، انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا، ان دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی۔ حضرت خضر نے موسیٰ سے کہا کہ آؤ اس دیوار کو تعمیر کریں، دیوار کو تعمیر کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نہ ہمیں کھانا دیا نہ ہماری ضیافت کی اور آپ نے ان کی دیوار تعمیر کر دی، اگر آپ چاہتے تو ان سے اجرت لے لیتے۔ خضر نے کہا کہ اب میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا اور میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہیں کر سکے تھے۔

اے موسیٰ علیہ السلام اب سنو! وہ کشتی جس میں سوار ہوئے تھے وہ چند غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں باربرداری کے

ذریعے اپنا رزق تلاش کرتے ہیں۔ میں نے سوراخ اس لئے کیا کیونکہ اس کے پیچھے بادشاہ کی فوج تھی جو ہر اُس کشتی کو چھین لیتی تھی جو صحیح وسالم ہو جب وہ لوگ کشتی میں سوراخ دیکھیں گے تو اس کشتی کو چھوڑ دیں گے۔

میں نے اس بچے کو اس لئے قتل کیا کیونکہ اس کے والدین خدا کے نیک اور مومن بندے ہیں اور مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر انہیں کفر اور سرکشی میں مبتلا کرے گا لہٰذا اُس کے بدلے میں خدا نے چاہا ہے کہ انہیں ایک نیک اور صالح فرزند عطا کیا جائے۔

اے موسیٰ علیہ السلام! وہ دیوار جسے بغیر اجرت کے تعمیر کیا ہے وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کے باپ نے ایک خزانہ دفن کیا تھا تا کہ بچے بڑے ہو کر اس سے استفادہ کریں۔

اے موسیٰ علیہ السلام یہ ان تمام واقعات کی تاویل ہے جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے اس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ:

۱۔ تلاش علم میں دور و دراز کا سفر سیرت انبیاء میں شامل ہے۔

۲۔ حضرت خضر علیہ السلام کے علم کا راز بندگی خدا میں پوشیدہ ہے۔

۳۔ کسی بھی کام میں جلد بازی انسان کے فائدہ میں نہیں بلکہ ہر کام کو اس کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر انجام دینا چاہیے۔

۴۔ خداوند عالم کے تمام امور میں ایک ظاہر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایک باطن بھی ہوتا ہے جسے ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔

حضرت ذوالقرنین کے واقعات

☆ آیت ۸۳ سے ۹۸ تک میں حضرت ذوالقرنین کے واقعے کو بیان کیا گیا ہے جس میں ان کی حکومت، کفار کو سزا دینا، یاجوج وماجوج کا واقعہ[۱] اور ذوالقرنین کا انہیں لوہے کی دیوار کے ذریعے بند کرنا بیان کیا گیا ہے۔

اس سورے میں بیان کردہ چوتھے واقعہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمانۂ قدیم کا ایک بادشاہ جو اپنے زمانے کی تمام متمدن

۱۔ یاجوج وماجوج کے بارے میں تفصیل سورۂ انبیاء میں آئے گی

دنیا کا حکمران تھا کس طرح حکومت اور تاج وتخت پانے کے باوجود مغرور نہیں ہوا بلکہ اس نے توکل، رحم، ایمان اور انسانی ہمدردی کے ان جذبات کا قدم قدم پر ثبوت دیا جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہیں۔

اس بادشاہ کے بارے میں مفسرین ومورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ شخص صرف بادشاہ تھا یا اللہ کا نبی بھی تھا۔ قرآن مجید میں اس کا نام ''ذوالقرنین'' بیان ہوا ہے۔

قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نہ صرف بادشاہی دی تھی بلکہ عالم اسباب میں اس کے زمانے میں جو کچھ بھی قوت وطاقت کے اسباب موجود تھے، سب اسے عطا کیے گئے تھے۔ اس واقعے میں اس کی تین عظیم فوجی مہموں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں وہ مشرق، مغرب اور شمال میں متمدن دنیا کی آخری سمت تک فتوحات کرتا چلا گیا تھا۔ ہر مہم کے آغاز پر بطور خاص اس چیز کا ذکر ہے کہ اس نے اس مہم کے اسباب مہیا کیے۔ یہ اس چیز کا بیان ہے کہ اسباب کا اہتمام کرنا برا ہے، نہ بادشاہی اور نہ ملک ودولت بری چیز ہیں۔

قرآن مجید واضح کرتا ہے کہ اس نے اسباب وقوت کا ایسا استعمال کیا جو اللہ تعالیٰ کو عین مطلوب تھا۔ پھر خاص طور پر اس کی تیسری مہم کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یاجوج وماجوج کے ستائے ہوئے لوگوں نے جب اس سے درخواست کی کہ ہم سے کچھ ٹیکس لے لو اور ہمارے اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک رکاوٹ تعمیر کردو تو اس نے ایک فاتح ہونے کے باوجود کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا بلکہ اپنے خزانے سے خرچ کر کے ان کے لیے ایک زبردست لوہے کی دیوار بنادی۔ یہ ایک پہاڑی درہ تھا جس کو اس نے لوہے کے تختوں سے پہاڑ کی بلندی تک بند کردیا۔ پھر اسے مضبوط کرنے کے لیے لوہے کو آگ میں دہکا کر پگھلا ہوا تانبا اس پر انڈیل دیا گیا۔ تاکہ نہ یاجوج ماجوج اسے چڑھ کر عبور کرسکیں نہ اس میں نقب لگاسکیں۔ مگر اس کے ایمان کا عالم یہ تھا کہ یہ اہتمام کر کے بھی اس نے کہا کہ یہ میرے رب کی رحمت سے ہوا ہے۔

اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ مال واسباب اگر کسی کو ملے تو اسے انھیں عطیہ الٰہی سمجھ کر رب کی رضا اور خلق کی بھلائی کے کاموں میں استعمال چاہیے نہ کہ اپنی بڑائی اور فخر کے اظہار میں اس کو خرچ کرے بلکہ جتنا زیادہ انعام عطا ہوا ہو اتنی ہی عاجزی سے کام لینا چاہیے۔

سورۂ کہف ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جب انسان ذوالقرنین کی روش پر چلتا ہے تو وہ بڑے سے بڑا بادشاہ بن کر بھی ایسا رویہ

اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہوتا ہے اور جس کے نتیجے میں انسان اس عزت کا مستحق بن جاتا ہے کہ آخری وحی میں قیامت تک کے لیے اس کا ذکر محفوظ کر دیا جائے۔

فضائل وخصوصیات:

باعظمت سورہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تمہیں ایسی سورے کا تعارف کراؤں جو نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتے اس کی نگرانی کر رہے تھے اور اس کی عظمت سے زمین وآسمان معمور تھے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ سورۂ کہف ہے، جو شخص جمعہ کے روز اس کی تلاوت کرے گا آئندہ جمعہ تک اللہ اسے بخش دے گا اور وہ شخص دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا (۱)۔

نورِ خدا: حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص ''قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ'' سے آخر سورہ تک اس کی تلاوت کرے گا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے بستر سے لے کر خانہ کعبہ تک نور پیدا کرے گا اور اگر وہ اہل مکہ سے ہوگا تو اس کا نور بیت المقدس تک ہوگا (۲)۔

تمنائے شہادت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا وہ شہید کی موت مرے گا اور شہداء کے ساتھ اٹھے گا اور قیامت کے دن شہداء کے ہمراہ ہوگا (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل سورۂ کہف

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۲۸۲

۳۔ تفسیر صافی، ج ۳، ص ۲۷۱

سورۂ مریم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مریم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مریم	16	19	44	مکہ مکرمہ	98	6	3925	972

☆ سورۂ مریم موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا انیسواں (۱۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چوالیسواں (۴۴) سورہ ہے یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا

اس سورے کے نزول کا زمانہ ہجرت حبشہ سے پہلے کا ہے۔ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین اسلام جب نجاشی کے دربار میں بلائے گئے تھے اس وقت حضرت جعفر طیار علیہ السلام نے نجاشی کے دربار میں اسی سورے کی بعض آیات کی تلاوت فرمائی تھی۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا مشہور نام "سورۂ مریم" ہی ہے لیکن بعض مفسرین نے اس کا ایک اور نام بھی ذکر کیا ہے اور وہ نام "سورۂ کٓھٰیٰعٓصٓ" ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ	۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام
۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام	۴۔ حضرت مریم و حضرت عیسیٰ علیہما السلام
۵۔ حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہنے کی وجہ	۶۔ عیسائی فرقوں میں عقائد کا اختلاف
۷۔ ابراہیم علیہ السلام کی اپنے چچا کو توحید کی دعوت	۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی
۹۔ ایفائے عہد پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف	۱۰۔ حضرت ادریس علیہ السلام
۱۱۔ انبیاء کی اہم خصوصیت	۱۲۔ جنت کی بعض خصوصیات
۱۳۔ کائنات کی ہر شے اللہ کے لئے	۱۴۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت
۱۵۔ فضائل و خصوصیات	

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل سورہ۔

اہم نکات:

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ

اس سورے کا بنیادی مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں صحیح عقائد کی وضاحت اور ان کے بارے میں عیسائیوں کے عقائد کی تردید ہے اگر چہ مکہ مکرمہ میں جہاں یہ سورہ نازل ہوا وہاں عیسائیوں کی کوئی خاص آبادی نہیں تھی لیکن مکہ مکرمہ کے بت پرست کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کی تردید کے لئے عیسائیوں سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہ کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے جہاں عیسائی مذہب کی حکمرانی تھی اس لئے ضروری تھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ، حضرت مریم، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کی صحیح حقیقت سے واقف ہوں چنانچہ اس سورہ میں ان حضرات کے واقعات اسی سیاق وسباق میں بیان ہوئے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام

☆ آیت ۲ سے ۱۵ تک میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کے لئے دعا کرنا، بڑھاپے میں اللہ کا زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام جیسی اولاد عطا کرنے کی خوشخبری، اس پر حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن سے ہی نبوت عطا کرنے کا بیان اور اللہ کا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف اس سورہ میں بیان ہوئے ہیں۔

ہم حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی زندگی کے واقعات میں سے بعض اہم واقعات کو اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں۔ آپ کے والد کا نام برخیا تھا جن کا سلسلہ نسب حضرت داؤد علیہ السلام سے ملتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر سات مرتبہ[1] آیا ہے۔ قرآن مجید میں ان کی زندگی کے صرف دو اہم واقعات کی طرف اشارہ ہوا ہے ایک حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت اور دوسرے اللہ سے فرزند طلب کرنے کے سلسلہ میں دعا۔ اس کے علاوہ زندگی کے دیگر واقعات کو قرآن نے بیان نہیں کیا ہے لیکن روایات اور تاریخ میں مذکور ہے کہ آپ کی شادی اشیاع یا حنانہ سے ہوئی جو حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ تھیں۔

جب حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ عبادت گاہ میں لے آئیں تو ان کی کفالت کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا کیونکہ

---

[1] سورۂ آل عمران، سورۂ انعام، سورۂ مریم، سورۂ انبیاء

حضرت مریم علیہاالسلام کے والد جناب عمران کا انتقال ہو چکا تھا۔ جب عبادت گاہ کے بڑوں میں سے ہر ایک نے یہ چاہا کہ حضرت مریم علیہاالسلام کی کفالت وہ کرے تو ایسے وقت میں حضرت مریم علیہاالسلام کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی کا فیصلہ ہوا جس کے نتیجہ میں قرعہ حضرت زکریا کے نام نکلا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہاالسلام کی کفالت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ حضرت مریم علیہاالسلام عبادت گاہ کے ایک حجرے میں مشغول عبادت رہتی تھیں۔ جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہاالسلام کے حجرے میں جاتے تھے تو اُن کے پاس بے موسم کے پھل نظر آتے تھے، پوچھنے پر حضرت مریم علیہاالسلام جواب دیتیں تھیں کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا کرتا ہے۔ حضرت مریم علیہاالسلام پر اللہ کی عنایات کو دیکھتے ہوئے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ خدایا! مجھے ایک فرزند عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث قرار پائے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام دعا کر رہے تھے تو وہ بڑھاپے کی منزل پر تھے اور آپ کی زوجہ بھی بوڑھی اور بانجھ ہو چکی تھی۔ اللہ نے زکریا علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ حضرت زکریا نے اطمینان قلب حاصل کرنے کے لئے عرض کیا پروردگار! اس کی کوئی نشانی عطا فرما، وحی الٰہی آئی کہ زکریا! نشانی یہ ہے کہ تین دن تک تم لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے، ان ایام میں لوگوں سے صرف اشارہ کنایہ کے ذریعے بات کرو گے۔ اس طرح خداوند عالم نے آپ علیہ السلام کو بڑھاپے میں یحییٰ جیسا فرزند عطا فرمایا۔

جب قدرت الٰہی سے حضرت مریم علیہاالسلام کے ہاں شادی کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو شیطان بنی اسرائیل کے درمیان گیا اور ایک نامناسب تہمت حضرت زکریا علیہ السلام پر لگائی کہ مریم علیہاالسلام کے بچہ دار ہونے کی وجہ زکریا علیہ السلام ہے۔ اس تہمت کی وجہ سے بنی اسرائیل حضرت زکریا علیہ السلام کی جان کے دشمن بن گئے اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے شر سے بچنے کیلئے وہاں سے نکل گئے اور بیابان کی طرف چلے گئے۔ بیابان میں ایک درخت نے حضرت زکریا کو پناہ دے دی۔ بنی اسرائیل جب حضرت زکریا کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو شیطان نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: زکریا کی تلاش میں ہیں۔ شیطان نے کہا کہ زکریا اپنے سحر اور جادو کے ذریعہ اس درخت کے اندر سمو گیا ہے اور ان کی عبا کا کچھ حصہ باہر جھلک رہا ہے۔ بنی اسرائیل پریشان ہو گئے کہ اب زکریا کو وہاں سے باہر کیسے نکالیں۔ شیطان نے انہیں مشورہ دیا کہ آری سے درخت کے دو ٹکڑے کر دو اس طرح زکریا مر جائے گا۔ بنی اسرائیل نے شیطان کے مشورہ پر عمل کیا اور حضرت زکریا علیہ السلام بالآخر

ایک سو پانچ سال (۱) کی عمر میں شہید کیے گئے۔ آپ کا مرقد حلب کی جامع مسجد الکبیر میں واقع ہے (۲)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت زکریا علیہ السلام اور والدہ گرامی کا نام اشباع تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت یحییٰ کی ولادت حضرت زکریا کی دعا کے نتیجہ میں ہوئی۔ یحییٰ نام اس سے پہلے دنیا میں کسی اور شخص کا نہیں رکھا گیا تھا (۳)۔ آپ کے لئے یہ نام خداوند عالم نے منتخب کیا۔ خداوند عالم نے بچپن میں ہی آپ کو نبوت کے مقام پر فائز کیا۔ آپ کا نام قرآن مجید میں پانچ مرتبہ آیا ہے (۴)۔

اس سورے کی آیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

بچپنے میں نبوت عطا ہوئی، خدا نے خاص رحمت عنایت کی، پاکیزہ نفس ملا، تقویٰ سے مزین ہوئے، والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کے ساتھ پیش آئے، مخلوق خدا پر ظلم کرنے والوں میں سے نہیں ہوئے اور معصیت خداوندی کا ارادہ نہیں کیا۔

قرآن مجید نے آپ کی شہادت سے متعلق کچھ نہیں کہا ہے البتہ روایات میں بیان ہوا ہے کہ فلسطین کا بادشاہ ہیرود اپنی بھتیجی (بھائی کی بیٹی) کے عشق میں گرفتار ہوا (۵)۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ہیرود کے بھائی کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے بھائی کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لی۔ بھائی کی ایک بیٹی بھی تھی جو ماں کے ساتھ رہتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے اپنی ہی بھتیجی کے ساتھ شادی کرنا چاہا۔ یہ خبر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے کہا: یہ عقد حرام ہے اور توریت اور قانون الٰہی کے خلاف ہے۔ جب یہ بات اس لڑکی نے سنی تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو میرا حق مہر یحییٰ علیہ السلام کا سر ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کے حکم سے آپ کو شہید کیا گیا اور آپ کا سر مبارک اس فاحشہ عورت کے پاس بھیجا گیا۔

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۷

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۹، سورۂ انعام، آیت ۸۵، سورۂ مریم، آیت ۶ و ۱۱، سورۂ انبیاء، آیت ۹۰

۳۔ سورۂ مریم، آیت ۷

۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۹، سورۂ انعام، آیت ۸۵، سورۂ مریم، آیت ۶ و ۱۱، سورۂ انبیاء، آیت ۹۰

۵۔ قصہ ہای قرآن، ص ۳۱۶

اسی بات کی طرف حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کربلا میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”دنیا کی ذلت کی حد یہ ہے کہ یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کا سر، بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو بطور تحفہ پیش کیا جائے (۱)۔“

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کو بدن سے جدا کیا گیا تو خون زمین پر گرا اور وہ خون جوش مارتا رہا یہاں تک کہ بخت نصر نے خروج کیا اور وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا۔ اس نے اس جوش مارتے ہوئے خون کو دیکھا تو لوگوں سے اس خون کے بارے میں سوال کیا۔ اسے بتایا گیا کہ کچھ عرصہ قبل اس شہر کے بادشاہ نے اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا، ان کے سر کو بدن سے جدا کیا گیا اور آپ کا خون ابھی تک جوش مار رہا ہے۔ بخت نصر نے کہا کہ میں اتنے لوگوں کو قتل کروں گا کہ یحییٰ علیہ السلام کا خون جوش مارنا بند کردے۔ اس کے حکم سے تقریباً ستر ہزار افراد قتل ہوئے تب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون نے جوش مارنا بند کردیا (۲)۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر اقدس اور بدن مطہر الگ الگ مقامات پر دفن ہیں۔ آپ کا سر اقدس شام میں مسجد اموی کے صحن میں دفن ہے جبکہ آپ کا بدن مبارک دمشق کے اطراف میں ”زیدانی“ نامی مقام پر مسجد ”دلم“ میں مدفون ہے۔

حضرت مریم و حضرت عیسیٰ علیہما السلام

☆ آیت ۱۶ سے ۳۵ تک میں حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ ولادت، حضرت مریم علیہا السلام پر قوم کی تہمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارے میں اپنی ماں کی عصمت کی گواہی اور نبوت کا اعلان بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام عمران تھا اور وہ آپ کی ولادت سے پہلے انتقال کرچکے تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ ہونے والے فرزند کو دین کی خدمت کے لئے عبادت گاہ کے لئے وقف کردوں گی۔ جب حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی ماں پریشان ہوگئی کہ یہ تو لڑکی ہے کیونکہ اس زمانے میں لڑکوں کو عبادت گاہ کی خدمت کے لئے وقف کیا جاتا تھا۔ خواتین کو عبادت گاہ میں ایک مخصوص مقام سے آگے جانے کی اجازت نہیں تھی، یعنی انہیں عبادت گاہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ عبادت خانہ منتقل ہونے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ

۱۔ انوار القرآن، ذیشان جوادی، ص ۶۱۸

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۴، ص ۱۸۲

عبادت گاہ کے کاہنوں نے ایک لڑکی کا عبادت گاہ میں داخل ہونے کی مخالفت کی۔ پروردگار عالم نے حضرت مریم علیہا السلام کو عبادت گاہ میں جانے میں مدد کی اور آپ عبادت گاہ میں چلی گئیں۔ حضرت مریم علیہا السلام عبادت گاہ کے ایک حجرے میں مشغول عبادت رہتی تھیں۔ جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے میں جاتے تھے تو اُن کے پاس بے موسم کے پھل نظر آتے تھے، پوچھنے پر حضرت مریم علیہا السلام جواب دیتیں تھیں کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا کرتا ہے۔

ایک دن حضرت مریم علیہا السلام حمام گئیں تو اچانک آپ نے اپنے سامنے ایک جوان کو پایا۔ آپ نے فوراً اس سے کہا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اس آنے والے نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ تمہیں ایک پاک و پاکیزہ بیٹے کی ولادت کی بشارت دوں۔

اسے موقع پر انسانی زندگی اور فطری تقاضوں کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام نے سوال کیا کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں، یعنی ابھی تک میری شادی بھی نہیں ہوئی اور میں کوئی بدکردار عورت بھی نہیں ہوں۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ کام پروردگار کے لئے بہت ہی آسان ہے، اللہ اس بچے کو لوگوں کے لئے نشانی قرار دینا چاہتا ہے تا کہ یہ اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے رحمت ثابت ہو۔

حضرت مریم علیہا السلام قدرت خداوندی سے حاملہ ہو گئیں اور جب زچگی کے ایام قریب آئے اور آپ کو دردِ زہ شروع ہوا تو آپ آبادی سے دور بیابان کی طرف نکلیں۔ دیکھا کہ ایک سوکھا ہوا کھجور کا درخت ہے آپ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئیں اور یہ سوچنے لگیں کہ کون تسلیم کرے گا کہ بغیر باپ کے حمل ٹھہر گیا اور آنے والی تہمتوں کا میں کس طرح مقابلہ کرسکوں گی؟ پھر کہا "اے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل فراموش کر دینے کے قابل ہو گئی ہوتی (۱)"۔

حکم خدا سے حضرت مریم علیہا السلام کے قدموں کے نیچے سے چشمہ جاری ہوا اور کھجور کا سوکھا ہوا درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس میں تازہ کھجور لگ گئے۔ اور ندا آئی کہ: اے مریم! چشمے سے پانی پیو اور کھجور کی ٹہنیوں کو ہلاؤ تا کہ تازہ کھجور ملیں۔ اور بچے کو لے کر بستی میں چلی جاؤ اور اگر کوئی بچے کے بارے میں پوچھے تو بتا دو کہ میں نے "چپ" کا روزہ رکھا ہوا ہے، اس بچے سے پوچھ لو۔ جب وہ بچہ کو گود میں لئے ہوئے بستی میں پہنچیں تو لوگوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی اور کہنے

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۲۳

لگے: اے ہارون کی بہن! تمہارے باپ ایک صالح انسان تھے اور تمہاری ماں نیک خاتون تھیں پھر تم نے یہ کیا کر دیا؟ حضرت مریم علیہاالسلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسے بچے سے کیسے پوچھیں جو ابھی گہوارے میں ہے؟ اتنے میں بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ اور بابرکت رسول بنایا گیا ہوں۔ مجھے نماز اور زکوۃ کے اہتمام کی تعلیم دے کر بھیجا گیا ہے۔ میں صلاح وتقویٰ کا پیکر اور والدہ کا فرماں بردار ہوں۔ بچے کی اس گفتگو نے مریم علیہاالسلام کو پاک باز بھی ثابت کر دیا اور اللہ کی قدرت کو ثابت کر کے لوگوں کے تعجب میں بھی اضافہ کر دیا۔ یہ تھے حضرت مریم علیہاالسلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے حکم "کن فیکون" کے کرشمہ کے طور پر ظاہر ہوئے۔

☆ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے فوراً بعد حضرت عیسیٰ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ حضرت یحییٰ بھی بچپن میں نبوت پر فائز ہوئے اور مظلومانہ طریقے سے شہید کئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بچپنے ہی میں نبوت کا منصب ملا اور آپ کو بھی سولی پر چڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اللہ نے اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی جاسوسی کرنے والے کو آپ کا ہمشکل بنا دیا جس کی وجہ سے اسے صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالئے گئے اور ابھی تک زندہ ہیں اور امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کے وقت آسمان سے نازل ہوں گے اور امام زمانہ علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہنے کی وجہ

☆ آیت ۲۸ میں حضرت مریم علیہاالسلام کو ہارون کی بہن کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ہارون سے مراد وہی ہارون نبی علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے کیونکہ بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنی نیک نامی کی وجہ سے بہت مشہور تھے اور جو بھی انسان نیک کردار ہوتا تھا اسے ہارون کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ حضرت مریم علیہاالسلام بھی بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں جب قوم نے ان کی گود میں بچہ دیکھا تو کہا کہ

"اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکردار تھی (۱)۔"

اس سلسلے میں ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ ابن شعبہ کو جب نجران کے عیسائیوں کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تو اس وقت یہودیوں نے یہ اعتراض کیا کہ تمہارے قرآن میں مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے درحالیکہ مریم اور ہارون کے درمیان سینکڑوں برس کا فاصلہ رہا ہے۔ مغیرہ ان کے اس اعتراض کا جواب

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۲۸

نہ دے سکے اور واپس آ کر سارا ماجرا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "ان کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا کہ بنی اسرائیل نیک اور پرہیزگار افراد کو انبیاء اور صالحین کی طرف نسبت دیتے تھے(۱)"۔

عیسائی فرقوں میں عقائد کا اختلاف

☆ آیت ۳۷ میں عیسائیوں کے فرقوں کے درمیان اختلافات کا ذکر ہے۔ جن میں سے بعض کا نظریہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں۔ ایک نظریہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن خدا کے نزدیک انہیں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ تیسرا نظریہ یہ تھا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور مخلوق ہیں۔ چوتھا نظریہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں لیکن مخلوق نہیں بلکہ باپ کی طرح قدیم ہے۔ اس طرح کے بہت سے اختلاف حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کے درمیان موجود تھے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں ایسے تمام لوگوں کو تباہ ہونے والے کافروں میں سے قرار دیا ہے جو کبھی بھی نجات نہیں پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے چچا کو توحید کی دعوت

☆ آیت ۴۱ سے ۵۰ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے چچا کو شیطان کی پیروی سے پرہیز کرتے ہوئے دین الٰہی کی طرف دعوت اور چچا کی ابراہیم علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر بھی چچا کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کا بیان اور کفار و بت پرستوں سے بیزاری کا اعلان کرنے کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام عطا کرنے اور اعلیٰ درجات پر فائز کرنے کا بیان ہے۔

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائے دعوت میں آزر کے کی مغفرت کے لئے پروردگار سے دعا کی تھی۔ یہ استغفار ایک معین مدت تک کے لئے تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا(۲)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات کی طرف ہم نے "سورہ ابراہیم علیہ السلام" میں بیان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی

☆ آیت ۵۱ سے ۵۳ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ موسیٰ ہمارے مخلص نبی اور برگزیدہ رسول ہیں اور ہم نے انہیں طور کی داہنی سے پکارا اور اپنا رازدار بنایا اور ان کے بھائی ہارون کو موسیٰ کا معاون بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات "سورہ اعراف" میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ تفسیر نور الثقلین، ج ۳، ص ۳۳۲

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۳۱۰

ایفائے عہد پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف

☆ آیت ۵۴ اور ۵۵ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وعدہ وفا کرنے والے، سچے اللہ کے نبی، اپنے گھر والوں کو نماز وزکوۃ کا حکم دینے والے اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

☆ آیت ۵۶ میں حضرت ادریس علیہ السلام کے سچے اور اللہ کے نبی ہونے کا تذکرہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام آپ کی نسل میں سے تھے۔ جن چار انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے ایک حضرت ادریس علیہ السلام بھی ہیں۔

بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے ان کا نام توریت میں ''اخنوخ'' اور عرب میں ادریس علیہ السلام ہے، جسے بعض ''درس'' کے مادہ سے سمجھتے ہیں۔ عربی میں درس، سبق یعنی لکھنے پڑھنے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قلم کے ساتھ خط لکھا۔ مقام نبوت کے علاوہ علم نجوم، علم ہیئت میں بھی ماہر تھے۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انسان کو لباس سینے کا طریقہ سکھایا۔

اس عظیم پیغمبر کے بارے میں قرآن میں صرف دو مرتبہ اور وہ بھی مختصر سے اشاروں کے ساتھ بیان آیا ہے۔ ایک تو اسی سورے میں آپ کا تذکرہ ہوا ہے اور دوسرا سورہ انبیاء کی آیت پچاسی اور چھیاسی میں ذکر کیا گیا ہے۔

منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام نے مفسدوں اور منکرین خدا کو راہ ہدایت کی تبلیغ شروع کی لیکن اکثریت نے آپ علیہ السلام کی مخالفت کی البتہ ایک مختصر سی جماعت آپ پر ایمان لائی۔ مفسدین و منکرین خدا کی ہٹ دھرمی اور آپ اور آپ کے ماننے والوں پر مختلف مظالم کا نشانہ بننے کے بعد آپ نے بابل سے مصر کی جانب ہجرت کا ارادہ فرمایا اور اپنے چاہنے والوں کو بھی ہجرت کا حکم دیدیا۔ ابتدا میں آپ کے ماننے والوں نے اعتراض کیا اور ہجرت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ بابل جیسا وطن کہاں نصیب ہوسکتا ہے۔ ان کے جواب میں حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اللہ کی خاطر ہجرت کی مشکلات کو برداشت کروگے تو اللہ کی رحمت وسیع ہے اور اس سے بہتر وطن تمہیں عطا فرمائے گا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا جواب سننے کے بعد آپ کے ماننے والے ہجرت کے لئے تیار ہوئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے۔ آپ کی قوم نے دریائے نیل کی روانی اور اس سرزمین کی شادابی

دیکھی تو بہت خوش ہوئی اور نیل کے کنارے ایک بہترین جگہ کو منتخب کر کے وہاں رہائش اختیار کی۔ یہاں پر بھی حضرت ادریس علیہ السلام نے تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں بہتر (۷۲) زبانیں بولی جاتی تھیں اور حضرت ادریس علیہ السلام ہر قوم کو انہی کی زبان میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ نے مختلف علوم کی تعلیم کی تلقین فرمائی اور طلباء کی ایک جماعت کو جمع کیا اور انہیں علم حکمت، علم نجوم، ستارہ شناسی کا علم اور حساب و کتاب کے علم کی تعلیم دی۔

آپ کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ خدا کی ہستی پر ایمان لانا، صرف اللہ کی پرستش کرنا، اعمال صالح انجام دینا، دنیا سے بے توجہی اور تمام امور میں عدل و انصاف کو مدنظر رکھنا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ بھی بتایا کہ میری طرح اس کائنات کی اصلاح کے لئے بہت سے انبیاء تشریف لائیں گے اور ان کی نمایاں خصوصیات یہ ہوں گی کہ:

۱۔ وہ ہر قسم کی بری بات سے پاک ہوں گے۔

۲۔ فضائل و کمالات میں اعلیٰ ترین مراتب کے حامل ہوں گے۔

حضرت ادریس علیہ السلام ان چار انبیاء میں سے ہیں جو حکم خدا سے ابھی تک زندہ ہیں۔ وہ چار انبیاء جو زندہ ہیں ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

۱:۔ ادریس علیہ السلام ۲:۔ حضرت خضر علیہ السلام ۳:۔ حضرت الیاس علیہ السلام

۴:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

انبیاء کی اہم خصوصیت

☆ آیت ۵۸ میں مندرجہ بالا انبیاء کی تعریف کرنے کے بعد ان انبیاء کی ایک اہم خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب ان انبیاء پر آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی تھی تو روتے ہوئے سجدہ پروردگار میں گرتے تھے۔ اسی آیت میں قرآن مجید کا پانچواں مستحب سجدہ ہے۔

جنت کی بعض خصوصیات

☆ آیت ۶۰ سے ۶۳ تک کے مطابق جو لوگ اللہ کی معصیت کے بعد توبہ کریں، ایمان لائیں اور نیک اعمال انجام دیں تو وہ جنت میں جائیں گے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اس جنت کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہوں گی:

۱۔ جاودانی اور ہمیشہ رہنے والی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

۲۔ اس جنت بے ہودہ بات نہیں سنیں گے۔

۳۔ صبح وشام انہیں رزق ملتا رہے گا۔

۴۔ اس جنت کے وارث متقی افراد ہوں گے۔

کائنات کی ہر شے اللہ کے لئے

☆ آیت ۶۴ کے شان نزول میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول میں تاخیر ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نزول وحی میں تاخیر کی وجہ دریافت کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سوال کے جواب میں حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ ہم تو حکم پروردگار کے بغیر نہیں اتر سکتے۔ کائنات میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے لئے ہی ہے(۱)۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

☆ آیت ۹۶ کے مطابق جو افراد نیک اعمال انجام دیتے ہیں اللہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اور محمد ابن احمد کلبی اور شیخ از ہر علامہ مراغی نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے(۲)۔

فضائل وخصوصیات:

ہر چیز سے بے نیاز: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
جو شخص مسلسل اس سورہ کو پڑھتا رہے گا وہ دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ خدا اس سورہ کی برکت سے اسے جان ومال اور اولاد کے لحاظ سے بے نیاز کر دے گا(۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۴۱۲

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۴، ص ۵۱۲

۳۔ نسیم بہشت، ص ۲۳۰

سورۂ طٰہٰ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ طٰہٰ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
طٰہٰ	16	20	45	مکہ مکرمہ	135	8	5399	1353

☆ سورۂ طٰہٰ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا بیسواں (۲۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے پینتالیسواں (۴۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا مشہور نام ''سورۂ طٰہٰ'' ہے لیکن مفسرین نے ''سورۂ کلیم'' بھی ذکر کیا ہے شاید یہ حضرت موسیٰ (کلیم اللہ) کے تذکرے کی وجہ سے ہو۔ نیز اس سورے کو ''سورۂ حکیم'' بھی کہا گیا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رسول خداؐ کو عبادت میں مشقت سے منع فرمایا	۲۔ حضرت موسیٰ کی زندگی کے بعض اہم واقعات
۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام	۴۔ شفاعت کا بیان
۵۔ حضرت آدم وحوا کا جنت سے اخراج	۶۔ قیامت کے دن پہاڑ کس حال میں ہوں گے؟
۷۔ ہدایت ہر قسم کی رہنمائی کا نام	۸۔ ذکر الٰہی سے منہ موڑنے کا نتیجہ
۹۔ یادِ خدا سے غفلت کا نتیجہ	۱۰۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

اللہ تعالیٰ نے رسول خداؐ کو عبادت میں مشقت سے منع فرمایا

☆ آیت ۲ اور ۳ میں خداوند عالم نے اپنے رسول کو عبادت الٰہی میں مشقت سے منع فرمایا ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر قرآن نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لوگوں کو ایمان لانے پر آمادہ کرنے میں اپنے آپ کو ناقابل برداشت مشقت میں ڈالیں۔ ابتدائے اسلام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائض نبوت کے علاوہ عبادت

۱۔ تسکین روح، ص ۱۵۳

میں بھی مشقت سے کام لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر عبادت میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک پر ورم آگیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہوگیا تھا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (۱) ''اے رسول! ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھاؤ''۔

حضرت موسیٰ کی زندگی کے بعض اہم واقعات

☆ اس سوہ کی آیت ۹ سے ۹۸ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بعض اہم واقعات بیان ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کے بارے میں ہم نے سورۂ اعراف میں تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں ہم صرف ان آیات میں موجود اہم واقعات کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے:

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی، منصب رسالت پر فائز ہونا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا وزیر بنانے کی دعا کا قبول ہونا وغیرہ بیان ہوا ہے۔

☆ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر مقدس وادی ''طویٰ'' میں پہنچے تو حکم خدا ہوا کہ موسیٰ! اب تم مقدس مقام پر پہنچے ہو لہٰذا اپنے جوتے اتار دو۔ اگرچہ یہاں خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے لیکن آیت پر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ وہ تمام مقدس مقامات پر اور خدا کی مقدس بارگاہ میں حاضری کے وقت ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو کر حاضر ہو (۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کے حکم کے بعد خداوند عالم واضح کررہا ہے کہ:

۱۔ توحید الٰہی پر ایمان رکھنا۔

۲۔ یادِ خدا کے لئے نماز کا قائم کرنا۔

۳۔ قیامت پر یقین رکھنا۔

اس عقیدہ وعمل کے بغیر کوئی بھی انسان کسی نبی کا ماننے والا شمار نہیں ہوسکتا ہے چاہے وہ جتنا بھی اپنے آپ کو نبی کا ماننے والا کہے۔

☆ خداوند عالم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کے بارے میں سوال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی جواب بیان ہوا ہے۔ اس مقام پر یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے ''خواب'' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

۱۔ ترجمہ قرآن، حافظ فرمان علی، ص ۵۵۸۔

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۶۲۱

دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ رہے تھے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اپنی امت کے علماء کو ہم بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر قرار دیا ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے ایک عالم کو طلب کرتا ہوں آپ اس کا امتحان لے لیجئے۔ یہ کہہ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدس اردبیلی کو طلب فرمایا۔

مقدس اردبیلی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام احمد، باپ کا نام محمد، وطن اردبیل، تعلیم نجف اشرف سے حاصل کی اور میرے استاد شہید ثانیؒ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک سوال پر اس قدر طویل جواب کی کیا ضرورت تھی؟ مقدس اردبیلی نے عرض کیا کہ اللہ نے آپ سے بھی تو اتنا ہی پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور آپ نے تفصیل کے ساتھ جواب دیا تھا کہ یہ میرا عصا ہے، اس پر تکیہ کرتا ہوں، اس سے درختوں کے پتے توڑتا ہوں اور اس کے دوسرے بہت سے فوائد بھی ہیں۔ یہ سن کر جناب موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ بیشک اس امت (امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں (۱)۔

☆ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا حکم دیا کہ تم فرعون کے دربار میں جاؤ اور اسے توحید کی دعوت دو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم ملا تو انہوں نے پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ بلند فرمائے۔ ان آیات پر غور کریں تو دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں: پہلی یہ کہ جس قدر کام اہم ہوتا ہے ویسے ہی شرائط و اوصاف درکار ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنے بارے میں شرح صدر (سینہ میں کشادگی)، سہولت امر اور اپنی باتوں میں فصاحت و بلاغت کی دعا کی۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے خود سے وزیر نہیں بنایا بلکہ خدا سے حضرت ہارون علیہ السلام کو وزیر بنانے کی درخواست کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کا وزیر بھی خدا ہی بناتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب ایک نبی مرسل اپنا وزیر حکم خدا کے بغیر منتخب نہیں کر سکتا تو ایک عام آدمی کیسے کسی کو نبی کا جانشین منتخب کر سکتا ہے؟ روایات کے مطابق بالکل یہی دعا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے طلب کی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی طلب فرمائی۔ سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا کہ یہی دعا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کو مثل ہارون قرار دیا تھا بلکہ مسند احمد ابن حنبل کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے بیٹوں ''حسن و حسین علیہما السلام'' کے نام بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص: ۶۲۱

ہارون کے بیٹوں کے نام کے مطابق رکھے تھے (۱)۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ ہوا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کا تعارف کرایا اور اپنے پروردگار کی صفات بیان کی:

۱۔ میرا رب ہر شے کا خالق ہے۔

۲۔ وہ ایسا خدا ہے جو ہر شے کو ہدایت دیتا ہے۔

۳۔ میرا پروردگار ہر قسم کی بھول چوک سے پاک ہے۔

۴۔ مخلوقات کے سکون و آرام کی خاطر زمین کو ہموار بنایا۔

۵۔ زمین میں سیر وسیاحت کے لئے راستے بنائے۔

۶۔ مخلوقات کے زندہ رہنے کے لئے آسمان سے پانی برسایا۔

۷۔ انسانی زندگی کی بقا کے لئے زمین کے اندر سے نباتات اور غذا کو پیدا کیا۔

☆ اس کے بعد خداوند عالم نے ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور صاحبان عقل کو ان نعمتوں پر غور وفکر کرنے کی طرف دعوت دی ہے۔ اس آیت کے ذیل میں ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ کچھ لوگوں نے صاحبان عقل کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جن کے اخلاق بہترین اور عقل پختہ ہوں، وہ فقراء، یتیموں اور ہمسایہ کا خیال رکھتے ہوں، لوگوں کو کھانا کھلاتے ہوں اور دنیا میں سلامتی اور امن کا پیغام دینے والے ہوں (۲)"۔

خداوند عالم نے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ پاک وپاکیزہ رزق میں سے کھاؤ پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو اور اگر حد سے تجاوز کرو گے تو میرے غضب اور عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اسلام دین فطرت ہے لہٰذا اسلام کے تمام احکام اور افعال میں اعتدال اور میانہ روی کو بہت ہی اہمیت دی گئی ہے اور اسراف وفضول خرچی جیسے کاموں سے منع کیا گیا ہے اور جو شخص نعمات الٰہی کے استعمال میں اسراف یا بخل سے کام لیتا ہے وہ عذاب الٰہی اور رحمت خداوندی سے دوری کا مستحق بن جاتا ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۶۳۱

۲۔ انوار القرآن، ص ۶۳۷

☆ سامری کے گوسالہ بناتے ہی قوم نے اس گوسالے (بچھڑے) کی پرستش شروع کردی۔ حیرت وتعجب کی بات ہے کہ جس قوم پر خداوند عالم نے اس قدر احسانات کئے ہوں کہ اسے فرعون جیسے ظالم بادشاہ سے نجات دی ہو، دریا میں راستہ بنایا ہو، من وسلویٰ جیسا رزق عطا فرمایا ہو، توریت جیسی کتاب عطا کی ہو وہ اتنی جلدی خدا کے ان تمام احسانات کو فراموش کرکے گمراہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک یہودی نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا تھا کہ مسلمانوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن ہوتے ہی اختلافات شروع ہو گئے ہیں، یہ انتہائی حیرت کی بات ہے۔ اس کے اس قول کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''مسلمانوں میں اختلاف پیغمبر کے بعد ہوا ہے، ان (رسول خدا) کے بارے میں نہیں ہوا ہے اور تم یہودیوں کا یہ حال ہے کہ ابھی دریا کے پانی سے پاؤں خشک بھی نہیں ہونے پائے تھے اور تم لوگوں نے اپنے پیغمبر سے یہ کہنا شروع کردیا کہ لوگوں کی طرح ہمارے لئے بھی کوئی خدا بناؤ تاکہ ہم اس کی عبادت کریں، یہ صورت حال امت اسلامیہ کی حالت سے زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے([1])۔''

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بچپن کے دور اور فرعونیوں کے غیض وغضب سے معجزانہ طور پر نجات پانے سے متعلق ہے۔ اگرچہ تاریخی تسلسل کے لحاظ سے زندگی کا یہ حصہ رسالت ونبوت کے زمانے سے پہلے کا تھا لیکن چونکہ موسیٰ پر خدا کی نعمتوں کا آغاز ان کی ولادت سے پہلے سے ہوگیا تھا لہٰذا اہمیت کے اعتبار سے اسے موضوع رسالت کے بعد بیان کیا ہے۔

خداوند عالم نے اس احسان عظیم کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد آپ کی ماں کی طرف وحی خداوندی ہوئی کہ اس بچہ کی پیدائش کے بارے میں فرعون کے کارندوں کو علم ہونے سے پہلے بچے کو دریا میں ڈال دو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ نے ایک تابوت میں رکھ کر دریا کے حوالے کردیا اور ساتھ ہی اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے بھیجا کہ اس بچے کے ساتھ کیا واقعہ پیش آتا ہے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جس صندوق پر تھے وہ قصر فرعون کے قریب پہنچا۔ جب فرعون کی بیوی نے دریا میں ایک صندوق کو تیرتے دیکھا تو اسے پانی سے باہر لانے کا حکم دیا۔ صندوق کو باہر لاکر کھولا گیا تو اس میں سے ایک خوبصورت بچہ نکلا۔ فرعون نے چاہا کہ اس بچہ کو قتل کردے لیکن اس کی بیوی مانع ہوئی اور اس نے کہا کہ ہم اس بچہ کو اپنی فرزندی میں لیتے ہیں تاکہ یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔

جب بچہ کو دودھ پلانے کی باری آئی تو اس نے کسی دایہ کا دودھ نہیں پیا۔ ایسے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا جو شروع سے اب تک ان تمام واقعات سے باخبر تھی: میں ایک ایسی دایہ کو جانتی ہوں جس کا دودھ یہ بچہ پئے گا۔ غرض حضرت

---

[1] انوار القرآن، ص ۱۶۳

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بلایا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی ماں کی گود میں پہنچے، یہ ایک عظیم احسان خداوندی تھا۔

موقع کی مناسبت سے ہم یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خداوند عالم کے بعض احسانات کو بیان کرتے ہیں:

۱۔ پیدائش کے بعد دریا کے حوالے کر کے فرعون کے دربار تک پہنچانا تا کہ آپ کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے۔

۲۔ دوبارہ ماں کی گود کی طرف پلٹنا تا کہ ممتا کی آغوش محبت میں رہے۔

۳۔ آپ کے ذریعے ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو واپس دلانا بھی ایک احسان ہے۔

۴۔ قبطی کے قتل کے بعد آپ کو فرعون کے شر سے نجات دلانا۔ پھر ''مَدْیَنْ'' میں چند دن گزرانے کے بعد مقام نبوت پر فائز ہونا بھی ایک عظیم احسان خداوندی ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وسعت قلب، تبلیغی امور میں آسانی اور گفتگو میں اثر کی دعا کی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام جیسے فصیح وبلیغ وزیر کے ذریعہ رسالت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے مددگار کا مطالبہ کیا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرائض رسالت کو ادا کرنے میں کسی مددگار کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس مددگار کا تعین بھی

☆ اللہ کی جانب سے ہونا چاہیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خداوند عالم کی میقات (ملاقات) کے لئے تشریف لے گئے تو آپ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور جانشین بنایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاتے ہی قوم نے سامری کے بنائے ہوئے گوسالہ (بچھڑے) کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو سامری کی پیروی سے روکا لیکن بنی اسرائیل نے آپ کی بات نہیں مانی، قوم کی گمراہی کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر کوہ طور پر گئے تھے۔

یہاں پر جب حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ آ ہی گیا ہے تو ہم حضرت ہارون علیہ السلام کے حالات زندگی کو مختصر انداز میں بیان کریں گے۔

حضرت ہارون علیہ السلام

عمران کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ آپ کے بطن سے دو عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین برس بڑے تھے۔ آپ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ نہایت منکسر المزاج، حلیم الطبع، بردبار، شیریں گفتار اور فصیح البیان تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے بارے میں خداوند عالم سے دعا کی کہ پروردگار رسالت کے فرائض کو انجام دینے کے لئے ہارون کو میرا مددگار قرار دے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ شیریں بیان ہے اور اس کے کلام میں اثر زیادہ ہے۔ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی۔

منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ تمام عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم بہ قدم دین حق کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ توحید کے راستے میں شرک کے نمائندوں کی طرف سے کھڑی کی گئی رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھائی کا ساتھ دیتے رہے۔

روایات میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تھی اور کوئی کتاب بھی انہیں عطا نہیں ہوئی درحقیقت وہ ایک ایسے پیغمبر تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرتے اور موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے زمانے میں ان کے جانشین ہوا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحلت سے پہلے انتقال کر گئے (۱)۔ حضرت ہارون علیہ السلام ۱۲۳ سال (۲) کی عمر میں انتقال کر گئے۔

شفاعت کا بیان

☆ آیت ۱۰۹ میں شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ شفاعت وہی افراد کر سکتے ہیں جو مرضی خدا کے طلب گار ہیں اور وہ اپنے امور کو ویسا ہی انجام دیتے ہیں جیسا کہ خدا کہتا ہے۔ قرآن مجید میں ۳۰ سے زیادہ مقامات پر شفاعت کا ذکر ہوا ہے۔

حضرت آدم وحوا کا جنت سے اخراج

☆ آیت ۱۱۵ سے ۱۲۳ تک میں حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کو جنت سے نکالے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس مخصوص درخت کے قریب مت جانا لیکن شیطان نے انہیں ورغلایا اور ان دونوں نے ممنوعہ درخت سے پھل کھایا۔ اس درخت سے پھل کھانے کی پاداش میں وہ دونوں جنت سے نکالے گئے اور ان کے کپڑے اتار لئے گئے اور انہوں نے پتوں سے پردہ پوشی کی۔ حضرت آدم کا تفصیلی واقعہ سورۂ بقرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۶۲۱

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۶۲۱

قیامت کے دن پہاڑ کس حال میں ہوں گے؟

☆ آیت ۱۰۵ سے ۱۰۷ تک میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے روز پہاڑ کس حالت میں ہوں گے؟ ان کے اس سوال کے جواب میں ان آیات میں ارشاد ہوا کہ پہاڑ نیست و نابود ہو جائیں گے، دنیا کی عمر اختتام پذیر ہوگی اور پورا کرہ ارض ایک ہموار میدان بن جائے گا۔

ہدایت ہر قسم کی رہنمائی کا نام

☆ آیت ۱۲۲ میں بیان ہوا ہے کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کو زمین میں بھیجنے کے بعد نبوت کے مقام پر فائز کیا اور انہیں مکلف بنایا اور اللہ کی مرضی کے حصول کی طرف رہنمائی فرمائی۔ آئندہ نسل انسانی کو چلانے کی رہنمائی اور زندگی کے تمام لوازمات کی طرف رہنمائی فرمائی کیونکہ آیت میں لفظ ''ھدیٰ'' آیا ہے جو ہر قسم کی رہنمائی کو شامل کرتا ہے۔

ذکر الٰہی سے منہ موڑنے کا نتیجہ

☆ آیت ۱۲۴ میں خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں ذکر الٰہی سے منہ موڑے اور اس سے غافل رہے اسے دنیاوی زندگی میں تنگی و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں وہ اندھا محشور ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''آخرت میں وہ ہی اندھا محشور ہوگا جس کا دل دنیا میں ولایت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے اندھا ہوگا(۱)۔''

جو دل ذکر خدا سے معطر نہ ہو اسے زندگی کا لطف نہیں ہوتا اور جو دل اللہ کی محبت سے سرشار ہوگا اسے اللہ کے ذکر سے جدائی کسی صورت بھی برداشت نہیں ہوگی چاہے دنیا کی ساری دولت و حکومت اس کے حوالے کی جائے۔ اس سے یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کو صرف دنیاوی زندگی کی خاطر پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ اگر صرف یہی دنیا ہی ہوتی تو مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے اسے سکون و اطمینان حاصل ہونا چاہیے تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

اس آیت کے بارے میں بہت سے مفسرین کہتے ہیں کہ ''سخت اور تنگ زندگی'' سے مراد عذاب قبر اور عالم برزخ میں سختیاں اور بدبختی ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: یاد رکھو! اس آیت میں سخت اور تنگ زندگی سے مراد عذاب قبر ہے۔

۱۔ تفسیر الفرات، فرات ابن ابراہیم الکوفی، ص ۲۶۰

یادِ خدا سے غفلت کا نتیجہ

☆ آیت ۱۲۵ تک ۱۲۷ کی آیات سابقہ آیت کا تسلسل ہے کہ جب قیامت کے دن یادِ خدا سے منہ موڑنے والے کو اندھا محشور کیا جائے گا تو وہ خدا سے سوال کرے گا کہ پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا ہے جبکہ میں دنیا میں صاحبِ بصارت تھا۔

ان آیات میں ایک ضابطہ کلی بیان ہوا ہے کہ جس طرح یادِ خدا سے غافل شخص کو اندھے کی صورت میں پیش کیا جائے گا اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والے ہر شخص کی سزا ایسی ہوگی کہ جیسے اس نے دنیا میں خدا کو فراموش کیا اور گناہوں میں جتلا رہا اسی طرح آخرت میں بھی خداوند عالم اسے فراموش کرے گا۔

فضائل وخصوصیات:

☆ **خدا محبت کرتا ہے:** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا تَدَعُوا قِرَاءَةَ سُورَةِ طٰه فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهَا وَيُحِبُّ مَنْ قَرَأَهَا [1]

سورۂ طٰہٰ کی تلاوت ترک نہ کرو کیونکہ خدا اس سورے اور اس کی تلاوت کرنے والے سے محبت رکھتا ہے۔

نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَدْمَنَ قِرَاءَتَهَا أَعْطَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ [2]

جو شخص اس سورے کی باقاعدہ تلاوت کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۲

[2] وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۲

سورۂ انبیاء کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ انبیاء

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
انبیاء	17	21	73	مکہ مکرمہ	112	7	5093	1177

☆ سورۂ انبیاء موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکیسواں (۲۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے تہترواں (۷۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

یہ سورہ جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے پیغمبروں کا سورہ ہے کیونکہ اس میں سولہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی وجہ سے اسے ''سورۂ انبیاء'' کہا جاتا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کا بیان	۲۔ حق بات نہ سننے کی وجہ
۳۔ اللہ کی وحدانیت کی روشن دلیل	۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی
۵۔ مختلف انبیاء کے واقعات کی طرف اشارہ	۶۔ حضرت داؤد علیہ السلام
۷۔ حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ	۸۔ یاجوج وماجوج کا تذکرہ
۹۔ غیر اللہ کی عبادت کا نتیجہ، جہنم کا ایندھن بن جانا	۱۰۔ زمین کے وارث، اللہ کے نیک بندے!
۱۱۔ نبی کا رحمت للعالمین ہونا مومنین کیلئے خوشخبری	۱۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت مجسم سب کیلئے!
۱۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا	۱۴۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

اس سورے میں ''سولہ انبیاء'' کا تذکرہ ہوا ہے جن میں سے بعض کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور دیگر بعض کے واقعات کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ان انبیاء میں سے بہت سے انبیاء کے واقعات کو ہم

۱۔ تسکین روح، ص ۱۵۷

سابقہ سوروں میں بیان کر چکے ہیں لہٰذا ان انبیاء کے واقعات کی طرف مختصر اشارہ کریں گے اور جن انبیاء کے واقعات کا پہلے ذکر نہیں کیا گیا ان کے واقعات کو اس سورے میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ انبیاء جن کا اس سورے میں تذکرہ ہے ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) حضرت ہارون علیہ السلام (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۴) حضرت لوط علیہ السلام (۵) حضرت اسحاق علیہ السلام (۶) حضرت یعقوب علیہ السلام (۷) حضرت نوح علیہ السلام (۸) حضرت داؤد علیہ السلام (۹) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۰) حضرت ایوب علیہ السلام (۱۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۱۲) حضرت ادریس علیہ السلام (۱۳) حضرت ذوالکفل علیہ السلام (۱۴) حضرت یونس علیہ السلام (۱۵) حضرت زکریا علیہ السلام (۱۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام۔

مذکورہ بالا انبیاء میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ''سورۂ اعراف'' میں، حضرت ہارون علیہ السلام کے حالات ''سورۂ طٰہٰ'' میں، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات ''سورۂ ہود'' میں، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعات ''سورۂ مریم'' میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات کو ''سورۂ ابراہیم'' میں بیان کر چکے ہیں۔ جن انبیاء کا تذکرہ سابقہ سوروں میں ہم نے نہیں کیا ہے ان میں سے بعض کا اس سورے میں کریں گے اور باقی انبیائے کرام کا انشاء اللہ بعد کے سوروں میں مناسب مقام پر تذکرہ کریں گے۔

قیامت کا بیان

☆ یہ سورہ انسان کو ہوشیار کر رہا ہے کہ اے انسان خوابِ غفلت سے جاگ اور اپنی قیامت کی فکر کر کیونکہ قیامت کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا انسان کو دنیا میں ہی روزِ قیامت کی سختیوں سے نجات کے لئے اعمالِ صالح انجام دینے چاہئیں۔ قرآن مجید میں غفلتِ نفس کا کئی مرتبہ تذکرہ ہوا ہے۔ بعض مقامات پر غفلتِ نفس کے خوفناک انجام کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے جیسے سورۂ اعراف میں بیان ہوا کہ جو لوگ دل رکھتے ہیں لیکن اس دل سے غور و فکر نہیں کرتے یا آنکھیں رکھتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں، کان رکھتے ہیں لیکن سنتے نہیں، ایسے لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ انسان کی اس غفلتِ نفس کی کیفیت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک فرمان میں خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ: ''لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب مریں گے تو جاگ جائیں گے[۱]۔''

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۳۴

حق بات نہ سننے کی وجہ

☆ آیت ۲، ۳ میں ایسے افراد کا تذکرہ ہے جو خدا کی طرف سے آنے والی نصیحتوں کو سنجیدہ انداز میں نہیں سنتے، یعنی ایسے لوگ نصیحت کو سنجیدگی سے نہیں سنتے ہیں تاکہ نصیحت ان کے دل میں اتر جائے۔ ایسے لوگوں کے دل چونکہ لہویات میں مصروف ہوتے ہیں اس لئے حق بات سننے کے لئے ان کے دل میں جگہ نہیں ہوتی۔

اللہ کی وحدانیت کی روشن دلیل

☆ آیت ۲۲ میں خدا کی وحدانیت کی روشن دلیل بیان کی گئی ہے کہ اگر اس کائنات میں ایک سے زائد خدا ہوتے تو وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے جس کے نتیجہ میں ان کی تدبیریں بھی مختلف ہوتی اور تدبیر میں اختلاف کی وجہ سے نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا، پس کائنات کے نظام کا ایک منظم انداز میں باقی رہنا دلیل ہے کہ اس کائنات کی تدبیر کرنے والا ایک ہی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

☆ آیت ۴۱ میں خداوند عالم اپنے رسول کو تسلی دے رہا ہے کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا ہے لیکن یاد رکھیں کہ مذاق اڑانے والے ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

استہزاء اور تمسخر ایک غیر انسانی جرم ہے اور احترام آدمیت کے منافی ہے۔ اس میں دوسرے کی تحقیر اور اپنے تکبر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کو ایک ایسا دن دیکھنا ہوگا جس میں خود ان کے ساتھ یہی تمسخرانہ اور تحقیر آمیز سلوک کیا جائے گا۔ لہٰذا انسان کو کسی کا مذاق اڑانے سے پرہیز کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اولین و آخرین کے سامنے اس کا مذاق اڑایا جائے اور وہ تمام مخلوقات کی موجودگی میں بارگاہ الٰہی سے عذاب کا مستحق قرار پائے۔

مختلف انبیاء کے واقعات کی طرف اشارہ

☆ آیت ۴۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورۂ اعراف، حضرت ہارون کا سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ آیت ۵۱ سے ۷۰ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کو خصوصاً بت پرستوں کے خلاف آپ کے عملی جہاد یعنی سوائے بڑے بت کے تمام بتوں کو توڑنے، آگ میں پھینکے جانے اور آگ کے گلزار بننے کو

بیان کیا گیا ہے(۱)۔

☆ آیت ۶۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کے گلزار بننے کا تذکرہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کے حکم سے آگ میں پھینکا گیا تو اس وقت جبرئیل امین علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ: حاجت تو ہے لیکن آپ سے نہیں(۲)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب دلیل کامل ہے کہ اللہ پر ایمان اور بھروسہ رکھنے والے افراد حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتہ کو بھی اعتنا میں نہیں لاتے بلکہ وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتش نمرود میں جاتے ہوئے یہ دعا پڑھی تھی:

"یَا اَحَدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ ثُمَّ قَالَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ"(۳)

☆ آیت ۷۲ اور ۷۳ میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی تعریف بیان کی گئی ہے اور انہیں خدا کے عبادت گزار بندوں میں سے قرار دیا گیا ہے۔ ان انبیاء کے واقعات بعد میں بیان ہوں گے، انشاءاللہ۔

☆ آیت ۷۴ اور ۷۵ میں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں صالحین میں سے قرار دیا گیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات سورۂ ہود میں بیان کر چکے ہیں۔

☆ آیت ۷۶ اور ۷۷ میں اللہ کی جانب سے حضرت نوح علیہ السلام کو بڑی پریشانی سے نجات دینے اور ان کو جھٹلانے والوں کے مقابلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی مدد کرنے اور مخالفین کے غرق کرنے کا بیان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات سورۂ ہود میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

☆ آیت ۷۸ سے ۸۲ تک میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے بزرگ انبیاء میں سے تھے۔ انہیں اللہ نے ایک عظیم حکومت عطا کی۔ قرآن مجید میں کئی مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک طاقتور بادشاہ اور

۱۔ حضرت ابراہیم کے واقعات سورۂ ابراہیم میں ملاحظہ فرمائیے

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۳، ص ۳۰۳

۳۔ اصول کافی، ج ۸، ص ۳۶۸

نبی تھے۔ آپ نے اس وقت کے ظالم بادشاہ جالوت کو قتل کر دیا تھا اور اللہ نے آپ کو بادشاہی اور نبوت عطا کی۔ اللہ نے آپ پر زبور نازل کی۔ نہایت پرتاثیر آواز اور لہجہ عطا کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کریں۔

آپ علیہ السلام کی روحانی، اخلاقی اور عبادی طاقت کا یہ عالم تھا کہ رات کا ایک حصہ بیدار رہتے تھے اور پروردگار کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور سال بھر کے اکثر ایام روزے میں گزارتے تھے۔

حضرت داؤد نے اپنی زندگی کے معمولات کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔

۱۔ ایک حصہ لوگوں کے مسائل سننے اور ان کو حل کرنے کے لئے مختص کیا تھا۔

۲۔ ایک حصہ تسبیح وتقدیس پروردگار کے لئے مخصوص کیا تھا۔

۳۔ ایک حصہ جوانوں کی تعلیم وتربیت پر صرف کرتے تھے۔

۴۔ ایک حصہ میں اپنے شخصی امور اور ضروریات زندگی کی انجام دہی میں مصروف رہتے تھے[۱]۔

خداوند عالم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم نعمتیں عطا فرمائی جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

☆ آپ کو وسیع وعریض حکومت کے ساتھ نبوت الٰہی کے عظیم منصب پر فائز کیا۔

☆ آپ کو "خلیفہ فی الارض" کا لقب عطا فرمایا۔

☆ زبور: خداوند عالم نے زبور عطا فرمائی۔ زبور چار مشہور آسمانی کتابوں میں سے ہیں جو اللہ کی طرف سے اپنے انبیاء کو عطا کی گئی۔

☆ پہاڑوں کی تسخیر: خدا نے آپ کے لئے پہاڑ مسخر کر دیئے، اس طرح سے کہ صبح وشام وہ آپ کے ساتھ تسبیح خدا کرتے تھے۔

☆ چرند پرند کی تسبیح: نہ صرف پہاڑ بلکہ سب پرندے بھی آپ کے لئے مسخر کر دیئے تاکہ ہمیشہ آپ کے ہمراہ اللہ کی تسبیح کریں۔

یہ سب پرندے اور پہاڑ حکم داؤد کے مطیع تھے، ان کے ساتھ ہم آواز تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام جب بھی زبور کی تلاوت کرتے تھے تمام پرندے آپ کے ارد گرد جمع ہو کر تسبیح پروردگار کیا کرتے تھے۔

۱۔ دانشنامہ قرآن وقرآن پژوہی، ج ۱، ص ۱۰۳۴

☆ **لوہا نرم ہونا:** آپ کے ہاتھ پر خداوند عالم نے لوہا کو نرم کر دیا۔ آپ اس لوہے سے زرہیں تیار کرتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے نان و نفقہ کا انتظام کرتے تھے۔

قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی نعمتوں کے علاوہ کچھ واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ قتل جالوت کے علاوہ آپ کے دو مزید واقعات ملتے ہیں جو قضاوت اور عدالت سے متعلق ہیں۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گھر میں محو عبادت تھے اچانک آپ کے سامنے دو افراد نمودار ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ: یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک سے زیادہ نہیں، لیکن یہ اصرار کر رہا ہے کہ یہ ایک بھی مجھے دیدے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے فریق کی بات سنے بغیر شکایت کرنے والے سے کہا: اپنی بھیڑوں میں اضافہ کرنے کے لئے تیری بھیڑ کا تقاضا کر کے اس نے ظلم روا رکھا ہے لہٰذا اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ تیری ایک بھیڑ پر قبضہ کرے۔ یہ فیصلہ عدالت پر مبنی تھا لہٰذا وہ دونوں اس سے مطمئن ہوئے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام سوچنے لگے کہ میں نے جلد بازی میں فیصلہ دیا کیونکہ قضاوت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریق کے دلائل سنے جائیں پھر فیصلہ دیا جائے۔ آپ نے اپنی اس جلدی بازی پر اللہ سے معافی طلب کی اور خداوند عالم نے آپ کے اس ترک اولیٰ کو معاف فرمایا۔

دوسرا واقعہ جو اسی سورے میں بیان ہوا ہے یہ ہے کہ: حضرت داؤد کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہو۔ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے کی بکریاں گھس گئیں اور اس کی زراعت کو نقصان پہنچایا۔ حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا ہے، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیت والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور ان کے دودھ سے استفادہ کرے اور بکریوں والا کھیت کی آبپاشی اور ان کی دیکھ بھال کرے۔ جب کھیتوں کی زراعت پہلے جیسی ہو جائے تو بکریاں اس کے مالک کو لوٹا دی جائیں اور کھیت کے مالک کو اس کے کھیت اور زراعت دیدیئے جائیں، اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔

☆ آیت ۸۵ اور ۸۶ میں حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا بیان ہے[1]۔ حضرت

---

[1] حضرت ادریس کے واقعات سورۂ مریم میں بیان ہوئے ہیں جبکہ حضرت اسماعیل کے واقعات بعد میں مناسب مقام پر بیان ہوں گے انشاء اللہ

ذوالکفل علیہ السلام کے نبی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات میں صرف ان کے صالح اور صابر ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی عظمت کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ

☆ آیت ۸۷ اور ۸۸ میں حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ صاحبان ایمان کو خوشخبری دے رہا ہے کہ اگر وہ صدق دل سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں تو وہ انہیں عذاب سے اسی طرح نجات دے گا جیسے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی ہے۔ حضرت یونس کے تفصیلی واقعات سورۂ یونس میں بیان ہو چکے ہیں۔

☆ آیت ۸۹ اور ۹۰ میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام و یحییٰ علیہ السلام کے واقعات ہم سورۂ ہود میں بیان کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائے۔

یاجوج و ماجوج کا تذکرہ

☆ آیت ۹۶ میں یاجوج و ماجوج کے لئے راستے کھول دیئے جانے اور ان کے ہر بلندی سے نکلنے کا تذکرہ ہے۔ یہ دو وحشی خونخوار قبیلوں کے نام ہیں۔ یہ لوگ اپنے اردگرد رہنے والوں پر ظلم و ستم اور زیادتیاں کرتے تھے۔

عظیم مفسر علامہ طباطبائیؒ نے تفسیر المیزان میں لکھا ہے کہ توریت کی ساری باتوں سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج بڑے بڑے قبیلے تھے، یہ شمالی ایشیا کے دوردراز علاقے میں رہتے تھے، یہ جنگجو، غارت گر اور ڈاکو قسم کے لوگ تھے۔ بائبل کے مطابق یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی نسل میں سے تھے۔ علل الشرائع اور بحار الانوار میں بھی ان کو یافث کی نسل سے قرار دیا گیا ہے(۱)۔

تاریخ کے بہت سے حوالوں کے مطابق زمین کے شمال مشرق مغولستان کے اطراف میں گزشتہ زمانوں میں انسانوں کا گویا جوش مارتا ہوا چشمہ تھا، یہاں کے لوگوں کی آبادی بڑی تیزی سے پھلتی پھولتی تھی، آبادی زیادہ ہونے پر یہ لوگ مشرق کی سمت یا جنوب کی طرف چلے جاتے تھے اور ان علاقوں میں پھیل جاتے تھے اور پھر تدریجاً وہاں سکونت اختیار کر لیتے تھے، تاریخ کے مطابق سیلاب کی مانند ان قوموں کے اٹھنے کے مختلف دور گزرے ہیں۔ ان کی یلغار کی وجہ سے دوسری

۱۔ بحار الانوار، ج ۶، ص ۲۹۸

قوموں کو بہت زیادہ نقصانات اٹھانا پڑتے تھے جس کی وجہ سے حضرت ذوالقرنین نے آہنی دیوار کھڑی کر کے ان کا راستہ ہمیشہ کے لئے روک دیا۔ جب یہ دیوار تعمیر ہوگئی تو ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ جس نے یہ دیوار بنانے اور لوگوں کو آئے دن کی پریشانیوں سے نجات دلانے کی توفیق بخشی مگر ساتھ ہی لوگوں کو یہ بھی بتادیا کہ یہ دیوار اگرچہ بہت مضبوط اور مستحکم ہے مگر یہ لازوال نہیں جو چیز بھی بنی ہے بالآخر فنا ہونے والی ہے جب تک اللہ کو منظور ہے قائم رہے گی پھر اسے ایک دن کھولا جائے گا اور حالات یاجوج وماجوج کے لئے سازگار ہوں گے اور وہ ہر بلند مقام سے نکل پڑیں گے اور دنیا میں بہت زیادہ فساد برپا کریں گے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت دجال کا خروج اور یاجوج وماجوج کا خروج بھی ہے (۱)۔

غیر اللہ کی عبادت کا نتیجہ، جہنم کا ایندھن بن جانا

☆ آیت ۹۸ میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرنے والوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قریش کے کچھ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں تو اس آیت کے مطابق کیا اللہ کے یہ دونوں صالح بندے (عیسیٰ وعزیر) بھی جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے؟ ان کے اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور وہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی کو اپنی فتح سمجھ کر خوشی خوشی واپس چلے گئے ان کے جانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کاش! یہ لوگ اس آیت کے الفاظ پر غور کر لیتے آیت میں لفظ "ما تعبدون" ہے "مَن تعبدون" نہیں ہے اور "ما" کا لفظ انسان کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا لہٰذا اس آیت کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام جیسے اللہ کے صالح بندوں پر نہیں ہوسکتا (۲)"۔

زمین کے وارث، اللہ کے نیک بندے!

☆ آیت ۱۰۵ کے مطابق زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے اور یہ بات قرآن مجید سے پہلے زبور اور تورات میں بھی بیان کی جا چکی ہے۔ یعنی آسمانی کتابوں میں یہ خوشخبری درج ہے کہ جو لوگ خدا کی عبادت کریں اور نیک کردار بنیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ نیک اعمال کا اجر صرف آخرت میں ملے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسے نیک اور صالح افراد کو حکومت وسلطنت ملے گی۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۳۳۰

۲۔ ترجمہ قرآن کریم، ابو منصور، ص ۶۶۱

تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ ''وہ نیک بندے مہدی آخر الزمان کے اصحاب ہیں (۱)۔''
صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں کہ ''اس مطلب پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو فریقین (شیعہ، سنی) نے اس طرح روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا کی عمر کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا اس دن کو اتنا طویل کردے گا کہ میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی (۲)۔''

نبی کا رحمت للعالمین ہونا مومنین کیلئے خوشخبری

☆ آیت ۱۰۷ میں خداوند عالم نے اپنے آخری نبی کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کرنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ اللہ کے یہ آخری رسول صرف مسلمانوں کے نبی یا ان کے لئے رحمت نہیں ہیں بلکہ یہ اولین وآخرین تمام کائنات کے لئے مجسمہ رحمت ہیں۔

اس سے قبل ایمان والوں کو بشارت دی جا چکی ہے کہ بالآخر روئے زمین پر ان ہی کو حکومت واقتدار حاصل ہوگا۔ اب اس آیت میں اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی عالمی نبوت ورسالت کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، عالم بشریت، عالم حیوان، عالم وحوش وطیور (جنگلی جانور اور پرندے)، عالم نباتات وجمادات، اہل زمین، اہل آسمان، اہل دنیا اور اہل آخرت، مختصر یہ کہ جہاں جہاں بھی کسی وجود وموجود کا تصور ہے ہر جگہ اور ہر ایک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔

ظاہر ہے نبوت ورسالت کے ذریعے صحیح اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے البتہ ممکن ہے باطنی حکومت واقتدار سے قطع نظر، ظاہری حکومت واقتدار مرسل اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے بعد ایک دائرے میں محدود ہو مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس میں وسعت پیدا ہوگی اور ظاہری شکل میں بھی ایک دن آپ کے حقیقی جانشین کی حکومت اور اقتدار عالمی سطح پر ضرور قائم ہوگا اور پورا عالم پرچم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ جمع نظر آئے گا کیونکہ آپ کی ذات تمام عالمین کے لئے رحمت ہے، آپ کا دین وآئین الٰہی دین وآئین ہے اور اللہ کی خدائی کی طرح آپ کی نبوت بھی عام ہے اور تمام دنیاؤں کے لئے رحمت ہے۔ اس کے مقابل دوسرے ادیان، مکاتب فکر ومذاہب، طور طریقے سب مختلف

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، فرمان علی نجفی، ص ۵۹۳

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۱۰

معاشروں کے بڑوں کی ذاتی یا قومی خواہشوں، فائدوں اور مصلحتوں پر استوار ہیں جبکہ خدا کا دین اور خدا کے نمائندے، ملت اسلامیہ کے صالحین و متقین پوری مخلوقات کی خدمت اور عدل و انصاف کی برقراری کے درپے ہیں، یہاں تک کہ اس حکومت میں کفار و مشرکین بھی مکمل امن و آشتی کی زندگی گزار سکتے ہیں، ان پر بھی کسی طرح کا ظلم و ستم نہیں ہوگا صرف شرط یہ ہے کہ وہ توحیدی معاشرے میں امن درہم برہم کرنے کا سبب نہ بنیں۔ عالمین کے لئے رحمت ہونا خود عالمی رسالت کا تقاضا ہے۔ پوری دنیا کے لئے رحمت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ مرسل اعظم (ع) وہ دین لے کر آئے ہیں جس میں تمام عالمین کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت و نجات پائی جاتی ہے جس کا واضح ترین ثبوت، وہ تغییرات و تبدیلیاں ہیں جو بعثت سے قبل دور جاہلیت کے انسانی معاشروں اور بعثت کے بعد کے دیندار انسانی معاشروں میں رونما ہوئی ہیں۔

آیت سے معلوم ہوا قرآن حکیم اور اس سے پہلے کی دوسری آسمانی کتابوں میں بھی دنیا کے مستقبل کی پیش گوئی کردی گئی ہے کہ زمین پر آخر میں اللہ کے مومن و صالح بندوں کی حکومت اور اقتدار حتمی اور یقینی ہے اور صالحین ہی زمین کے وارث ہوں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمتِ مجسم سب کیلئے!

آیت ۱۰۸ میں خداوند عالم اپنے حبیب سے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے فرما رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے لئے مجسمۂ رحمت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول اور ہر عمل اللہ کی جانب سے اور خواہشات نفسانی سے پاک و منزہ ہے۔ اس بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بتا دیجئے کہ مجھ پر وحی آتی رہتی ہے اور میں خدا کے ساتھ رابطے میں رہتا ہوں اور وحی کے مطابق ہی دعوت توحید دیتا ہوں کہ عالمین کا خدا ایک ہی ہے جو یکتا و یگانہ ہے، خدائے واحد کو مانو، بتوں کی پرستش اور جاہلانہ خرافات اور ظالموں اور ستمگروں کے تسلط اور قید سے آزاد ہو جاؤ۔ دینِ توحید کے تمام اعتقادی، اخلاقی اور عملی اصول و معارف جس طرح وحیِ الٰہی پر مبنی ہیں اسی طرح تمام فروعات بھی وحیِ الٰہی پر استوار ہیں۔ میں اپنی جانب سے کچھ بھی نہ کہتا ہوں اور نہ کرتا ہوں، کیا اب بھی خدا کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

☆ آیت ۱۱۲ میں خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کو بیان فرمایا ہے جو انہوں نے طلب کی تھی۔ اس سورے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین اور دنیا میں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور آپ نے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیا ہے۔ جب ہر قسم کے دلائل پیش کرنے کے بعد بھی لوگ نہ سمجھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اللہ سے دعا کی، اسی دعا پر یہ سورہ ختم ہوتی ہے، وہ دعا یہ ہے: ''میرے پروردگار! تو ہی حق کا فیصلہ فرما اور تم جو باتیں بناتے ہو اس کے مقابلہ میں ہمارے مہربان رب سے ہی مدد مانگی جاتی ہے'' اس دعا کے پہلے جملہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر اپنے اور ان کفار و مشرکین کے درمیان حق کا فیصلہ دینے کی درخواست کرتے ہیں اور دوسرے جملے میں لوگوں کی طرف رخ کرتے ہیں اور اللہ کی رحمانیت کے حوالے سے بات کرتے ہیں (۱)۔

فضائل و خصوصیات:

پیغمبروں کے ساتھ مصافحہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْأَنْبِيَاءِ حَاسَبَهُ اللهُ حِسَاباً يَسِيراً وَ صَافَحَهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ كُلُّ نَبِيٍّ ذُكِرَ اسْمُهُ فِي الْقُرْآنِ (۲)

جو شخص سورۂ انبیاء کی تلاوت کرے گا خدا اس کا حساب آسان کرے گا اور جس جس پیغمبر کا نام قرآن مجید میں آیا ہے وہ سب اس سے مصافحہ کریں گے اور اسے سلام کریں گے۔

انبیاء کا ہم نشین: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْأَنْبِيَاءِ حُبّاً لَهَا كَانَ مِمَّنْ رَافَقَ النَّبِيِّينَ أَجْمَعِينَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ وَ كَانَ مَهِيباً فِي أَعْيُنِ النَّاسِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۳)

جو شخص سورۂ انبیاء علیہم السلام کی چاہت رکھتے ہوئے تلاوت کرے گا وہ اس شخص کے مانند ہوگا جو جنت میں انبیاء علیہم السلام کا ہم نشین ہوگا اور دنیا میں لوگوں کی نظروں میں رعب و دبدبے والا ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۴۴۳

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۵

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۲

سورۂ حج کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حج

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حج	17	22	103	مدینہ منورہ	78	10	5314	1282

☆ سورۂ حج موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا بائیسواں (۲۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سوتین واں (۱۰۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی آیت ۲۷ سے ۳۷ تک میں حج کا تذکرہ ہے اور حج کے اہم مسائل اور شرائط کو بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے اسے ''سورۂ حج'' کہا گیا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کا منظر	۲۔ قیامت کے دن دوبارہ زندگی
۳۔ مختلف مذاہب وادیان کا تذکرہ	۴۔ ہر شے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہے
۵۔ دو گروہوں کا ذکر	۶۔ جنت کی بعض نعمتوں کا بیان
۷۔ حج کے بعض مسائل	۸۔ حج کا طریقہ
۹۔ پورے حج کا مختصر خاکہ	۱۰۔ عمرہ تمتع
۱۱۔ حج تمتع	۱۲۔ فضول باتوں سے پرہیز کا عام حکم
۱۳۔ سر تسلیم خم کرنے والوں کی شرائط	۱۴۔ مومنین کو دفاع کا حکم
۱۵۔ مشرکین کو دعوت فکر	۱۶۔ پروردگار عالم کی ناقدری کرنے والوں کا بیان
۱۷۔ دنیا میں نیک اعمال، قیامت میں کامیابی کا نسخہ	۱۸۔ مومنین کی ایک جماعت سے خطاب
۱۹۔ فضائل وخصوصیات	

۱۔ تسکین روح، ص ۱۶۱

اہم نکات:

قیامت کا منظر

☆ آیت ۱، ۲ کے مطابق قیامت کا منظر ایسا ہولناک ہوگا کہ وہ ماں جو اپنے بچے کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہے قیامت کے ہولناک منظر کی وجہ سے اپنے اس بچے سے بھی غافل ہو جائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہوگی اور شدت زلزلہ و قیامت کے خوف سے حاملہ عورت کا حمل ضائع ہو جائے گا۔

قیامت کے دن دوبارہ زندگی

☆ آیت ۵ میں ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن تصور کرتے ہیں، ان سے کہا گیا ہے کہ جو ذات تمہیں پہلی بار مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہی تمہیں اس مٹی سے دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ اس نے جب پہلی بار تمہیں (منکرین قیامت کو) پیدا کیا تھا تو اس میں منتشر عناصر کو ایک جگہ جمع کیا تھا۔ چنانچہ مٹی کے عناصر کرہ ارض کے مختلف گوشہ و کنار سے سمٹ کر انسان کی غذا بن گئے۔ گوشت کسی علاقہ سے، پھل کسی دوسرے علاقہ سے، پانی پہاڑ کی چوٹیوں سے، غرض یہ بکھرے ہوئے عناصر سمٹ کر انسان کر انسانی تخلیق کے لئے مواد فراہم ہوا۔ جس ذات نے یہ سب کچھ فراہم کیا وہی ذات ان عناصر کو دوبارہ جمع کر کے اسے زندگی بخشنے کی قدرت رکھتی ہے۔

اس آیت میں دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن تصور کرنے والے لوگوں کو سمجھانے کے لئے خداوند عالم نے ایک مثال بھی بیان کر دی ہے کہ مردہ زمین پر پانی پڑنے سے وہ متحرک ہو جاتی ہے، پھر اس کے اندر نباتی حیات کا منظر تم روز مشاہدہ کرتے ہو پھر بھی تمہیں اس بات میں شک ہے کہ اللہ مردے کو کس طرح دوبارہ زندہ کرے گا؟

اس آیت میں تخلیق انسان کے سات مراحل بیان ہوئے ہیں:

<u>۱۔ مٹی۔ ۲۔ منی۔ ۳۔ خون کا لوتھڑا۔ ۴۔ گوشت۔ ۵۔ بچہ۔ ۶۔ جوان۔ ۷۔ بوڑھا</u>

مختلف مذاہب و ادیان کا تذکرہ

☆ آیت ۱۷ میں دنیا کے اندر موجود مختلف ملتوں اور مذاہب کا تذکرہ ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروکار اپنے مذہب کو حق اور دوسروں کے مذہب کو باطل سمجھتے ہیں اور ہر ایک اپنے مذہب کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ صرف اسی کا مذہب حق پر ہے اور قیامت کے دن وہی نجات پانے والا ہے۔ آیت میں جن ملتوں اور مذاہب کا ذکر ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اہل ایمان: یہاں ایمان والوں سے مراد مسلمان ہیں۔

۲۔ یہود: یہود وہ لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع ہیں اور ان کی کتاب توریت ہے۔

۳۔ نصاریٰ: نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے اور ان کی کتاب انجیل ہے۔

۴۔ صابئین (ستارہ پرست): ان کا مذہب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ سب سے پہلی کتاب حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام، پھر سام، پھر رام، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی[1]۔

۵۔ مجوس: مجوس یعنی زرتشت کے ماننے والے۔ ان کی مقدس کتاب "اوستا" ہے اسے کبھی ژند اوستا یا زند اوستا بھی کہا جاتا ہے۔۔ یہ لوگ آگ کو بہت ہی مقدس سمجھتے ہیں ان کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ روشنی اور تاریکی کے لئے الگ الگ خدا کے قائل ہیں۔

۶۔ مشرک: مشرک سے مراد غیر اہل کتاب مشرک ہیں، اگرچہ بعض اہل کتاب بھی شرک میں ملوث ہیں جیسے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں۔

ان تمام اقوام اور مذاہب کے درمیان دنیا میں اختلاف موجود ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ یہ فیصلہ دنیا میں نہیں ہو پائے گا لہٰذا قیامت کے دن ان سب کا فیصلہ ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا۔

ہر شے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہے

☆ آیت ۱۸ میں تمام مخلوقات (چاہے انسان ہو، جمادات میں سے ہو یا نباتات میں سے) کا اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی کائنات کی تمام موجودات اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ آیت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سجدہ گزار قافلہ میں انسان بہت ہی پیچھے ہے کیونکہ آیت میں خداوند عالم نے بعض انسانوں کے لئے حتمی اور یقینی طور پر عذاب کو بیان کیا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ وہ انسان جس کی خاطر یہ تمام مخلوقات خلق کی گئی ہیں اور جسے اشرف المخلوقات کا شرف بخشا گیا ہے وہی اس خالق کی عبادت و بندگی میں کوتاہی کا مرتکب قرار پائے اور دنیا کے چند روزہ مفادات کو مدنظر رکھ کر آخرت کے ابدی مفادات کو بھول جائے ایسے لوگوں کو خداوند عالم کی بارگاہ سے ذلیل و خوار ہوں گے اور جسے اللہ خوار کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں ہے۔

---

[1] ۔ صابئین کے بارے میں تفصیلات کے لئے "آراء و عقائد بشری" یا عقائد کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع کیجئے

اس آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا مستحب ہے اور یہ قرآن مجید کا چھٹا مستحب سجدہ ہے۔

دو گروہوں کا ذکر

☆ آیت ۱۹ سے ۲۲ تک میں ان دو گروہوں کا ذکر ہے جنہوں نے اللہ کے بارے میں اختلاف کیا اور ان میں سے وہ گروہ جو خدا کا انکار کرتا ہے وہ شدید عذاب کا مستحق ہوگا۔

آیات کے مطابق وہ لوگ جو خدا کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائیں گے جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

- ان کا لباس آگ کا بنا ہوا ہوگا۔
- کھولتا ہوا گرم پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا جس سے ان کا پیٹ اور جسم گھل جائے گا۔
- لوہے کے ہتھوڑوں سے انہیں مارا جائے گا۔
- آگ میں جلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔

جنت کی بعض نعمتوں کا بیان

☆ آیت ۲۳ اور ۲۴ میں اہل ایمان کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کے مطابق مومنین کو جنت میں بہترین نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ ان نعمتوں میں سے بعض نعمتیں مندرجہ ذیل ہیں:

- ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔
- سونے کے کنگن اور موتیوں سے اس جنت کی آرائش کی گئی ہوگی۔
- جنتیوں کا لباس ریشم کا بنا ہوا ہوگا۔
- اہل جنت پاک و پاکیزہ کردار و گفتار کے مالک ہوں گے۔

حج کے بعض مسائل

☆ آیت ۲۵ سے ۳۷ تک میں خداوند عالم نے حج سے متعلق کچھ مسائل بیان کئے ہیں۔ ذیل میں ہم "حج" کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

"حج" اسلام کا ایک اہم رکن، ایک عظیم الشان عبادت اور اہم ترین فریضہ ہے اور ہر اس آدمی پر واجب ہے جس میں استطاعت ہو۔ اس میں کوئی فرق نہیں چاہے مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا۔ اگر واجب ہونے کے بعد حج نہ کیا

جائے تو روایات کے مطابق جب وہ مرے گا تو یہودی کی موت مرے گا یا عیسائی کی اور قیامت کے دن بھی وہ یہودی اور عیسائی کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔ جب کہ دوسری طرف حج کرنے والے کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ اتنا پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے جتنا اس دن تھا جب وہ پیدا ہوا تھا۔

نوٹ: واضح رہے کہ پورے حج میں زبان سے پڑھی جانے والی صرف دو چیزیں واجب ہیں اور باقی حج کے کسی عمل کے دوران پڑھنے کی کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ وہ دو چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱: تلبیہ ۲: طواف کی نماز

پس جس شخص میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جاتی ہوں اس پر حج واجب ہے۔

۱: بالغ ہو۔

۲: عاقل ہو۔

۳: آزاد ہو۔

۴: اتنا وقت ہو کہ مکہ جا کر تمام اعمالِ حج بجالا سکے۔

۵: آنے جانے کے لیے سواری اور سفر کے اخراجات (مثلاً مکہ میں قیام و طعام اور قربانی) موجود ہوں۔

۶: جن لوگوں کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے انہیں اپنی واپسی تک کے اخراجات دینے کے پیسے ہوں۔

۷: راستہ محفوظ ہو یعنی راستہ میں جان، مال اور عزت کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

۸: صحت کے اعتبار سے سفر کے قابل ہو یعنی ایسا مرض یا کمزوری نہ ہو کہ راستے کی مشکلات برداشت نہ کر سکے۔

۹: حج سے واپسی پر اپنے اور گھر والوں کے لیے روزگار کا بندوبست رکھتا ہو۔

اس واجب حج کو حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ مگر دو قسمیں جن کو حج افراد و حج قران کہا جاتا ہے فقط ان لوگوں پر واجب ہیں جو مکہ کے اردگرد ۹۰ کلومیٹر (تقریباً ۵۲ میل) کے اندر رہتے ہیں۔ اس لیے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ مکہ سے ۹۰ کلومیٹر سے زیادہ فاصلے پر رہنے والے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں پر حج کی تیسری قسم واجب ہے جسے حج تمتع کہا جاتا ہے اور اسی کا طریقہ بیان کیا جائے گا۔ ہندوستان، پاکستان، ایران، افریقہ، یورپ اور امریکہ اور دوسرے ممالک سے جانے والے صاحبانِ ایمان پر ''حج تمتع'' واجب ہے۔

حج کا طریقہ

حج تمتع دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں حصے مل کر ایک پورا حج قرار پاتے ہیں اور واجب فریضہ ادا ہوتا ہے۔ اِس کے پہلے حصّہ میں ایک عمرہ ادا کرنا ہوتا ہے جس کو عمرہ تمتع کہا جاتا ہے اور پھر دوسرے حصے میں حج ہوتا ہے جسے حج تمتع کہا جاتا ہے۔ جب یہ دونوں حصے انجام دیدیئے جائیں تو حج مکمل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ اس کے پہلے حصے میں جو عمرہ ہے یہ اس عمرہ سے بالکل الگ ہے جسے عام طور پر سال کے عام دنوں میں لوگ مکہ جا کر انجام دیتے ہیں۔ عام دنوں میں انجام دیا جانے والا بھی عمرہ کہلاتا ہے مگر یہ عمرہ مفردہ ہے جب کہ حج میں جو عمرہ پہلے انجام دیا جاتا ہے اسے عمرہ تمتع کہا جاتا ہے اور وہ کوئی علیحدہ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ حج ہی کا ایک حصہ ہے۔

پورے حج کا مختصر خاکہ

عمرہ تمتع

۱: میقات سے احرام باندھیں۔

۲: مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کریں۔

۳: طواف کے بعد مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت نمازِ طواف پڑھیں۔

۴: پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی بجالائیں۔

۵: سعی کے بعد تقصیر کر کے احرام کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جائیں۔

اس کے بعد مکہ معظمہ ہی میں رہیں، کہیں نہ جائیں۔

حج تمتع

۱: احتیاطاً ۸ رذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھیں اور حج کے لئے روانہ ہو جائیں۔

۲: ۹ رذی الحجہ کو ظہر کے وقت سے مغرب کی اذان تک عرفات میں وقوف کریں۔

۳: شب ۱۰ رذی الحجہ کو مزدلفہ میں ٹھہریں اور اذانِ صبح کے وقت وقوف کی نیت کریں۔

۴: ۱۰ رذی الحجہ کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ میں پہلے بڑے شیطان کو سات (۷) کنکر ماریں۔

۵: کنکر مارنے کے بعد قربانی کریں۔

۶: پھر سر منڈوائیں یا تقصیر (یعنی پورے سر کو منڈوانے کے بجائے بالوں کے کچھ حصے کو کٹوانا) کریں اور احرام کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جائیں۔ یاد رہے کہ پہلی مرتبہ حج کا فریضہ انجام دینے والے کے لئے پورے سر کو

منڈوانا ضروری ہے۔

۷: مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کریں۔

۸: طواف کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت نمازِ طواف پڑھیں۔

۹: پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں (یہ واحد سعی ہے جو احرام کے بغیر ہوگی)۔

۱۰: اس کے بعد طواف النساء کریں۔

۱۱: اور طواف النساء کی دو رکعت نماز ادا کریں۔

۱۲: شب ۱۱ر اور شب ۱۲ر ذی الحجہ کو منیٰ میں ہی رات گزاریں۔

۱۳: ۱۱ر ذی الحجہ اور ۱۲ر ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد پہلے چھوٹے شیطان کو، پھر درمیانے شیطان کو اور آخر میں بڑے شیطان کو ۷۔۷ کنکر ماریں۔

۱۴: ۱۲ر ذی الحجہ کو ظہر کی اذان ہونے کے بعد منیٰ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو جائیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا فہرست میں ہم نے صرف واجبات کا تذکرہ کیا ہے۔ دونوں حصے ملا کر ۱۹ واجبات ہوتے ہیں۔ تفصیلی مطالعے کے لئے مناسک حج سے متعلق علما کی کتب اور مجتہدین کے رسالہ عملیہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

''حالتِ احرام'' میں انسان پر شریعت کی جانب سے بہت سی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں کیونکہ اب وہ اللہ کے خاص گھر کی طرف روانہ ہو رہا ہے اور اُس عظیم ذاتِ کردگار کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرنے والا ہے جس کے حضور ساری کائنات سرنگوں ہے۔

لہٰذا اُسے اب ایسی بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا ہوگا جن سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ان چیزوں کو ''احرام کے مُحرّمات'' کہا جاتا ہے یعنی وہ چیزیں جو احرام باندھنے کے بعد خاص طور سے حرام ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ویسے بھی حرام ہیں لیکن احرام کی وجہ سے ان کی تاکید بڑھ جاتی ہے اور ان میں ۲۱ چیزیں مرد و عورت دونوں پر حرام ہیں۔ چار چیزیں صرف مردوں پر حرام ہیں اور ایک چیز صرف عورت پر حرام ہے۔ وہ ۲۱ چیزیں جو احرام کی حالت میں مرد و عورت دونوں پر حرام ہیں درج ذیل ہیں:

(۱) خشکی کے جانور کا شکار کرنا (۲) اسلحہ ساتھ رکھنا (۳) عورتوں کے ساتھ ہم بستری کرنا (۴) عورتوں کے ساتھ بوس و کنار کرنا (۵) عورتوں کے جسم کو لذت کے ارادہ سے مس کرنا (۶) اجنبی عورت پر شہوت سے نگاہ کرنا (۷) استمنا کرنا

(یعنی خود کسی طریقے سے منی نکالنا) (۸) نکاح کرنا یا پڑھنا (۹) خوشبو استعمال کرنا (۱۰) سُرمہ لگانا (۱۱) آئینہ دیکھنا (۱۲) تیل ملنا (۱۳) بدن سے بال اکھاڑنا (۱۴) ناخن کاٹنا (۱۵) جسم سے خون نکالنا (۱۶) کسی چیز کو زینت کے ارادہ سے استعمال کرنا خواہ وہ گھڑی یا انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو (۱۷) جسم پر پائے جانے والے کیڑے یا جوں وغیرہ کو مارنا (۱۸) جھوٹ بولنا اور گالیاں دینا وغیرہ (۱۹) جدال۔ یعنی واللہ باللہ یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ سے قسم کھانا (۲۰) دانت اکھاڑنا (۲۱) حرم سے گھاس وغیرہ اکھاڑنا۔

وہ چار چیزیں جو حالت احرام میں صرف مرد پر حرام ہیں جبکہ عورت کے لئے جائز ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سر چھپانا۔ ۲۔ چھت والی سواری میں سفر کرنا۔ ۳۔ ایسی چیز پہننا جو پیروں کے اوپر کے حصے کو مکمل چھپالے مثلاً جراب، موزہ وغیرہ۔ ۴۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔

اسی طرح ایک چیز ایسی ہے جو حالت احرام میں صرف عورت پر حرام ہے مرد کے لیے جائز ہے وہ ہے اپنے چہرے کو کپڑے سے چھپانا۔

نوٹ:

الف: یہ تمام چیزیں حالت احرام میں حرام ہیں ان میں سے کچھ کے انجام دینے سے گناہ اور کفارہ دونوں واجب ہوجاتے ہیں اور کچھ کے انجام دینے سے کفارہ تو واجب نہیں ہوتا ہے البتہ صرف گناہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے استغفار واجب ہے۔

ب: تقصیر کے بعد احرام اتار دیا جائے اور وہ تمام چیزیں جو احرام کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں پھر سے حلال ہوجاتی ہیں البتہ چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ جب تک حج مکمل نہ ہوجائے سر منڈوانا جائز نہیں ہے۔

۲۔ حج کا احرام پہننے تک بغیر ضرورت کے مکہ سے باہر نہ جائیں، یہاں تک کہ جدہ یا عرفات و منیٰ کی زیارت کے لیے بھی نہ جائیں۔

۳۔ حج مکمل ہونے تک کوئی عمرہ مفردہ نہیں کرسکتے۔

فضول باتوں سے پرہیز کا عام حکم

☆ آیت ۳۰ میں خداوند عالم حکم دے رہا ہے کہ لغو اور فضول باتوں سے اجتناب کرو۔ ابو بصیر فرماتے ہیں کہ

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد گانا ہے[1]۔

☆ آیت ۳۴ کے مطابق خداوند عالم نے قربانی کا حکم صرف امت مسلمہ کو نہیں دیا بلکہ اس سے پہلے کی تمام امتوں کو بھی قربانی کا حکم دیا ہے کیونکہ تمام کائنات کا معبود ایک ہی ہے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا سب پر لازم ہے۔ آیت میں قربانی کا حکم دینے کے بعد خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے قربانی کرنے والوں کو خوشخبری سنا رہے ہیں۔

سر تسلیم خم کرنے والوں کی شرائط

☆ آیت ۳۵ کے مطابق اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے وہ لوگ ہیں جن میں چار صفات موجود ہوں:

۱۔ آیات الٰہی کی تلاوت کی جائے تو ان کے دل خوف خدا سے کانپنے لگیں۔

۲۔ مصیبتوں پر صبر کرنے والے۔

۳۔ نماز قائم کرنے والے۔

۴۔ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے والے۔

مومنین کو دفاع کا حکم

☆ آیت ۳۸ اور ۳۹ میں اللہ تعالیٰ مومنین کو اپنا دفاع کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس آیت اور اس طرح کی دوسری آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگیں صرف دفاعی حیثیت کی تھیں۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ جہاد کی اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جن پر جنگ مسلط کی گئی ہو، جو مظلوم واقع ہوئے ہوں اور جو لوگ اللہ کو رب ماننے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ پہلی آیت ہے جس میں قتال (جہاد) کا حکم بیان ہوا ہے۔

اس کے علاوہ جن لوگوں پر ظلم کیا گیا ہے انہیں اجازت دی گئی ہیں کہ وہ اپنے اوپر کئے گئے ظلم کا بدلہ ظالم سے لیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد قائم آل محمد علیہ السلام ہیں جو انتقام خون حسین علیہ السلام کے لئے قیام کریں گے[2]۔

---

[1]۔ اصول کافی، ج ۶، باب الغنا، حدیث ۱

[2]۔ تاویل الآیات الظاہرۃ فی فضائل العترۃ الطاہرۃ، ج ۱، ص ۳۳۸، ۳۳۹، سید شرف الدین علی الحسینی، مدرسہ امام مہدی، قم ایران، ۱۳۶۶ ہجری

مشرکین کو دعوت فکر

☆ آیت ۷۳ میں خداوند عالم ایک مثال کے ذریعے مشرکین کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ تم جن کو اپنا معبود سمجھتے ہو وہ اس بات پر بھی قادر نہیں ہیں کہ ایک مکھی بنا سکیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو تمہارے یہ معبود اس کو واپس لانے کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ پس اے انسان! جس سے تم مدد طلب کر رہے ہو اس کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اللہ کی کمزور ترین مخلوق مکھی کے سامنے بھی وہ بے بس ہے۔

پروردگار عالم کی ناقدری کرنے والوں کا بیان

☆ آیت ۷۴ میں اللہ کی ناقدری کرنے والوں کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ناقدری یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں ایک مخلوق کو اپنا رب تسلیم کر لیا جائے اور اس سے امیدیں وابستہ کر لی جائیں۔

دنیا میں نیک اعمال، قیامت میں کامیابی کا نسخہ

☆ آیت ۷۷ میں قیامت کے دن کامیابی حاصل کرنے کے لئے رکوع کرنے، سجدہ کرنے، عبادت خداوندی انجام دینے اور نیک اعمال انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔ یہ سجدہ قرآن مجید کا ساتواں مستحب سجدہ ہے۔

مومنین کی ایک جماعت سے خطاب

☆ آیت ۷۸ میں اللہ اہل ایمان کی ایک جماعت سے مخاطب ہے کہ اس نے انہیں چند باتوں سے نوازا ہے:

- ان کو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔
- ان کو آسان شریعت عطا فرمائی ہے جس میں کوئی دشواری اور مشکل نہیں ہے۔ خداوند عالم نے غیر معمولی مشقت پر مشتمل کوئی حکم شریعت میں نہیں رکھا ہے جیسے اگر وضو کے لئے پانی کے استعمال کرنے میں انسان کو ضرر پہنچتا ہو تو وضو کا حکم نہیں ہے بلکہ وہاں پر تیمم کرنا چاہیے۔ امت محمدی سے غیر معمولی مشقت کو ہٹا لینا خداوند عالم کا ایک عظیم احسان اور رحمت ہے۔
- ان کو اور دیگر تمام انبیاء کے پیروکاروں کو اللہ نے اسلام جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا اور وہ مسلم کہلائے۔

فضائل وخصوصیات:

حج وعمرہ کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْحَجِّ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَحَجَّةٍ حَجَّهَا وَ عُمْرَةٍ اِعْتَمَرَهَا بِعَدَدِ مَنْ حَجَّ وَاعْتَمَرَ فِيْمَا مَضٰى وَ فِيْمَا بَقِيَ[1]

جو شخص سورۂ حج کی تلاوت کرے گا خدا اسے حج اور عمرہ کا ثواب عطا فرمائے گا اور ان تمام لوگوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کرے گا جو حج اور عمرہ ادا کر چکے ہیں یا ادا کریں گے۔

اسی سال حج کی سعادت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْحَجِّ فِيْ كُلِّ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لَمْ تَخْرُجْ سَنَتُهُ حَتّٰى يَخْرُجَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ وَاِنْ مَاتَ فِيْ سَفَرِهٖ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ فَاِنْ كَانَ مُخَالِفًا قَالَ يُخَفَّفُ عَنْهُ بَعْضُ مَا هُوَ فِيْهِ[2]

جو شخص ہر تین دن میں ایک مرتبہ سورۂ حج کی تلاوت کرے گا وہ ایک سال گزرنے سے پہلے حج پر جائے گا اور اگر سفر حج میں مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ اگر ہمارے مخالفوں میں سے ہو تو پھر؟ حضرت نے فرمایا اس کا کچھ عذاب کم ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆
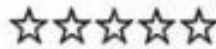
۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۵

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۲

سورۂ مومنون کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مومنون

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مومنون	18	23	74	مکہ مکرمہ	118	06	4486	1055

☆ سورۂ مومنون موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تیئیسواں (۲۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چوہترواں (۷۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس سورے میں بہت سے موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم بعض اہم موضوعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

اسمائے سورہ:

پہلی گیارہ آیتوں میں مومنین کے اوصاف کے تذکرہ کی وجہ سے اسے ''سورۂ مومنون'' کا نام دیا گیا ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے دن نجات پانے والے	۲۔ خلقت انسان کے مراحل
۳۔ قرآنی پیش گوئی	۴۔ جانوروں کے فوائد
۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعض واقعات	۶۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بعض واقعات
۷۔ پاکیزہ اور حلال رزق کھانے کا حکم	۸۔ تمام انسان امت واحدہ ہیں
۹۔ نیکیوں میں سبقت کرنے والوں کی صفات	۱۰۔ قوت برداشت کے مطابق بوجھ...!
۱۱۔ کافروں کی خصوصیات	۱۲۔ حق کو ناپسند کرنے کی وجہ
۱۳۔ کائنات کا نظام پروردگار کی خواہش کا تابع ہوتا ہے	۱۴۔ مشرکین کی ہٹ دھرمی
۱۵۔ انسانی وجود اللہ کی عطا	۱۶۔ قیامت
۱۷۔ اخلاق سے پیش آنے کا حکم	۱۸۔ برزخ
۱۹۔ صور کا پھونکا جانا	۲۰۔ کیا انسان کو بے مقصد پیدا کیا گیا ہے؟
۲۱۔ کافروں کے لئے نجات کا ممکن نہ ہونا	۲۲۔ فضائل و خصوصیات

۱۔ تسکین روح، ص ۱۹۶

اہم نکات:

☆ اہم نکتہ: بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ولادت کے بعد اس سورے کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی تھی (۱)۔ یہ روایت بعض احادیث کی کتابوں میں آئی ہے لیکن اس میں نہیں کہا گیا ہے کہ امام علی علیہ السلام نے یہ بات کی ہو کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے لئے تورات اور انجیل سے پڑھوں؟ بلکہ انہوں نے سلام کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورۂ مومنون کی چند آیتوں کی تلاوت فرمائی تھی۔

محمد ابن محمود قزوینی شافعی نے لکھا ہے کہ "جب حضرت علی علیہ السلام پیدا ہوئے اور، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھنے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ علیہ السلام مسکرائے اور عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پڑھنا شروع کیا حالانکہ اس وقت قرآن مجید نازل ہونا شروع نہیں ہوا تھا اور سورۂ مومنون کو شروع سے "خالدون" تک پڑھا۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی علیہ السلام! تمہاری وجہ سے ان تمام مومنوں نے ہدایت اور نجات پائی ہے (۲)۔

قیامت کے دن نجات پانے والے

☆ آیت ایک سے ۱۱ تک میں قیامت کے دن فلاح و نجات پانے والے افراد کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ جن افراد میں یہ اوصاف پائے جائیں گے وہ جنت الفردوس کے مالک اور وارث ہوں گے، وہ اوصاف یہ ہیں:

۱۔ ایمان: ایمان یقین حاصل کرنے کا نام ہے اگر صرف اقرار ہو تو اسے اسلام کہا جاتا ہے۔

۲۔ نماز میں خشوع و خضوع کو برقرار رکھنے والے: واضح رہے کہ نماز خشوع قلب کے ساتھ قبول ہوگی اور انسان نماز کی قبولیت پر ثواب کا مستحق قرار پائے گا، اگر نماز قبول نہ ہو تو ثواب نہیں ملے گا۔

۳۔ لغو اور فضول گفتگو سے پرہیز کرنے والے: لغو اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہو اور نہ آخرت میں۔

۴۔ زکوۃ ادا کرنے والے۔

۵۔ پاکدامنی اور عفت کی حفاظت کرنے والے۔

۶۔ امانتوں کی ادائیگی اور معاہدوں کی پاسداری کرنے والے: یہ دونوں چیزیں اسلام کے نزدیک انسانی حقوق میں

۱۔ امالی شیخ طوسی، ص ۷۰۶ اور ۷۰۷

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۶۱۳

شامل ہیں۔ فریق مقابل چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلمان، امانت کی ادائیگی اور معاہدہ کی پاسداری بہت ہی ضروری ہے۔

۷۔ نمازوں کی حفاظت: یعنی نماز کے اوقات اور اس کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

خلقت انسان کے مراحل

☆ آیت ۱۲ سے ۱۶ تک میں خلقت انسان کے نو مراحل بیان ہوئے ہیں:

۱۔ مٹی۔

۲۔ منی۔

۳۔ جما ہوا خون۔

۴۔ لوتھڑا۔

۵۔ ہڈی۔

۶۔ گوشت کا لباس۔

۷۔ انسانی شکل و صورت۔

۸۔ موت۔

۹۔ دوبارہ زندگی

قرآنی پیش گوئی

☆ آیت ۱۸ میں آسمان سے ایک خاص مقدار پانی کے نازل کرنے اور اسے زمین میں ٹھہرانے کا بیان ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اہل ارض کے لئے ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ وہ پانی کی قلت کا شکار ہو جائے۔ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے یہ بات بیان کر دی تھی کہ زمین کے اندر موجود پانی کے ذخائر کا تعلق بارشوں سے ہے جبکہ انسان کو بہت بعد میں جا کر معلوم ہوا کہ زمین کے اندر موجود پانی بارش کا پانی ہے(۱)۔

جانوروں کے فوائد

☆ آیت ۲۱ اور ۲۲ میں خداوند عالم نے جانوروں کے کچھ فوائد بیان فرمائے ہیں۔ حیوانات انسان کے لئے مسخر

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۳۵۶

کئے گئے ہیں جیسا کہ کائنات کی تمام مادی چیزیں انسان کی خاطر بنائی گئی ہیں۔ چنانچہ حیوانات میں سے انسان دودھ، گوشت، اون اور سواری وغیرہ کے فائدے حاصل کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعض واقعات

☆ آیت ۲۳ سے ۳۰ تک میں حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی بنانا اور ہر جاندار جوڑے کو لے کر کشتی میں سوار ہونا اور ظالم سے نجات پانے کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر انشاء اللہ سورۂ نوح میں تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے بعض واقعات

☆ آیت ۴۵ سے ۴۹ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو فرعون کی طرف بھیجنے اور توحید کی طرف دعوت دینے، فرعون کی تکذیب، اس تکذیب کے نتیجہ میں فرعون وفرعونیوں کی ہلاکت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توریت) عطا کرنے کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ ان انبیاء کے تفصیلی واقعات سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں بیان ہو چکے ہیں۔

پاکیزہ اور حلال رزق کھانے کا حکم

☆ آیت ۵۱ میں خداوند عالم اپنے انبیاء کو پاکیزہ رزق کھانے اور نیک اعمال انجام دینے کا حکم دے رہا ہے۔ پاکیزہ چیزیں اور عمل صالح بجالانے میں گہرا ربط ہے۔ پاکیزہ اور حلال چیزیں کھانے سے ضمیر بیدار جبکہ نفس پاک اور شفاف رہتا ہے جس سے عمل صالح بجالانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی بلکہ پاکیزہ نفس، انسان کو نیک اعمال انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے اور ذکر خدا سے انسان کو سکون ملتا ہے۔ اگر کسی انسان کی غذا پاکیزہ نہیں ہے تو اس کا اثر کہیں نہ کہیں ضرور ظاہر ہوگا مثلاً حرام تنخواہ کھانے والے اور حرام کاروبار کرنے والے اس کو اس لئے ترک نہیں کرتے کیونکہ مال حرام نے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت سلب کر لی ہے۔

تمام انسان امتِ واحدہ ہیں

☆ آیت ۵۳ میں تمام لوگوں کو ایک ہی امت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ نے مسلسل انبیاء بھیج کر تمام انسانوں کو ایک ہی خدا اور ایک ہی دین کی طرف دعوت دے کر سب کو ایک امت بنایا تھا مگر لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ اپنے مذہب اور دین پر خوش ہے۔

نیکیوں میں سبقت کرنے والوں کی صفات

☆ آیت ۵۷ سے ۶۱ تک کے مطابق نیک اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے لوگوں کی صفات یہ ہیں:

۱۔ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔

۲۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

۳۔ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بناتے اور اپنے کسی بھی کام میں ریا اور دکھاوے کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

۴۔ وہ ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہتے ہیں کہ پلٹ کر خدا کی بارگاہ میں جانا ہے۔

قوت برداشت کے مطابق بوجھ...!

☆ آیت ۶۲ میں خداوند عالم نے ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کسی انسان پر اس کی قدرت سے زیادہ ذمہ داری عائد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ خود اس انسان کا خالق ہے، وہی اس کی طاقت وقابلیت سے خوب واقف ہے۔ اسی کے مطابق اس پر ذمہ داری ڈالتا ہے اور اس کی استطاعت سے زیادہ اس پر ذمہ داری نہیں ڈالتا۔

اگر کسی حکم میں کوئی ایسا امر عارض ہوگیا جو انسان کی طاقت سے باہر ہے تو وہ حکم اس انسان سے ختم ہوجاتا ہے مثلاً حکم خداوندی تو یہ ہے کہ انسان کھڑے ہوکر نماز ادا کرے لیکن اگر کسی مشکل کی وجہ سے اٹھ نہ سکے تو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا حکم ختم ہوجاتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنا ہی کافی ہے(۱)۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام اعمال درج کئے جاتے ہیں اور کسی انسان کا کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوگیا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں انسان کے اعمال کا ذرہ ذرہ ثبت ہورہا ہے لہٰذا اگر انسان صرف اسی بات کو اپنی زندگی میں مدنظر رکھے کہ میرے ہر کام کو اللہ دیکھ رہا ہے اور خدا کی بارگاہ میں ثبت کیا جارہا ہے تو وہ گناہ اور معصیت کی طرف بڑھنے کی جرات نہیں کرے گا۔

کافروں کی خصوصیات

☆ آیت ۶۳ سے ۶۷ تک میں خداوند عالم کافروں کی چند خصوصیات کو بیان کررہا ہے کہ:

۱۔ کافروں کے دل نیک عمل کے انجام دینے سے غافل ہیں اور نیک اعمال کی جگہ وہ برے اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۳۶۱

۲۔ یہ لوگ عیش و عشرت کی زندگی میں مصروف ہو کر حق و حقیقت کے ادراک سے غافل رہتے ہیں۔ جب خدا کا عذاب انہیں اپنی گرفت میں لیتا ہے تو پھر فریاد کرتے ہیں اور اس وقت ان کی فریاد پر مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

۳۔ یہ لوگ اللہ کی آیات سن کر الٹے پاؤں پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ کی آیات کے مقابلہ میں وہ لوگ تکبر کرتے ہیں اور آیات الٰہیہ کو افسانہ اور بے ہودہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔

حق کو ناپسند کرنے کی وجہ

☆ آیت ۷۰ کے مطابق لوگوں کی اکثریت حق کو ناپسند کرتی ہے۔ حق کو لوگ اس لئے ناپسند کرتے ہیں، کیونکہ وہ ان کی بہت سی خواہشات کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اگر رسول خدا کا پیغام صرف ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے پر ختم ہو جاتا تو ساری دنیا حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتی اور کسی طرف سے بھی بغاوت کی آواز بلند نہ ہوتی لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حق لے کر آئے تھے اس میں عقائد، اعمال، اخلاقیات، اقتصادیات، سماجیات، سیاسیات اور اجتماعیات کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام مسائل کا حل شامل ہے۔ ان تمام چیزوں کو تسلیم کرنے کے معنی یہ تھا کہ انسان اپنے تمام ذاتی اصول، عقائد و اعمال کو چھوڑ دے اور ایسا کرنا کفار قریش اور مکہ کے سرداروں کے لئے ممکن نہ تھا۔

یہی صورت حال آج ہمارے معاشرے میں بھی نظر آتی ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور نعرہ لگانے میں سب سے آگے رہتے ہیں وہی لوگ جب عمل و اصلاح کی منزل آتی ہے تو سب سے پہلے بغاوت کرنے لگتے ہیں اور داعی حق کے جان، مال اور آبرو کے درپے ہوتے ہیں۔ پس زمانہ بدل گیا ہے لیکن اہل زمانہ کی ذہنیت نہیں، جو ذہنیت کفار قریش کی تھی وہی آج کے لوگوں کی ہے اور یہی قرآن مجید کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ اس کی آیات میں ہر دور کے مسائل کا حل موجود ہے۔

کائنات کا نظام پروردگار کی خواہش کا تابع ہونا ہے

☆ آیت ۷۱ کے مطابق اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق چلتا تو یہ کائنات تباہ و برباد ہو جاتی۔ لوگوں کی خواہشات ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں جس کے نتیجہ میں خواہشات کے درمیان تصادم ہوتا ہے اور تصادم کا نتیجہ فساد و بربادی ہے۔ جبکہ حق سب کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے جس میں کبھی تصادم نہیں ہو سکتا لہٰذا حق کبھی خواہشات کے تابع نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں دین حق، فطرت کے عین مطابق ہوتا ہے لہٰذا حق اگر خواہشات کے تابع ہو جائے تو فطرت کو چھوڑنا پڑے گا اور فطرت کو چھوڑنے میں فساد و بربادی اور تباہی ہے۔

مشرکین کی ہٹ دھرمی

☆ آیت ۷۶ میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے مشرکین کو عذاب کی گرفت میں لے لیا ہے پھر بھی انہوں نے اپنے رب کے سامنے عاجزی کا اظہار نہیں کیا۔ بعض روایات کے مطابق اس عذاب سے مراد وہ شکست وذلت ہے جو جنگ بدر میں مشرکین کو پیش آئی۔ بعض دوسری روایات کے مطابق یہ عذاب وہ قحط سالی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا سے مکہ والوں کو پیش آئی تھی جس میں وہ جانوروں کی کھال اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے تھے[1]

انسانی وجود اللہ کی عطا

☆ آیت ۷۸ کے مطابق کان، آنکھیں اور دل اللہ کی عطا ہیں۔ خداوند عالم کی ان نعمتوں پر انسان ناشکرا ہے۔ آنکھ کان اور دل انسان کو اس لئے دیئے گئے تھے کہ وہ ان سے انسانی کام لیں اور حیوانات کو یہ چیزیں اس لئے دی گئی تھیں تا کہ وہ حیوانی کام لیں لیکن یہ ناشکرا انسان ان نعمتوں کو حیوانی کاموں کے لئے استعمال کرتا ہے اور انہیں صرف نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے مگر حق کی طرف جانے اور حق بات سننے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔ یہی انسان کے سب سے بڑے ناشکرے پن کی علامت ہے۔

قیامت

☆ آیت ۸۳ سے ۸۹ تک میں خداوند عالم نے معاد (قیامت) کو بہترین انداز میں سمجھایا ہے۔ قرآن مجید نے معاد کو مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے سمجھایا ہے۔ ان آیات میں معاد کو سمجھاتے ہوئے تین طریقے بیان کئے ہیں:

۱۔ تمہارا خیال یہ ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے اٹھائے جاؤ گے؟ تو تمہارے اس سوال کے جواب میں ہمارا سوال یہ ہے کہ اصل مٹی کا خالق کون ہے؟ اور اگر اسے پہچانتے ہو تو جو اتنی بڑی زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ زمین سے آدمی کو کیوں نہیں نکال سکتا۔

۲۔ زمین تو چھوٹی سی چیز ہے ان سات آسمانوں اور عرش اعظم کے بارے میں بتاؤ کہ ان کا مالک کون ہے؟ اور جب مانتے ہو کہ ان کا مالک بھی خدا ہے تو سوچو کہ جو اتنے بڑے آسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کو ایک آدمی پیدا کرنے میں کونسی مشکل پیش آئے گی۔

۳۔ پھر صرف آسمان وزمین تو ایک طرف کیا کل کائنات کے بارے میں سوچا ہے کہ یہ کائنات کس کے قبضہ

---

[1] ۔ بلاغ القرآن، ص ۳۶۲

قدرت میں ہے؟ اور اگر پہچانتے ہو کہ وہ خدا ہی ہے تو آخر کس کے جادو میں مبتلا ہو گئے ہو کہ قادر مطلق کو عاجز تصور کرلیا جائے اور حیات آخرت پر ایمان کیوں نہیں لا رہے ہو؟

اخلاق سے پیش آنے کا حکم

☆ آیت ۹۶ میں خداوند عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو کفار کے ساتھ اخلاق اور نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر برائی کا جواب برائی اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے تو فسادات مزید بڑھ جاتے ہیں البتہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ برے کو برا نہ سمجھا جائے۔ برے کو برائی سے منع بھی کرنا چاہیے۔ کفار قریش کی رسول خدا ﷺ سے دشمنی بتوں کی مذمت کرنے پر تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔

برزخ

☆ آیت ۱۰۰ میں "برزخ" کا ذکر ہے۔ دو چیزوں کے درمیان حائل چیز کو برزخ کہا جاتا ہے۔ یہ موت اور قیامت کے درمیان کا وقت ہے اور اسی عالم برزخ میں روز قیامت تک کے لئے انسان کو اس کے اعمال کے مطابق نعمتوں سے نوازا جائے گا یا اس پر عذاب ہوگا۔

صور کا پھونکا جانا

آیت ۱۰۱، ۱۰۲ میں "صور" پھونکے جانے کا ذکر ہے۔ یہ دوسرا صور ہے جس کے پھونکنے کے بعد تمام مخلوقات زندہ ہو جائیں گی اور خدا کی بارگاہ میں حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہوگا اس دن نہ کوئی رشتہ داری کام آئے گی اور نہ کوئی ایک دوسرے کا حال پوچھے گا۔ پہلا صور جب پھونکا جائے گا تو دنیا فنا ہو جائے گی اور تمام مخلوقات کو موت آ جائے گی۔ روایات میں مذکور ہے کہ رسول خدا نے فرمایا "ہر نسب اور رشتہ قیامت کے دن ختم ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور رشتہ کے(۱)۔"

ایک دوسرے کا احوال نہ پوچھنے کی وجہ اس کے بعد والی آیت میں بیان ہوئی ہے کہ ہر ایک کی توجہ اعمال کے وزن کی طرف ہوگی۔ پس جس کے اعمال کا وزن زیادہ ہوگا وہ نجات پائے گا اور جنت کا حقدار قرار پائے گا اور جس کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا وہ خسارہ اٹھانے والا اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہوگا۔

کیا انسان کو بے مقصد پیدا کیا گیا ہے؟

☆ آیت ۱۱۵ میں خداوند عالم نے تمام انسانوں سے ایک سوال کیا ہے کہ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تمہیں بیکار پیدا کیا گیا ہے

۱۔ کنز العمال، حدیث ۳۱۹۱۵

اور تم ہماری بارگاہ میں پلٹ کر نہیں آؤ گے؟ اس آیت پر اگر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ خلقت انسان کا مقصد ہے۔ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ دنیاوی زندگی عیش و عشرت کیلئے ہے اور ایک دن مر جائیں گے ان کی نگاہ میں زندگی بالکل بے مقصد ہے اور انسانی وجود کی انتہا موت کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا نظریہ پایا جاتا ہے کہ یہ انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی خلقت کے پیچھے ایک مقصد ہے اور اس مقصد کو قرآن مجید نے مختلف آیات میں بیان فرمایا مثلاً ایک آیت میں فرمایا کہ انسان کی خلقت کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔

کافروں کے لئے نجات کا ممکن نہ ہونا

☆ آیت ۱۱۷ میں کافروں کے لئے کسی قسم کی نجات نہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سورے کی ایک لطافت یہ ہے کہ اس کا آغاز مومنین کی نجات کے ذکر سے ہوا ہے اور اختتام کفار کے "عدم نجات" پر۔ اس کے فوراً بعد مغفرت اور رحمت کی دعا کی گئی ہے تاکہ انسان رحمت خدا کے سہارے مومنین میں شامل رہے اور کفار کے گروہ میں محشور نہ ہونے پائے۔

فضائل و خصوصیات:

فرشتوں کی خوشخبری: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا بَشَّرَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بِالرَّوْحِ وَالرَّيْحَانِ وَمَا تَقَرُّ عَيْنُهُ عِنْدَ نُزُوْلِ مَلَكِ الْمَوْتِ [1]

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن فرشتے اسے نسیم اور خوشبوئے بہشت کی بشارت دیں گے اور جب فرشتہ (عزرائیل) اس کی روح قبض کرنے کے لئے آئے گا تو اسی طرح کی بشارت دے گا۔

رسولوں کی ہم نشینی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ خَتَمَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسَّعَادَةِ اِذَا كَانَ يُدْمِنُ قِرَاءَتَهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ وَ كَانَ مَنْزِلُهٗ فِي الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ [2]

جو شخص سورۂ مومنون کی تلاوت کرے گا خداوند عالم اس کا خاتمہ سعادت پر کرے گا اور جو شخص ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا فردوس اعلیٰ میں پیغمبروں اور رسولوں کا ہم نشین ہوگا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] ۔ مصباح کفعمی، ص ۴۴۲

[2] ۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۳۱۱

سورۂ نور کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نور

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نور	18	24	102	مدینہ منورہ	64	9	5755	1381

☆ سورۂ نور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چوبیسواں (۲۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سو دوواں (۱۰۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورہ کی **۳۵ ویں آیت** میں "**پانچ مرتبہ**" اور پورے سورے میں "**سات مرتبہ**" لفظ "**نور**" استعمال ہوا ہے اسی لئے اسے سورۂ نور کہا جاتا ہے اور عربی میں نور، روشنی کو کہا جاتا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ شریعت مقدس کے بعض احکام	۲۔ احکام کو نازل کرنے والی ہستی
۳۔ زانی اور زانیہ کی سزا کا بیان	۴۔ تہمت کا بیان
۵۔ واقعہ افک	۶۔ شیطان کی پیروی کی ممانعت
۷۔ امداد کا معیار	۸۔ قیامت کے دن اعضاء کی گواہی
۹۔ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب	۱۰۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم
۱۱۔ نکاح کا بیان	۱۲۔ مومن کا دل مثل نور
۱۳۔ حضرت علی اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کی فضیلت	۱۴۔ بعض تاجروں کی تعریف
۱۵۔ اہل باطل کی کیفیت کے اظہار کیلئے دو مثالیں	۱۶۔ ہر مخلوق مصروف تسبیح پروردگار
۱۷۔ کامیابی کے بنیادی عناصر	۱۸۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری
۱۹۔ زمین میں اللہ کا خلیفہ	۲۰۔ عمر رسیدہ عورتوں کے پردے کا حکم و کیفیت

۱۔ تسکین روح، ص ۱۷۱

۲۱۔ کھانا کھانے اور گھروں میں داخل ہونے کے بعض مسائل	۲۲۔ ایک سبق آموز واقعہ
۲۳۔ رسول خدا کو پکارنے کے آداب	۲۴۔ تمام کائنات کا مالک، اللہ تبارک وتعالی
۲۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

شریعت مقدس کے بعض احکام

اس سورے میں شریعت اسلام کے تقریباً سولہ اہم احکام بیان ہوئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے ہیں۔ (احادیث سے ثابت ہے کہ یہ حکم غیر شادی شدہ کے لئے ہے)

۲۔ مومنین ومومنات کو بدکار مرد یا عورت سے شادی کرنی کی ممانعت کی گئی ہے۔

۳۔ عاقل، بالغ، پاکدامن مرد یا عورت پر بغیر گواہوں کے زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے ہیں۔

۴۔ میاں بیوی کے لیے بجائے گواہوں کے لعان کا حکم ہے۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے بہت بڑا بہتان لگایا، یہ بہتان مسلمانوں کی روحانی ماں پر لگایا گیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دس آیات میں اس واقعے کا ذکر فرما کر ان کی پاکدامنی کو بیان کیا ہے، ان آیات میں منافقین کی مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ آئندہ کبھی اس قسم کی بہتان تراشی میں حصے دار نہ بنیں اور ان قرآنی آیات میں حرم نبوت کی عفت و پاکدامنی کا اعلان کیا گیا۔

۶۔ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کریں، اجازت سے پہلے سلام بھی کر لینا چاہیے۔

۷۔ آنکھوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

۸۔ نکاح کی ترغیب۔

۹۔ جو غلام یا کنیز کچھ روپیہ پیسہ ادا کر کے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہوں ان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا کریں۔

۱۰۔ کنیزوں کو اجرت کے بدلے زنا پر مجبور نہ کریں۔

۱۱۔ چھوٹے بچوں اور گھر میں رہنے والے غلاموں اور باندیوں کو حکم ہے کہ اگر وہ نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے قیلولے کے وقت اور نماز عشاء کے بعد تمہارے خلوت والے کمرے میں داخل ہوں تو اجازت لے کر داخل ہوں، کیونکہ ان تین اوقات میں عام طور پر آرام کے وقت پہنا جانے والا لباس استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ بچے جب بالغ ہو جائیں تو دوسرے بالغ افراد کی طرح ان پر بھی لازم ہے کہ وہ جب بھی گھر میں آئیں تو

اجازت لے کر یا کسی بھی طریقے سے اپنی آمد کی اطلاع دے کر آئیں۔

۱۳۔ وہ عورتیں جو بہت بوڑھی ہو جائیں اور نکاح کی عمر سے گزر جائیں اگر وہ پردے کے ظاہری کپڑے اتار دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۴۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کریں۔

۱۵۔ اجازت کے بغیر اجتماعی مجلس سے نہ اٹھیں۔

۱۶۔ اللہ کے رسول کو ایسے نہ پکاریں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

احکام کو نازل کرنے والی ہستی

پہلی آیت میں خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ اس سورے کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے (اس سورے میں بیان کئے گئے احکام کو تم پر) فرض کیا ہے اور اس میں صریح آیات کو نازل کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس آیت میں لفظ "ہم نے" پر زور دیا گیا ہے۔ یعنی اس کا نازل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ "ہم" ہیں۔ اس لیے اسے ہلکی چیز نہ سمجھ بیٹھنا۔ خوب جان لو کہ اس کا نازل کرنے والا وہ ہے جس کے قبضے میں تمہاری جانیں اور تمام امور ہیں۔ اور جو باتیں اس سورے میں کہی گئی ہیں وہ "سفارشات" نہیں ہیں کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں ورنہ جو کچھ چاہیں کرتے پھریں بلکہ یہ قطعی احکام ہیں جن کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اگر مومن اور مسلم ہو تو تمہارا فرض ہے کہ ان کے مطابق عمل کرو۔ یاد رکھو! جو ہدایات اس سورے میں دی جا رہی ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف اور کھلی کھلی ہدایات ہیں جن کے متعلق تم یہ عذر نہیں کر سکتے کہ فلاں بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی تو ہم عمل کیسے کرتے۔ بس یہ اس فرمان مبارک کی تمہید (preamble) ہے جس کے بعد احکام شروع ہو جاتے ہیں۔ اس تمہید کا انداز بیان خود بتا رہا ہے کہ سورۂ نور کے احکام کو اللہ تعالیٰ کتنی اہمیت دے کر پیش فرما رہا ہے۔

زانی اور زانیہ کی سزا کا بیان

☆ آیت ۲ میں زانی اور زانیہ کو سزا کے طور پر سو (۱۰۰) کوڑے مارنے کا حکم بیان ہوا ہے، بظاہر یہ حکم ہر زناکار مرد اور عورت کے لئے ہے حالانکہ روایات کی روشنی میں یہ حکم غیر شادی شدہ افراد کیلئے ہے اور اگر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کے مرتکب ہو جائیں تو ان کی سزا سنگسار کرنا ہے۔

☆ آیت ۳ کے مطابق زانی کا زانیہ اور مشرکہ کا مشرک کے ساتھ ہی نکاح ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے

درمیان تین اقوال موجود ہیں:

۱۔ یہ حکم شرعی نہیں بلکہ حکم واقعی کا بیان ہے کہ برے لوگ برے لوگوں سے ہی تعلق جوڑتے ہیں۔

۲۔ اگر زانی مرد اور عورت شرعی حد جاری ہونے کے بعد بھی زنا کے ارتکاب سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

۳۔ نکاح سے مراد یہاں عقد نہیں بلکہ ہم بستری ہے۔اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ بنے گا کہ زانی مرد زنا نہیں کرتا مگر زانی عورت یا مشرکہ کے ساتھ اور زانی عورت زنا نہیں کرتی مگر زانی مرد یا مشرک کے ساتھ۔

تہمت کا بیان

☆ آیت ۴ سے ۹ تہمت سے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ پر چار گواہ پیش کرے اگر وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا ہے اس سے انکار کرے اور شوہر کے پاس اپنے الزام پر کوئی گواہ نہ ہو اور بیوی شوہر کے الزام کو رد کرے تو اس صورت میں میاں بیوی کے لئے ایک خاص حکم شرعی موجود ہے جسے ''لعان'' کہا جاتا ہے۔

طریقہ لعان: پہلے شوہر چار دفعہ اس بات کی قسم کھائے گا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو اللہ مجھ پر لعنت کرے۔اس کے بعد عورت چار مرتبہ قسم کھائے گی کہ میرا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اگر وہ (شوہر) سچا ہے تو اللہ میرے اوپر غضب نازل کرے۔جب یہ مرحلہ مکمل ہوجائے گا تو مرد سے تہمت لگانے کی حد (اسی، ۸۰ کوڑے) اور عورت سے حد زنا (سو کوڑے) ٹل جائیں گے اور ان دونوں کے درمیان رشتہ ازدواج ختم ہوجائے گا اور عورت اس مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔

لعان کا حکم جاری ہونے کیلئے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے جن میں سے اہم شرائط یہ ہیں:

- شوہر عورت کو زنا کی حالت میں دیکھنے کا دعویٰ کرے اور اس پر گواہ پیش نہ کر سکے۔
- میاں بیوی، بالغ، عاقل، مسلمان اور آزاد ہوں۔
- شوہر نے بیوی کے ساتھ ہم بستری کی ہو۔
- عورت پر پہلے کبھی زنا کی تہمت نہ لگی ہو۔

واقعہ افک

☆ آیت ۱۱ سے ۱۹ تک کی آیات تاریخ اسلام کے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ واقعہ ''واقعہ افک'' کے نام سے مشہور ہے۔

مؤرخین اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مصطلق کے ساتھ جنگ میں جاتے ہوئے حسب عادت اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالا تاکہ ازواج میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ قرعہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکل آیا۔ انہیں ساتھ لے کر آپ جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ جنگ میں فتح کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ واپس مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور حضرت عائشہؓ رفع حاجت کے لئے دور چلی گئیں۔ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ ان کے گلے کا ہار موجود نہیں ہے لہٰذا وہ اسے ڈھونڈنے کیلئے واپس چلی گئیں اور انہیں ہار ڈھونڈنے میں دیر ہوگئی۔ قافلہ والے سمجھے کہ آپ عماری میں بیٹھ چکی ہیں لہٰذا قافلہ روانہ ہوگیا اور وہ وہیں رہ گئیں۔ حضرت عائشہؓ واپس جب اپنے مقام پر پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے لہٰذا آپ وہیں بیٹھی رہیں۔ صحابی رسول صفوان ابن معطلؓ قافلہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، وہ اس مقام پر پہنچے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر قافلہ تک پہنچایا۔ اس واقعہ کو منافقین کے سرکردہ عبداللہ ابن ابی اور کچھ سادہ لوح مسلمانوں نے اچھالا اور حضرت عائشہؓ کا دامن داغدار کرنے کی کوشش کی۔ اس تہمت سے منافقین کا مقصد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل دکھانا تھا۔ خداوند عالم نے ان آیات میں ام المومنینؓ کی پاک دامنی کو بیان کیا اور ان منافقین کے لئے شدید عذاب کی خبر دی اور واضح کر دیا کہ مسلمان آئندہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس طرح کی باتیں نہ کریں۔

شیطان کی پیروی سے ممانعت

☆ آیت ۲۱ میں اللہ تعالیٰ صاحبان ایمان کو شیطان کی پیروی سے منع کر رہا ہے کہ اگر شیطان کی پیروی کرو گے تو شیطان تو تمہیں برائی کا ہی حکم دے گا۔ پس بے حیائی اور برائی کا حکم دینا شیطان کا کام ہے جس وقت بھی کوئی اس حالت میں مبتلا ہو تو سمجھ لے کہ وہ اس وقت شیطان کی پیروی کر رہا ہے(۱)۔

۱۔ اردو ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۴۰۳

امداد کا معیار

☆ آیت ۲۲ سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مال و دولت والے اگر کسی محتاج کی مدد کرتے ہیں اور اس محتاج سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو وہ اپنی مدد بند نہ کریں اور اس کی غلطی سے درگزر کریں۔ اس سلسلے میں اپنے آپ کو ترازو بنائیں۔ تم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار مہربانیاں ہوتی ہیں جبکہ تم سے اللہ کے حق میں ہمیشہ کوتاہیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں، اس کے باوجود اللہ اپنی مہربانیاں بند نہیں فرماتا۔

غیر امامیہ کے مصادر میں آیا ہے کہ یہ آیت مسطح ابن اثاثہ کے بارے میں نازل ہوئی جو واقعہ ''افک'' میں ملوث تھا۔ واقعہ افک سے پہلے حضرت ابو بکر اس کی مدد کیا کرتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے اس کی کمک کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اس واقعہ کے بعد اس شخص کی کمک روک دی تھی جس نے اس الزام تراشی میں حصہ لیا تھا (۱)۔

قیامت کے دن اعضاء کی گواہی

☆ آیت ۲۴ کے مطابق قیامت کے دن انسان کے جرائم کی گواہی خود اس کے اعضاء دیں گے۔ زبان سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کی گواہی زبان دے گی، ہاتھ سے جو جرم ہوا ہے اس کی گواہی ہاتھ دیں گے، پاؤں سے جو گناہ ہوگا اس کی گواہی پاؤں دیں گے لہٰذا انسان کو اس دن کے ڈر سے ہی گناہوں اور خدا کی نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہیے اور اپنی زندگی کو اطاعت الٰہی میں گزارنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب

☆ آیت ۲۷ سے ۲۹ تک میں حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہیں تو گھر والوں سے اجازت لیں اور ان کو سلام کریں اور اگر اس گھر میں رہنے والے واپس جانے کا کہیں تو واپس چلے جانا چاہیے، البتہ ایسا گھر جس میں کوئی رہائش پذیر نہ ہو اور اس میں آپ کا کوئی سامان پڑا ہو تو اس میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسلام نے گھر کی چار دیواری کو امن اور تقدس دیا اور قانون کے ذریعے گھر کو سکون اور اطمینان کی جگہ بنا دیا۔ انسان اپنے گھر میں پوری آزادی کے ساتھ رہے، کسی اجنبی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کی خلوت میں مداخلت کرے جب تک اجازت نہ لے اور سلام نہ کرے تاکہ برائی کو پھیلنے کا موقع نہ ملے (۲)۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۴۷۰

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۴۷۱

نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم

☆ آیت ۳۰، اور ۳۱ میں خداوند عالم نے مومن مرد اور مومنہ عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، ایسا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے۔ ان آیات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں پردے کے چند احکام بیان کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں۔

۲۔ اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

۳۔ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے ان حصوں کے جو خود ظاہر ہوں۔

۴۔ اپنی اوڑھنیوں سے اپنے سینوں کو ڈھانپ لیا کریں۔

۵۔ زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں جن سے ان کی مخفی زینت و آرائش ظاہر ہو۔

یہ احکامات نامحرم مردوں کے سلسلہ میں ہیں۔ لیکن محرم افراد سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ مخصوص اعضاء کا چھپانا ہر صورت میں واجب ہے۔ اس آیت میں جن محرم افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: باپ، دادا، سسر، بھائی، بیٹے، بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ اس کے علاوہ ان چھوٹے بچوں سے جو اچھے برے کی تمیز نہ رکھتے ہوں اور ایسے عمر رسیدہ افراد سے جو جنسی رغبت نہ رکھتے ہوں، پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

یہ خداوند کریم کے وہ ارشادات ہیں جو کسی عورت کی عزت و آبرو کے ضامن ہیں۔ اسلامی معاشرہ کو ہر طرح سے پاک صاف اور خوبصورت بنانے کے لئے دو طرفہ آداب سکھائے گئے ہیں۔ پہلے مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور پھر عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پردے میں ملفوف رکھیں تا کہ غیر کی نظر نہ پڑے۔

نکاح کا بیان

☆ آیت ۳۲ نکاح سے متعلق ہے جس میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ نیک اور صالح مرد اور عورت کا نکاح کیا کرو اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا۔

آیت میں غیر شادی شدہ افراد کے عقد کے انتظام کرنے کی ذمہ داری بزرگوں پر عائد کی گئی ہے تا کہ معاشرے میں فساد نہ پھیلے۔ اس آیت میں دو باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ:

۱۔ مخاطب بزرگوں کو بنایا گیا ہے تا کہ حیاء وغیرت بھی سلامت رہے اور نوجوان بزرگوں کے تجربات سے

فائدہ بھی اٹھا سکیں۔

۲۔ آیت میں صالحین کے نکاح کا بیان ہے۔ اس سے یہ واضح کیا گیا کہ عقد میں صلاحیت اور کردار کو دیکھنا چاہیے، دولت اور غربت کو نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ رزق دینے والا پروردگار ہے۔ اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ اپنے فضل وکرم سے نکاح کے بعد انہیں غنی اور بے نیاز بنا دے گا۔

یہ آیت ہمارے ایمان اور اسلام کو چیلنج کر رہی ہے اور ہمارا امتحان لے رہی ہے کہ اگر تم واقعی مسلمان اور مومن ہو تو نکاح جیسے اہم مسئلہ میں دولت وغربت اور سماجی رسم ورواج کی پیروی کرتے ہو یا پھر اسلام کے حقیقی پیروکار بن کر ہمارے دیئے ہوئے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہو۔

مومن کا دل مثل نور ہے

☆ آیت ۳۵ میں مومن کے دل کے نور کو اس چراغ کے نور سے تشبیہ دی گئی ہے جو صاف شفاف شیشے سے بنی ہوئی کسی قندیل میں ہو اور اس قندیل کو کسی طاقچے میں رکھ دیا جائے تاکہ اس کا نور معین جہت ہی میں رہے جہاں اس کی ضرورت ہے، اس چراغ میں جو تیل استعمال ہوا ہے وہ تیل زیتون کے مخصوص درخت سے حاصل شدہ ہے، اس تیل میں ایسی چمک ہے جو بغیر آگ دکھائے ہی چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی حال مومن کے دل کا ہے کہ وہ حصول علم سے قبل ہی ہدایت پر عمل پیرا ہوتا ہے پھر جب علم آجائے تو ''نور علیٰ نور'' (یعنی سونے پہ سہاگہ) ہوگا۔

حضرت علی اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر کی فضیلت

☆ آیت ۳۶ کے مطابق کچھ گھر ایسے ہیں جن میں صبح وشام ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ ان گھروں کے مصداق انبیاء علیہم السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر ہیں بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق حضرت علی اور فاطمہ علیہا السلام کا گھر اس آیت مجیدہ کا سب سے نمایاں مصداق ہے۔

ابن مردویہ نے انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان گھروں سے کون سے گھر مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، انبیاء کے گھر۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کا گھر انہیں گھروں میں سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں ان سے بھی افضل ہے[1]۔

۱۔ تفسیر درمنثور، ج ۵، ص ۱۴۱، جلال الدین سیوطی، مطبوعہ مصر

بعض تاجروں کی تعریف

☆ آیت ۳۷ میں ایسے لوگوں کا تذکرہ ہے جو تجارت کرنے کے باوجود یادِ خدا سے غافل نہیں ہوتے بلکہ تجارت کے ساتھ ساتھ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ گھر انبیاء اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے گھر ہیں جن کی بنیاد حکمِ خدا سے رکھی گئی، ان کی دیواریں بلند ہیں، ان میں یادِ الٰہی کا مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ روایات کے مطابق اس آیت مجیدہ کے واضح مصداق اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

اہل باطل کی کیفیت کے اظہار کیلئے دو مثالیں

☆ آیت ۳۹ اور ۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالوں کے ذریعہ اہل باطل کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے:

پہلی مثال اہل باطل کے اعمال کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں ان کی مثال سراب جیسی ہے جیسے پیاسا شخص دور سے سراب کو پانی سمجھ بیٹھتا ہے، لیکن جب قریب جاتا ہے تو وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ یہی حال کافر کا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو فائدہ مند سمجھتا ہے، لیکن جب موت کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا، اس کے اعمال غبار بن کر اڑ چکے ہوں گے۔

دوسری مثال میں کافروں کے عقائد کو سمندر کی تہ بہ تہ تاریکیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جہاں انسان کو دوسری چیزیں تو دور کی بات اپنا ہاتھ تک بھی سجھائی نہیں دیتا۔ یہی حال کافر کا ہے جو کفر اور ضلالت کی تاریکیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔

ہر مخلوق مصروفِ تسبیح پروردگار ہے

☆ آیت ۴۱ کے مطابق کائنات میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر مخلوق اپنی تسبیح کو خوب جانتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ کیا ہماری طرح ہر شے "سبحان اللہ، اللہ اکبر" کہتی رہتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ہر شے قوانین فطرت پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی پاکیزگی کا اظہار کرتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر درخت کو دیکھ لیجئے کہ وہ خدا کی مخلوقات کو سایہ فراہم کرتا ہے اور انہیں پھل مہیا کرتا ہے۔ اس کا سایہ اور پھل ہر ایک کے لئے برابری کی سطح پر ہے اور یہی اس کی تسبیح ہے۔

کائنات میں صرف انسان ہی ایک ایسی بدبخت مخلوق ہے جن میں سے اکثر خالق کی بزرگی و عظمت کا اظہار نہیں کرتے اور اپنی فطرت کے خلاف بداعمالیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسی تمام آیات میں انسان کو غور و فکر کے ذریعے بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی پاکیزہ فطرت کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

کامیابی کے بنیادی عناصر

☆ آیت ۵۲ کے مطابق انسان کی کامیابی کے لئے تین بنیادی عناصر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جس انسان میں یہ تین اوصاف ہوں گے وہ یقیناً کامیاب ہوگا:

۱۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو احکام نافذ کریں ان کی اطاعت کرنے والا ہو۔

۲۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن باتوں سے روکیں ان کا خوف دل میں رکھنے اور ان چیزوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔

۳۔ اگر کبھی کوئی غلطی کرے تو توبہ کرے اور آئندہ کے لئے یہ مصمم ارادہ کرے کہ ایسی غلطی دوبارہ نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری

☆ آیت ۵۴ کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری صرف احکام کی تبلیغ ہے۔ واضح رہے کہ رسول اپنی قوم کے اعمال وافعال کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس کی ذمہ داری پیغام الٰہی کو لوگوں تک صرف پہنچانا ہے وہ قوم کی اطاعت اور لوگوں کے اعمال کا مسئول نہیں ہوتا۔

زمین میں اللہ کا خلیفہ

☆ آیت ۵۵ میں اللہ نے اپنے صالح بندوں کو زمین پر خلیفہ بنانے کا وعدہ کیا ہے اور دنیا میں خوف کے بعد امن آنے کی خوشخبری دی ہے۔ روایات کے مطابق ان صالح بندوں سے مراد حضرت امام مہدی علیہ السلام اور ان کے انصار ہیں۔

آیت میں خلافت کا ذکر ہے۔ اس خلافت سے مراد صرف غلبہ واقتدار کا حاصل ہونا نہیں بلکہ جس خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ایسی خلافت ہوگی جو ان اصولوں پر قائم ہوگی:

۱۔ ایمان۔

۲۔ عمل صالح۔

۳۔ ان کے پسندیدہ دین کی پائداری۔

۴۔ خوف کے بعد امن۔

۵۔ شرک سے پاک خالص اللہ کی بندگی۔

لہٰذا ہر انصاف پسند انسان اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جن کے اقتدار کے سائے میں دین الٰہی کو استحکام حاصل ہوگا۔ اور دین کا استحکام اس کے نظام عدل و انصاف کا قیام، ہر قسم کے ظلم و جبر کا مکمل خاتمہ اور ہر قسم کے شرک سے پاک اللہ کی بندگی ہے اور ظہور قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی یہ وعدہ الٰہی پورا ہوگا۔ انشاء اللہ

عمر رسیدہ عورتوں کے پردے کا حکم و کیفیت

☆ آیت ۶۰ میں ان عمر رسیدہ عورتوں کے پردے کا حکم بیان ہو رہا ہے جن کی زندگی میں کوئی جنسی پہلو نہ رہ گیا ہو ایسی عورتیں اگر چادر اور دوپٹہ اتار کر بیٹھنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ باقی جسم کا پردہ بہر حال ضروری ہے۔

کھانا کھانے اور گھروں میں داخل ہونے کے بعض مسائل

☆ آیت ۶۱ میں کھانے پینے کے احکام کے ضمن میں بیان کیا گیا کہ انسان کن لوگوں کے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے اور کن لوگوں کے گھروں سے بغیر اجازت لئے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دور قدیم میں ایک تصور یہ تھا کہ نابینا، لنگڑے اور بیمار کو کھانے میں شریک نہ کیا جائے کیونکہ نابینا کو اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی اور لنگڑا زمین پر اچھی طرح بیٹھ نہیں سکتا اور مریض دیر تک کھاتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اسی طرح دوسروں کے گھروں میں جانا بھی ممنوع تھا۔ اس آیت میں قرآن مجید نے ان دونوں مسائل یعنی معذوروں کے ساتھ کھانا کھانے اور دوسرے گھروں میں داخل ہونے کی وضاحت کردی کہ معذور افراد کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ کمال ایمان یہ ہے کہ مومن دوسرے مومن کو اپنے سے الگ نہ سمجھے۔ انسان کچھ گھروں سے مالک کی اجازت لئے بغیر کھا سکتا ہے کیونکہ اسے اجازت کی مکمل امید ہوتی ہے۔ وہ گھر یہ ہیں: اپنی اولاد کے گھر، ماں باپ کا گھر، نانا اور دادا کا گھر، بھائیوں اور بہنوں کا گھر، چچا، ماموں، خالہ اور پھوپھی کا گھر، اپنے قریبی دوستوں کے گھر۔ ان گھروں سے ضرورت کے مطابق بغیر اجازت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

☆ آیت ۶۲ میں بیان ہوا ہے کہ مومن صرف وہ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان رکھنے کے علاوہ اجتماعی مسائل کو انفرادی اور ذاتی مسائل پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ قابل غور ہے کہ حنظلہؓ ابن ابی عیاش کی جس رات شادی ہوئی اس کی اگلی صبح جنگ احد کیلئے روانہ ہونا تھا۔ حضرت حنظلہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے رات زوجہ کے ساتھ گزاری اور اگلے دن جہاد میں

شریک ہوئے اور شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ان کی شہادت پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ انہیں ملائکہ نے غسل دیا ہے اسی وجہ سے حنظلہ ''غسیل ملائکہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔اس طرح واضح ہو گیا کہ مسلمان کو عیش میں پڑ کر فریضہ مذہبی سے غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت فرائض کی انجام دہی کے لئے آمادہ و تیار رہنا چاہیے۔

رسول خدا ﷺ کو پکارنے کے آداب

☆ آیت ۶۳ میں خداوند عالم ہر مسلمان کو یہ حکم دے رہا ہے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو رسول خدا ﷺ کو اس طرح نہ پکارا کرو۔یعنی خبردار! ایسا نہ ہو کہ رسول کو اپنا جیسا بشر دیکھ کر نام لے کر پکارنا شروع کر دو۔یہ عمل جائز نہیں ہے بلکہ وہ بشر ہو کر بھی تمہارا مولا و آقا ہے لہٰذا اسے نبی یا رسول کے لقب سے یاد کرو تا کہ اس کی عظمت کا بھی اظہار ہوتا رہے اور تمہیں اپنی حیثیت کا احساس بھی رہے اور تمہارا جذبہ اطاعت بھی برقرار رہے[1]۔

تمام کائنات کا مالک، اللہ تبارک وتعالیٰ

☆ آیت ۶۴ میں خداوند عالم نے آگاہ کر دیا ہے کہ اے غافل انسان! یاد رکھو کہ پوری کائنات اللہ کی ہے اور وہ تمہارے اعمال و کردار کو خوب جاننے والا ہے اور جس دن تم اس کی بارگاہ میں جاؤ گے اس دن تم میں سے ہر ایک کے اعمال کے بارے میں وہ بتائے گا۔

فضائل و خصوصیات:

ستر ہزار فرشتوں کی استغفار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ وَ فُرُوْجَكُمْ بِتِلَاوَةِ سُوْرَةِ النُّوْرِ وَ حَصِّنُوْا بِهَا نِسَاءَكُمْ فَاِنَّ مَنْ اَدْمَنَ قِرَاءَتَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ اَوْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ يَزْنِ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ اَبَدًا حَتّٰى يَمُوْتَ فَاِذَا هُوَ مَاتَ شَيَّعَهُ اِلٰى قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يَدْعُوْنَ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ لَهُ حَتّٰى يُدْخَلَ اِلٰى قَبْرِهِ[2]

سورۂ نور کی تلاوت سے اپنے مال، جان اور خواتین کی حفاظت کرو۔جو شخص باقاعدہ ہر دن یا ہر رات اس سورے کی تلاوت کرے گا تو اس کے خاندان کا کوئی فرد زنا کا ارتکاب مرتے دم تک نہیں کرے گا اور جب وہ مرے گا تو ستر ہزار فرشتے اس کی تشییع جنازہ کریں گے اور قبر میں اتارنے تک اس کے لئے اللہ سے استغفار کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] ۔انوار القرآن، ص ۷۴۳

[2] ۔وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۲

سورۂ فرقان کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فرقان

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فرقان	19،18	25	42	مکہ مکرمہ	77	06	3876	896

☆سورۂ فرقان موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا پچیسواں (۲۵) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بیالیسواں (۴۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورۂ فرقان: اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی وجہ سے رکھا گیا ہے جس میں "فرقان" کا ذکر ہے اور یہ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک نام بھی ہے، جس کے معنی ہیں حق کو باطل سے جدا کرنے والا۔

سورۂ تبارک: سورۂ تبارک اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ لفظ "تبارک" اس سورہ میں تین مرتبہ بیان ہوا ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ فرقان کا نزول	۲۔ توحید خداوندی کا بیان
۳۔ قرآن پر مشرکین کے اعتراضات اور ان کا رد	۴۔ رسالت اور کفار کا خیال
۵۔ انکار رسالت کی وجہ	۶۔ قیامت کے دن سوال
۷۔ کفار کا اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب	۸۔ عقبہ ابن ابی معیط اور توہین رسول خداؐ
۹۔ قرآن مجید سے قطع تعلق پر رسول خدا کا بارگاہ الٰہی میں شکوہ	۱۰۔ قرآن مجید کا نزول تدریجی
۱۱۔ رسولوں کو بھیجنا سنت الٰہی	۱۲۔ اصحاب رس
۱۳۔ عباد الرحمٰن کے اوصاف	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

فرقان کا نزول

اس سورے کے آغاز میں ہی "فرقان کو اپنے رسول پر نازل کرنے" کا بیان ہے۔ یہ قرآن مجید کے مشہور اسماء میں

۱۔ تسکین روح، ص ۱۷۵

سے ایک ہے۔قرآن مجید کے جو خود قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض اسماء مندرجہ ذیل ہے:
قرآن، فرقان، کتاب، ذکر، تنزیل، حدیث، موعظہ، تذکرہ، ذکریٰ، بیان، ھدیٰ، شفاء، حکم، حکمت، حکیم، مھیمن، ھادی، نور، رحمت، عصمت، نعمت، حق، تبیان، بصائر، مبارک، مجید عزیز، عظیم، کریم، سراج، منیر، بشیر، نذیر، صراط، حبل، روح، قصص، فصل، نجوم، عجب، قیم، مبین، بلاغ، قول، متشابہ، عربی، بشریٰ، ایمان، علم، عدل، نباء، عربی، امر اور وحی۔ان اسماء کے علاوہ اور بھی اسماء وصفات قرآن مجید کے بیان ہوئے ہیں۔

☆ پہلی آیت میں خداوند عالم نے فرقان کو اپنے بندے پر نازل کرنے کو بیان کیا ہے تاکہ اس کتاب کے ذریعے وہ عالمین کو عذاب الٰہی سے ڈرائے۔یہاں پر لفظ "عالمین" بیان ہوا ہے،اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا پیغام کسی ایک معاشرے یا ایک علاقہ کے لئے نہیں بلکہ آپ عالمین کے لئے رحمت بن کر آئے اور عالمین کو ڈرانے والے بھی ہیں۔عذاب الٰہی سے ڈرانا بھی رحمت الٰہی کا ایک بہترین نمونہ ہے جس کے بعد انسان گناہوں سے محفوظ رہ جاتا ہے۔

توحید خداوندی کا بیان

☆ آیت ۲ میں خدوند عالم نے اپنی توحید کو بہترین انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ آسمان وزمین، سلطنت اور بادشاہت میں کوئی شریک ہے۔یہ آیت کفار و مشرکین کے اس عقیدے کے باطل ہونے کو بیان کررہی ہے جس میں کفار کہتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ نے خلق تو کیا ہے لیکن خلق کے بعد اس کی تدبیر کے اختیارات اپنے غیر کو دے دیئے ہیں۔

قرآن مجید پر مشرکین کے اعتراضات اور ان کا رد

☆ آیت ۴ سے ۶ میں قرآن مجید کے بارے میں مشرکین کے ان اعتراضات کو رد کیا گیا ہے جو وہ قرآن مجید کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ان کے اعتراضات یہ تھے کہ:

۱۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا افتراء اور ان کی اپنی تخلیق ہے جس میں کچھ دوسرے لوگوں نے تعاون کیا ہے۔

۲۔ یہ قرآن گزشتہ قوموں کے قصے اور کہانیاں ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی اور سے لکھوالی ہیں۔(کفار کی اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں لکھا جا چکا تھا)۔

مشرکین کے ان اعتراضات کے جواب میں خداوند عالم نے بیان فرمایا کہ یہ قرآن اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کے راز سے واقف ہے۔

رسالت اور کفار کا خیال

☆ آیت ۷ اور ۸ کے مطابق کفار کا خیال تھا کہ رسول بشر نہیں ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا ہے اور اگر بالفرض انسانوں میں سے کسی کو نبوت و رسالت ملے بھی تو وہ دنیاوی اعتبار سے خوشحال لوگوں کو ملتی ہے، کسی غریب کو ہرگز نہیں مل سکتی۔
ان کے نزدیک مادی وجود (انسان) اللہ کی نمائندگی نہیں کرسکتا اسی لئے وہ فرشتوں کو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے تھے۔ اسی لیے ان کے نزدیک کھانا اور لوگوں کے درمیان چلنا پھرنا رسالت کے منافی ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ اگر کوئی بشر رسول ہو تو اس صورت میں ایک فرشتہ کو اس رسول کے ساتھ ہونا چاہیے تا کہ اس فرشتے کے ذریعے رسول کا غیب کے ساتھ اتصال ممکن ہو یا اگر کسی بشر کو رسول بنانا ہی تھا تو وہ خزانوں اور جاگیروں کا مالک ہوتا۔ یہ کیسا رسول ہے جو عام لوگوں کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ زمین پر بسنے والوں سے الگ پر تعیش زندگی گزارنے والا ہو۔
جبکہ اسلام کے نزدیک رسول، اللہ کی طرف سے ہدایت دینے کے لیے آتے ہیں، وہ زندگی بھی ایسی گزارتے ہیں جو دوسروں کے لیے مثال ہو، تا کہ ان کی زندگی و سیرت بھی باعث ہدایت ہو۔

انکار رسالت کی وجہ

☆ آیت ۱۱ میں کفار کے انکار رسالت کی وجہ کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انکار رسالت کی اصل وجہ وہ باتیں نہیں ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ بنیادی وجہ آخرت کا انکار ہے کیونکہ مجرم عدالت اور حساب سے کتراتا ہے۔ انکار نبوت کی اصل وجہ معاد کا انکار ہے۔ جب ان کے نزدیک یوم حساب نہیں ہے، عذاب و ثواب نہیں ہے، جنت و جہنم نہیں ہے تو قانون، شریعت، رسالت سب بے معنی ہو جاتے ہیں۔

قیامت کے دن سوال

☆ آیت ۱۷ اور ۱۸ کے مطابق قیامت کے دن کفار اللہ کے علاوہ جن چیزوں کی پرستش کرتے تھے ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا؟ وہ جواب دیں گے ہم نے انہیں گمراہ نہیں کیا بلکہ وہ دنیا کی نعمتوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔
واضح رہے کہ جب لوگ ہدایت الٰہی کو قبول نہیں کرتے اور ناقابل ہدایت ہو جاتے ہیں تو اللہ ان کو دنیا کی نعمت عطا کر کے اور سزا دینے میں ڈھیل دے کر عذاب کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی سزا ہے[۱]۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۴۸۳

کفار کا اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب

☆ آیت ۲۱ میں کفار کی جانب سے اللہ پر کئے گئے ایک اعتراض اور اس کا جواب بیان کیا گیا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ اللہ نے جو رسول بھیجے وہ درست نہ تھے، فرشتوں کو بھیجنا چاہیے تھا اور ایمان بالغیب کی دعوت بھی درست نہ تھی، اسے خود ظاہر ہو کر سامنے آنا چاہیے تاکہ سب لوگ اسے دیکھ لیں اور ایمان لے آئیں۔

ان کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا: ان لوگوں نے اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھ رکھا ہے کہ اللہ پر اعتراض کرنے لگ گئے اور سرکشی یہاں تک پہنچ گئی کہ اللہ کا عمل انہیں پسند نہیں۔ اور جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی کیونکہ فرشتے انہیں بتائیں گے کہ آج کے دن مشرکین و مجرمین کے لئے خوشی اور مسرت ممنوع ہے۔

عقبہ ابن ابی معیط اور توہین رسول خداؐ

☆ آیت ۲۷ سے ۲۹ تک کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ عقبہ ابن ابی معیط جب بھی سفر سے واپس آتا تھا تو اشراف قوم کو دعوت دیتا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ حسب دستور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تو ایمان نہ لائے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس نے اسی وقت کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا تو آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب یہ خبر عقبہ کے قریبی دوست ابی ابن خلف تک پہنچی تو اس نے عقبہ کو سخت برا بھلا کہا کہ تو اپنے آبائی دین سے منحرف ہو گیا۔ عقبہ نے کہا کہ میں اپنے مذہب پر باقی ہوں، میں نے محض مہمان کی خاطر کلمہ شہادت پڑھا تھا۔ اُبی نے کہا کہ اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو ان کے منہ پر تھوک دے (نعوذ باللہ)۔ غرض عقبہ کم بخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھنے کی حالت میں تھوکنے کی جسارت کی مگر خدا کی شان اس کا تھوک خود اس کے منہ پر پڑا اور شعلہ بن کر اس کے چہرے کو جھلسا گیا اور عمر بھر اس کی سیاہی نہ گئی۔ عقبہ اور ابی ابن خلف دونوں جنگ بدر میں واصل جہنم ہوئے۔ یہ آیت انہی دونوں روسیاہوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے[1]۔

قرآن مجید سے قطع تعلق پر رسول خدا کا بارگاہ الٰہی میں شکوہ

☆ آیت ۳۰ کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس کائنات کی بساط سمیٹ لی جائے گی، قیامت کا ہولناک واقعہ رونما ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی کرسی عدالت لگا دی جائے گی "لاالحکم الا اللہ الواحد القہار" کی صدا بلند ہوگی، ایسی عدالت جس میں ہر قسم کی دھونس، دھاندلی، جھوٹ، فریب، رشوت، اثر و رسوخ کا استعمال اور جھوٹی گواہی کا تصور بھی نہیں ہوگا۔ اس

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، مولانا حافظ فرمان علی، حاشیہ آیت ۲۷

عدالت میں تمام مظلوموں کو اپنا حق فوراً ملے گا، اس لئے ہر کوئی اپنا کیس لے کر عدالت الٰہی میں حاضر ہوگا۔ خدا کی بارگاہ میں شکایت کرنے والوں میں سے ایک شخصیت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ کی ذات گرامی ہوگی۔ آپ ﷺ بھی اس عدالت میں ایک گلہ اور شکوہ لے کر حاضر ہوں گے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے: ''پالنے والے! میری قوم (امت) نے اس قرآن کو واقعی ترک کر دیا تھا'' جس امت کی خاطر میں نے بہت سے مصائب و آلام برداشت کئے۔ میرے پالنے والے! میں نے تیرا ایک ایک پیغام ان تک پہنچایا۔ ان پر خود عمل کر کے دکھایا، مگر میرے بعد انہوں نے اسے چھوڑ دیا(۱)۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ گفتگو اور شکایت آج بھی اسی طرح فضا میں گونج رہی ہے گویا آپ ﷺ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے خلاف بارگاہ ایزدی میں استغاثہ کر رہے ہیں: خدایا! ان لوگوں نے قرآن کو بالکل بھلا دیا ہے جو قرآن زندگی کی علامت اور نجات کا ذریعہ ہے، قرآن فتح و کامرانی، تحرک اور ترقی کا عامل ہے، جو قرآن ہر شعبہ زندگی کے لئے راہنما اصول رکھتا ہے، اسی قرآن کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا ہے حتی کہ انہوں نے اپنے دیوانی اور فوجداری قوانین تک کے لئے دوسروں کی طرف گدائی کا ہاتھ پھیلایا ہوا ہے(۲)۔

قرآن مجید کا تدریجی نزول

☆ آیت ۳۲ میں قرآن مجید کو تدریجاً نازل کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ہم نے قرآن کو تدریجاً اس لئے اتارا ہے اے رسول! تاکہ آپ کے دل کو تقویت ملے۔ یہاں رسول کے قلب کو تقویت پہنچانے سے یہ مراد نہیں کہ رسول نعوذ باللہ کمزور دل کے مالک تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول ﷺ کو جس جاہل معاشرے کی تربیت کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی اس کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ کتاب (قرآن مجید) کو ایک ہی دفعہ پڑھانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا اس عظیم انقلاب کی جڑوں کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے فطرت سے ہم آہنگ ایک تدریجی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔

رسولوں کو بھیجنا سنت الٰہی

☆ آیت ۳۵ اور ۳۶ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جس رسول کو تمہاری طرف بھیجا ہے وہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے،

۱۔ غریب القرآن، بحث مہجوریت قرآن

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۵، ذیل آیت مورد بحث

بلکہ یہ سنت الٰہی ہے۔اس سے پہلے بھی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دے کر بھیجا ہے اور ہارون علیہ السلام کو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے وزیر بنایا ہے۔ تمہاری طرح ان لوگوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ ہم تم کو بھی تباہ کر سکتے ہیں۔اس کے بعد کی آیات میں قوم نوح کے غرق ہونے اور عاد وثمود کی تباہی کا ذکر اس بات کو واضح کرنے کے لیے ہے کہ گزشتہ انبیاء کی تاریخ میں جو کچھ ہوا ہے، وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

اصحاب رس

☆ آیت ۳۸، ۳۹ میں اصحاب رس کا ذکر موجود ہے۔

''رس'' آذر بائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام تھا جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا تھا۔ان بستیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ابان۔ ۲۔آذر۔ ۳۔بہمن۔ ۴۔اسفندار۔

۵۔فروردین۔ ۶۔اردی۔ ۷۔بہشت۔ ۸۔خرداد۔

۹۔مرداد۔ ۱۰۔تیر۔ ۱۱۔مہر۔ ۱۲شہریور۔

ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوح نے لگایا تھا اور اسے شاہ درخت کہا جاتا تھا۔اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا۔یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے تھے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے تھے۔قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کے لئے یہود ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر ان کی طرف بھیجا جنہوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور انکار و سرکشی پر اتر آئے اور ان کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر انہیں اس میں پھینک دیا اور کنویں کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا۔جس سے وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئے۔اس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں قہر الٰہی نے کروٹ لی اور ان پر لُو کے ایسے جھونکے چلے کہ ان کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلا جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں (۱)۔

۱۔ترجمہ نہج البلاغہ، مفتی جعفر حسین، ص ۳۸۲، امامیہ کتب خانہ لاہور

☆ آیت ۴۰ میں ایک ایسی بستی کا ذکر ہے جسے بارش کے ذریعہ تباہ کیا گیا۔ اس بستی سے مراد قوم لوط کی بستی ہے اور بدترین بارش سے مراد پتھروں کی بارش ہے جس کا ذکر ہم حضرت لوط کے واقعہ کے ذیل میں کر چکے ہیں۔

اس آیت میں کفار کیلئے واضح پیغام تھا کہ انہیں ان واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ اہل حجاز کے قافلے فلسطین وشام جاتے ہوئے اس علاقہ سے گزرتے تھے اور وہ تباہی کے آثار کو دیکھتے تھے بلکہ آس پاس کے باشندوں سے قوم لوط کی عبرت ناک داستان سنتے بھی رہتے تھے (۱)۔

آیت ۵۴ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت جس میں خداوند عالم میں واضح اعلان فرمایا ہے کہ انسان کو پانی سے پیدا کرنے کے بعد خاندان وسسرال والا بنا دیا ہے، محمد ابن سیرین نے روایت کی ہے کہ یہ آیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی چونکہ حضرت علی علیہ السلام کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبی اور دامادی دونوں رشتے ہیں۔ نسب کی رُو سے حضرت علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے شوہر ہونے کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہیں (۲)۔

☆ آیت ۶۰ میں قرآن مجید کا آٹھواں مستحب سجدہ ہے۔

عبادالرحمٰن کے اوصاف

☆ آیت ۶۳ سے آخر سورہ تک ''عبادالرحمٰن'' کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

اس مقام پر خداوند عالم کے خاص بندوں کا ذکر ہے اور رحمن کے خاص بندوں کا تعارف کروایا جا رہا ہے۔ اس کے بندے جب اس قدر عالم اور باعظمت مقام کے مالک ہیں تو خدائے رحمن کس قدر عظمت کا مالک ہوگا؟ اس طرح سے اس کی عظمت کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ آیات ان کی <u>بارہ صفات</u> بیان کر رہی ہیں جن میں سے کچھ کا تعلق تو عقائد سے ہے اور کچھ کا اخلاق سے۔ بعض کا تعلق معاشرتی صفات سے ہے اور بعض کا انفرادی سے۔ غرض کہ مجموعی طور پر وہ اعلیٰ انسانی خصوصیات کا پیکر ہیں۔ ذیل میں ہم ان صفات کو بطور خلاصہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ والے زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

چال چلن انسان کی شخصیت کی ترجمانی کرتی ہے۔ لہٰذا جس شخص کی شخصیت میں کوئی کمی ہوتی ہے وہ زمین پر اکڑ کر چلتا

۱۔ تفہیم القرآن، تفسیر سورۂ فرقان

۲۔ شواھد التنزیل، ج ۱، ص ۵۳۸

ہے لیکن اللہ کی بندگی کرنے والوں کی شخصیت میں کوئی خلا نہیں ہوتا لہٰذا وہ زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔

۲۔ جب جاہل ان سے الجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ لوگ انہیں سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ وہ جاہلوں کے ساتھ الجھتے نہیں، اگر کوئی ان کے ساتھ بدتہذیبی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ کے یہ نیک بندے اپنی تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس جاہل کو سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔

۳۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو رات کی تاریکی میں اپنے پروردگار کے حضور سجدہ اور قیام کرتے ہیں جبکہ اس وقت غافل انسان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہوتی ہیں۔

رات کے اس پہر ظاہرداری اور ریاکاری کا کوئی موقع نہیں ہوتا، میٹھی نیند کو اپنے اوپر حرام کر کے اس سے بھی شیریں چیز یعنی ذکرِ خدا، قیام اور اس کی باعظمت بارگاہ میں سجدہ کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، رات کا کچھ حصہ اپنے محبوب کے ساتھ راز و نیاز اور مناجات میں گزار دیتے ہیں اور اپنے قلب و روح کو اس کی یاد اور نام سے منور کرتے ہیں۔

۴۔ عذابِ الٰہی سے خوفزدہ رہتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا! جہنم کے عذاب کو ہم سے دور رکھ کیونکہ جہنم کا عذاب سخت اور دائمی ہے۔

وہ لوگ رات کو عبادتِ خدا میں مشغول ہوتے ہیں اور دن کے وقت اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں پھر بھی ان کے دل احساسِ ذمہ داری کی بناء پر خوفِ خدا سے معمور رہتے ہیں اور یہ خوف ایسا ہوتا ہے جس سے فریضے کی ادائیگی بہتر اور مؤثر انداز میں ہوتی ہے۔

۵۔ وہ ایسے بندے ہیں جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ ہی تنگی سے کام لیتے ہیں۔

ان کا انفاق بھی اعتدال کی حد تک ہوتا ہے جس میں نہ تو فضول خرچی ہوتی ہے اور نہ سخت گیری۔ نہ تو اس قدر خرچ کر ڈالتے ہیں کہ خود ان کی بیوی بچے بھوکے رہ جائیں اور نہ ہی اس قدر تنگی سے کام لیتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کی بخشش سے محروم رہ جائیں۔

۶۔ توحید پر ان کا خالص ایمان ہے جو انہیں دو یا کئی چیزوں کی پرستش پر مبنی شرک سے دور رکھتا ہے۔

توحید نے ان کے قلب اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو روشن کر رکھا ہے جس کی وجہ ان کی روح و فکر کے آسمان عظمت سے شرک کی ہر قسم کی تاریکی کافور ہو چکی ہے۔

۷۔ اللہ کے بندے کسی ایسے انسان کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کا خون اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ بنیادی طور پر تمام انسانی نفوس قابل احترام ہیں اور ان کا خون بہانا ممنوع ہے مگر یہ کہ کچھ ایسے عوامل پیدا ہو جائیں جن سے یہ احترام ثانوی حیثیت اختیار کر جائے اور خون بہانا جائز ہو جائے۔

۸۔ ان کا دامن عفت، گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا اور وہ زنا نہیں کرتے۔

۹۔ وہ ایسے افراد ہیں جو جھوٹی گواہی سے پرہیز کرتے ہیں۔

۱۰۔ بری محفلوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ کی کتاب سے متاثر ہوتے اور اس کی آیات پر تدبر و تفکر کرتے ہیں۔

۱۲۔ وہ ہمیشہ نیک بیوی اور بچوں کی اور اپنے ہدایت یافتہ ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

بغیر حساب جنت کا حصول: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ بُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ يُؤْمِنُ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَدَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت والے دن اسے اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ روز قیامت پر ایمان ویقین رکھتا ہوگا اور اس میں کوئی شک وتردید نہیں ہوگا اور وہ حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا۔

عذاب وحساب سے محفوظ: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

يَا ابْنَ عَمَّارٍ لَا تَدَعْ قِرَاْءَةَ سُوْرَةِ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ فَاِنَّ مَنْ قَرَاَهَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ اَبَدًا وَلَمْ يُحَاسِبْهُ وَكَانَ مَنْزِلُهٗ فِي الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى (۲)

اے ابن عمار! سورۂ ''تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ'' کی تلاوت ترک نہ کرنا جو بھی ہر رات اس کی تلاوت کرے گا خدا اسے کوئی عذاب نہ دے گا اور اس کا محاسبہ نہ ہوگا اور اس کی منزل فردوس اعلیٰ میں ہوگی۔

☆☆☆☆☆
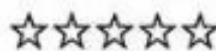
۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۵

۲۔ ثواب الاعمال، ص ۱۰۹

سورۂ شعراء کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ شعراء

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
شعراء	19	26	47	مکہ مکرمہ	227	11	5630	1223

☆ سورۂ شعراء موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چھبیسواں (۲۶) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے سینتالیسواں (۴۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ سورۂ شعراء کی آخری چار آیات کے علاوہ باقی تمام آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کے آخر میں حق گو (حق کہنے والے) اور باطل گو (باطل کہنے والے) شعراء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی بنا پر یہ سورہ اس نام سے موسوم ہے۔

اس سورے کو "سورۂ جامعہ" اور "سورۂ طسم" بھی کہتے ہیں (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کی آیات کا واضح ہونا	۲۔ جبری ایمان کی حیثیت
۳۔ نباتات میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں	۴۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی تبلیغ
۵۔ بیماری میں شفا دینے والی ذات	۶۔ شفاعت کرنے والوں کا تذکرہ
۷۔ بعض انبیاء کا تذکرہ	۸۔ مشرکین کے اعتراض کا جواب
۹۔ قرآن مجید فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا	۱۰۔ دعوت ذوالعشیرہ
۱۱۔ تواضع کا حکم	۱۲۔ تبلیغ رسالت میں اللہ پر توکل کا حکم
۱۳۔ شعراء کا ذکر	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

۱۔ تسکین روح، ص ۱۷۹

اہم نکات:

قرآن مجید کی آیات کا واضح ہونا

☆ آیت ۲ اور ۳ میں خداوند عالم نے قرآن مجید کے مطالب کا واضح ہونا بیان کیا ہے کہ اس کتاب کی آیتیں بہت ہی واضح ہیں لہٰذا اے رسول! ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں کیونکہ اگر انہیں ایمان لانا ہو تو اس کتاب کی آیتیں ایسی نہیں کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں بلکہ یہ واضح کتاب ہے۔

جبری ایمان کی حیثیت

☆ آیت ۴ پر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر اللہ ایمان لانے پر کسی کو مجبور کرتا تو یقیناً اس کی گردن جھک جاتی لیکن اللہ کے نزدیک جبری ایمان مقصود نہیں ہے کیونکہ جبری ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی جیسے کہ فرعون نے بھی غرق ہونے کے موقع پر کہا تھا کہ میں موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ اللہ کے نزدیک اُس ایمان کی قدر و منزلت ہے جو ذات الٰہی کی معرفت کے ساتھ ہو۔

نباتات میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں

☆ آیت ۶ اور ۷ کے مطابق صاحبان عقل کے لئے زمین میں اگنے والی اشیاء میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ انسان اگر زمین سے اگنے والی ان تمام اشیاء پر غور و فکر کرے تو یقیناً اس کے سامنے خداوند متعال کی عظمت آشکار ہو جائے گی۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتی اور ایسے ہی لوگ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھانے والے اور ذلت کو قبول کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی تبلیغ

☆ آیت ۱۰ سے ۶۸ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تبلیغ اور تبلیغ دین کی راہ میں درپیش مشکلات اور بعض واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے دربار میں دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے پہنچے اور اسے توحید پرستی کی دعوت دی تو اس وقت فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کئے ہوئے اپنے احسانات کو شمار کیا کہ موسیٰ کیا وہ وقت بھول گئے جب ہم نے بچپن میں تمہیں پالا تھا اور کیا تم نے ہمارے ساتھ اپنی عمر کے کئی سال نہیں گزارے؟

فرعون کے یہ کلمات دلیل ہیں کہ جب کسی نبی کا مربی (پالنے والا) گمراہ ہوتا ہے تو وہ دعوت اسلام کی مخالفت کرتے

ہوئے اپنے احسانات کو یاد دلاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر حضرت ابوطالب کا رسول کے اعلان رسالت کے بعد اعتراض نہ کرنا اور احسانات جتلانے کے بجائے حمایت و نصرت کا وعدہ کرنا ابوطالب علیہ السلام کے ایمان کی بہترین دلیل ہے۔ اور مدد کا وعدہ کرنا اس امر کا اعلان کہ ایک مسلمان نے بانی اسلام کو پالا ہے اور ایک مومن کامل نے روح ایمان (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پرورش کی ہے(۱)۔

بیماری میں شفا دینے والی ذات

☆ آیت ۶۹ تا ۹۰ میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت توحید کو پیش کیا گیا ہے، جو انہوں نے اپنی قوم کو دی تھی۔

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خلقت، ہدایت، حیات، موت، کھانا، پینا اور باقی تمام معاملات کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ میرا پروردگار وہ ہے جس نے مجھے خلق کیا، ہدایت دی، وہی کھانا دیتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔ لیکن جب بیماری کو بیان کرنے کا وقت آیا تو آپ نے اسے اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ یوں فرمایا کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے گویا بیماری بندے کی کمزوری ہے اور شفا دینا خدا کا کرم ہے۔

انہی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوندی میں طلب کی ہوئی بعض دعاؤں کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ:

۱، ۲۔ خدایا! مجھے علم و حکمت عطا فرما اور صالحین کے ساتھ ملحق کر دے۔

۳۔ پرودگار! سچی زبان عطا فرما کیونکہ جو زبان سچی ہوتی ہے اس پر خیر کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔

۴۔ خدایا! مجھے جنت کے وارثوں میں سے قرار دے۔

۵۔ میرے والد (چچا) کو بخش دے۔

۶۔ مجھے اس روز رسوا نہ کرنا جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

شفاعت کرنے والوں کا تذکرہ

☆ آیت ۱۰۰ اور ۱۰۱ میں شفاعت کرنے والوں یعنی ''شافعین'' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نور الثقلین کی روایت کے مطابق شفاعت کرنے والوں سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ''صدیق حمیم'' یعنی خالص محبت کرنے والے دوست سے مراد مومنین کرام ہیں(۲)۔

۱۔ انوار القرآن، حاشیہ ص ۷۳۱

۲۔ انوار القرآن، ص ۷۳۸

بعض انبیاء کا تذکرہ

☆ آیت ۱۰۵ سے ۱۲۱ تک میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات میں حضرت نوح کی تبلیغ کی کیفیت اور قوم کی طرف سے آپ کی تکذیب کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ آیت ۱۲۲ سے ۱۴۰ تک میں حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا بیان ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ کے جواب میں ان کی قوم کا جواب تھا کہ اے ہود تم چاہے نصیحت کرو یا نہ کرو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خداوند عالم نے اس قوم کو شدید عذاب میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دیا۔

☆ آیت ۱۴۱ سے ۱۵۹ تک میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ دین اور قوم کا معجزہ طلب کرنا، پہاڑ سے اونٹنی کا برآمد ہونا، قوم کا اونٹنی کو قتل کرنا اور اس کے نتیجہ میں قوم کا عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا بیان کیا گیا ہے۔

☆ آیت ۱۶۰ سے ۱۷۵ تک میں حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ایک بہت ہی برے گناہ اور غیر فطری فعل میں مبتلا تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس فعل سے نے منع فرمایا لیکن انہوں نے نہیں مانا اور آپ کی ہر بات کو جھٹلایا۔ ان جھٹلانے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والوں میں آپ کی بیوی بھی شامل تھی۔ عذاب الٰہی کے ذریعے آپ کی قوم آپ کی بیوی سمیت نیست و نابود ہوئی اس طرح خداوند عالم نے آپ کو ان کے شر سے نجات دی۔

☆ آیت ۱۷۶ سے ۱۹۱ تک میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی سے منع فرمایا، اپنی اطاعت کا حکم دیا، تبلیغ کا کوئی اجر طلب نہیں کیا، لوگوں کو چیزیں کم تولنے کی ممانعت کی اور انہیں زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ کے جواب میں قوم نے انہیں جادوگر، اپنے جیسا ایک عام انسان اور جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو ہمارے اوپر عذاب نازل کرا دو۔ حضرت شعیب کو جھٹلانے کے نتیجہ میں ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت شعیب کی قوم کو "اصحاب ایکہ" کہا جاتا تھا۔ ان کی تفصیل سورۂ حجر میں ملاحظہ فرمایئے۔

مشرکین کے اعتراض کا جواب

☆ آیت ۱۹۲ سے ۱۹۷ تک میں مشرکین کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن خود رسول ﷺ نے تحریر کیا ہے۔ اس کے جواب میں واضح کر دیا گیا کہ:

۱۔ یہ قرآن پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

۲۔ اتارنے والا الروح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) ہے۔

۳۔ جبرائیل علیہ السلام نے قلب مطہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا تاکہ رسول ڈرانے والوں میں سے ہو۔

۴۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن فصیح وبلیغ عربی میں نازل کیا گیا ہے۔

۵۔ اس قرآن کا ذکر گزشتہ انبیاء کی کتابوں میں بھی ہوا ہے۔

قرآن مجید فصیح وبلیغ عربی زبان میں نازل ہوا

☆ آیت ۱۹۸ اور ۱۹۹ کے مطابق اگر قرآن کو عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اس آیت میں در حقیقت کفار کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن (نعوذ باللہ) خود لکھا ہے۔ یاد رکھو اگر ہم قرآن عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں نازل کرتے تو یہ کہہ کر ایمان نہ لاتے کہ یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہو سکتی ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں عربی بولنے والے شخص پر نازل کیا تو تم نے کہا کہ یہ اس نے خود تصنیف کی ہے لیکن اگر ہم یہ قرآن عربی زبان میں کسی غیر عرب پر نازل کرتے اور وہ تم کو پڑھ کر سناتا تو بھی تم یہ کہہ کر ایمان لانے سے انکار کرتے کہ یہ صریح جادو ہے کیونکہ غیر عرب عربی زبان میں بات کر رہا ہے[1]۔

دعوت ذوالعشیرہ

☆ آیت ۲۱۴ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی جس میں اپنے رشتہ داروں کو تنبیہ کا حکم نازل ہوا ہے، تب آپ نے علی الاعلان اپنی رسالت کا اعلان ایک دعوت میں کیا۔ تاریخ اسلام میں یہ دعوت ''دعوت ذوالعشیرہ'' کے نام سے مشہور ہے جس کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۵۰۳

بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض رسالت کی ادا فرمایا۔ تین سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم پروردگار ہوا کہ ’’اے رسول! اپنے خاندان والوں کو (ہمارے عذاب سے) ڈراؤ‘‘۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر فرمایا: ’’خاندان کے سب آدمیوں کو دعوت دو اور ان کی ضیافت کا سامان کرو‘‘۔ اس حکم کے بعد آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو حضرت ابوطالب علیہ السلام کے گھر میں دعوت دی اور کھانا تیار کرنے کی ذمہ داری حضرت علی علیہ السلام کے سپرد فرمائی۔ اس میں ’’تقریباً چالیس‘‘ افراد شریک ہوئے۔ آپ کے چچاؤں میں سے ابوطالب، حمزہ اور ابولہب اس دعوت میں شریک ہوئے۔ ان تمام افراد کے لئے جو کھانا تیار کیا تھا وہ مقدار کے اعتبار سے بہت ہی کم تھا مگر یہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور بہت سا کھانا بچ بھی گیا۔ ابولہب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا ’’دیکھا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا بڑا جادوگر ہے۔ ذرا سا کھانے سے تم سب کا پیٹ بھر دیا اور کھانا پھر بھی جوں کا توں بچا رہا، بہت جلد یہاں سے بھاگو ورنہ اس کے جادو کا اثر ہم سب پر ہو جائے گا‘‘۔ یہ سن کر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بات چیت کا موقع نہیں ملا۔

دوسرے روز پھر دعوت ہوئی اور جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’لوگو! میں تمہارے لئے وہ چیز لے کر آیا ہوں جس سے دین و دنیا دونوں میں تمہاری بھلائی ہوگی، تم میں کوئی ایسا ہے کہ اس عظیم الشان کام میں میرا ساتھ دے اور میرا خلیفہ اور وزیر ہو‘‘۔ یہ سن کر ساری محفل میں سناٹا چھا گیا اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: ’’اگرچہ میں عمر میں ان سب سے چھوٹا ہوں اور آپ کی خدمت بجالانے کی قابلیت اپنے اندر نہیں پاتا مگر اپنی ناچیز جان کو راہ خدا میں نذر کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں آپ کی رفاقت سے منہ نہ موڑوں گا‘‘۔ بھرے جلسہ نے اس بات پر زور سے قہقہہ مارا، بعض نے یہ بھی کہا ’’ایسا کون سا بڑا کام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درپیش ہے جس کیلئے مددگار کی ضرورت ہے؟ ابولہب نے کہا ’’یہ اپنے ساتھ علی کا بھی ستیاناس کرنا چاہتے ہیں‘‘۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس بکواس پر کوئی توجہ نہ دی اور حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا: ’’اے علی! آج سے تم ہی میرے وصی و جانشین ہو تم ہی میرے قوت بازو ہو‘‘۔ پھر مجمع سے فرمایا ’’جو علی کہہ رہے ہیں اس کو سنو اور ان کی اطاعت کرو‘‘۔ اس پر ابولہب نے بطور طعنہ زنی حضرت ابوطالب علیہ السلام سے کہا: ’’لو اور قیامت آئی، محمد تم کو بیٹے کی اطاعت کا حکم دے رہے ہیں(۱)‘‘۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۸۹

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری پسند کی تکمیل کیلئے ان سب سے پیش پیش ہوں لہٰذا تمہیں جس چیز کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو، بخدا میں تمہاری مسلسل حفاظت واعانت کرتا رہوں گا(۱)۔

تواضع کا حکم

☆ آیت ۲۱۵ میں پروردگار عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تواضع سے پیش آنا اسلام کا ایک اہم حکم ہے اور اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اسلامی قیادت کا اپنی رعیت کے ساتھ حاکم ومحکوم کا رشتہ نہیں بلکہ قیادت اور عوام کا رشتہ تواضع اور محبت کا رشتہ ہے۔

تبلیغ رسالت میں اللہ پر توکل کا حکم

☆ آیت ۲۱۷ سے ۲۲۰ تک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے تائید اور حوصلہ دیا جارہا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی رسالت کی تبلیغ میں اللہ پر توکل کریں، اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے خواہ آپ اکیلے ہوں یا سجدہ گزاروں میں ہوں۔ بعض روایات کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اللہ اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب آپ کا نور ساجدین کی اصلاب میں پشت در پشت منتقل ہو رہا تھا(۲)۔

شعراء کا ذکر

☆ آیت ۲۲۴ سے ۲۲۷ تک میں دو قسم کے شعراء کا بیان ہے۔ شعراء کی ایک قسم وہ ہے جو حق وباطل کے درمیان فرق کرتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو باطل اشعار کہتے ہیں۔ جن شاعروں کی مذمت کی گئی ہے وہ ایسے لوگ تھے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے، قرآن مجید کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایسے شاعروں کی دو باتیں یہاں ذکر ہوئی ہیں:

۱۔ وہ حق اور حقیقت سے بھٹکی ہوئی باتیں کیا کرتے ہیں۔

۲۔ ان کے گفتار وکردار میں تضاد پایا جاتا ہے اور یہ لوگ ایک تخیلاتی دنیا میں گم رہتے ہیں۔

اسلام نے ایسے اشعار کی مذمت کی ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنے کا باعث بنتے ہیں البتہ اگر اشعار کے مضامین ایمان، عمل صالح، ذکر خدا، مظلوم کی فریادرسی پر مشتمل ہوں تو اس میں کوئی مذمت نہیں ہے بلکہ ایسے شعراء اور ان کے اشعار لائق تعریف وقابل ستائش ہیں۔

۱۔ الرحیق المختوم، ص ۱۱۳

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۵۰۶

فضائل و خصوصیات:

مومنین کی تعداد کے برابر ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص سورۂ شعراء کی تلاوت کرے گا اللہ اسے ہر مومن مرد و عورت کی تعداد کے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور جب قبر سے نکلے گا تو وہ "لا الٰہ الا اللہ" کی ندا بلند کرے گا(۱)۔

تمام صحیفوں کی تلاوت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص صبح کے وقت اس سورے کی تلاوت کرے گا گویا اس نے اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں کی تلاوت کی نیز جو اس کا پانی پیئے گا اللہ اسے ہر مرض سے شفا عطا کرے گا(۲)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج۵، ص ۳۸۳، بحوالہ تسکین روح

۲۔ تفسیر ابوالفتوح رازی، ج۸، ص ۳۴۸، بحوالہ تسکین روح

سورۂ نمل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نمل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نمل	20،19	27	48	مکہ مکرمہ	93	07	4795	1166

☆ سورۂ نمل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ستائیسواں (۲۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اڑتالیسواں (۴۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۱۸ ویں آیت کی وجہ سے ''سورۂ نمل'' رکھا گیا ہے اور عربی میں ''نمل'' چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید، کتاب مبین، واضح اور کھلی کتاب ہے	۲۔ قرآن مجید ہدایت وبشارت
۳۔ حکیم ودانا خدا کی طرف سے قرآن کا نزول	۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ
۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے وارث ہوئے	۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام
۷۔ بیت المقدس کی تعمیر	۸۔ لشکرِ حضرت سلیمان علیہ السلام اور وادیٔ نمل
۹۔ ہدہد اور حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۰۔ ملکہ سبا بلقیس
۱۱۔ ملکہ سبا قصر سلیمان علیہ السلام میں	۱۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت
۱۳۔ حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ	۱۴۔ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ
۱۵۔ توحید خداوندی کے دلائل	۱۶۔ علم غیب اور قیامت
۱۷۔ زمین کی سیر و سیاحت کی دعوت، عبرت حاصل کرنے کیلئے	۱۸۔ مصائب ومشکلات میں مددگار صرف اللہ ہی ہوتا ہے
۱۹۔ نزول عذاب میں جلدی کرنے والوں کو جواب	۲۰۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت
۲۱۔ نیک اور برے اعمال کا انجام	۲۲۔ مشرکین کو تنبیہ
۲۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے کی ابتدا میں قرآن مجید کو نماز پڑھنے والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کیلئے ہدایت اور بشارت قرار دیا گیا ہے۔ اور آخری آیات میں برائیوں کے مرتکب اور گمراہ افراد کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے بلکہ وہ تمہارا ہر کام دیکھ رہا ہے۔ پس یہ سورہ بشارت کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور تنبیہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس سورے کی آیت ۲۶ میں قرآن مجید کا نواں مستحب سجدہ ہے۔

قرآن مجید، کتاب مبین، واضح اور کھلی کتاب ہے

☆ پہلی آیت میں قرآن مجید کو ''کتاب مبین'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی تعلیمات اور اپنے احکام اور ہدایات کو بالکل واضح طریقہ سے بیان کرتی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ اور تیسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ خداوند عالم کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو شخص آنکھیں کھول کر پڑھے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے (۱)۔

قرآن مجید ہدایت و بشارت

☆ آیت ۲ اور ۳ میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید ان لوگوں کے لئے ہدایت و بشارت ہے جو مومن ہوں، نماز قائم کرتے ہوں، زکوٰۃ دینے والے ہوں اور روز آخرت پر یقین رکھنے والے ہوں۔ یہاں پر قرآن مجید کو مومنین کے لئے ہدایت قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے اہل ایمان ہی ہوتے ہیں لہٰذا اللہ انہی کو ہدایت اور بشارت دیتا ہے۔

حکیم و دانا خدا کی طرف سے قرآن کا نزول

☆ آیت ۶ میں قرآن مجید کو ایک حکیم و دانا خدا کی طرف سے نازل کرنے کو بیان کیا جا رہا ہے۔ یعنی یہ کوئی ہوائی باتیں نہیں ہیں جو اس قرآن میں کی جا رہی ہیں اور نہ کسی انسان کے قیاس اور رائے پر مبنی ہیں بلکہ ایک حکیم اور علیم ذات اسے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کر رہی ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جسے مخلوقات کے مصالح اور ان کے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے اور جس کی حکمت بندوں کی ہدایت کے لئے بہترین تدابیر اختیار کرتی ہے۔

۱۔ تفہیم القرآن، تفسیر سورۂ نمل، ص ۴

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۷ سے ۱۴ تک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے اہل خانہ کے لئے آگ لینے گئے تو نبوت ملی اور اس کے بعد کی آیات میں خداوند عالم کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے گئے بعض معجزات کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے مشہور معجزہ عصا کا ہے، آپ کا عصا زمین پر چھوڑتے ہی سانپ کی طرح حرکت کرتا تھا۔ دوسرا معجزہ دست مبارک کا چمکنا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ دو معجزات ان نو (۹) معجزات میں سے ہیں جنھیں ہم نے آپ کو عطا کئے ہیں۔ ان معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم سے مقابلہ کے لئے جانا ہے کیونکہ وہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی "سورۂ اعراف" میں بیان کئے گئے ہیں۔

ان آیات پر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کے رسول برحق ہونے پر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا لیکن خواہش پرستی، سرکشی اور حق والوں سے عناد و دشمنی کی وجہ سے وہ حق کو قبول نہیں کرپاتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث

☆ آیت ۱۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔ یہ آیت ان آیات میں سے ایک ہے جس سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے معاملہ میں استدلال کیا تھا۔ جب کہا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "ہم انبیاء کی کوئی وراثت نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے"۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اس حدیث کے مقابلہ میں بہت سارے دلائل پیش کئے ان واضح دلائل میں قرآن مجید کی آیات مجیدہ بھی ہیں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دربار خلافت میں وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا "اے ابوبکر! کیا خدا کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تم اپنے باپ سے میراث لو اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں کہتا کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے[1]؟

حضرت سلیمان علیہ السلام

☆ آیت ۱۷ سے ۴۴ تک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کو خداوند عالم نے بیان کیا ہے۔ ہم ان تمام واقعات کو اور حضرت سلیمان کے حالات زندگی کو ذیل میں بیان کرتے ہیں:

---

[1] احتجاج طبرسی، ج۱، ص ۱۰۲

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں کے بعد حضرت اسحاق سے جا ملتا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت داؤد نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں بحکم خدا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی نبوت اور حکومت دونوں کے جانشین ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کو یہ خاص امتیاز حاصل ہوا جو کائنات میں کسی دوسرے بادشاہ یا حاکم کو نصیب نہیں ہوا ،وہ امتیاز یہ تھا کہ ان کے ماتحت صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جنوں اور حیوانات بھی آپ کے تابع فرمان تھے۔

آپ کی حکومت کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اللہ نے آپ کے لئے ''ہوا'' کو مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے فرمان کے تحت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے صبح کے وقت ایک مہینہ کی مسافت اور شام کے وقت ایک مہینہ کی مسافت کی مقدار سفر کر لیتے تھے(۱)۔

بیت المقدس کی تعمیر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ مسجد (ہیکل) کے چاروں طرف ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے اور مسجد کو بھی دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ ان کی خواہش تھی کہ مسجد اور شہر کو خوبصورت انداز میں تعمیر کیا جائے۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے انہوں نے ''جنات'' سے مدد لی۔ چنانچہ وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے ایک بہترین شہر اور بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ جنات نے بیت المقدس کے علاوہ دیگر تعمیرات بھی کیں اور بعض ایسی چیزیں بنائیں جو اس زمانہ کے لحاظ سے عجیب وغریب سمجھی جاتی تھیں۔

لشکرِ حضرت سلیمان علیہ السلام اور وادیٔ نمل

اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی تھا کہ خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حیوانوں کی زبان سمجھنے کا علم عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک مشہور واقعہ ہے جو ''واقعہ نمل'' (چیونٹیوں کی بستی) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ واقعہ اسی سورے میں بیان ہوا ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ایک وادی سے گزر رہا تھا تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا: اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کا لشکر تمہیں کچل نہ دے اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات سے محظوظ ہو کر مسکرائے اور اللہ کی قدرت، اس کے فضل وانعام اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا۔

۱۔ قصص الانبیاء، واحمہ، عزادار حسین نقوی، ص ۲۵۲

ہُدہُد اور حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اڑا جا رہا تھا اور آپ کے سر پر پرندے سایہ کئے ہوئے تھے ایسے میں ایک گوشہ سے سورج کی کرنیں آپ پر پڑیں، آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو "ہدہد" کو اپنے مقام پر نہ پایا۔ فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو اس جگہ پر نہیں پاتا؟ کہیں چھپ گیا ہے یا یہاں سے کہیں اور چل دیا، اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول دلیل پیش نہ کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا۔

ہدہد جب واپس آیا تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہو کر کہا کہ سرزمین سبا پر ایک عورت ہے جو اس ملک کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور اللہ نے دنیا کی ہر نعمت سے اسے سرفراز کیا ہے اور ان کے پاس ایک عظیم تخت بھی ہے وہ عورت اور اس ملک کے تمام عوام خدا کی عبادت کے بجائے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ ہدہد نے مزید کہا کہ شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کے سامنے نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اور انہیں خدا کی راہ سے منحرف کر دیا ہے اس لئے وہ لوگ ہدایت نہیں پا سکتے۔

ملکہ سبا بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک قوم تھی جس کا نام سبا تھا۔ یہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی۔ بلقیس بنت شراجیل قوم سبا کی ملکہ اور حاکم تھی۔ ملکہ سبا جس مملکت کی حاکم تھی وہ آج کل یمن کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام ایک خط لکھا جس میں انہیں شرک چھوڑ کر توحید کی طرف آنے کی دعوت دی۔ خط کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی ہے، لہٰذا یہ واحد سورہ ہے جس میں بسم اللہ دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا: کہ میرا یہ خط لے جا کر ان کے پاس گرا دو اور پھر ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جاؤ اور دیکھو کہ ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ ہدہد نے خط کو اپنی چونچ میں دبایا، ملکہ کے پاس گیا اور ملکہ کے قریب اس خط کو گرا دیا ملکہ کو بے حد تعجب ہوا اور اس نے خط اٹھا کر پڑھنا شروع کیا اور پھر اپنے دربار کے بزرگوں کو مخاطب کر کے کہا ایک بہت ہی اہم خط کسی نے میرے پاس لا کر گرایا ہے جو حضرت سلیمان کی طرف سے آیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مجھ پر فوقیت و برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، میری طرف آؤ اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دو"

بلقیس جاہ وحشم اور عظمت وجلالت رکھنے کے باوجود برہم نہیں ہوئیں اور اس پر غصہ کا اظہار کرنے سے پرہیز کرتے ہوئے اس نے اپنے دربار کے بزرگوں سے مشورہ کرنے کو ترجیح دیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا: اے بزرگان قوم! اس اہم مسئلہ کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے ہمیں نوازیے کیونکہ ہم نے اب تک کوئی بھی اہم کام آپ کے مشورے کے بغیر انجام نہیں دیا ہے۔ دربار کے بزرگوں نے کہا: ہم طاقت وقدرت اور جنگ کرنے کے اعتبار سے بہت مضبوط ہیں لیکن آخری فیصلہ آپ کا ہوگا اب آپ جو بھی حکم دیں۔

بلقیس نے کہا: جب کوئی بادشاہ کسی بھی ملک میں داخل ہوتا ہے تو اس ملک کو برباد وویران کر دیتا ہے اور اس ملک کی رعایا کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔ بلقیس نے جنگ کی مذمت کرتے ہوئے تاکید کی کہ جنگ میں شکست کا نتیجہ شہروں، آبادیوں کی بربادی اور رعایا کی ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا لہٰذا بغیر کسی دلیل کے جنگ نہیں کرنی چاہیے، خاص کر اس وقت جب کہ صلح کے راستے ہموار ہوں میدان جنگ میں جانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ پھر بلقیس نے مزید کہا کہ ہم ان کے لئے قیمتی تحفے روانہ کریں گے اور دیکھتے ہیں ان کی طرف سے کیا جواب آتا ہے، اس طرح ہم انہیں آزمائیں گے۔

اس کے بعد جب ملکہ سبا کی طرف سے تحفے لے کر قاصد سلیمان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ تم اپنے مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو جب کہ جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے وہ تمھارے مال سے کہیں زیادہ بہتر ہے، جاؤ تم خود ہی اپنے ہدیہ سے خوش رہو۔ تم واپس جاؤ، اب میں ایک ایسا لشکر لے کر آؤں گا جس کا مقابلہ ممکن نہ ہوگا اور پھر سب کو ذلت ورسوائی کے ساتھ ملک سے باہر نکال دوں گا۔

حضرت سلیمان نے بلقیس کو معجزہ الٰہی دکھانے کی غرض سے اپنے دربار میں حاضر لوگوں سے کہا کہ کون تخت بلقیس کو میرے پاس حاضر کر سکتا ہے؟ حاضرین میں سے ایک جن نے حضرت سلیمان سے کہا: اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں تخت بلقیس آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا مگر جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا: اس سے پہلے کہ آپ کی پلکیں جھپکیں میں تخت بلقیس آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔

جب حضرت سلیمان نے اپنی نگاہوں کے سامنے تخت بلقیس دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے وہ میرا امتحان لینا چاہتا ہے کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکریہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرے گا اور جو کفران نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے۔

سلیمان نے کہا تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دو تاکہ یہ دیکھ لیں کہ وہ پہچان بھی سکتی ہیں یا نہیں یا ان لوگوں میں سے ہے جو

ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے۔

علامہ سید محمد حسین طباطبائی اس سلسلے میں فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت کی شکل بدلنے کا مقصد، بلقیس کے عقل وحواس کا امتحان لینا تھا کہ وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہیں یا نہیں؟ جب ملکہ سبا حضرت سلیمان کی خدمت میں آئیں تو کسی نے اس تخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے پوچھا: کیا یہ تمہارا تخت ہے؟ بلقیس نے غور سے تخت کو دیکھا مگر انہیں یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ انہیں کا تخت ہے کیونکہ ان کا تخت تو سرزمین سبا پر تھا لیکن جب غور کیا اور اس میں کچھ علامتوں اور نشانیوں کو دیکھا تو حیرت وتعجب سے کہنے لگیں: ہاں یہ تو میرا ہی تخت ہے۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ انہیں کا تخت ہے اور غیر فطری طور پر اسے لایا گیا ہے۔

ملکہ سبا قصر سلیمان علیہ السلام میں

حضرت سلیمان کا محل بڑا عالیشان تھا۔ جب ملکہ سبا کی نظر حضرت سلیمان کے عالیشان محل پر پڑی تو اپنے تخت کے ساتھ پیش آنے والے معجزہ کو یاد کیا اور پھر ان کے دل ودماغ میں ذرہ برابر بھی شک باقی نہیں رہا بلکہ انہیں مکمل یقین ہو گیا کہ یہ الٰہی معجزات تھے، انہوں نے اپنے عقیدے پر پشیمانی کا اظہار کیا اور خدائے واحد پر ایمان لائیں۔

حضرت سلیمان کے حکم کے مطابق ان کے ایک محل کے صحن کو بلوری شیشے سے تیار کیا گیا تھا اور اس کے نیچے پانی بھر دیا گیا تھا۔ جب ملکہ سبا، حضرت سلیمان کے ہاں پہنچیں تو ان سے کہا گیا کہ محل کے صحن میں داخل ہو جائیں۔ ملکہ نے جب صحن کو دیکھا تو اُنہوں نے سمجھا کہ پانی کی نہر ہے، انہوں نے پنڈلی سے کپڑا اٹھایا تاکہ پانی کو عبور کرلیں۔ وہ تعجب میں غرق تھیں کہ پانی کی نہر کا یہاں کیا کام؟ لیکن سلیمان نے اُن سے کہا کہ یہ پانی نہیں ہے جسے عبور کرنے کے لئے تم نے پلّچے اٹھا رکھے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ملکہ سبا نے ان مناظر کو دیکھا تو فوراً کہا: پروردگار: میں نے تو اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اب میں سلیمان کے ساتھ مل کر اس اللہ کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کر چکی ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں پہلے سورج کی پوجا کیا کرتی تھی، زیب وزینت میں کھو چکی تھی اور خود کو دنیا کا سب سے بہتر اور برتر انسان سمجھتی تھی لیکن اب پتہ چلا ہے کہ میری طاقت کتنی کمزور اور حقیر تھی بلکہ اصولی طور پر یہ زر وجواہر اور قیمتی زیورات انسانی روح کو کبھی سیراب نہیں کر سکتے۔ پروردگار! میں اپنے رہبر سلیمان کے ساتھ مل کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور اپنے کئے پر نادم ہوں اور تیرے آستان قدس پر میں نے اپنا سر جھکا دیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت

جب سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آن پہنچا تو وہ اس وقت کھڑے تھے اور اپنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے تھے کہ اچانک موت نے ان کو آگھیرا اور ان کی روح بدن سے پرواز کر گئی۔ وہ ایک مدت تک اسی حالت میں کھڑے رہے یہاں تک کہ دیمک نے ان کے عصا کو کھالیا، جس سے ان کا اعتدال برقرار نہ رہ سکا اور وہ زمین پر گر پڑے تب لوگ ان کی موت سے آگاہ ہوئے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس دن سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک خوبصورت اور خوش پوش جوان قصر کے ایک کونے سے اندر آیا اور ان کی طرف بڑھا، سلیمان علیہ السلام نے تعجب کیا، کہا: تو کون ہے؟ اور کس کی اجازت سے یہاں آیا ہے؟ میں نے تو یہ حکم دیا ہوا تھا کہ آج کوئی شخص یہاں نہ آنے پائے۔

اس نے جواب دیا: میں وہ ہوں جو نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے رشوت لیتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے بہت ہی تعجب کیا۔ اس نے کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں، میں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کروں۔ یہ کہتے ہی فوراً ان کی روح قبض کر لی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۴۵ سے ۵۳ تک میں حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ حضرت صالح نے اپنی قوم کے سامنے پیغام الٰہی کی تبلیغ شروع کی اور فرمایا کہ تم لوگ خدا کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو تاکہ خدا تمہارے اوپر رحم کرے مگر قوم نے ان کی باتوں کی تکذیب کی اور انہیں جھٹلایا۔ ان آیات کے مطابق حضرت صالح کی قوم کے نو افراد نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت صالح پہاڑ کے ایک غار میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ صالح نے ہمیں جس عذاب کے آنے کی خبر دی ہے اس کے آنے میں چند دن باقی ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس عذاب کے آنے سے پہلے ہی صالح کا کام تمام کر دیں۔ یہ مشورہ کر کے وہ لوگ ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے تاکہ حضرت صالح کو قتل کریں۔ مگر خدا کی شان دیکھیں کہ حکم خدا سے فرشتوں نے ان کے سروں پر بڑے بڑے پتھر گرا دیئے جس کے نتیجہ میں سب کے سب ان پتھروں کے نیچے دب کر اپنے انجام کو پہنچ گئے (۱)۔ حضرت صالح کا واقعہ ''سورۂ ہود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۶۸۳

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۵۴ سے ۵۸ تک میں حضرت لوط صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی فحاشی سے روکا تو ان کی قوم نے جواب میں کہا کہ لوط علیہ السلام کو اپنی بستی سے نکال باہر کردو کیونکہ یہ پاک بننا چاہتے ہیں۔ خداوند عالم نے لوط علیہ السلام اور ان کے چاہنے والوں کو قوم کے شر سے نجات دی اور پوری قوم حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط کا واقعہ "سورۂ ہود" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح کی سازش رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھی ہوئی جب کفار کے تمام قبائل نے آپس میں مشورہ کیا کہ سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کریں گے تاکہ بنی ہاشم کے سردار ابوطالب علیہ السلام کسی ایک قبیلہ پر الزام لگا کر بدلہ نہ لے سکیں۔ کفار نے یہ منصوبہ بنا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا لیکن خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی سازش سے آگاہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور کفار اپنے اس ناپاک منصوبہ میں ناکام ہوئے۔

تعجب ہے! کفار قریش تو حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حمایتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پریشان اور خائف نظر آتے ہیں جبکہ مسلمان حامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب علیہ السلام کو کافر ثابت کرنے پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں(۱)۔

توحید خداوندی کے دلائل

☆ آیت ۶۰ سے ۶۴ تک میں توحید خداوندی کے پانچ دلائل بیان ہوئے ہیں:

۱۔ آسمان، زمین، بارش اور کھیتوں کا خالق وہی ہے۔

۲۔ زمین، نہریں، پہاڑ اور سمندروں کا نظام وہی چلاتا ہے۔

۳۔ مجبور، بے بس اور بیمار کی پکار اس کے علاوہ کوئی نہیں سنتا۔

۴۔ بحری اور بری تاریکیوں میں راستہ وہی دکھاتا ہے، اسی نے ہواؤں کا نظام چلایا۔

۵۔ پہلی بار بھی اسی نے پیدا کیا، دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا اور رازق بھی وہی ہے۔

ان آیات میں ایک نکتے پر توجہ مرکوز ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ معبود وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں اس کائنات کی تدبیر ہو۔ پھر سوال اٹھایا گیا ہے کہ بتاؤ تدبیر کائنات کس کے ہاتھ میں ہے؟ کون آسمان سے پانی برساتا ہے؟ کس نے زمین کو جائے قرار بنایا ہے؟ کون ہے جو مضطرب کی فریاد سنتا ہے؟ کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سب تدبیر

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۵۱۳

کائنات سے متعلق سوالات ہیں۔ جب یہ سب تدبیریں اللہ کے ہاتھ میں ہیں تو صرف اسی کی بندگی کرو(۱)۔

علم غیب اور قیامت

☆ آیت ۶۵ اور ۶۶ علم غیب اور قیامت سے متعلق ہے۔ ان آیات میں کہا گیا ہے کہ: اے رسول کہہ دو کہ علم غیب کی خبر صرف میرے پروردگار کے پاس ہے اور قیامت کے واقع ہونے کی خبر دینا بھی علم غیب میں سے ہے۔

یہاں کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء علم غیب نہیں رکھتے۔ خداوند عالم جو غیب کا علم رکھتا ہے وہ اس کا ذاتی علم ہے اور انبیاء جو علم غیب رکھتے ہیں وہ خداوند عالم کا عطا کردہ ہے۔ انبیاء کو خداوند عالم وحی، الہام یا خواب کے ذریعے غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے۔

زمین کی سیر وسیاحت کی دعوت، عبرت حاصل کرنے کیلئے

☆ آیت ۶۹ میں خداوند عالم ایسے افراد کو زمین میں ''سیر'' کرنے کی دعوت دے رہا ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ سابقہ امتوں میں سے جن لوگوں نے قیامت کا انکار کیا ان کا کیا انجام ہوا۔ اور ان کا انجام دیکھ کر سبق حاصل کر لیں تاکہ آخرت کے انکار کے جرم کے مرتکب نہ ہو جائیں۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر ''زمین میں سیاحت'' کی طرف دعوت دی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ جن لوگوں نے قیامت کو نظر انداز کر کے لوگوں پر ظلم وستم کیا ان پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے اور ان کی بستیاں کس طرح تباہ ہوئیں۔

مصائب ومشکلات میں مددگار صرف اللہ ہی ہوتا ہے

☆ آیت ۶۲ کے مطابق مشکلات ومصائب میں اللہ کے علاوہ کوئی کام آنے والا نہیں ہے، وہی ہے جو رات کے سناٹے میں مظلوم کی فریاد اور پریشان حال کی آواز کو سن لیتا ہے ورنہ دنیا کے صاحبان حیثیت تو غریبوں کی طرف مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اور ایسا کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بعض روایات میں ''مضطر'' کی تفسیر حضرت امام مہدی علیہ السلام سے کی گئی ہے کہ ان کا سہارا صرف خدا ہوگا اور انہیں کو زمین کی واقعی خلافت نصیب ہوگی۔

نزول عذاب میں جلدی کرنے والوں کو جواب

☆ آیت ۷۱، ۷۲ کے مطابق بعض لوگوں کو جب عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا تو کہنے لگے آخر وہ وعدہ (نزول عذاب

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۵۱۵

کا) کب پورا ہوگا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو ممکن ہے وہ تمہارے پیچھے پہنچ چکی ہو۔ مالک کائنات کی طرف سے یہ ایسی تہدید وتنبیہ ہے جس سے صاحبان ایمان کو لرزنا چاہیے کہ جب علم غیب کا مالک یہ خبر دے رہا ہے کہ شاید عذاب تمہارے پیچھے ہی لگا ہوا ہے تو پھر وہ کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور کس بھول میں پڑے ہوئے ہیں۔ مومن کو چاہیے کہ ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھے اور اطاعت الٰہی اور اوامر الٰہی کی بجا آوری میں کسی قسم کی سستی یا کاہلی کا مظاہرہ نہ کریں۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

☆ آیت ۸۲ میں ایک چلنے والی مخلوق کو کھڑا کرنے کا ذکر ہے جو قیامت کے دن یہ اعلان کرے گی کہ کون اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتا تھا؟ روایات کے مطابق اس اعلان کرنے والی ہستی سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے[1]

نیک اور برے اعمال کا انجام

☆ آیت ۸۹ اور ۹۰ میں نیک اور برے اعمال انجام دینے والوں کا انجام بیان ہوا ہے۔ جو شخص نیک اعمال کا حامل ہوگا وہ قیامت کے دن اجر پائے گا اور اس دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رہے گا، مگر جو شخص برائی کا مرتکب ہوگا اسے اوندھے منہ آگ میں دھکیلا جائے گا۔

روایات کے مطابق حَسَنَہ (یعنی نیکی) کا عظیم مصداق محبت اہل بیت علیہم السلام اور سَیِّئَہ (یعنی برائی) کا مصداق عداوت اہل بیت علیہم السلام کو قرار دیا گیا ہے[2]۔ کتاب ''شواہد التنزیل'' میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ''حسنہ ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت ہے اور برائی ہم اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ عداوت ہے۔

مشرکین کو تنبیہ

☆ آیت ۹۱ کے مطابق رسول خدا فرماتے ہیں کہ میں اس خدا کی عبادت کروں گا جس نے اس شہر (مکہ) کو محترم بنایا ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اطاعت گزاروں میں سے ہو جاؤں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایسا کہنا مشرکین کو ایک تنبیہ ہے کہ جب خدا نے تمہارے شہر کو محترم بنا دیا تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس کی عبادت کرو نہ کہ پروردگار کی اطاعت کے بجائے بغاوت اور اس کے سامنے سرکشی کرو۔

---

[1] المناقب، ج ۳، ص ۱۰۲

[2] انوار القرآن، ص ۶۷۷

فضائل وخصوصیات:

دھوکہ سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ السُّوْرَةَ النَّمْلَ لَمْ يَغْشَهُ اَحَدٌ(۱)

سورۂ نمل کی تلاوت کرنے والا کسی سے دھوکہ نہ کھائے گا۔

لا الٰہ الا اللہ، کی ندا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ (اَلنَّمْلَ) خَرَجَ مِنْ قَبْرِهٖ وَهُوَ يُنَادِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ(۲)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے جب وہ قبر سے نکلے گا تو "لا الٰہ الا اللہ" کہہ رہا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ خزائنۃ الاسرار، ص ۲۲۹، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۸۳

۲۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۷، آغاز سورہ، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۸۳

سورۂ قصص کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قصص

نام سورہ	پارہ	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قصص	20	28	49	مکہ مکرمہ	88	09	5933	1443

☆سورۂ قصص موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اٹھائیسواں (۲۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے انچاسواں (۴۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو اس کی ۲۵ ویں آیت کی مناسبت سے سورۂ قصص کہا جاتا ہے اور قصص عربی میں واقعات اور کہانیوں کو کہا جاتا ہے اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرے کی وجہ سے اسے ''سورۂ موسیٰ و فرعون'' بھی کہا جاتا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ	۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ
۳۔ قرآن مجید میں لفظ ''شیعہ'' کا استعمال	۴۔ مومن آل فرعون
۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے چشمے پر	۶۔ فرعون کا اپنے وزیر ہامان کو حکم
۷۔ باطل اور حق کے اماموں میں فرق	۸۔ رسول بھیجنے کی حکمت
۹۔ کفار کی حق سے روگردانی کی وجہ	۱۰۔ آیات الٰہی سن کر آنسو جاری ہونا
۱۱۔ مومنین کی ایک اہم صفت	۱۲۔ بعض خوشحال بستیوں کی تباہی
۱۳۔ قیامت کے دن دنیا پرستوں کی بے بسی	۱۴۔ دن اور رات کا اختیار صرف اللہ کے پاس
۱۵۔ قیامت کے دن ہر امت سے، اُن کے اعمال پر ایک گواہ ہوگا	۱۶۔ قارون کا تذکرہ
۱۷۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے محبت کا عالم !	۱۸۔ قرآن مجید کا نزول رحمت الٰہی
۱۹۔ دعوتِ توحید	۲۰۔ فضائل و خصوصیات

---

[1] تسکین روح، ص ۱۸۶

اہم نکات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

اس سورہ کی اکثر آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مختلف گوشوں کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہم سورۂ اعراف میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر صرف ان تمام واقعات کی ایک مختصر فہرست بیان کرنے کے بعد ان آیات میں موجود الٰہی پیغامات میں سے اہم پیغامات کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جو واقعات اس سورے میں بیان ہوئے ہیں ان کی مختصر فہرست مندرجہ ذیل ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، صندوق میں ڈالا جانا، دریائے نیل میں تابوت موسیٰ علیہ السلام، تابوت قصر فرعون میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں، موسیٰ کی پرورش، قبطی اور بنی اسرائیلی کا جھگڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش، مومن آل فرعون کی خبر، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں، چشمہ مدین پر وارد ہونا اور دختران شعیب کی مدد، موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں، دختر حضرت شعیب علیہ السلام سے نکاح ور خصتی، مدین سے واپسی، وادی طویٰ اور منصب نبوت، حضرت ہارون علیہ السلام کی وزارت، دربار فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، جادوگروں سے مقابلہ، فرعون کے محل کی تعمیر، فرعون اور تیر اندازی، فرعون کا غرق ہونا، قارون کا قصہ، قارون کی تباہی، قوم کی ریشہ دوانیاں اور پھر عذاب کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ

☆ آیت ۵ اور ۶ کے مطابق ارادہ خداوندی یہ ہے کہ جو لوگ (ظلم و ستم کے ذریعے) ضعیف بنا دیئے گئے ہیں انہیں زمین میں اقتدار دے کر ان پر احسان کرے اور انہی لوگوں کو زمین کا وارث بنائے۔ روایات ائمہ کے مطابق یہ آیت حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی حکومت کے قائم ہونے کے بارے میں ہے۔ جیسے کہ نہج البلاغہ میں حضرت امام علی فرماتے ہیں کہ: ''یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹھ کھانے والی اونٹنی اپنے بچے کی طرف جھکتی ہے، اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (۱)۔'' امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ جو زمین میں ظلم و ستم کے ذریعہ کمزور اور مظلوم واقع ہوئے ہیں وہ آل رسول علیہم السلام ہیں اور خدا مہدیٔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲۰۹، مترجم مفتی جعفر حسین، الولایہ مشن بورے والا

ذریعے اہل بیت علیہم السلام کے تمام دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرے گا(۱)۔

اس کے بعد پروردگار نے واضح کردیا کہ وہ ان لوگوں کو اقتدار دے گا جو زمین پر ضعیف بنائے گئے ہیں اور فرعون، ہامان اوران کے لشکر کو "مستضعفین" (بے بس وضعیف لوگوں) کا اقتدار دکھلائے گا۔

ان دونوں آیتوں (۵،۶) میں خداوند عالم صاحبان ایمان کو چند بشارتیں دے رہا ہے جنہیں دنیا میں کمزور بنادیا گیا ہے کہ:

- ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ان پر احسان کریں۔
- انہیں زمین میں امام وجانشین بنائیں۔
- انہیں حکومت کا وارث بنائیں۔
- انہیں زمین میں مضبوط اقتدار عطا کریں۔
- خدا کی مخلوقات پر ظلم کرنے والے فرعون، ہامان اوران کے لشکروں کو قدرت الٰہی کے سامنے خوفزدہ کریں۔

قرآن مجید میں لفظ "شیعہ" کا استعمال

☆ آیت ۱۵ میں لفظ "شیعہ" استعمال ہوا ہے۔اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار کو شیعہ کہا گیا ہے۔یہ دلیل ہے کہ لفظ شیعہ روز اول ہی سے اللہ والوں کے لئے استعمال ہوتا آیا ہے۔کسی شخص کی پیروی اوراس کی نصرت کرنے والوں کو اس کا شیعہ کہتے ہیں۔(۲)

مومن آل فرعون

☆ آیت ۲۰ میں "<u>مومن آل فرعون</u>" کا ذکر ہوا ہے جس کا نام "<u>حزقیل</u>" تھا اور وہ فرعون کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھا۔اس نے اپنے ایمان کو چھپا کر رکھا تھا اور جب دربار فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی منصوبہ بندی ہوئی تو اس نے دوڑتے ہوئے آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سازش کی خبر دی۔

۱۔ترجمہ قرآن مجید، فرمان علی، ص ۶۹۱

۲۔قاموس اللغات، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیت سورۂ بحث

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے چشمے پر

☆ آیت ۲۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین کے چشمہ میں پہنچنے کے بعد کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اپنے جانوروں کو پانی پلانے لائیں۔ دوسرے لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہوتے تھے تو یہ دونوں اپنے جانوروں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان دونوں کو دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کی مدد کی اور ان کے جانوروں کو سیراب کیا۔ جب لڑکیاں جلدی گھر لوٹیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا آج جلدی جانوروں کو پانی پلایا؟ بیٹیوں نے ماجرا بیان کیا کہ ایک جوان نے جانوروں کو پانی پلانے میں ہماری مدد کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کو بھیجا کہ جا کر اس مرد کو گھر لے آئیں، حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی اور والد کا پیغام سنایا۔

شرم وحیاء عورت کی زینت ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سائے میں اکیلے تھے اس اکیلے مرد کے نزدیک آنے میں شرم وحیا کرنا ایک پاکیزہ ماحول کی پلی بچی کے لئے قدرتی بات ہے[1]۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ اب خوف کی کوئی بات نہیں تم دشمنوں سے بچ چکے ہو۔

فرعون کا اپنے وزیر ہامان کو حکم

☆ آیت ۳۸ کے مطابق جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بحث ومناظرہ میں عاجز آیا تو اس نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ وہ اینٹوں کا ایک مینار تعمیر کرے تاکہ فرعون اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کے خلاف جنگ کرے۔ لہٰذا فرعون کے حکم سے کئی عرصے تک مسلسل کام ہوتا رہا اور ایک بہت ہی بلند وبالا مینار اینٹوں کا تعمیر کیا گیا۔ جب وہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور اسے مزید بلند کرنے کا کوئی امکان نہ رہا تو ایک روز فرعون پوری شان وشوکت سے وہاں آیا اور بذاتِ خود برج پر چڑھ گیا جب وہ مینار کی چوٹی پر پہنچا اور آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو اسے آسمان ویسا ہی نظر آیا جیسا کہ وہ زمین سے دیکھا کرتا تھا اس منظر میں ذرا بھی تغیر وتبدیلی نہ تھی۔

مشہور یہ ہے کہ اس نے مینار پر چڑھ کے تیر کمان میں جوڑا اور آسمان کی طرف پھینکا تو وہ تیر آسمان میں اڑنے

---

[1] بلاغ القرآن، ص ۵۲۵

والے کسی پرندے کو لگا اور خون آلود واپس آیا تب فرعون مینار سے نیچے اترا، اور لوگوں سے کہا: جاؤ، مطمئن رہو اور کسی قسم کی فکر نہ کرو میں نے موسیٰ کے خدا کو مار ڈالا ہے۔

باطل اور حق کے اماموں میں فرق

☆ آیت ۴۱ میں ظالمین کو آگ کی طرف دعوت دینے والے امام بنانے کو بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ لفظ امامت اہل حق اور اہل باطل دونوں گروہوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس کے ساتھ قرآن نے ان دونوں قسم کے اماموں کے درمیان فرق کو بھی بیان فرمایا دیا کہ دنیا میں ائمہ حق کی ہدایت حکم الٰہی سے ہوتی ہے اور ائمہ باطل کی دعوت خود ان کی اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر ہوتی ہے اور اسے ہدایت بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ کھلی ہوئی گمراہی کی دعوت ہے۔ آخرت میں ائمہ حق کا انجام بخیر ہوتا ہے اور ائمہ باطل مسلسل عذاب الٰہی کا شکار رہتے ہیں اور وہاں ان کی صورت بھی مسخ ہو جاتی ہے تا کہ اولین و آخرین تمام مخلوقات پر واضح ہو جائے کہ انہوں نے کس طرح دین خدا کو مسخ کیا تھا۔

رسول بھیجنے کی حکمت

☆ آیت ۴۷ اور ۴۸ میں خداوند عالم مسلسل رسولوں کو بھیجتے رہنے کی حکمت بیان فرما رہا ہے کہ انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اسے ان برے کاموں سے روکنے کے لئے اور راہ راست کی طرف ہدایت کی خاطر ہم مسلسل انبیاء مبعوث کرتے رہے تا کہ کل بروز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ یا اللہ! اگر تو ہماری طرف رسول بھیجتا تو ہم تیری آیات پر ایمان لانے والوں میں شامل ہو جاتے۔

اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ کو اللہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے عظیم معجزات دکھائے جانے کے باوجود قوم فرعون ایمان نہ لائی اور تاریخ انبیاء شاہد و گواہ ہے کہ منکرین رسالت معجزہ کا مطالبہ کرتے رہے جب معجزہ کا ظہور ہوا تو اپنے عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔

کفار کی حق سے روگردانی کی وجہ

☆ آیت ۵۰ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کفار آپ کی بات نہیں مانتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ آپ کی دعوت میں یا آپ کی طرف سے دلیل میں کوئی کمزوری ہے۔ ان کے نہ ماننے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ تلاش حق میں نہیں ہیں۔ وہ خواہشات نفسانی کے دلدادہ ہیں اور یہ خواہش پرستی ہے ہی

جس کی وجہ سے ان پر نہ کوئی دلیل موثر ہوتی ہے اور نہ کوئی معجزہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔

آیات الٰہی سن کر آنسو جاری ہونا

☆ آیت ۵۱ سے ۵۴ تک کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایات بیان ہوئی ہیں۔ ان تمام روایات میں قدر مشترک یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء کا ایک گروہ قرآن مجید کی آیات کو سن کر رسول خدا ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا اور آیات الٰہیہ کو رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے سننے کے بعد ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ ذیل میں ہم ایک روایت کی طرف اشارہ کریں گے:

سعید ابن جبیر نے روایت کی ہے کہ یہ آیات ان ستر (۷۰) عیسائی علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنہیں نجاشی نے حبشہ سے تحقیق حال کے لیے مکہ بھیجا تھا۔ جب جناب رسالتمآب نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھی تو ان پر رقت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا(۱)۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیات ان روشن ضمیر عیسائی علماء کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جن میں سے بتیس حضرت جعفر ابن ابوطالب علیہ السلام کے ساتھ حبشہ سے مدینہ منورہ آئے تھے اور آٹھ شام سے آئے تھے جن میں مشہور بحیرا راہب شامی بھی تھا(۲)۔

مومنین کی ایک اہم صفت

☆ آیت ۵۵ میں خداوند عالم مومنین کی ایک اہم صفت کو بیان کر رہا ہے کہ مومن جب لغو اور بے ہودہ باتیں سنتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جاہلوں سے الجھے بغیر مہذب انداز میں سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔

بعض خوشحال بستیوں کی تباہی

☆ آیت ۵۸ اور ۵۹ میں خداوند عالم نے بہت سی خوشحال بستیوں کو تباہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ کسی قوم کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک ان کے درمیان اپنا رسول اور نمائندہ نہ بھیج دے اور جب تک وہ لوگ ظلم و ستم کے مرتکب نہ ہوں۔

۱۔ تفسیر فی ظلال القرآن، ج ۶، ص ۳۵۷، ۳۵۸، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۱۶

۲۔ مجمع البیان، جلد ۷، ص ۲۵۸۔

آبادیوں اور بستیوں کا تباہ ہونا سابقہ دور کے انبیاء کی اقوام کے ساتھ ہی منحصر نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کا یہ اصول اور قانون قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہے کہ کوئی بھی قوم جب تک اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی پیروی کرتی رہے اور معاشرے میں عدل وانصاف کا معیار برقرار رکھے اس وقت تک وہ قوم تباہ و برباد نہیں ہو سکتی۔

قیامت کے دن دنیا پرستوں کی بے بسی

☆ آیت ۶۰ سے ۶۶ تک کی تمام آیات قیامت سے متعلق ہیں۔ ان آیات کے مطابق دنیا کی تمام نعمتیں چند روزہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیا کی لذتوں سے بہتر ہے لہٰذا عقل مند وہی ہے جو بہتر کی تلاش کرے نہ کہ کم تر میں پڑا رہے۔ دنیا پرست انسان جو دنیا کی چند روزہ زندگی کی خاطر دوسروں کو اللہ کا شریک بناتا ہے وہ جب قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کہاں ہے وہ میرے شریک جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ اس وقت ان سے کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔ اس دن ان کی بے بسی کا یہ عالم ہوگا کہ ایک دوسرے سے سوال بھی نہیں کر سکیں گے۔

دن اور رات کا اختیار صرف اللہ کے پاس

☆ آیت ۷۱ سے ۷۳ تک کے مطابق دن اور رات پر اختیار صرف اللہ کا ہے وہ اگر چاہے تو رات کو قیامت تک کے لئے جاری رکھے، تو اس کے علاوہ کون ہے جو روشنی لے آسکے؟ اسی طرح اگر وہ قیامت تک دن کو ہی باقی رکھے تو کون ہے جو رات کی تاریکی کو پلٹا سکے تاکہ آرام کر سکیں۔ اور اسی پروردگار نے رات کو سکون اور دن کو تلاش رزق کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ان آیات میں واقعاً ایک عجیب وغریب نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس نے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کو پیدا کیا تاکہ انسان کو آرام بھی ملے اور کاروبار زندگی بھی چلتا ہے۔ اس احسان کی طرف متوجہ کرتے ہوئے رات کے ساتھ سماعت (سننے) کا ذکر کیا گیا ہے اور دن کے ساتھ بصارت (دیکھنے) کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ رات کی تاریکی میں سماعت سے کام لیا جاتا ہے اور دن کی روشنی میں بصارت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن ہر امت سے، اُن کے اعمال پر ایک گواہ ہوگا

☆ آیت ۷۵ کے مطابق قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ پیش کیا جائے گا جو اس امت کے اعمال کی گواہی دے گا۔ یہ گواہ ایسے ہوں گے جن کی گواہی کے بعد کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہوگی اور اس گواہی کے بعد اللہ کی

حقانیت بھی ثابت ہو جائے گی۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہ وہ ہو گا جس کی گواہی کے بعد حقائق روشن ہوں گے اور اللہ کی حقانیت واضح اور روشن ہو جائے گی۔

قارون کا تذکرہ

☆ آیت ۷۶ سے ۸۲ تک میں بنی اسرائیل کے ایک دولت مند شخص "قارون" کی سرکشی کو بیان کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ہم قارون کے حالات زندگی کو مختصر طور پر بیان کریں اس کے بعد ان آیات میں موجود عبرت آموز پیغامات کا خلاصہ بیان کریں۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خالہ زاد بھائی تھا۔ وہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور توریت پڑھا کرتا تھا لیکن اس کے پاس دولت کی فراوانی ہوئی تو اس نے سرکشی شروع کی اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے خزانوں کی چابیاں اتنی زیادہ تھیں کہ طاقتور لوگوں کی ایک جماعت ان چابیوں کو اٹھانے پر مامور تھی۔ قارون اپنی دولت پر بہت مغرور ہو گیا تھا باوجود اس کثیر دولت کے پرلے درجہ کا بخیل بھی تھا، نہ زکوۃ دیتا تھا اور نہ محتاجوں کی مدد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی بار اسے سمجھایا مگر وہ زکوۃ دینے پر راضی نہ ہوا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ سب دولت میں نے خود اپنے ہنر سے پیدا کی ہے خدا سے کچھ نہیں لیا پھر میں خدا کی راہ میں کیوں دوں"؟

ایک دن قارون بڑی شان وشوکت سے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے نکلا۔ جب اس کی شان وشوکت کو لوگوں نے دیکھا تو بعض کم ظرف افراد کے ایمان متزلزل ہوئے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ ہم نے موسیٰ کا ساتھ دے کر کیا پایا؟ قارون کے خدا پر کیوں نہ ایمان لائیں کہ ہم بھی اس کی طرح مالدار ہو جائیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے روز آخرت اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو وہ آپ کا دشمن ہو گیا۔ قارون کی کوشش تھی کہ کسی طرح موسیٰ کو بدنام کرے تاکہ وہ قوم کے سامنے منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔

ایک روز ایک فاحشہ عورت کو بلا کر کہا کہ میں تجھے اشرفیوں کی دو تھیلیاں دوں گا اگر تو موسیٰ علیہ السلام کے وعظ کے دوران اٹھ کر یہ کہہ دے کہ موسیٰ نے مجھ سے زنا کیا ہے۔ اس عورت نے قارون کی بات مان لی اور ایک روز جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے اور زنا کی مذمت کر رہے تھے اس وقت قارون نے کہا کہ آپ دوسروں کو زنا سے بچانا چاہتے ہیں اور خود زنا کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا، آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ قارون نے اس عورت

سے کہا کہ میرے قول کی تصدیق کر۔ اس عورت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ایسا رعب چھایا کہ اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ لوگو! میں گواہی دیتی ہوں کہ قارون جھوٹا ہے اور موسیٰ اس الزام سے بالکل بری ہے۔ قارون نے مجھے اشرفیوں کی دو تھیلیاں اس لئے دی تھیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگاؤں چنانچہ میں وہ دونوں تھیلیاں ساتھ لے آئی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ تھیلیاں قوم کو دکھادی۔ اب تو ہر طرف سے قارون پر لعن وملامت شروع ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اس جھوٹے کو نگل لے، چنانچہ وہ اپنے تمام خزانوں سمیت ٹخنوں تک زمین میں دھنس گیا، تب وہ توبہ کرنے لگا کہ موسیٰ میں ایمان لاتا ہوں مجھے اس عذاب سے نجات دو۔ جب باہر نکالا تو پھر وہی قارون کا قارون تھا، موسیٰ نے پھر بددعا کی تو کمر تک دھنس گیا، پھر فریاد کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باہر نکالا لیکن پھر بھی زکوۃ دینے سے اس نے انکار کیا تو اب کی بار پورا زمین میں دھنس گیا اور نیست ونابود ہو گیا[۱]۔

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کی جانب سے قارون کو کی گئی پانچ نصیحتوں کا تذکرہ ہے اور یہ نصیحتیں ہر دور کے صاحب دولت افراد کو یاد رکھنی چاہیے۔ وہ نصیحتیں یہ ہیں:

۱۔ مال ودولت کی کثرت پر غرور وتکبر نہ کرے۔

۲۔ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے آخرت سنوارنے کی فکر کرے۔

۳۔ لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔

۴۔ دولت کے نشہ میں غرق ہو کر زمین میں فساد برپا نہ کرے۔

۵۔ دنیا کے مال سے اپنی ضرورت کے مطابق ہی استفادہ کرے، زیادہ کی ہوس اور خواہش نہ کرے۔

☆ بعض اہل ایمان نے جب قارون کے ہاں دولت اور اس کی شان وشوکت کو ملاحظہ کیا تو اپنی عاقبت اور آخرت سے بے خبر ہو کر قارون کی طرح مالدار نہ ہونے پر افسوس کرنے لگے۔ لیکن جب قارون کو اپنی تمام دولت کے ساتھ عذاب الٰہی کا شکار ہوتے دیکھا تو انہیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا اور خدا کا شکر بجالانے لگے کہ اچھا ہوا اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت نہیں دی ورنہ شاید ہمارا انجام بھی قارون جیسا ہوتا۔

☆ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار اور صحابی تھا لیکن جب وہ راہ راست سے منحرف ہوا اور اس نے حکم نبی

۱۔ تفسیر القرآن، مولانا ظفر حسن امروہوی، ج ۳، ص ۱۲۳

(حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی مخالفت کی تو خدا نے اسے خزانہ سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ یہ مقام عبرت ہے ایسے تمام افراد کے لئے جو اللہ اور رسول کی راہ سے انحراف کرتے ہوئے خدا کی طرف سے واجب قرار دیئے گئے واجبات کو ادا نہیں کرتے، ایسے لوگ بھی عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے محبت کا عالم!

☆ آیت ۸۵ کے شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوئے اور جحفہ کے قریب پہنچے تو آپ نے مکہ مکرمہ کی طرف مڑ کر ایک حسرت بھری نگاہ کی۔ اس وقت جبرئیل امین علیہ السلام حکم خدا سے نازل ہوئے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شہر سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ”(اے رسول) جس نے آپ پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا ہے وہ یقیناً آپ کو بازگشت تک پہنچانے والا ہے، کہہ دیجئے: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اسے بھی جو واضح گمراہی میں ہے(۱)۔“

کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ انداز میں اپنے وطن میں وارد ہوئے اور حرم امن (مکہ مکرمہ) بغیر کسی خونریزی اور جنگ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کرلیا۔

قرآن مجید کا نزول رحمت الٰہی

☆ آیت ۸۶ میں خداوند عالم نے اپنے رسول کو مخاطب کیا ہے اور کتاب (قرآن مجید) کے نزول کو اپنی رحمت قرار دیا ہے۔ یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر رحمت خداوندی آپ کے حق میں شامل حال نہ ہوتی تو آپ یہ امید نہیں کرسکتے تھے کہ یہ قرآن آپ پر نازل کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی رحمت سے ہٹ کر نہ نبوت مل سکتی ہے نہ قرآن نازل ہوسکتا ہے۔

دعوتِ توحید

☆ آیت ۸۸ میں خداوند عالم نے دعوت توحید دی ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو نہ پکارا جائے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور خداوند عالم کے سوا دنیا کی ہر شے فنا ہونے والی ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲۰۹، مترجم مفتی جعفر حسین، الولایہ مشن بورے والا

پس انسان کو اپنی اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ دنیا میں صرف چند ہی روز کے لئے آیا ہے اور حکومت واقتدار، دولت وثروت اور عزت وشہرت جو کچھ اسے حاصل ہے وہ سب خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں کے حصول پر مغرور نہ ہو بلکہ عبادت الٰہی میں کوتاہی نہ کرے اور قیامت کے دن حکومت اور عدل الٰہی کے سامنے حاضر ہونے کی تیاری کرے۔

فضائل وخصوصیات:

رنج والم سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اس کا پانی پیئے تو اس کے تمام رنج والم جاتے رہیں گے۔(۱)

اولیاء اللہ سے میں شمار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوَرَةَ الطَّوَاسِيْنِ الثَّلَاثِ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ كَانَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَفِي جِوَارِ اللّٰهِ وَ كَنَفِهِ وَلَمْ يُصِبْهُ فِي الدُّنْيَا بُؤْسٌ أَبَدًا (۲)

جو شخص شب جمعہ طواسین (نمل، شعرا، قصص) کی تلاوت کرے گا اس کا شمار اولیاء اللہ سے ہوگا اور وہ اللہ کی پناہ میں امن سے ہوگا اور کبھی بھی ناداری کا شکار نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۱۹۹

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۱

سورۂ عنکبوت کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ عنکبوت

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
عنکبوت	21،20	29	85	مکہ مکرمہ	69	07	4321	983

☆ سورۂ عنکبوت موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا انتیسواں (۲۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پچاسیواں (۸۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اسے سورۂ عنکبوت اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورے کی ۴۱ ویں آیت میں بت پرستوں کے غیر خدا پر اعتقاد کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور عنکبوت عربی میں مکڑی کو کہا جاتا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ دعوائے ایمان کا کافی نہ ہونا	۲۔ ایمان اور عمل صالح کے اثرات
۳۔ والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کا حکم	۴۔ مشرکین مکہ کی اہل ایمان کو پیشکش
۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ	۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم کی دھمکیاں
۷۔ نبی کا ساتھی ہونا کافی نہیں	۸۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی مثال
۹۔ نماز، برائیوں سے بچاؤ کیلئے ڈھال ہے	۱۰۔ آداب مناظرہ
۱۱۔ عذاب الٰہی میں تاخیر کی مصلحت	۱۲۔ سب سے پہلے بندگی پروردگار
۱۳۔ رازق صرف اللہ ہے	۱۴۔ دنیاوی زندگی لہو ولعب کا ذریعہ
۱۵۔ امن ایک بڑی نعمت ہے	۱۶۔ خدا کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت دینا بہت بڑا ظلم ہے
۱۷۔ اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے	۱۸۔ فضائل وخصوصیات

۱۔ تسکین روح، ص ۱۹۱

اہم نکات:

بعض مفسرین نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق اس سورہ کی ابتدائی گیارہ آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ یہ آیات ان مسلمانوں کے متعلق ہیں جو مکہ میں تھے، اظہار اسلام کرتے تھے مگر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر نے کے لیے تیار نہ تھے۔ مدینہ منورہ میں موجود اپنے ان بھائیوں کی طرف سے انہیں ایک خط ملا جس میں تحریر تھا کہ:

"تم جو ایمان کا اقرار کرتے ہو وہ خدا کو قبول نہیں ہے مگر یہ کہ ہجرت کرو اور ہمارے پاس آجاؤ"

یہ خط پا کر انہوں نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور مکہ سے نکلے۔ مشرکین کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے جنگ کی، مہاجرین میں سے بعض تو مارے گئے اور بعض بچ گئے (۱)۔

دعوائے ایمان کا کافی نہ ہونا

☆ آیت ۲ کے مطابق "ہم ایمان لے آئے" کہنا کافی نہیں ہے بلکہ جو بھی شخص ایمان کا دعویٰ کرے گا اس کا امتحان لیا جائے گا اور صاحبان ایمان کا امتحان کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے مثلاً:

- کبھی بدکار اور برے لوگوں کے درمیان مومن کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ ان بد کردار افراد کے ساتھ معاشرت رکھتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟
- کبھی مومن کا امتحان غربت وافلاس کے ذریعے لیا جاتا ہے کہ مشکل حالات میں شکر خدا ادا کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت میں مصروف عمل رہتا ہے یا مشکلات کے مقابلہ میں شکر خدا و اطاعت کی بجائے معصیت کا راستہ اختیار کرتا ہے؟
- کبھی خداوند عالم مومن کو مال و دولت کی فراوانی سے آزماتا ہے کہ میرا یہ بندہ میرے دیئے ہوئے مال میں سے میری راہ میں انفاق کرتا ہے یا نہیں؟
- کبھی یہ امتحان معاشرتی انتشار اور معاشرتی وثقافتی برائیوں میں مبتلا معاشرہ کے ذریعے ہوتا ہے جیسے معاشرہ میں فحاشی وعریانی اور دیگر مختلف برے کاموں کے انجام میں معاشرہ کا مبتلا ہونا۔

حقیقی مومن وہ ہے جو ان تمام برائیوں کے سامنے نہ صرف اپنے آپ کو محفوظ رکھے بلکہ معاشرہ کو بھی ان برائیوں سے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۶، ابتدائے سورۂ عنکبوت

پاک کرنے کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتا رہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ "اَحَسِبَ النَّاسُ ---" نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یہ آزمائش کیا ہے؟ فرمایا: "علی! یہ آزمائش آپ کی بھی ہوگی اور آپ کے ذریعے بھی (۱)۔" یعنی اس آزمائش سے آپ بھی دوچار ہوں گے اور آپ کے سلسلے میں کچھ دوسرے لوگ بھی۔

ایمان اور عمل صالح کے اثرات

☆ آیت ۷ میں ایمان اور عمل صالح دونوں کے اثرات کا ذکر ہے۔ ایمان کے اثرات یہ ہیں کہ ایمان کی وجہ سے ایمان سے پہلے حالتِ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایمان لے آنا حالت کفر کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ ایمان کے بعد بجالائے جانے والے تمام اعمال صالح قابل قبول ہیں اور ان کا ثواب بھی ملے گا، کیونکہ ایمان کے بغیر نہ عمل صالح سودمند ہوتا ہے اور نہ ہی گناہوں سے نجات مل پاتی ہے۔

والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کا حکم

☆ آیت ۸ میں خداوند عالم نے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اگر ماں باپ خدا کی نافرمانی کا حکم دیں تو اس وقت انسان کو ان کی اطاعت نہیں کرنا چاہیے تاکہ دین سے دور والدین کی حوصلہ شکنی بھی ہو جائے اور ان پر یہ واضح ہو جائے کہ ماں باپ بننے کا شرف انہیں از خود حاصل نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ مقام و منزلت عطا کی ہے لہٰذا اللہ کے حکم کے مقابلہ میں ان کے احکام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مشرکین مکہ کی اہل ایمان کو پیشکش

☆ آیت ۱۲ اور ۱۳ کے مطابق مشرکین مکہ اہل ایمان سے کہتے تھے کہ تم ہمارا راستہ اختیار کرو جو شرک کا راستہ ہے۔ اگر یہ گناہ ہوا تو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔ اہل ایمان کو کفر کی طرف مائل کرنے اور ان کی سادگی سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ گمراہ کن تجویز سامنے رکھی گئی کہ اگر شرک گناہ ہے تو تمہارے گناہ کا بوجھ ہم اٹھائیں گے۔ تمہارا گناہ ہماری گردن پر ہوگا۔ آج بھی بعض سادہ لوح لوگ یہی بات کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اگر یہ جرم ہے تو یہ میری گردن پر ہو

۱۔ کشف الغمہ ج ۱، ص ۶۱۳ طبع بیروت۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۱۰۸، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

گا۔خداوند عالم نے کفار کی اس پیشکش کے مقابلہ میں واضح طور پر اعلان فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی بھی شخص کسی اور کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

البتہ دوسروں کا گناہ کے بوجھ اپنے سر آنے کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو جرم کے ارتکاب پر اکسائے تو اس صورت میں اس اکسانے والے پر بھی اس گناہ کا بوجھ آئے گا جس کا دوسرے شخص نے ارتکاب کیا ہے اور دوسرے شخص کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۴ سے ۱۵ تک کے مطابق خداوند عالم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو سال کی عمر عطا فرمائی لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا تو خداوند عالم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی میں سوار افراد کے علاوہ سب کو غرق کر دیا اور عالمین کے لئے انہیں نشان عبرت بنایا۔حضرت نوح علیہ السلام کے حالات زندگی ''سورۂ ہود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم کی دھمکیاں

☆ آیت ۱۶ سے ۳۱ تک کی تقریباً تمام آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ اور قوم کی سرکشی اور دھمکیوں پر مشتمل ہے۔جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور انہیں دلائل کے ذریعہ عذاب الٰہی سے ڈرایا تو قوم نے ان کی تبلیغ کے جواب میں یہ دھمکی دی کہ ابراہیم! اگر اپنی ان باتوں سے باز نہیں آئے تو ہم تمہیں یا تو قتل کریں گے یا آگ میں جلا دیں گے۔انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی کوشش کی لیکن خداوند عالم نے ابراہیم علیہ السلام کو نجات دی اور آگ کو گلزار بنا دیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی ''سورۂ ابراہیم'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نبی کا ساتھی ہونا کافی نہیں

☆ آیت ۳۲ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کے پہلو میں ہونا یا نبی کی بستی میں آباد ہو جانا یا نبی کی زوجہ ہونا عذاب الٰہی سے بچانے کی ضمانت نہیں ہے کیونکہ اللہ کے عذاب سے صرف اعمال صالح کی وجہ سے محفوظ رہا جا سکتا ہے جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستی، قوم اور زوجہ سب اس لئے ہلاک ہو گئے کیونکہ ان لوگوں کے اعمال اچھے نہیں تھے۔حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات ''سورۂ ہود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی مثال

☆ آیت ۴۱ کے مطابق جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس کا گھر بہت ہی کمزور ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ ہر شے بہت ہی کمزور اور بے بس ہے۔

اس کائنات میں قوت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی طاقت موجود ہے تو اسی سرچشمے سے متصل اور اسی طاقت کے ذیل میں واقع ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی اس سلسلے میں طاقت کے منبع سے ہٹ جاتا ہے اور غیر اللہ سے لو لگاتا ہے تو اس کی بے ثباتی اور کمزوری و ناتوانی مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو معمولی چوٹ کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لہٰذا جو لوگ غیر اللہ سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے اور اس حیات کے لئے غیر اللہ سے سہارا لینا چاہتے ہیں گویا وہ مکڑی کے جالے کو اپنے لئے سہارا سمجھتے ہیں۔ بھلا مکڑی کا جالا انہیں کس مصیبت سے بچائے گا اور زندگی میں کس کام کے لئے ان کا سہارا بنے گا۔

نماز، برائیوں سے بچاؤ کیلئے ڈھال ہے

☆ آیت ۴۵ کے مطابق نماز انسان کو برائیوں سے روکتی ہے کیونکہ نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والا شخص خود کو ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر سمجھتا ہے اور گناہ کے ارتکاب میں شرم اور حیاء محسوس کرتا ہے۔ یہ آیت کریمہ ہمیں دعوت فکر دے رہی ہے کہ ہماری نماز اپنا حقیقی مقصد پورا کر رہی ہے یا نہیں؟

آدابِ مناظرہ

☆ آیت ۴۶ کے مطابق اہل کتاب سے مناظرہ، حسن اخلاق اور احترام و آداب کے دائرے میں رہ کر کریں۔

حسن گفتار سے دوسرے فریق کا دل آپ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ آپ کی بات سمجھنے کے لیے دل کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ آپ کے حسن گفتار سے وہ آپ کی بات سننے اور سمجھنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ جب کہ بدکلامی سے دل میں نفرت آجاتی ہے۔ نفرت سے دل کے دریچے بند ہو جاتے ہیں جس سے آپ کی منطق، دلیل اور برہان کے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں ملتی۔

اسلام انسانی دعوت کا حامل ہے۔ اس دعوت میں انسان دوستی اور دوسروں سے ہمدردی مضمر ہے۔ آپ دوسروں کو حق کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ان سے ہمدردی ہے۔ ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے

بحث کریں تو پیار و محبت کے ساتھ کریں۔ البتہ جو شخص مناظرہ میں اعتدال پسندی کا لحاظ نہیں کرتے اور آداب و اخلاق کی تمام حدوں کو پار کرتے ہیں اگر ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی جائے تو وہ اسے کمزوری سمجھتے ہیں ایسے لوگوں سے حسن گفتار کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس آیت میں مناظرہ کے بعض اصول کی طرف اشارہ ہوا ہے جو کہ یہ ہیں:

۱۔ مناظرہ میں اخلاق و آداب کے ساتھ گفتگو کی جائے۔

۲۔ اگر مدِمقابل شخص اچھے انداز میں مناظرہ کو کمزوری سمجھتا ہو تو ایسے لوگوں کے ساتھ اچھا انداز اپنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ مناظرہ میں دونوں طرف کے مشترکات کو موضوع بنایا جائے۔

عذاب الٰہی میں تاخیر کی مصلحت

☆ آیت ۵۳ سے ۵۵ تک میں کفار کے مطالبہ عذاب اور پھر اس عذاب کے آنے میں تاخیر کی مصلحت اور عذاب کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ آیات کے مطابق خداوند عالم اپنے رسول سے مخاطب ہے کہ اے رسول ﷺ! لوگ بار بار آپ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اگر آپ اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو وہ عذاب لے آئیں جس کی ہمیں دھمکی دی جارہی ہے۔

جواب میں فرمایا: اگر حکمت الٰہی کے تحت اس عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا اور عدل الٰہی کے تحت مہلت دینا ضروری نہ ہوتا تو اس عذاب کے آنے میں دیر نہ لگتی۔ مہلت دینے میں بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ بطور مثال چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

- یہ مہلت ظالموں کے لیے سزا ہے تا کہ ان کے جرم میں اضافہ ہوتا رہے۔
- یہ مہلت مؤمنین کے لیے رحمت ہے۔ ان کا امتحان سخت ہو اور ان کے اجر میں اضافہ ہوتا ہے۔
- کافروں کی صفوں میں چند ایک قابل ہدایت لوگ ہوتے ہیں۔ وہ مستقبل میں اہل ایمان کی صفوں میں اس مہلت کی وجہ سے شامل ہو سکتے ہیں۔
- کافروں کی نسلوں میں اہل ایمان آنے والے ہیں۔ مہلت سے ان کو وجود میں آنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

آیات کے مطابق قیامت کے دن انہیں ہر طرف سے عذاب گھیر لے گا۔ ہر طرف کے لیے ''اوپر'' اور ''نیچے'' کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے چونکہ ان دو جہتوں سے جب عذاب آئے گا تو دائیں بائیں اور اوپر سے آنے والا عذاب گھیر لیتا ہے۔

سب سے پہلے بندگی پروردگار

☆ آیت ۵۶ میں غور کریں تو مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر وطن اللہ کی بندگی میں آڑے آئے اور وہاں اللہ کی بندگی ممکن نہ ہو تو اللہ کی بندگی کے مقابلے میں وطن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خدا کی بندگی ہمیشہ وطنیت اور قومیت پر مقدم ہے۔ اگر وطن میں مؤمن اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل نہیں کر سکتا یا گناہ سے اجتناب کرنا ممکن نہیں ہے تو ایسے وطن کو ترک کر کے، ایسی جگہ چلے جانا چاہیے جہاں اسے مذہبی آزادی میسر ہو۔

اس مطلب پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ "جو شخص اپنے دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف ہجرت کر جاتا ہے، خواہ وہ ایک بالشت برابر ہی کیوں نہ ہو تو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہوگا[1]۔"

اس آیت اور حدیث پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص صرف دنیا کی خاطر ایسی جگہ کی طرف ہجرت کرتا ہے جہاں اس کے دین کے لئے خطرات موجود ہوں تو بعض اوقات ایسے لوگوں کا انجام کسی صورت بھی ایک مؤمن اور مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہوتا بلکہ وہ اور اس کی اولاد نہ دنیا میں سکون واطمینان کی زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا دین محفوظ رہ پاتا ہے۔ پس ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

رازق صرف اللہ ہے

☆ آیت ۶۲ کے مطابق رزق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح اور جسے چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اسی طرح جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے۔ اللہ اپنی مشیت کے مطابق کسی بندے کے لیے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور کسی کے لئے تنگ کرتا ہے۔ اللہ کی مشیت اندھی بانٹ نہیں ہے۔ وہ اپنے علم وقدرت اور حکمت ومصلحت کے مطابق اپنی مخلوقات کو رزق عطا فرماتا ہے۔

دنیاوی زندگی لہو ولعب کا ذریعہ

☆ آیت ۶۴ میں دنیاوی زندگی کو لہو ولعب (کھیل کود) اور جی بہلانے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہاں پر جس زندگی کو کھیل کہا گیا ہے اس سے مراد وہ زندگی ہے جو مرضیِ پروردگار کے خلاف گزاری جائے۔ ایسی زندگی بے مقصد زندگی

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۳۱

ہے اور خود انسان بھی اس صورت میں فطرت کے ہاتھوں ایک کھلونا بن جاتا ہے۔ اس زندگی میں اس کا مشقت اٹھانا، بیمار ہونا، زندگی میں ناکامیوں کا سامنا کرنا اور ہر روز پیش آنے والے نشیب و فراز کا مقابلہ کرنا سب بے مقصد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس زندگی کے تمام گوشے ایک کھیل سے زیادہ نہیں ہوتے۔ پس اس صورت میں دنیا ایک کھیل ہے جو آپ کو حقیقی مقصد سے دور رکھتا اور خیالی مقصد کی طرف لے جاتا ہے۔

البتہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے اور مرضی رب کے مطابق گزاری جائے تو اس دنیا کی زندگی کا ہر لمحہ نہایت قیمتی بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لیے تقدیر ساز ثابت ہو سکتا ہے۔

امن ایک بڑی نعمت ہے

☆ آیت ۶۷ کے مطابق امن ایک بہت بڑی نعمت خداوندی ہے اور خداوند عالم نے مکہ مکرمہ کو مقام امن قرار دے کر اہل مکہ پر احسان کیا ہے لیکن مشرکین خداوند عالم کی اس عظیم نعمت پر شکر ادا نہیں کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں بھی تمام جزیرہ عرب میں صرف مکہ مکرمہ ہی مقام امن تھا، اس کے علاوہ تمام اطراف میں ہمیشہ لوٹ مار اور جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا تھا اور صرف حرم مکہ کے رہنے والے امن و سکون کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔

خدا کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت دینا بہت بڑا ظلم ہے

☆ آیت ۶۸ کے مطابق خداوند عالم کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت دینا بہت بڑا ظلم ہے اور حق کے واضح ہونے کے بعد حق کو جھٹلانا بھی عظیم ظلم ہے۔ ان برے اعمال کے مرتکب افراد کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہو سکتا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب الٰہی میں مبتلا رہیں گے۔

اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے

☆ آیت ۶۹ کے مطابق جو لوگ خداوند عالم کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں، خداوند عالم انہیں ہدایت کے راستہ پر گامزن کرتا ہے۔ اس مقام پر یہ بات واضح رہے کہ پہلے ہم راہ خدا میں جدوجہد کریں پھر اللہ سے مشکل کشائی کی امید رکھیں، لہٰذا ہمیں پہل کرنا ہو گی پھر ہم اللہ کی ہدایت کے اہل ہوں گے۔ یہ درست نہیں ہے کہ اللہ سے توقع وابستہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں کہ وہ ہمیں اپنے راستوں کی ہدایت دیدے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ اللہ پہل نہیں کرتا کیونکہ اگر اللہ پہل کرے گا تو بلا استحقاق سب کو دے یا بعض کو بلا وجہ دے اور دوسرے بعض کو بلا وجہ نہ دے، یہ سب اللہ کی حکمت اور عدالت کے منافی ہے۔

فضائل وخصوصیات:

مستحق بہشت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْعَنْكَبُوْتِ وَ الرُّوْمِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَ عِشْرِيْنَ فَهُوَ وَ اللهِ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَا اَسْتَثْنِيْ فِيْهِ اَبَدًا (۱)

اے ابا محمد (ابو بصیر)! خدا کی قسم جو شخص رمضان المبارک کی **۲۳ کی رات** کو سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم کی تلاوت کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہوگا۔ اور اس میں کسی شخص کا استثنا نہیں ہے۔

سکون قلب: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَتَبَهَا وَشَرِبَ مَاءَهَا يَفْرَحُ الْقَلْبُ وَيَشْرَحُ الصَّدْرُ (۲)

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اس کا پانی پی لے تو اللہ اس کے دل کو سکون عطا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۳۶۱

۲۔ تفسیر برہان، ج ۶، ص ۱۰۸، بحوالہ تسکین روح، ص ۱۹۳

سورۂ روم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ روم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
روم	21	30	84	مکہ مکرمہ	60	06	3472	820

☆ سورۂ روم موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تیسواں (۳۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چوراسیواں (۸۴) سورہ ہے اور یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام ''سورۂ روم'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں سلطنت روم کی ایرانیوں کے ہاتھوں شکست کی خبر دی گئی ہے اور ''غُلِبَتِ الرُّوْمُ'' سے ماخوذ ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کی پیش گوئی	۲۔ سیر و سیاحت کے ذریعہ دعوت فکر
۳۔ ذکر خدا، مردہ دلوں کے لئے آب حیات	۴۔ قدرت پروردگار کی مختلف نشانیاں
۵۔ دین کی تعریف	۶۔ تکلیف میں پروردگار کو یاد کرنا
۷۔ حق داروں کو حق دینے کا حکم	۸۔ سود اور زکوۃ کا موازنہ
۹۔ سیر و سیاحت ذریعہ عبرت	۱۰۔ قیامت کے دن کی سختی
۱۱۔ ہوا، اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی	۱۲۔ تسلی رسول خدا کے لئے گذشتہ انبیاء کی مثالیں
۱۳۔ بارش برسنے کے مراحل	۱۴۔ حقیقی بہرے، گونگے اور اندھے کون ہیں؟
۱۵۔ قیامت کا دن، روز حساب	۱۶۔ قرآنی مثالیں، حقائق سمجھانے کا ذریعہ
۱۷۔ صبر و استقامت سے اذیتوں کا مقابلہ	۱۸۔ فضائل و خصوصیات

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ روم

اہم نکات:

قرآن مجید کی پیش گوئی

☆ آیت ۱ سے ۶ تک میں قرآن مجید نے ایک بڑی خبر دی ہے جو زمانہ مستقبل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ غیب کی خبر دینا بھی ہے جیسے کہ اس سورہ میں روم کی فارس کے مجوسیوں سے شکست کے بعد دوبارہ غالب آنے کی خبر دی گئی ہے اور دس سال کے اندر روم والے دوبارہ مجوسیوں پر غالب آگئے۔

قرآن مجید کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو بیان کرنا بھی ہے۔ انہی قرآنی پیش گوئیوں میں سے ایک اہم پیش گوئی روم اور فارس کے درمیان جنگ کا نتیجہ بیان کرنا ہے۔ ذیل میں ہم اس واقعہ کو مختصر الفاظ میں بیان کریں گے:

روم کے عیسائیوں اور فارس کے مجوسیوں کے درمیان جنگ ہوئی اور فارس کو فتح ملی۔ جب فارس کو فتح ملی تو کفار مکہ نے طنز کرنا شروع کر دیا کہ جس طرح اس لڑائی میں اہل کتاب کو کفار فارس کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی ہے اسی طرح اہل اسلام کو بھی کفار کے ہاتھوں شکست ہوگی۔ مشرکین مکہ فارس کے مجوسیوں کے غلبے پر خوش اس لئے تھے کیونکہ مجوسی بھی توحید، وحی اور نبوت کے قائل نہ تھے۔ اس وجہ سے وہ مشرکین کے قریب المذہب تھے۔ جب کہ رومی عیسائی مذہب کے تھے اور وحی و رسالت کے ماننے والے اور مسلمانوں کے قریب المذہب تھے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کی مایوسی دیکھ کر یہ اعلان کر دیا کہ عنقریب اہل روم اہل فارس پر فتح حاصل کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نو سال کے اندر اندر روم والے فارس والوں پر غالب آگئے۔

اس واقعہ پر غور کریں تو چند اہم مطالب سمجھ سکتے ہیں کہ:

۱۔ کفار کا مزاج ہمیشہ ایک جیسا ہی ہوتا ہے اور وہ دین خدا کے مقابلہ میں ذہنی یا عملی طور پر متحد ہو جاتے ہیں چاہے آپس میں کتنا ہی شدید اختلاف کیوں نہ ہو۔

۲۔ مسلمانوں کو ہمیشہ نصرت الٰہی کی امید رکھنی چاہیے اور کسی بھی صورت میں خداوند عالم کی نصرت کے آنے کے بارے میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

کیونکہ خداوند عالم پہلے مصائب و مشکلات کے ذریعے اپنے خاص بندوں کا امتحان لیتا ہے اس کے بعد اس کی راہ

میں ثابت قدم رہتے ہوئے ان تمام مصائب کو برداشت کرنے والوں کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔

۳۔ فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

۴۔ وعدہ الٰہی پر یقین رکھنا ہی ایمان ہے۔

سیر سیاحت کے ذریعہ دعوت فکر

☆ آیت ۹ سے ۱۵ تک تمام آیات انسان کو دعوت فکر دے رہی ہیں کہ وہ دنیا میں سیر و سیاحت کرے اور دیکھے کہ ان سے بھی زیادہ طاقت رکھنے والے افراد اور قوموں کا کیا حال ہوا اور ان سب کا وجود کس طرح ختم ہو گیا۔ ان کی نابودی کی وجہ خداوند عالم کے بھیجے ہوئے نمائندوں کا انکار اور آیات خداوندی کو جھٹلانا تھا۔

اس کے علاوہ انسان کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ زندگی کی ابتدا بھی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور اسی کی طرف قیامت کے دن سب کو جانا ہے۔ ایسے افراد جو اپنی دنیاوی خوشحالی کو دیکھتے ہوئے آیات الٰہی کا انکار کر بیٹھے ہیں انہیں قیامت کے دن مایوسی ہوگی اور ان کی سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور ان کے وہ تمام دوست جو دنیا میں ان کے ساتھ ہوا کرتے وہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ لہٰذا انسان کو مادی حالات کی خوشحالی پر مغرور نہیں ہونا چاہئے اور ہمیشہ خداوند عالم کی اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔

ذکر خدا، مردہ دلوں کے لئے آب حیات

☆ آیت ۱۷ سے ۱۹ تک میں انسان کے لئے اشارہ ہے کہ صبح، شام، دوپہر اور سہ پہر غرض ہر وقت اللہ کی حمد بجالاتے رہو اور جس طرح خداوند عالم زمین کو مردہ (بنجر) ہونے کے بعد زندہ (آباد) کرتا ہے اسی طرح اپنے مردہ قلب کے لئے حیات طلب کرو[۱]۔

قدرت پروردگار کی مختلف نشانیاں

آیت ۱۹ سے ۲۷ تک میں خداوند عالم نے اپنی قدرت کی مختلف نشانیوں کو بیان کر کے خواب غفلت میں پڑے ہوئے انسان کے ضمیر کو جھنجوڑا ہے۔ واضح رہے کہ ان آیات کا رخ ان مشرکین کی طرف ہے جو غیر اللہ کو رب سمجھتے تھے اور تدبیر حیات میں انہی ارباب کو موثر سمجھتے تھے۔ وہ ان معبودوں کی عبادت اپنی دنیاوی زندگی کے مسائل

۱۔ ترجمہ قرآن، ابو منصور، ص ۸۱۷

کے حل کے لئے کیا کرتے تھے اور وہ موت کے بعد زندگی کے قائل نہ تھے۔ لہٰذا ان آیات میں ایک تو ان شواہد کا ذکر ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، دوسرے ان شواہد کا ذکر ہے جو موت کے بعد زندگی دینے پر اللہ کے قادر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ شواہد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خدا ہی زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں بھی مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا۔

۲۔ خدا نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں انسان کی شکل عطا فرمائی ہے۔

۳۔ خدا نے ہی تمہارا جوڑا تم ہی میں سے پیدا کیا ہے تا کہ اس کے ذریعے سکون حاصل کر سکو۔ اس میں صاحبان فکر کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

۴۔ اللہ کے واحد رب اور مدبر ہونے کے شواہد میں سے ایک شاہد یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق وہی ہے اور رب اور معبود وہ ہوتا ہے جو خالق ہو۔

۵۔ صرف اللہ ہے جس نے انسان کی تخلیق کے ساتھ نیند کی صلاحیت وصف بھی اس میں ودیعت فرمائی ہے اور نیند کے ذریعے انسانی زندگی کی تدبیر فرمائی ہے، نیند سے انسان کو وہ طاقت واپس مل جاتی ہے جو دن میں زندگی کی دوڑ دھوپ میں خرچ ہو گئی تھی۔

۶۔ اللہ کی ربوبیت کے دلائل میں سے ایک دلیل بادلوں کا گرجنا اور بجلیوں کا چمکنا ہے۔ اس سے نکلنے والی حرارت سے ہوا کے دباؤ میں کمی آتی ہے، بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے اور زمین پر موجود بہت سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں اور زراعت کے لئے کھاد فراہم ہوتی ہے[۱]۔

۷۔ اس کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی زمین و آسمان کا قائم ہونا بھی ہے اور خداوند عالم تمام انسانوں کو (قیامت کے دن) جب اپنی بارگاہ میں طلب کرے گا اس وقت تمام مخلوقات زمین سے ایک ساتھ برآمد ہوں گی۔

۸۔ اس کی وحدانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ کل کائنات کا مالک ہے اور دوسرے جتنے بھی لوگ جو کسی چیز کے مالک ہیں اللہ کی طرف سے مالک بنانے پر مالک بنتے ہیں۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، سورۂ روم، ذیل آیت

اللہ ہر شیٔ کا مالک ہے کہ ہر چیز کا وجود اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی بقا بھی اللہ کی طرف سے ہے، جب کہ غیر اللہ کسی چیز کے صرف استعمال کے مالک ہیں اور کائنات کی ہر شے حکم خدا کے تابع ہے، اس نے جس نظام پر اشیاء کو چلایا ہے وہ اپنے مدار، پروگرام اور سسٹم سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کر سکتے وہ ہمیشہ خداوند عالم کی اطاعت میں رہتے ہیں۔

۹۔ اس کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی یہ ہے کہ خداوند عالم ہی ہے جس نے خلقت کی ابتدا کی اور پھر دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے، وہ سب پر غالب آنے والا اور صاحب حکمت ہے۔

اللہ کی لامحدود قدرت، حیات، مالکیت، عظمت، جود وسخا کے چھوٹے چھوٹے اور محدود نمونے آسمانوں اور زمین موجود ہیں۔ یہاں موجود محدود حیات کی اعلیٰ مثال اللہ کی لامحدود حیات ہے۔ یہاں کی حیات مستعار ہے یعنی کسی کی دی ہوئی ہے جبکہ اللہ کی حیات بذات خود ہے۔

دین کی تعریف

☆ آیت ۳۰ سے ۳۲ تک میں دین کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام انسانیت کا دین ایک ہی ہے اور وہ اللہ کی پاک و پاکیزہ فطرت ہے جس پر انہیں خلق کیا گیا ہے۔ پس ہر صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ اپنی فطرت پر غور کرے۔ جب انسانیت کا فطری دین ''توحید پرستی'' ہے تو پھر اس میں تفرقہ اور افتراق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم ان آیات میں تفرقہ کو شرک سے تعبیر فرمارہا ہے۔ کاش ہم مسلمان ان آیات پر غور کرتے اور فرقہ بندی کی لعنت سے آزاد ہو کر صرف مسلمان ہی ہو رہتے۔

اسلام دین فطرت ہے لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ ہر انسان اپنے مزاج کے حساب سے قانون تیار کرے اور قانون فطرت قرار دے کر اس کا نام دین الٰہی یا اسلام رکھ لے۔ فطرت اس صاف اور سادہ طبیعت کا نام ہے جس میں کسی طرح کی سیاست، مصلحت، رسم، معاشرت اور مفروضات کی ملاوٹ نہ ہو۔ انسان ایسی فطرت کا ادراک کرلے تو اسے تمام قوانین اسلام فطرت کے مطابق نظر آئیں گے کیونکہ اسلام کا کوئی قانون فطرت سلیم کے خلاف نہیں ہے۔ یہ انسان کی اپنی کمزوری ہے کہ اس نے فطرت کو سلیم نہیں رہنے دیا اسی لئے اسے مذہب کے احکام خلاف فطرت نظر آنے لگے ہیں (۱)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۸۲۱

تکلیف میں پروردگار کو یاد کرنا

☆ آیت ۳۳ کے مطابق انسان پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ خدا کی بارگاہ میں پوری توجہ کے ساتھ فریاد کرتا ہے اور جب اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہوتی ہے تو ایک گروہ شرک کرنے لگتا ہے اور خدا کو دوبارہ بھول جاتا ہے۔

تکلیف کے وقت ضمیر آزاد، فطرت شفاف اور وجدان بیدار ہوجاتا ہے، غیر فطری رکاوٹیں دور ہوجاتی ہیں اور اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے راستہ صاف ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے فطری محرک کے مطابق اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے اور اپنے رب کو پکارتا ہے۔ تکلیف ختم ہونے کے بعد صحت و عافیت، امن و سلامتی کی نعمتوں میں خوشی کی زندگی میسر آجاتی ہے تو ضمیر پر وہی پرانا پردہ پڑ جاتا ہے، فطرت مکدر اور وجدان مردہ ہوجاتا ہے۔ اس طرح وہ دوبارہ فطرت سے منحرف اور شرک جیسی غلاظت میں گر جاتا ہیں۔

حق داروں کو حق دینے کا حکم

☆ آیت ۳۸ میں میں قرابت دار، مسکین، غربت زدہ مسافر کو اس کا حق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے بروز قیامت نجات کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ اس آیت کے بارے میں حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسے بلند پایہ صحابہ سے روایت بیان ہوئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو بلایا اور باغ فدک انہیں عطا فرمایا[1]۔

سود اور زکوۃ کا موازنہ

☆ آیت ۳۹ میں سود اور زکوۃ کا موازنہ کیا گیا ہے کہ سود سے اللہ کے ہاں مال میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا جبکہ زکوۃ رضائے الٰہی کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کا دگنا چوگنا عطا کیا جاتا ہے۔ دنیا کی نظر میں سود سے مال میں اضافہ ہوجاتا ہے حالانکہ بے برکت اضافہ کبھی اضافہ کہے جانے کے قابل نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں مال میں اضافہ زکوۃ کے ذریعے ہوتا ہے جس سے بظاہر تو مال میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن خداوند عالم اس مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔

"سود، معاشیات" کی دنیا میں سب سے بڑی مصیبت ہے۔ سود، وہ جال ہے جس میں غریبوں کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ سود، وہ فریب ہے جس سے قوموں کی صلاحیتوں کو ضائع و برباد کیا جاتا ہے اور سود وہ راستہ ہے جس سے قوموں کا استحصال کیا جاتا ہے[2]۔

---

[1] الدر المنثور ذیل آیت، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن۔

[2] انوار القرآن، ص ۸۳۲

سیر و سیاحت ذریعہ عبرت

☆ آیت ۴۲ میں سیر و سیاحت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ صرف عیاشی کے لئے نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر سیر و سیاحت کو عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے جبکہ موجودہ دور میں سیاحت کبھی مفت خوری کے لئے ہوتی ہے اور کبھی عیاشی اور اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے ہوتی ہے۔ اسلام کیونکہ دین فطرت ہے لہٰذا اس نے سیاحت سے منع بھی نہیں کیا اور اس سیاحت کو بامقصد بھی بنادیا ہے۔

قیامت کے دن کی سختی

☆ آیت ۴۳ سے ۴۵ تک کی آیات قیامت سے متعلق ہیں جن میں خداوند عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہے کہ قیامت کے دن کے آنے سے پہلے اپنا رخ دین مستقیم کی طرف رکھے کیونکہ وہ ایسا سخت دن ہوگا جس میں واپسی کا کوئی امکان نہیں ہوگا اور لوگ پریشان حال ہوں گے اور ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں گے۔ اس دن کفر اختیار کرنے والوں کو اپنے کفر کا انجام نظر آئے گا اور جو نیک عمل انجام دینے والے ہوں گے وہ اپنی نجات کی راہ ہموار پائیں گے اور اس دن خدا کافروں کو سزا اور ایمان لانے والے اور نیک اعمال انجام دینے والوں کو اپنے فضل و کرم سے جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

ہوا، اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی

☆ آیت ۴۶ میں خداوند عالم نے ہوا کو نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ پروردگار عالم کی بے پناہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہوا بھی ہے جو بظاہر تو معمولی سی نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ بے شمار فوائد کی حامل ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

- ہوا، مستقبل کی خوشخبری دینے والی ہے کیونکہ جب ہوا تیز چلتی ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس ہوا کے پیچھے بارش ہونے والی ہے۔
- ہوا، رحمت کا ذائقہ اپنے ہمراہ لاتی ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالق کائنات اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے کیونکہ اس نے ہوا کو سانس لینے کا وسیلہ قرار دیا ہے ورنہ اگر ہوا نہ ہو تو انسان دم گھٹ جانے کے سبب فنا ہو جاتا۔
- ہوا، کشتیوں کے چلانے کا ذریعہ ہے۔ ہوا نہ ہوتی تو دریا کے مسافر ایک مقام پر جم کر رہ جاتے۔ دور حاضر میں

فضائی سفر بھی ہوا ہی کے مرہون منت ہے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا پورا نظام بھی ہوا کی موجودگی پر قائم ہے۔

- ہوا، رزق خدا کا بہترین وسیلہ ہے۔ انسان کو زمین اور آسمان سے سارا رزق اسی ہوا ہی کے ذریعہ سے فراہم ہوتا ہے جیسے بارش کا پورا انظام ہوا کا مرہون منت ہے۔
- ہوا، شکر خدا کا بہترین سہارا ہے بشرطیکہ انسان نعمت شناس ہو اور احسان فراموش نہ ہو۔

تسلی رسول خدا کے لئے گذشتہ انبیاء کی مثالیں

☆ آیت ۴۷ میں پروردگار عالم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لئے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال بیان فرمائی ہے۔

اس آیت میں ان انبیاء کی تحریک سے متعلق چند گوشوں کو بیان کیا گیا ہے:

- ہم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا ہے تو یہ پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ آپ سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے رسول ہیں۔
- سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اپنی رسالت کے ثبوت کے لیے واضح شواہد لے کر آئے تھے مگر لوگوں نے ان شواہد کو نہیں مانا۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ نے جو شواہد پیش کیے ہیں انہیں بھی ان لوگوں نے نہیں مانا۔
- ان شواہد کو نہ مان کر انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے مجرمین سے ہم نے انتقام لیا ہے اس میں یہ نوید ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے زمانے کے مجرم لوگوں سے بھی ہم انتقام لیں گے۔
- ان مجرمین کے درمیان موجود مؤمنین کی چھوٹی سی جماعت کی مدد کرنا ہمارے ذمے ہے۔ قابل توجہ ہے کہ مؤمنین کی نصرت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے ایک حق قرار دیا ہے جو فتح و نصرت کا صرف وعدہ نہیں بلکہ ضمانت ہے۔

بارش برسنے کے مراحل

☆ آیت ۴۸ اور ۴۹ میں خداوند عالم نے بارش کے برسنے کے مراحل کو بیان فرمایا ہے کہ:

- سب سے پہلے ہواؤں کو روانہ فرماتا ہے۔
- یہ ہوائیں بادلوں کی تشکیل کرتی ہیں۔
- پھر اللہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے تاکہ کرہ ارض کا ایک وسیع حصہ سیراب ہو جائے۔ جن علاقوں کو

سیراب کرنا اللہ کی مشیت میں ہے ان تک یہ بادل پہنچ جائیں۔

- پھر ان بادلوں کو تہ در تہ کر کے ان کو ذخیرہ کر لیتا ہے چونکہ پتلا بادل بارش نہیں دے سکتا۔
- بادلوں کا ذخیرہ ہونے پر اس کے درمیان سے بارش کے قطرے نکلتے ہیں۔
- جب بارش کے قطروں سے لوگ سیراب ہوتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں چونکہ اس بارش کے پانی میں زمین کی شادابی اور زندگی ہے۔

حقیقی بہرے، گونگے اور اندھے کون ہیں؟

☆ آیت ۵۲ اور ۵۳ کے مطابق خداوند عالم اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے رسول! تو مُردوں اور بہروں کو اپنی آواز (تبلیغ دین) نہیں سنا سکتا اور نہ اندھوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دے سکتا ہے۔ ان آیات پر غور کریں تو جو لوگ پیغامِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں سنتے اور ان کے فرامین واحکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس سے منہ موڑتے ہوئے، خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، وہ قرآن مجید کی ان آیات کے مطابق مُردے، بہرے اور اندھے ہیں۔ لہٰذا ہر فرد اپنی حالت پر غور وفکر کرے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ، بہرہ ہے یا قوت سماعت رکھنے والا اور نابینا ہے یا بینا۔

قیامت کا دن، روزِ حساب

☆ آیت ۵۷ کے مطابق قیامت کے دن کوئی معذرت یا معافی کام نہیں آئے گی کیونکہ قیامت کا دن حساب اور سزا کا دن ہے۔ توبہ و عمل کا دن گزر گیا۔ قیامت کے دن اللہ کو راضی کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا چونکہ جوابدہی کے موقع پر حساب دینا ہوتا ہے، راضی کرنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

قرآنی مثالیں، حقائق سمجھانے کا ذریعہ

☆ آیت ۵۸ اور ۵۹ کے مطابق خداوند عالم نے اس قرآن مجید میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی ہے تاکہ صاحبان علم اس سے فائدہ اٹھائیں اور جو علم نہیں رکھتے خدا ان کے دل میں (ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے) مہر لگا دیتا ہے۔

قرآن کتاب ہدایت ہے اور مثال، حقائق سمجھانے کے لیے مؤثر ترین طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حقائق سمجھانے کے لیے خطاب کے تمام اسلوب اختیار کیے اور دلوں اور عقلوں کی بیداری کے لئے ہر وسیلہ اختیار کیا ہے۔ ایسا اسلوب سخن اختیار کیا ہے جو ہر عقل اور ہر قلب ہر ماحول ہر طبقہ کے لیے قابل فہم ہے۔ اگر کوئی مطلب مادی ذہنوں سے دور ہے تو اسے محسوسات

کی مثال میں پیش فرمایا۔ اگر کوئی مطلب ملکوتی ہے تو اسے مشاہداتی دنیا میں لا کر پیش فرمایا ہے یہاں تک کہ سطحی ذہنوں کے لیے سطحی مثال پیش فرمائی ہے۔ صاحبان عقل وخرد کے لیے ان کی سطح کی مثال پیش فرمائی ہے۔ ہر طبقہ کے لیے اس کی فکری سطح کے مطابق مثال پیش فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ بعض دشمنان اسلام نے تو ان مثالوں کے سطحی ہونے پر اعتراض بھی کیا ہے جیسا کہ جب خداوند عالم نے مچھر کی مثال بیان کی تو کہا گیا کہ مچھر کی مثال سے اللہ کا مقصد کیا ہے؟

ان تمام واضح مثالوں اور حقائق کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور معجزات کو بھی نہیں مانتے ہیں، ایسے لاعلم، جاہل، ناقابل علاج لوگوں کو اللہ اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ جب اللہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو ہدایت کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں اور دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔

صبر واستقامت سے اذیتوں کا مقابلہ

☆ آیت ۶۰ میں خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی اذیتوں کے مقابلہ میں صبر واستقامت جیسی طاقت کے ذریعہ مقابلہ کرنے کا حکم دے رہا ہے اور اس صبر کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ کا برحق وعدہ ہے کہ آخری فتح وکامرانی آپ کی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کی دھمکیوں اور ان کے مذاق سے حوصلہ نہ ہاریں بلکہ دشمن کی تمام سازشوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عزم وارادہ مضبوط رہے تو وعدہ خداوندی یقینی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں پورا ہوگا۔

فضائل وخصوصیات:

اہل بہشت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَتَيِ الْعَنْكَبُوتِ وَالرُّومِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَهُوَ وَاللهِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَا أَسْتَثْنِي فِيهِ أَبَدًا وَلَا أَخَافُ أَنْ يَكْتُبَ اللهُ عَلَيَّ فِي يَمِينِي إِثْمًا وَإِنَّ لِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ مِنَ اللهِ مَكَانًا (۱)

اے ابا محمد (ابوبصیر) خدا کی قسم! جو شخص ۲۳ رمضان کو سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم کی تلاوت کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہوگا اس میں کسی شخص کا استثنا نہیں ہے۔ مجھے قسم کھانے کے حوالے سے اللہ کی طرف سے گناہ لکھے جانے کا خوف نہیں ہے۔ اور ان دونوں سوروں کی اللہ کے نزدیک بہت قدر ومنزلت ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تہذیب الاحکام، ج۳، ص۱۰۰

سورۂ لقمان کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ لقمان

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
لقمان	21	31	57	مکہ مکرمہ	34	04	2171	550

☆ سورۂ لقمان موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکتیسواں (۳۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ستاونواں (۵۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی ۱۲ویں آیت کے بعد والی آیات میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی عمدہ نصیحتوں کا تذکرہ ہے اسی وجہ سے اسے سورۂ لقمان کا نام دیا گیا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کی عظمت کا بیان	۲۔ نضر ابن حارث نامی تاجر کا تذکرہ
۳۔ حضرت لقمان علیہ السلام	۴۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں
۵۔ والدین کے ساتھ نیکی کا حکم	۶۔ معصیت الٰہی میں والدین کی خلاف ورزی
۷۔ تکبر اور غرور سے چلنے کی ممانعت	۸۔ ہر شے کا انسان کے لئے مسخر ہونا
۹۔ رحمت للعالمین کے لئے تسلی	۱۰۔ پروردگار کی نعمتوں کے شمار سے ہر شے عاجز ہے
۱۱۔ مشرکین کی غلط فہمی کا ازالہ	۱۲۔ بعض اہم باتوں کی طرف توجہ
۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا علم خاص	۱۴۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے میں جن موضوعات کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ان میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحتوں میں والدین کی تعظیم، نماز وصبر کا حکم اور غرور کی مذمت شامل ہیں۔

۱۔ تسکین روح، ص ۱۹۸، ۱۹۹

قرآن مجید کی عظمت کا بیان

☆ آیت ۲ سے ۵ تک میں قرآن مجید کی عظمت اور نیکی کرنے والوں کے لئے قرآن کا ہدایت ورحمت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ کتاب ہے جو حکمت بھری ہے اور یہ کتاب حقائق تک رسائی دینے والی آیات کی کتاب ہے۔
یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو احسان کرنے والے ہیں۔
اور نیکی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان صفات کے حامل افراد ہی ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں۔
ان آیات میں نیکی کرنے والوں کو اجمال میں نہیں رکھا گیا تا کہ لوگ یہ خیال کریں کہ دین سے صرف نسبت قائم ہونے سے نیکی کرنے والا بن جاتا ہے بلکہ واضح طور پر نیکی کرنے والوں کی صفات کو بیان کر کے ان کو ممتاز کر دیا ہے۔

نضر ابن حارث نامی تاجر کا تذکرہ

☆ آیت ۶ کے مطابق بعض لوگ بے ہودہ باتوں (کی کتابوں) کو خریدتے ہیں تا کہ لوگوں کو راہ خدا سے گمراہ کریں اور راہ حق کا مذاق اڑائیں ایسے لوگوں کو ذلت کا عذاب سہنا پڑے گا۔
اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ مکہ میں نضر ابن حارث نامی ایک تاجر تھا جو کفار کے سرداروں میں سے تھا۔ وہ فارس (ایران) کے علاقوں میں تجارت کی غرض سے سفر کرتا تھا۔ وہاں کی داستانوں پر مشتمل کتابیں خرید کر لاتا تھا اور انہیں قریش والوں کو سنایا کرتا اور کہتا تھا: محمد تمہیں عاد وثمود کی داستانیں سناتا ہے اور میں تمہیں رستم و اسفند یار اور بادشاہوں کی داستانیں سناتا ہوں چنانچہ لوگ قرآن کی جگہ یہ داستانیں سنا کرتے تھے [۱]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا: گانا بھی ''لَهْوَ الْحَدِيثِ'' یعنی بے ہودہ باتوں میں شامل ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام

☆ آیت ۱۲ میں حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت سے نوازنے کا ذکر ہوا ہے تا کہ وہ شکر الٰہی انجام دیں۔ آیت کے آخری حصہ میں ایک عمومی قانون بیان ہوا ہے کہ جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے فائدے ہی کے لئے ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ کسی کے شکریہ بجالانے کا محتاج نہیں ہے، وہ بے نیاز اور ہر صورت میں قابل مدح وستائش ہے۔
حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں اکثریت کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک عبد صالح اور حکیم ودانشور تھے۔ بعض روایات کے

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیہ مورد بحث، بحوالہ مجمع البیان

مطابق حبشی اور سیاہ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض کے نزدیک ان کا تعلق مصر سے تھا اور بعض کہتے ہیں ان کا تعلق قوم عاد سے تھا جو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ نکلنے والوں میں شامل تھے۔ عرب لوگ لقمان علیہ السلام کی حکمت کے معترف تھے اس لیے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ توحید کا عقیدہ کوئی نئی فکر نہیں بلکہ قدیم ایام سے لقمان حکیم بھی توحید کے عقیدے کے داعی تھے (۱)۔

بعض مفسرین کا اعتقاد ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام پیغمبر تھے لیکن اکثر مفسرین انہیں ایک بے مثال حکیم مانتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت بیان ہوئی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "لقمان پیغمبر نہیں تھے لیکن وہ بہت ہی زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے، وہ ایمان و یقین کے بلند مرتبہ پر فائز تھے، خدا کو دوست رکھتے تھے اور خدا بھی انہیں دوست رکھتا تھا اور خداوند عالم نے حکمت کی نعمت سے انہیں سرفراز فرمایا تھا (۲)"۔

ان کی سیاہ رنگت کے حوالے سے کوئی شک نہیں البتہ ان کی بے نظیر حکمت نے ان کی سیرت کو بہت ہی منور کر دیا تھا۔ کسی نے حضرت لقمان علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تو وہی چرواہا نہیں جو ہمارے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ تم کیسے اس مقام و منزلت تک پہنچے؟ اس کے جواب میں حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خدا کو پہچانا، امانت میں خیانت نہیں کی، ہمیشہ سچ کو اپنا شعار بنایا اور فضول گفتگو سے پرہیز کی جس کی وجہ سے خداوند عالم نے مجھے یہ مقام و منزلت عطا فرمائی۔

ذیل میں ہم حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں کو بیان کریں گے جو قرآن مجید کے اسی سورہ کی بعض آیات میں بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد ان آیات میں موجود اہم پیغامات کی طرف مختصراً اشارہ کریں گے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں

شرک سے دوری: حضرت لقمان علیہ السلام اپنے فرزند کو سب سے پہلی نصیحت توحید پرستی اور عقیدے کی درستی سے متعلق کر رہے ہیں کہ: اے فرزند! خدا کے مقابلہ میں کسی کو شریک قرار نہ دینا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے: دوسری نصیحت حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ کی کہ اے بیٹے! دنیا کا کوئی ذرہ اللہ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے (لہٰذا انسان کو معصیت الٰہی سے پرہیز کرنا چاہیے)۔

نماز کا قیام: اے میرے بیٹے! نماز کو قائم کرنا۔

اصلاح معاشرہ کی کوشش: اے فرزند! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح کی کوشش کرنا۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیہ مورد بحث

۲۔ مجمع البیان، ج ۸، ص ۳۱۵

حالات پر صبر کرنا: اے فرزند! حالات جیسے بھی ہوں اور جو بھی مصیبت آجائے اس پر صبر کرنا۔ مصیبت میں صبر کرنا معاملات میں مضبوط عزم کی علامت ہے۔

تکبر سے بچنا: اے بیٹے! تکبر اور غرور کرتے ہوئے لوگوں سے رخ نہ موڑنا۔

زمین پر اترا کر نہ چلنا: اے فرزند! کبھی زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ اکڑ کر چلنے والوں کو کبھی دوست نہیں رکھتا۔

چال میں میانہ روی اختیار کرنا: اے فرزند! اپنی چال میں میانہ روی اور اعتدال کو برقرار رکھو۔ چال میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی چال کو اس قدر حقیرانہ بھی نہ رکھے کہ اس سے اپنا وقار مجروح کرے۔

اپنی آواز کو آہستہ رکھنا: اے فرزند! ہمیشہ دھیمی آواز میں بات کرنا۔ آواز کو دھیما رکھنا بھی تواضع اور شخصیت میں خلا نہ ہونے کی علامت ہے۔ اونچی آواز سے اعصاب پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ایسا کرنا آدابِ محفل کے بھی خلاف ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی کا حکم

☆ آیت ۱۴ میں خداوندِ عالم نے انسان کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف کروائی ہے وہ ہے "والدین کے ساتھ نیکی"۔ اس موضوع کو قرآن مجید کی کئی آیات میں تکرار ابیان کیا گیا ہے۔ والدین کی عزت و تکریم اور ان کی عظمت کے حوالے سے جتنی آیات بیان ہوئی ہیں ان سب میں ایک بات واضح ہے کہ قرآن مجید میں کہیں پر بھی والدین کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ وہ اولاد پر احسان کریں کیونکہ اولاد کا خیال رکھنا والدین کی فطرت میں رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

والدین میں سے ماں کے حقوق کو بہت زیادہ اہمیت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے بچے کو شکم میں اٹھائے رکھا پھر دو سال تک اسے دودھ پلایا لہٰذا اس کی زحمتیں اور تکالیف بچے کی پرورش کے حوالے سے بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے احسانات کو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ آیت کے مطابق بچے کو دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور دو سال کے بعد بچے کو ماں کا دودھ پلانا جائز نہیں ہے۔

معصیت الٰہی میں والدین کی خلاف ورزی

☆ آیت ۱۵ کے مطابق اگر والدین شرک کی طرف مجبور کرنا چاہیں تو ان کی بات نہیں ماننی چاہیے البتہ ان کے ساتھ پھر بھی نیک برتاؤ رکھنا چاہیے۔ والدین کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ اطاعت الٰہی کے خلاف کوئی حکم نہ دیں، اگر والدین معصیت الٰہی پر مجبور کرنا چاہیں تو اس صورت میں اولاد کو والدین کا حکم نہیں ماننا چاہیے۔

آیت پر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ والدین خواہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں، اسلام کے نزدیک احترام آدمیت اور مقام انسانیت میں پھر بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ عقیدے میں ان کی بات نہ ماننے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کے ساتھ برتاؤ میں کوئی فرق آجائے۔ عقیدہ سے ہٹ کر بھی انسان کا، خصوصاً والدین کا ایک انسانی مقام بھی ہوتا ہے[1]۔

تکبر اور غرور سے چلنے کی ممانعت

☆ آیت ۱۸ اور ۱۹ میں تکبر اور غرور سے زمین پر اکڑ کر چلنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ نفسیاتی بیماری کی علامت ہے یعنی جس شخص کی شخصیت میں خلا ہوتا ہے وہ اسے غرور کے ذریعہ پُر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ایسی حقیرانہ چال چلنے سے بھی منع کیا گیا ہے جو وقار کے خلاف ہو بلکہ اپنی چال کو اعتدال پر رکھنے اور آواز کو دھیمی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ شخصیت کے پُراعتماد اور انسان کے مہذب ہونے کی علامت ہے۔

ہر شے کا انسان کے لئے مسخر ہونا

☆ آیت ۲۰ میں خداوندِ عالم نے بیان فرمایا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ ہم نے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اس کے باوجود لوگ ہمارے (اللہ کے) بارے میں بحث کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی علم ہے، نہ ہدایت اور نہ کوئی واضح اور روشن کتاب ہے۔

اس آیت میں لفظ "تسخیر" بیان ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو ارادے کا تابع بنا دینا۔ لہٰذا خداوندِ عالم نے تمام موجودات کو تابع ارادہ بنایا ہے۔ آسمان میں موجود سورج، چاند اور ستارے ہماری زندگی کے لئے ضروری سامان فراہم کرتے ہیں، اسی طرح زمین ایک مہربان ماں کی طرح ہمیں اپنی گود میں پالتی ہے۔ خداوندِ عالم کی کتنی نعمتیں ہمارے ظاہر وہ باطن میں ہیں جن کا ہمیں علم بھی نہیں ہے ان سب کے باوجود ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کے خلاف بلا دلیل بحث کرتے ہیں۔ قرآن کا موقف یہ ہے کہ کسی بھی موقف کو اختیار کرنے کیلئے خود موقف والے کے پاس علم ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کسی ہدایت کنندہ کی طرف سے ہدایت ہونی چاہیے یا آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب کا حوالہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ دلائل نہ ہوں اور صرف اندھی تقلید ہو تو وہ موقف قابلِ اعتنا نہیں ہے۔

رحمت للعالمین کے لئے تسلی

☆ آیت ۲۳ اور ۲۴ میں خداوندِ عالم عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجے ہوئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دے رہے

---

[1] بلاغ القرآن، ص ۵۵۵

ہیں کہ آپ ان لوگوں کے کفر سے مایوس و غمگین نہ ہوں کیونکہ انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے اس دن ہم انہیں بتائیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے۔ ہم انہیں دنیا میں چند دن کی زندگی دیں گے پھر اپنے شدید عذاب کی طرف لے آئیں گے۔

عالمین کے لیے رحمت ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا اشتیاق رہتا تھا کہ لوگ راہ راست پر آجائیں لیکن لوگ جب کفر پر ڈٹ جاتے تھے تو اس مجسمۂ رحمت کو بڑا دکھ ہوتا تھا کہ یہ شخص اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے کیوں محروم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ لوگ رحمت الٰہی کے اہل نہیں ہیں لہٰذا آپ محزون نہ ہوں انہیں ہر حال میں میرے پاس پہنچنا اور اپنے برے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا ہے۔ اللہ ان کے خفیہ ارادوں سے واقف ہے اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اللہ کا حکیمانہ فیصلہ ہے کہ مجرموں کو کچھ عرصہ مہلت دی جاتی ہے پھر انہیں ان کے عمل کی سزا دے دی جاتی ہے۔ (۱)۔

پروردگار کی نعمتوں کے شمار سے ہر شے عاجز ہے

☆ آیت ۲۷ کے مطابق زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں، کائنات میں موجود سمندروں کے ساتھ مزید سات سمندر ملا دیے جائیں اور وہ سب سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ کے کلمات (نعمات) کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اس آیت میں انسان کے مشاہداتی امور کی روشنی میں محسوساتی دنیا میں بسنے والوں کے لیے ایک مثال ہے کہ کلمات خدا یعنی لفظ ''کن'' کے نتیجے میں وجود میں آنے والی موجودات کی ایک اجمالی فہرست تیار کرنا بھی روئے زمین پر موجود درختوں سے بننے والے قلموں اور سمندروں سے بننے والی سیاہیوں کے بس میں نہیں ہیں خواہ اس سمندر کے ساتھ مزید سات سمندر مل جائیں کیونکہ محدود کے لئے لامحدود کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں۔ یہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو خود سمندری موجودات کی فہرست تیار کرنے کے لیے بھی شاید ناکافی ہوگا۔

مشرکین کی غلط فہمی کا ازالہ

☆ آیت ۲۸ کے مطابق قریش کے مشرکین یہ سوچتے تھے کہ اللہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو ایک ساتھ کیسے پیدا کرے گا جبکہ دنیا میں تو ان کو ایک ایک کر کے پیدا کیا ہے۔ اس سطحی سوچ اور غلط فہمی کے ازالہ کے لیے فرمایا کہ اللہ کے ایک ارادے سے مخلوق وجود میں آجاتی ہے خواہ وہ مخلوق ایک ہو یا لاتعداد ہو۔ لہٰذا اللہ کے لیے خلق و اعادہ خلق، کثرت یا قلت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب یکساں طور پر آسان ہے۔ قلت اور کثرت کا فرق اس کے سامنے آتا ہے جو علل و

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیات سورہ بحث

اسباب کے ذرائع سے کوئی چیز بناتا ہے۔ ایک چیز بنانے کے لیے تھوڑے سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا فراہم کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر بہت زیادہ تعداد میں بنانا ہے تو اس کے لیے بہت زیادہ سامان فراہم کرنا ہوتا ہے، جو مشکل ہے۔

بعض اہم باتوں کی طرف توجہ

☆ آیت ۳۳ میں چند باتوں کی طرف انسان کی توجہ دلائی گئی ہے کہ:

- اپنے رب کے عدل پر مبنی فیصلہ سے بچو۔ یہ فیصلہ غضب الٰہی اور ابدی عذاب پر مشتمل ہوگا۔
- قیامت کے اس دن سے ڈرو۔ جس میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا حتیٰ باپ بیٹا میں سے کوئی ایک دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔ اس دن صرف اپنا عمل کام آئے گا۔
- اللہ کی طرف سے وعدہ آخرت، مبنی برحق ہے۔ حساب، جنت اور جہنم کا وعدہ بھی مبنی برحق ہے۔
- رب کی عدالت سے بچنے اور روز قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کے لیے اللہ نے دو دشمنوں کی نشاندہی فرمائی:

پہلا دشمن دنیوی زندگی کی رعنائیاں ہیں جو انسان کو دھوکہ دیتی ہیں تاکہ وہ اسی میں مگن رہے اور روز آخرت کو ایک حقیقت کے طور پر نہیں لیتا۔ دوسرا دشمن، دھوکے باز شیطان ہے۔ شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور آخرت کو ایک واہمہ قرار دیتا ہے یا انسان کو اس ابدی زندگی سے غافل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علمِ خاص

☆ آیت ۳۴ کے مطابق قیامت کے واقع ہونے کا علم، بارش کے برسنے کا علم، رحم مادر میں موجود بچے کا علم، انسان کے کل (آئندہ) کا علم اور انسان کی موت واقع ہونے والے مقام کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، کسی دوسرے کے پاس ان چیزوں کا علم نہیں ہے۔

رحم مادر میں موجود بچے کے علم کے بارے میں بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ آج کل ماں کے پیٹ میں موجود لڑکا یا لڑکی کے بارے میں علم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ علم صرف اللہ سے مخصوص نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کے لئے جواب یہ ہے کہ اول تو انسان بچے کی تخلیق مکمل ہونے کے بعد جانتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان بچے کے مادی وجود کو جانتا ہے، اس کی حقیقت کو نہیں جانتا کہ کس خاصیت وصلاحیت کا بچہ ہے۔ جبکہ اللہ کے پاس ان تمام چیزوں کا علم بھی ہے۔

اس آیت کے مطابق قیامت کے برپا ہونے کے وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اللہ نے اس راز سے کسی کو بھی واقف نہیں کیا ہے اور بارش بھی صرف اور صرف اللہ برساتا ہے۔ کسی دوسرے کے بس میں نہیں ہے کہ وسیع و

عریض سمندر خلق کرے، بخارات اوپر کو اٹھائے، ہواؤں کے ذریعے اسے خشکی کی طرف چلائے اور بارش برسائے۔ آج کل جو مصنوعی بارش برسائی جاتی ہے وہ قدرت کے نظام سے ہی استفادہ کرتے ہوئے فضا میں موجود بخارات کے ذریعہ برسائی جاتی ہے، یہ انسان کی اپنی ایجاد نہیں ہے۔ اور جو کچھ رحم مادر میں ہے اسے صرف اللہ جانتا ہے۔ انسان کو اپنے ایک دن کے فاصلے پر ہونے والے واقعات وحادثات کا علم نہیں ہوتا۔ انسان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی زندگی کا خاتمہ زمین کے کس خطے میں ہوگا جبکہ یہ نادان انسان قیامت کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

حضرت لقمان علیہ السلام کی رفاقت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ لُقْمَانَ كَانَ لُقْمَانُ لَهُ رَفِيْقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أُعْطِيَ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَشْرًا بِعَدَدِ مَنْ عَمِلَ بِالْمَعْرُوْفِ وَعَمِلَ بِالْمُنْكَرِ (۱)

جو شخص سورۂ لقمان کی تلاوت کرے گا، حضرت لقمان علیہ السلام قیامت کے دن اس کے رفیق اور دوست ہوں گے اور جن لوگوں نے نیک یا بد اعمال انجام دیے ہیں (امر بالمعروف اور نہی از منکر کے حکم کے بعد) ان کی تعداد کے دس گنا زیادہ نیکیاں اسے دی جائیں گی۔

ابلیس اور اس کے لشکر سے حفاظت: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ لُقْمَانَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ فِي لَيْلَتِهِ مَلَائِكَةً يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ اِبْلِيْسَ وَ جُنُوْدِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ (۲)

جو شخص ہر رات سورۂ لقمان کی تلاوت کرے گا خدا فرشتوں کو اس کا نگہبان مقرر کرے گا تاکہ صبح تک ابلیس اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کرے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ۳۴۶

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۳

سورۂ سجدہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ سجدہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
سجدہ	21	32	75	مکہ مکرمہ	30	3	1564	375

☆ سورۂ سجدہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا بتیسواں (۳۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پچھترواں (۷۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام سورۂ سجدہ رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورے میں واجب سجدہ ہے۔ اس کے علاوہ ''سورۂ الم سجدہ'' اور ''سورۂ سجدہ لقمان'' اور ''سورۂ مضاجع'' اور ''سورۂ الم تنزیل'' بھی اس کے اسماء میں سے بیان کئے گئے ہیں (۱)۔

موضوعات:

۱۔ عظمتِ قرآن کا بیان	۲۔ کفار کے نظریے کی تردید
۳۔ زمین و آسمان کے خلق کرنے کی مدت	۴۔ منکرین قیامت کو جواب
۵۔ روزِ قیامت مجرمین کی کیفیت	۶۔ ہدایت کے حصول میں آزادی
۷۔ مومن کی بعض صفات کا بیان	۸۔ فاسق کا مومن کے برابر نہ ہونا
۹۔ جنت الماویٰ کا ذکر	۱۰۔ اللہ کی نشانیوں کے انکار کی سزا
۱۱۔ امامت کی شرط	۱۲۔ مشرکین کو دعوت فکر
۱۳۔ فتح مکہ کی پیش گوئی	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆ قرآن مجید کے چار سوروں میں سجدہ واجب ہے اور ان سوروں کو جنابت کی حالت میں اور خواتین کیلئے ان کے مخصوص ایام میں پڑھنا حرام ہے۔ وہ چار سورے یہ ہیں: سورۂ سجدہ، سورۂ حٰم سجدہ، سورۂ نجم اور سورۂ علق۔ ان

۱۔ تفسیر نمونہ، تفسیر سورۂ مورد بحث

سوروں کو نماز میں نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ اگر پڑھیں گے تو فوراً سجدہ کرنا ضروری ہے اور سجدہ کریں گے تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس سجدے کی وجہ سے نماز کی ترتیب بدل جاتی ہے اور ترتیب واجبات نماز میں سے ہے اور اگر فوراً سجدہ نہیں کریں گے تو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو جائیں گے۔

عظمتِ قرآن کا بیان

☆ آیت ۲ میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس آیت میں درحقیقت دو سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا سوال قرآن مجید کے مضامین کے بارے میں تھا کہ جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے کیا وہ حق ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ بے شک جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب حق ہے اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ دوسرا سوال اس قرآن کے وجود لانے والے کے میں بارے میں تھا کہ اسے کس نے وجود دیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کتاب کو رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

کفار کے نظریئے کی تردید

☆ آیت ۳ میں کفار کے اس نظریہ کو رد کیا گیا ہے کہ یہ قرآن (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے۔ ان کے اس باطل عقیدے کی تردید کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن رسول کی طرف سے گھڑا ہوا نہیں بلکہ پروردگار کی طرف سے نازل کردہ برحق کتاب ہے تاکہ اس کے ذریعہ قوم کو ڈرایا جائے جس کی طرف پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہے شاید وہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں ایک مدت تک کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ عربوں میں سب سے پہلے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے، پھر حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام اور آخر میں حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو ہزار سال پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ اس عرصے میں کوئی نبی عرب سرزمین پر مبعوث نہیں ہوا البتہ ان کے درمیان انبیاء کا پیغام پہنچانے والے "مُوَعِظ" ہمیشہ موجود رہے[۱]۔

زمین وآسمان کے خلق کرنے کی مدت

☆ آیت ۴ میں زمین وآسمان کو چھ دن میں خلق کرنے کے بعد خداوند عالم کا عرش پر متمکن ہونے کا بیان ہے۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۵۵۸

یہاں پر لفظ ''چھ دن'' میں زمین و آسمان کی خلقت سے مراد ''چھ دور'' ہیں کیونکہ ابتدائے خلقت کائنات کے وقت سورج اور چاند یا دن اور رات کا تصور نہ تھا۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ ایک دن تھا کہ جابر و ظالم لوگ دنیا میں حکومت کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دور تھا کہ جابر و ظالم کی حکومت تھی۔

واضح رہے کہ پروردگارِ عالم چاہے تو ایک لمحہ سے بھی کم عرصہ میں اس پوری کائنات کو خلق کر سکتا ہے لیکن یہ تدریجی نظام عظمت خدا اور خدا کی تدبیر کو بہترین طریقہ سے بیان کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر خدا چاہتا تو بچہ کو ایک ہی لمحہ میں خلق کر سکتا تھا اگر ایسا کرتا تو خالق کے وہ تمام عجائبات انسان کی نظر سے دور رہ جاتے۔ لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ نو ماہ کے دوران ہر دن اور ہر ہفتہ نئی شکل اور نئے حالات کے مراحل سے گزرتا ہے تو انسان عظمت پروردگار سے بہتر طور پر آشنا ہو جاتا ہے (۱)۔

منکرین قیامت کو جواب

☆ آیت ۱۰ اور ۱۱ کے مطابق کفار و مشرکین قیامت کے وجود کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک وجود نیست و نابود ہو جانے کے بعد دوبارہ خلق کیا جائے؟ ان کے اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ یہ لوگ دراصل خدا کے سامنے حاضر ہونے کے منکر ہیں۔ موت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم زمین میں ناپید ہو جاؤ گے بلکہ موت یہ ہے کہ فرشتہ موت تمہارے پورے وجود کو وصول کرے گا اور سب کی بازگشت خداوند عالم کی بارگاہ میں ہوگی۔

منکرین قیامت، معادِ جسمانی کو قابلِ قبول نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ زمین میں گم شدہ اجزاء کو اللہ دوبارہ کیسے جمع کرے گا؟ ان مشرکین کو اس وقت یہ علم نہ تھا کہ صرف مرنے کے بعد نہیں بلکہ زندگی میں بھی اس انسان کے اجزاء فضا میں بکھرتے رہتے ہیں جو کبھی کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اجزاء کی صورت میں ایک درخت کا حصہ بن جاتے ہیں اور پھر اس درخت کے پھل میں بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ پھل کوئی دوسرا انسان کھاتا ہے، اس طرح اس کے جسم کا حصہ بن جاتے ہیں (۲)۔

روزِ قیامت مجرمین کی کیفیت

☆ آیت ۱۲ کے مطابق بروزِ قیامت مجرمین کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ سر جھکائے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج۹، ص ۳۸۲

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

اور یہ کہہ رہے ہوں گے کہ پروردگارا ہم نے سب کچھ دیکھا اور سن لیا اب ہمیں دوبارہ واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل انجام دے سکیں کیونکہ اب ہمیں یقین حاصل ہوا ہے۔

مجرمین کا بارگاہ خداوندی میں سر جھکائے کھڑے ہونا سخت روحانی عذاب ہے کیونکہ مجرم معبود کی بارگاہ میں سر جھکائے کھڑا ہے اور ہر طرح کی منت و سماجت کے باوجود کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے اور ارحم الراحمین پروردگار بھی یہ کہہ رہا ہے کہ ہم تم کو نظر انداز کردیتے ہیں اور مجرمین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کے لئے ایسا مایوس کن جواب اور ایسی سخت تہدید عذاب جہنم سے بھی زیادہ سخت اور دردناک عذاب ہے(۱)۔

ہدایت کے حصول میں آزادی

☆ آیت ۱۳ اور ۱۴ کے مطابق اللہ اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت اختیار کرنے پر مجبور کرسکتا تھا لیکن اللہ کا حتمی فیصلہ یہ ہے کہ وہ ہدایت کے حصول میں انسان کو آزادی دے تاکہ جنت و جہنم میں جانے والے اپنے اعمال و کردار کی وجہ سے اس کے واقعی مستحق قرار پائیں۔ اور انسان کے دنیا میں انجام دیئے ہوئے اعمال کے نتیجہ میں جنت و دوزخ کو بھرنے کا جو فیصلہ اللہ نے کیا ہوا ہے وہ پورا ہوجائے۔ پس جب مجرمین کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس وقت آواز آئے گی کہ آج تمہیں اس بے اعتنائی کا مزہ چکھنا ہوگا جو اس روز کے بارے میں تم نے اختیار کر رکھی تھی۔ قیامت کے بارے میں ہماری طرف سے آنے والی پے در پے ہدایات سے بے اعتنائی برتنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آج تم سے بے اعتنائی برتی جائے گی۔ ہماری بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں ابدی عذاب چکھنا ہوگا۔

مومن کی بعض صفات کا بیان

☆ آیت ۱۵ اور ۱۶ میں مومن کی بعض صفات کو بیان کیا گیا ہے جن کو ہم بطور خلاصہ پیش کرتے ہیں:

پہلی صفت: ان کی یہ ہے کہ جب اللہ کی ربوبیت کی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں تو ان دلیلوں کے سامنے ان کے دل جھک جاتے ہیں اور ان دلیلوں کا ان کے دلوں پر اثر ہوتا ہے۔

دوسری صفت: ان کی یہ ہے کہ وہ اللہ کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ کی ربوبیت کو دلیلوں کی روشنی میں سمجھ جاتے ہیں۔ نتیجتاً اللہ کی کو پاک و منزہ سمجھتے ہیں اور اللہ کو ان تمام اوہام سے پاک قرار دیتے ہیں جن کی نسبت مشرکین اللہ کی طرف دیتے ہیں۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۸۳۹

تیسری صفت: ان کی یہ ہے کہ وہ اللہ کی بندگی میں تکبر نہیں کرتے اور اللہ کی کبریائی کے مقابلے میں اپنی کسی حیثیت کے قائل نہیں ہوتے۔

چوتھی صفت: ان کی یہ ہے کہ جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ لوگ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ روایات میں نقل ہوا ہے کہ ''وہ بستروں سے الگ ہوتے ہیں'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سوتے نہیں ہیں کیونکہ سونا جسمانی ضرورت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ رات کے ابتدائی حصے میں سوتے ہیں اور جب رات کے دو حصے گزر جاتے ہیں تو یہ اٹھ جاتے ہیں اور عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ نمازِ شب پڑھنے والوں کی طرف اشارہ ہے۔

پانچویں صفت: ان کی یہ ہے کہ وہ خوف و امید کے درمیان ہوتے ہیں۔ وہ امید کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں اور خوف کی وجہ سے محرمات سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان میں بندگی کا سلیقہ موجود ہے اور ان میں یہ شعور ہے کہ اللہ کی بندگی خوف و امید کے درمیان ہوتی ہے، بندگی نہ بے خوفی میں ہوتی ہے اور نہ ناامیدی میں۔

چھٹی صفت: ان کی یہ ہے کہ وہ سخی ہوتے ہیں اور اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (۱)۔

اس سورے کی آیت ۱۵ کی تلاوت کے بعد سجدہ واجب ہوتا ہے۔

فاسق کا مومن کے برابر نہ ہونا

☆ آیت ۱۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا مومن فاسق کے برابر ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ روایات کے مطابق یہ آیت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ولید ابن عقبہ کے درمیان موازنہ کے بارے میں میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ولید ابن عقبہ کے درمیان کسی بات میں تکرار ہوئی تو ولید ابن عقبہ نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: خاموش ہو جا تو ابھی بچہ ہے، میں تم سے زیادہ زبان اور نیزہ زنی میں تیز ہوں، تجھ سے زیادہ شجاع اور لشکر میں زیادہ نمایاں ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خاموش ہو جا۔ تُو تو فاسق ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲)۔

جنت الماویٰ کا ذکر

☆ آیت ۱۹ سے ۲۱ تک میں آیت ۱۸ کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ جب مومن و فاسق برابر نہیں ہو سکتے تو جو لوگ ایمان کے ساتھ عمل صالح بجا لاتے ہیں ان کی ضیافت ''جنت الماویٰ'' میں ہوگی۔ جنت میں کئی جنتیں ہیں جنہیں

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ معالم التنزیل بغوی، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیت مورد بحث

مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ جنت الفردوس، جنت عدن، جنت نعیم اور خصوصی طور پر ''جنت الماویٰ'' کا ذکر ہے جو ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس ہے لیکن جن لوگوں نے فسق اختیار کیا ہے ان کی بازگشت جہنم کی آگ کی طرف ہوگی جب وہ اس آگ سے باہر آنا چاہیں گے تو انہیں دوبارہ اس میں دھکیلا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جس آگ کے وجود سے تم انکاری تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ ان لوگوں کو اس بڑے عذاب کے علاوہ کمتر عذاب میں بھی مبتلا کیا جائے گا۔ اس کمتر عذاب سے مراد دنیاوی مشکلات اور مصائب ہیں۔ ان مصائب ومشکلات کے ذریعے انسان کے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش ہوتی ہے اور اگر انسان قابل ہدایت ہے تو وہ راہ راست کو اختیار کر لیتا ہے۔

اللہ کی نشانیوں کے انکار کی سزا

☆ آیت ۲۲ کے مطابق پروردگار عالم کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد اگر انسان پھر بھی ان نشانیوں سے منہ موڑ لے تو اسے اس جرم کی بہت دردناک سزا دی جائے گی۔ یہاں پر آیات سے مراد معجزات الٰہی ہیں پس جو شخص معجزات الٰہی کے ذریعے حق واضح ہو جانے کے بعد بھی حق کا انکار کرے تو وہ خداوند عالم کے انتقام کا نشانہ بن جاتا ہے۔

امامت کی شرط

☆ آیت ۲۴ کے مطابق ہر امت میں ایک جماعت کو امامت کا عہدہ صبر ویقین کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ علم کی وجہ سے صبر اور یقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوتے ہیں اور عصمت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد امامت کی منزل پر فائز ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے [1]۔

مشرکین کو دعوت فکر

☆ آیت ۲۶ اور ۲۷ کے مطابق کیا ان مشرکوں کو اس بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی کہ وہ شام کی طرف جاتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے منکرین یعنی قوم عاد اور قوم ثمود کے رہائشی مکانوں سے گزرتے ہیں اور وہ ان کی تباہی کا منظر دیکھتے ہیں۔ ان قوموں کی تباہی میں انبیاء علیہم السلام کے برحق ہونے پر قطعی دلائل ہیں بشرطیکہ ان کے پاس ان دلائل کو سننے کی صلاحیت ہو۔

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ہی پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو ہوا کے ذریعے غیر آباد زمینوں کی طرف چلاتے ہیں اور ہم ہی اس پانی سے زمین میں کھیتی پیدا کرتے ہیں، گھاس اور سبزہ اگاتے ہیں جس سے ان حیوانوں کا چارہ بنتا ہے جو انسان کے لئے ذریعہ معاش ہیں اور انسان کے لیے بھی روزی پیدا ہوتی ہے۔

۱۔ شواہد التنزیل، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

فتح مکہ کی پیش گوئی

☆ آیت ۲۸ سے ۳۰ تک کے مطابق کفار مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ جس فتح کے تم منتظر ہو اس کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ ان کے اس اعتراض کے جواب میں خداوند عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ فتح کا دن جب آئے گا تو اس دن کفار کے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور انہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔

مسلمان جب مشرکین کی طرف سے ظلم و ستم سہتے تھے تو اس وقت اللہ کی طرف سے ملنے والی فتح و نصرت اور غلبہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور قرآن بھی ہمیشہ انہیں گذشتہ اقوام کے انجام بد اور انبیاء علیہم السلام کی فتح و نصرت کی خبریں اسی غرض سے سناتا رہا ہے تو مشرکین مسلمانوں سے تمسخر کے طور پر کہا کرتے تھے: یہ فتح جس کی تم روز ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو کب آنے والی ہے؟ کفار کے اس تمسخر کے جواب میں خداوند عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے اس توہین کو قابل اعتنا نہ سمجھیں اور ان سے منہ موڑ لیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی طرف سے فتح کا انتظار کریں یقیناً یہ (کفار) بھی انتظار کر رہے ہیں۔

فضائل و خصوصیات:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد علیہم السلام کے رفیق: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ السَّجْدَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ أَعْطَاهُ اللهُ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَلَمْ يُحَاسِبْهُ بِمَا كَانَ مِنْهُ وَكَانَ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ [1]

جو شخص ہر جمعہ سورۂ سجدہ کی تلاوت کرے گا خدا اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس کے اعمال کا محاسبہ نہ ہوگا اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھیوں میں سے ہوگا۔

شب قدر کو زندہ کرنا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ الٓمٓ تَنْزِيلَ وَتَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ [2]

جو شخص سورۂ الم تنزیل (سورۂ سجدہ) کی تلاوت کرے گا وہ اس شخص کے مانند ہے جو شب قدر کا احیاء (زندہ) کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۱

۲۔ مجمع البیان، ج ۸، ص ۳۲۵، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۱۷

سورۂ احزاب کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ احزاب

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
احزاب	22،21	33	90	مدینہ منورہ	73	09	5787	1307

☆ سورۂ احزاب موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا تینتیسواں (۳۳) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے نوے واں (۹۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا اہم حصہ جنگ احزاب یعنی جنگ خندق کے بارے میں ہے۔ جنگ احزاب میں کفار مکہ نے مسلمانوں سے جنگ کے لئے کفار و مشرکین کے تمام گروہوں کو جمع کیا تھا۔ اس لئے اسے ''سورۂ احزاب'' کہا جاتا ہے اور احزاب عربی میں گروہوں کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم	۲۔ کفر و اسلام کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں
۳۔ تین اہم باتوں کا بیان	۴۔ غزوہ خندق (احزاب)
۵۔ لشکر کی تعداد	۶۔ عمرو ابن عبدوَد سے حضرت علی علیہ السلام کی تاریخی جنگ
۷۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونہ عمل	۸۔ غزوہ بنی قریظہ
۹۔ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم	۱۰۔ مومن مرد و عورت کی صفات
۱۱۔ امر و نہی کا حق	۱۲۔ زید ابن حارثہؓ کا ذکر
۱۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نکاح کا خصوصی ضابطہ	۱۴۔ چند احکام کا بیان
۱۵۔ اللہ، رسول اور مومنین کو اذیت	۱۶۔ پردے کا حکم
۱۷۔ تین گروہوں کا بیان	۱۸۔ قیامت کے دن کافروں کی حالت
۱۹۔ سیدھی اور سچی بات کا حکم	۲۰۔ انسان کا امانت الٰہی کو قبول کرنا
۲۱۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

اس سورے کے مضامین میں تین اہم واقعات بیان ہوئے ہیں:

۱۔ غزوۂ احزاب جو شوال ۵ ہجری کو پیش آیا۔

۲۔ غزوۂ بنی قُریظہ جو ذیقعدہ ۵ ہجری کو پیش آیا۔

۳۔ حضرت زینب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح جو ''ذیقعدہ ۵ ہجری'' کو ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم

☆ آیت ۱ میں خداوند عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ سے ڈرنے اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس آیت کے لئے مفسرین نے ایک شان نزول بیان کیا ہے کہ جنگ احد کے بعد ابوسفیان کی سربراہی میں مکہ کا ایک وفد مدینہ منورہ آتا ہے اور منافقین کے سربراہ عبداللہ ابن ابی کے پاس ٹھہرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں امان دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہمارے معبودوں لات، عزیٰ اور منات کے خلاف کچھ نہ کہیں اور یہ کہدیں کہ جو ان کی پوجا کرتے ہیں یہ ان کی شفاعت کریں گے تو ہم بھی آپ کے رب کو کچھ نہیں کہیں گے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گراں گزری۔ حضرت عمرؓ پاس بیٹھے تھے، کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا انہیں قتل کردوں؟ فرمایا: میں نے انہیں امان دی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۱)۔

کفر اور اسلام کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں

☆ آیت ۴ اور ۵ کے مطابق اللہ نے کسی انسان کو دو دل عطا نہیں کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی انسان کے دل میں دو متضاد اور مختلف نظریات جمع نہیں ہوسکتے۔ ایک دل میں کفر و اسلام میں سے ایک ہی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جن کے دلوں میں نفاق موجود ہے ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا۔ اس آیت میں ایسے لوگوں کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے جو اسلام کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور غیر اسلامی قوانین کے بھی حامی ہیں۔

آیت میں دوسرا مسئلہ ''ظہار'' کا بیان ہوا ہے۔ عربوں میں رواج تھا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہہ دیا: تیری پیٹھ میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی تھی۔ اصطلاح میں اسے ''ظہار'' کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں صرف یہ فرمایا کہ کسی کو ماں کہہ دینے سے وہ عورت ماں نہیں بنتی۔ ماں وہ ہوتی

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

ہے جس نے تمہیں جنا ہے۔ ظہار کے احکام انشاء اللہ سورۂ مجادلہ میں بیان کیے جائیں گے۔
تیسرا اہم مسئلہ اس آیت میں منہ بولے بیٹے کے حوالے سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹوں کی حیثیت دی جاتی تھی۔ اس آیت کے نزول کے بعد منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے کی حیثیت دینا ممنوع ہوگیا۔ سب سے پہلے حضرت زید ابن حارثہ پر یہ حکم نافذ ہوا جنہیں لوگ زید ابن محمد کہتے تھے اور اس رسم کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی مطلقہ زینب بنت جحشؓ سے شادی کی اور عملی طور پر اس نظریہ کے باطل ہونے کو ثابت کردیا۔
پس اسلام کی نظر میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہے بلکہ انہیں اپنے نسبی باپ کے ساتھ منسوب کرنا چاہیے۔ اگر حقیقی باپ کا علم نہیں ہے تو بھی غیر حقیقی باپ کی طرف نسبت دینا درست نہیں ہے، ایسی صورت میں وہ دینی بھائی اور دوست کہلائے جائیں گے۔

تین اہم باتوں کا بیان

☆ آیت ۶ میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں کہ:

● رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی جانوں پر خود مومنین سے زیادہ تصرف کا حق رکھتے ہیں۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا تسلسل ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین پر ہر اعتبار سے ولایت وحاکمیت حاصل ہے۔ ایسی حاکمیت جو مومنین کی خودمختاری کے منافی نہ ہو۔ رسول کا مومنین کے نفسوں پر اولیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر رسول کی جان کو کوئی خطرہ درپیش ہو تو مومن کو چاہیے کہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے رسول کی حفاظت کرے اور اپنی تمام خواہشات پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کو مقدم رکھا جائے۔

● رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین "یعنی مومنین کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔

ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "امہات المومنین" قرار دینا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی وجہ سے ہے اور یہ ایک روحانی رشتہ ہے۔ باقی احکام میں وہ ماں کی طرح نہیں ہیں۔ سب مومنین ان کے لیے نامحرم ہیں، ان پر سب مومنین سے پردہ کرنا واجب ہے۔ ان ازواج کی صاحبزادیاں مومنین کے لیے مادری بہنیں نہیں ہیں کہ ان سے نکاح حرام ہوجائے۔ ان کے بھائی بہن مومنین کے خالہ اور ماموں نہیں ہیں کہ کوئی شخص خال المومنین بن جائے اور کوئی خاتون اخت المومنین بن جائے۔ اس طرح ماں ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ مومنین کی وارث بن جائیں یا مومنین ان کے وارث بن جائیں۔

● آیت کے مطابق میت کی میراث رشتہ داری کی بنیاد پر تقسیم ہوگی اور رشتہ داری میں سب سے زیادہ قریب

ترین اولاد اور والدین ہیں جو وراثت کی تقسیم میں موجود طبقات میں پہلے طبقہ میں آتے ہیں۔ وراثت کا یہ قانون اللہ کی اس کتاب میں لکھے گئے ہیں جس کے تمام فیصلے اٹل اور حتمی ہیں۔

غزوہ خندق (احزاب)

☆ آیت ۹ سے ۲۷ تک میں جنگ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ کا تذکرہ ہے جسے جنگ خندق بھی کہا جاتا ہے۔
تاریخ اسلام کے اہم واقعات میں سے ایک جنگ احزاب ہے۔ اس جنگ نے اسلام و کفر کے درمیان طاقت کے موازنہ کے پلڑے کو مسلمانوں کے حق میں جھکا دیا اور اس کی کامیابی آئندہ کی عظیم کامیابیوں کے لئے کلیدی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس جنگ میں دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی اور اس کے بعد وہ کوئی خاص قابل ذکر کارنامہ انجام دینے کے قابل نہ رہ سکے۔
دین اسلام کی پیش رفت سے بہت سے لوگوں کے ناجائز مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے۔ جنگ کی آگ کی چنگاری بنی نضیر یہودیوں کے اس گروہ کی طرف سے بھڑکی جو مکہ میں آئے اور قبیلہ قریش کو آنحضرت ﷺ سے لڑنے پر اکسایا اور ان سے وعدہ کیا کہ آخری دم تک ان کا ساتھ دیں گے پھر قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور انہیں بھی کارزار کے لئے آمادہ کیا۔
ان قبائل نے اپنے ہم پیمان اور حلیفوں مثلاً قبیلہ بنی اسد اور بنی سلیم کو بھی دعوت دی اور چونکہ یہ سب قبائل خطرہ محسوس کئے ہوئے تھے، لہٰذا اسلام کا کام ہمیشہ کے لئے تمام کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تاکہ وہ اس طرح سے پیغمبر کو شہید، مسلمانوں کو سرکوب، مدینہ منورہ کو غارت اور اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل کر دیں۔ اس جنگ میں تمام قبائل عرب نے اسلام کے خلاف صف آرائی کی اس لئے اسے جنگ ''احزاب'' کہا جاتا ہے

لشکر کی تعداد

بعض مورخین نے لشکر کفار کی تعداد دس ہزار سے زیادہ لکھی ہے جبکہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ جب اتنی زیادہ تعداد میں دشمن مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو رسول خدا ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کفار کا مقابلہ کس طرح سے کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ شہر کے گرد خندق کھودی جائے اس طرح دشمن شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جزیرۃ العرب میں اس وقت تک اس کی مثال نہیں تھی۔ خندق کا کھودنا ایران میں رائج تھا اور دفاع کا موثر ذریعہ تھا۔ عرب میں یہ ایک نئی ایجاد تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ کو پسند کیا گیا اور مسلمانوں نے خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا۔ اس زمانے میں نہایت ہی ابتدائی وسائل کے ساتھ خندق کھودنا

بہت ہی طاقت فرسا کام تھا خصوصاً جب کہ مسلمان خوراک اور دوسرے وسائل کے لحاظ سے بھی سخت تنگی میں تھے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس، دس افراد کو چالیس ہاتھ (تقریباً ۲۰ میٹر) خندق کھودنے پر مامور کیا تھا، اور مشہور قول کے پیش نظر لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی تو مجموعی طور پر اس کی لمبائی اندازاً بارہ ہزار ہاتھ (چھ ہزار میٹر) ہوگی۔ خندق کا عرض (چوڑائی) اتنا تھا کہ دشمن کے سوار جست لگا کر بھی اس کو عبور نہیں کر سکتے تھے، اس کی گہرائی اتنی تھی کہ اگر کوئی شخص اس میں داخل ہو جاتا تھا تو آسانی کے ساتھ دوسری طرف باہر نہیں نکل سکتا تھا، علاوہ ازیں خندق کے اطراف میں مسلمان تیر اندازوں کو تعینات کر دیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص خندق میں اتر کر اسے عبور کرنے کا ارداہ کرتا تھا تو وہ اسے خندق کے اندر ہی تیر کا نشانہ بنا لیتے تھے۔

عمرؤ ابن عبدود سے حضرت علی علیہ السلام کی تاریخی جنگ

جب کفار کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے خندق کو دیکھا اور انہیں تعجب ہوا۔ ان کا لشکر اس خندق کو پار نہیں کر سکا اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کفار کے لشکر میں پانچ افراد زیادہ مشہور تھے: عمرو بن عبدود، عکرمہ ابن ابی جہل، ہبیرہ، نوفل اور ضرار۔ یہ لوگ اس جنگ کے دوران ایک دن دست بدست لڑائی کے لئے تیار ہوئے، لباس جنگ بدن پر سجایا اور خندق کے ایک کم چوڑے حصے سے، جو مجاہدین اسلام کے تیروں کی پہنچ سے کسی قدر دور تھا، اپنے گھوڑوں کے ساتھ دوسری طرف جست لگائی اور لشکر اسلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے عمرو بن عبدود زیادہ مشہور اور نامور تھا اور اکیلا ایک ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے میدان میں آ کر مقابلہ کیلئے مبارز طلب کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ایک تجارتی سفر میں عمرو ابن عبدود کے ساتھ تھا، اتنے میں ڈاکوں نے ہمارے قافلے پر حملہ کر دیا۔ عمرو ابن عبدود نے ایک اونٹنی کو ڈھال کے طور پر اٹھایا اور ان ڈاکوں کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیا۔
اس واقعہ کو سننے کے بعد مسلمانوں کے خوف میں مزید اضافہ ہوا۔ جب مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا تو وہ زیادہ گستاخ ہو گیا اور مسلمانوں کے عقائد اور نظریات کا مذاق اڑانے لگا اور کہنے لگا: تم تو یہ کہتے ہو کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہمارے مقتول جہنم میں، تو کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے میں بہشت بھیجوں یا وہ مجھے جہنم کی طرف روانہ کرے؟
اس موقع پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کے سامنے کہا کہ کوئی ہے جو اس کے شر کو مسلمانوں کے سر سے کم کر دے لیکن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سوا کوئی بھی اس کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علی علیہ السلام کو بٹھایا اور پھر یہ بات دہرائی، دوبارہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا کسی نے مقابلے کی حامی نہیں بھری۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دفعہ مسلمانوں سے کہا لیکن علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی مقابلے کیلئے تیار نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا: علی! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! میں بھی علی ابن ابی طالب ہوں، میں بالکل تیار ہوں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: میرے قریب آؤ: چنانچہ علی علیہ السلام آپ کے قریب گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور اپنی مخصوص تلوار ذوالفقار انہیں عطا فرمائی اور ان الفاظ میں انہیں دعا دی: ''خدایا! علی کے سامنے سے، پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے اور اوپر اور نیچے سے حفاظت فرما۔'' حضرت علی علیہ السلام بڑی تیزی سے عمرو کے مقابلہ کے لئے میدان کی طرف روانہ ہوئے۔

یہی وہ موقع تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا:

بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّهُ إِلَى الْكُفْرِ كُلِّهِ[1]

''کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔''

میدان جنگ میں پہنچ کر امیر المومنین علی علیہ السلام نے پہلے تو عمرا بن عبدود کو اسلام کی دعوت دی جسے اس نے قبول نہ کیا، پھر میدان چھوڑ کر چلے جانے کو کہا، اس پر بھی اس نے انکار کیا اور واپس جانے کو اپنے لئے باعث ننگ و عار قرار دیا اور کہا کہ اگر میں واپس چلا جاؤں تو قریش کی عورتیں مجھے طعنہ دیں گی۔ آپ نے تیسری پیشکش یہ کی کہ گھوڑے سے اتر آؤ اور پیادہ ہو کر دست بدست لڑائی کرو۔

عمرو آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ عرب میں کوئی بھی شخص مجھے ایسی تجویز دے گا۔ گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے گھوڑے کے پیر تلوار سے کاٹ ڈالے اور علی علیہ السلام پر اپنی تلوار کا وار کیا لیکن امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی مخصوص مہارت سے اس وار کو اپنی سپر کے ذریعے روکا، مگر تلوار نے سپر کو کاٹ کر آپ کے سر مبارک کو زخمی کر دیا، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے جنگی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے عمرو بن عبدود کی پنڈلی پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی، جس سے وہ زمین پر لوٹنے لگا، شدید گرد و غبار نے میدان کی فضا کو گھیر رکھا تھا۔ عمرو ابن عبدود کو زمین پر گرانے کے بعد آپ اس کے سینے پر سوار ہوئے۔ اس نے بے ادبی کرتے ہوئے آپ کی طرف تھوکا۔ اس کی جسارت کی وجہ سے آپ کو غصہ آ گیا۔ آپ اس کے سینے سے اتر گئے کیونکہ علی علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ جو کام رضائے الٰہی کیلئے علی انجام

---

[1] ۔ عوالی اللآلی، ج ۴، ص ۸۸

دے رہا ہے اس میں علی کا ذاتی غصہ بھی شامل ہو جائے۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد آپ نے عمرو ابن عبدود کا سر کاٹا۔ عرب کے مشہور پہلوان کے مارے جانے سے لشکر کفار اور ان کی آرزوؤں پر ضرب کاری لگی ان کے حوصلے پست اور دل انتہائی کمزور ہو گئے۔ عمرو ابن عبدود کے ساتھ جن لوگوں نے خندق کو پار کیا تھا وہ واپس بھاگے ان میں سے کچھ بھاگ نکلے اور کچھ مارے گئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ضرب نے کفار کی فتح کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کامیابی کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

اگر تمہارے آج کے عمل کو ساری امت محمد کے اعمال سے موازنہ کیا جائے تو وہ ان پر بھاری ہوگا، کیونکہ عمرو کے مارے جانے سے مشرکین کا کوئی ایسا گھر باقی نہیں رہا جس میں ذلت وخواری داخل نہ ہوئی ہو اور مسلمانوں کا کوئی بھی گھر ایسا نہیں ہے جس میں عمرو کے قتل ہو جانے کی وجہ سے عزت داخل نہ ہوئی ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ، خندق کے دن علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔

اہل سنت کے مشہور عالم، حاکم نیشاپوری نے اس گفتگو کو نقل کیا ہے البتہ مختلف الفاظ کے ساتھ اور وہ یہ ہے:

"المبارزة علی ابن ابیطالب لعمرو بن عبدود یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة"[1]

یعنی علی ابن ابی طالب کی خندق کے دن عمرو بن عبدود سے جنگ میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ جس وقت عمرو کی بہن اپنے بھائی کی لاش پر پہنچی اور اس کی قیمتی زرہ کو دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس کے بدن سے نہیں اتاری تو اس نے کہا: "میں اعتراف کرتی ہوں کہ اس کا قاتل کریم اور بزرگوار شخص تھا"۔

حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں شکست کے بعد رات کو اس قدر تیز سرد طوفانی ہوا چلی کہ کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور دیگیں چولھوں سے زمین پر آ پڑیں۔ یہ سب عوامل مل کر اس بات کا سبب بن گئے کہ دشمن وہاں سے بھاگ گیا اور مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمونہ عمل

☆ آیت ۲۱ میں خداوند عالم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین اسوہ اور نمونہ عمل قرار دیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

[1] کتاب المستدرک، ج ۳، ص ۳۲

نمونہ عمل ہونا زندگی کے کسی ایک شعبہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی، آپؐ کے بلند حوصلے، صبر و استقامت، پائمردی، زیرکی، دانائی، خلوص، خدا کی طرف توجہ، حادثات پر کنٹرول، مشکلات اور مصائب کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا، غرضکہ ان میں سے ہر ایک چیز مسلمانوں کے لئے نمونہ کامل اور اسوۂ حسنہ ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا اسوہ حسنہ ہونے کا بیان دو متضاد کرداروں کے درمیان ہے۔ اس آیت سے پہلی والی آیات منافقین اور جنگ سے کترانے والوں سے متعلق ہیں اور بعد والی بعض آیات میں ایسے مومنین کا ذکر ہے جن کا ایمان و یقین لشکر کفار کو دیکھ کر مزید مستحکم ہو جاتا تھا۔ منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کے لئے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دلیل و حجت تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور اس کی حقانیت واضح طور پر ثابت ہو جاتی تھی اور اہل ایمان کے ایمان و یقین محکم کو مزید پختہ کرنے کا سبب تھی۔

غزوہ بنی قریظہ

بنی قریظہ کے یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا کہ وہ مشرکین کی حمایت نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے جنگ خندق میں مشرکین کی حمایت اور مدد کی۔ لہٰذا جنگ خندق سے پلٹ کر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پہنچے تو ظہر کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حکم سنایا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں، بنی قریظہ کا معاملہ باقی ہے، ان سے بھی اسی وقت نمٹ لینا چاہئے۔ یہ حکم پاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اعلان فرمایا کہ "تمام مسلمان عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھیں جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائیں"۔ اس اعلان کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک دستے کے ساتھ "مقدمۃ الجیش" کے طور پر بنی قریظہ کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ جب وہاں پہنچے تو یہودیوں نے کوٹھوں پر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں پر بدزبانی کی بوچھاڑ کر دی، لیکن یہ بدزبانی ان کو اس جرم عظیم کے خمیازے سے کیسے بچا سکتی تھی کہ انہوں نے معاہدہ توڑ ڈالا تھا اور حملہ آوروں سے مل کر مدینے کی پوری آبادی کو ہلاکت کے خطرے میں مبتلا کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے دستے کو دیکھ کر وہ سمجھے تھے کہ یہ محض دھمکانے آئے ہیں۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں پورا اسلامی لشکر وہاں پہنچ گیا اور ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا گیا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ محاصرہ کی شدت کو وہ دو تین ہفتوں سے زیادہ برداشت نہ کر سکے اور آخرکار انہوں نے اس شرط پر اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے حق میں جو فیصلہ بھی کر دیں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ انہوں نے حضرت سعدؓ کو اس امید پر حکم بنایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں اوس اور بنی قریظہ کے درمیان جو حلیفانہ تعلقات

مدّتوں سے چلے آ رہے تھے وہ ان کا لحاظ کریں گے اور انہیں بھی اسی طرح مدینہ منورہ سے نکل جانے دیں گے جس طرح پہلے بنی قینقاع اور بنی نضیر کو نکل جانے دیا گیا تھا۔ خود قبیلۂ اُوس کے لوگ بھی حضرت سعدؓ سے تقاضا کر رہے تھے کہ اپنے حلیفوں کے ساتھ نرمی برتیں۔ لیکن حضرت سعدؓ دیکھ چکے تھے کہ پہلے جن دو یہودی قبیلوں کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا موقع دیا تھا وہ کس طرح ساری گرد و پیش کے قبائل کو بھڑکا کر مدینے پر دس بارہ ہزار کا لشکر چڑھا لائے تھے۔ اور یہ معاملہ بھی ان کی سامنے تھا کہ اس آخری یہودی قبیلے نے عین بیرونی حملے کے موقع پر بد عہدی کر کے اہل مدینہ منورہ کو تباہ کر دینے کا سامان مہیا کیا تھا۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ دیا کہ بنی قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کی تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ اس فیصلے پر عمل کیا گیا اور جب "بنی قریظہ" کے علاقے میں مسلمان داخل ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ جنگِ احزاب میں حصہ لینے کے لیے ان غداروں نے پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ اگر اللہ کی تائید مسلمانوں کے شاملِ حال نہ ہوتی تو یہ سارا جنگی سامان مدینہ منورہ پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا جبکہ مشرکین یکبارگی خندق پار کر کے ٹوٹ پڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس انکشاف کے بعد تو اس امر میں شک کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی کہ حضرت سعدؓ نے ان لوگوں کے معاملہ میں جو فیصلہ دیا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

ازواجِ رسول ﷺ کو حکم

☆ آیت ۲۸ سے ۳۴ تک کی آیات تقریباً دو مضامین پر مشتمل ہیں۔ ازواجِ رسول تنگی و عُسرت کے زمانے میں بے صبر ہو رہی تھیں، اللہ نے ان آیات کے پہلے حصے میں انہیں یہ حکم دیا ہے کہ دنیا اور اس کی زینت، اور خدا، رسول اور آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ اگر تمہیں پہلی چیز مطلوب ہے تو صاف کہہ دو، تمہیں ایک دن کے لئے بھی اس تنگی میں مبتلا نہیں رکھا جائے گا بلکہ بخوشی رخصت کر دیا جائے گا۔ اور اگر دوسری چیز پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دو۔ دوسرے حصے میں اُس معاشرتی اصلاح کی طرف پہلا قدم اُٹھایا گیا ہے جس کی ضرورت اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ذہن اب خود محسوس کرنے لگے تھے۔ اس سلسلہ میں اصلاح کی ابتدا نبی ﷺ کے گھر سے کی۔ زمانہ جاہلیت میں خواتین اپنی زیب و زینت کو دوسروں کے سامنے آشکار کرتی تھیں، اللہ نے اس سے منع فرمایا اور ازواجِ مطہرات کو حکم دیا گیا کہ تبرّجِ جاہلیت سے پرہیز کریں، وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط ملحوظ رکھیں۔ یہ پردے کے احکام کا آغاز تھا۔

ان آیات میں ازواج رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سات احکام بیان کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نزاکت اور نرمی کے ساتھ بات نہ کریں۔

۲۔ بلا ضرورت گھر سے نہ نکلیں۔

۳۔ زمانہ جاہلیت کی خواتین کی طرح اپنی زینت اور ستر کا اظہار کرتے ہوئے باہر نہ نکلیں۔

۴۔ نماز کی پابندی کریں۔

۵۔ زکوۃ دیا کریں۔

۶۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

۷۔ اللہ کی ان آیات کو یاد کرو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔

انہی ازواج نبی کے ذکر کے درمیان ہی خداوند عالم نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ہر قسم کے رجس سے پاک و پاکیزہ ہونے کی ضمانت دی ہے۔شیعہ سنی روایات کے مطابق اہل بیت علیہم السلام سے پنجتن پاک یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی ہستیاں مراد ہیں جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اس آیت میں شامل نہیں ہیں (۱)۔

مومن مرد اور عورت کی صفات

☆ آیت ۳۵ میں مومن مرد اور عورت کی دس صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ان صفات کے حامل افراد وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ کے ہاں مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وہ مسلمان ہیں۔

۲۔ وہ ایمان لانے والے ہیں۔

۳۔ وہ اطاعت گزار ہیں۔

۴۔ وہ سچے ہیں۔

۵۔ وہ صابر ہیں۔

۱۔ مسند احمد ابن حنبل حدیث ۲۶۵۵۱۔ تفسیر طبری ذیل آیہ۔

۶۔ وہ فروتنی اختیار کرنے والے ہیں۔

۷۔ وہ صدقہ دینے والے ہیں۔

۸۔ وہ روزہ رکھنے والے ہیں۔

۹۔ وہ اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

۱۰۔ وہ کثرت سے ذکر خدا کرنے والے ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ بیان ہوا ہے کہ اسماء بنت عمیس جب اپنے شوہر جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام (جعفر طیار علیہ السلام) کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو انہوں نے ازواج رسول سے پوچھا: کیا عورتوں کے بارے میں کوئی قرآنی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتیں نامراد اور گھاٹے میں رہیں۔ فرمایا: کس چیز میں؟ عرض کیا: چونکہ عورتوں کا کوئی ذکر خیر نہیں ہوتا جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے(۱)۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

امر و نہی کا حق

☆ آیت ۳۶ کے مطابق امر و نہی کا حق صرف پروردگار عالم کو ہے۔ یہ بات معقول نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں کسی کو اپنا فیصلہ صادر کرنے کا اختیار ہو خواہ وہ مومن یا مومنہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف فتویٰ دینے کو اجتہادی اختلاف قرار دینا اور یہ کہنا: رسول بھی ایک مجتہد ہیں نیز نص صریح کے مقابلے میں اجتہاد کرنا اس آیت کی رو سے کھلی گمراہی ہے۔

پس واضح ہوا کہ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خدا اور خلق خدا دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔

زید ابن حارثہؓ کا ذکر

☆ آیت ۳۷ میں حضرت زید ابن حارثہؓ کا ذکر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آزاد کیا تو اس نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے نام

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

سے مشہور ہوئے۔ یہ رسول خدا ﷺ کے واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں موجود ہے۔ اسی آیت میں لے پالک بیٹے کا محرم نہ ہونا بیان کیا گیا ہے یعنی اگر کسی بچے کو گود لیا جائے تو وہ بچہ نہ تو محرم ہوگا اور نہ ہی وراثت پائے گا۔

☆ آیت ۳۸ سے ۴۸ تک کا مضمون حضرت زینب ؓ بنت جحش ؓ کے ساتھ رسول خدا ﷺ کے نکاح کے سلسلہ میں ہے۔

زید ابن حارثہ کا عقد زینب بنت جحش ؓ کے ساتھ ہوا تھا جو رسول خدا ﷺ کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔ سماجی اعتبار سے یہ رشتہ نہایت نامناسب سمجھا جاتا تھا کیونکہ زید ایک آزاد کردہ غلام تھے اور زینب قریش کی معزز خاتون تھیں۔ زید کی زینب کے ساتھ شادی ناکام ہوگئی اور طلاق ہوگئی تو رسول خدا ﷺ نے زینب کو اپنے عقد میں لے لیا۔ جب رسول خدا ﷺ نے زینب سے نکاح کیا تو منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے یہ اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ وہ منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی کے ساتھ شادی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے اس عمل نکاح کے ذریعہ یہ بتلا دیا کہ شریعت اسلام میں منہ بولا بیٹا محرم نہیں ہے اور اس کی طلاق یافتہ بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

رسول خدا ﷺ کے لئے نکاح کا خصوصی ضابطہ

☆ آیت ۵۰ سے ۵۲ تک میں نبی ﷺ کے لیے نکاح کا خاص ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ اُن متعدد پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہیں۔

چند احکام کا بیان

☆ آیت ۵۳ سے ۵۵ تک کی آیات چند احکام پر مشتمل ہیں: اسلامی آداب وتہذیب کے رائج ہونے سے پہلے عرب میں یہ عام دستور تھا کہ وہ بغیر اجازت کے دوسروں کے گھروں میں داخل ہو جاتے تھے۔ ان آیات میں شروع میں یہ حکم دیا کہ نبی ﷺ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں اور بعد میں سورۂ نور میں یہ حکم عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں نازل ہوا۔

عرب معاشرے کی دوسری برائی یہ تھی کہ بن بلائے کھانے کے وقت دوسروں کے گھر چلے جاتے تھے لہٰذا اسلام نے حکم دیا کہ بغیر دعوت کے کسی کے گھر میں کھانے کے وقت نہ جایا کریں۔

ان کی تیسری بری صفت یہ تھی کہ کھانا کھانے کے بعد اٹھ کر اپنے گھروں کو جاتے نہیں تھے بلکہ اسی جگہ بیٹھے رہتے تھے جس سے اہل خانہ کو تکلیف ہوتی تھی، اس بارے میں حکم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد اپنے گھروں کو جائیں۔

چوتھی بات یہ ہے نبی کی ازواج کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ نامحرم مردوں کے سامنے نہ آیا کریں اور مردوں سے کوئی چیز طلب کرنا ہو تو پردے کے پیچھے سے طلب کریں۔

پانچواں حکم یہ ہے کہ رسول کی ازواج ہمیشہ کے لئے تمام مسلمانوں پر حرام ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے شادی کرے۔ لہٰذا کبھی بھی رسول کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے شادی کے حوالے سے تم اپنے دلوں میں خواہش نہ رکھو یا اس خواہش کا اظہار نہ کرو، اللہ ان تمام باتوں سے خوب باخبر ہے۔

چھٹا حکم یہ ہے کہ رسول کی ازواج کیلئے اپنے قریبی رشتہ داروں، باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، مسلم عورتوں اور کنیزوں سے پردہ کرنا واجب نہیں ہیں۔

☆ آیت ۵۶ میں مومنین کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے مطابق اہل بیت نبی علیہم السلام کے ذکر کے بغیر "درود، دُم بُریدہ" یعنی ادھوری ہوتی ہے۔ روایات کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی تو متعدد صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ ان کے اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں درود کے جو الفاظ سکھائے وہ اس طرح ہیں:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

اس روایت کو بہت سے اصحاب سے الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے، جن میں سے بعض کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ بخاری، مسلم اور نسائی نے کعب ابن عجرہ سے روایت کی ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے[1]۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

---

[1]۔ بلاغ القرآن، ص ۵۷۳

اللہ، رسول اور مومنین کو اذیت

☆ آیت ۵۷ اور ۵۸ میں اللہ، رسول اور مومنین و مومنات کو اذیت دینے والوں کے لئے پروردگار عالم کی طرف سے لعنت اور ذلت آمیز عذاب کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کو اذیت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت دی جائے جو شانِ الٰہی کے خلاف ہو جیسے اللہ کے لئے فرزند قرار دینا وغیرہ۔ ایسی طرح رسول کو اذیت دینے کا مطلب یہ ہے رسول کے فرامین کا مذاق اڑایا جائے اور ان کی سنت کو ترک کیا جائے چاہے ان کی زندگی میں ہو یا ان کی زندگی کے بعد، یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ رسولؐ کی زندگی کے بعد ان کو اذیت دینا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ زندگی میں اذیت دی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ و دیگر آل رسولؐ کو اذیت دینا حدیث صحیح کے مطابق رسولؐ کو اذیت دینا ہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو فاطمہ کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی ہے(۱)۔''

اسی طرح مومن کو ناکردہ گناہ کی طرف نسبت دے کر اذیت دینا خواہ زبان سے ہو یا عمل سے گناہ کبیرہ ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن کی حرمت بیان فرمائی ہے کہ مومن کا وقار مجروح کرنا اور اس پر ناکردہ گناہ کا جھوٹا الزام لگانا کتنا بڑا جرم ہے۔ اس میں ایک جھوٹ، دوسرا افتراء اور بہتان۔

پردے کا حکم

☆ آیت ۵۹ میں معاشرتی اصلاح کا تیسرا قدم اُٹھایا گیا ہے۔ اس میں تمام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جب گھروں سے باہر نکلیں تو چادروں سے اپنے آپ کو ڈھانک کر اور گھونگٹ ڈال کر نکلیں۔

تین گروہوں کا بیان

☆ آیت ۶۰ اور ۶۱ میں تین گروہوں کا بیان ہے۔ ان میں سے پہلا گروہ منافقین، دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے یعنی ضعیف الایمان لوگ اور تیسرا گروہ افواہ پھیلانے والوں کا ہے۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی بے ہودہ حرکات سے باز نہ آئیں تو انہیں ملک بدر کیا جائے۔ ملک بدر کرنے سے پہلے چند دن جو شہر میں رہیں گے اس وقت بھی یہ لوگ لعنت خدا کے مستحق اور رحمت خدا سے دور یعنی راہ حق کی ہدایت سے محروم رہیں گے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۵، کتاب فضایل اصحابہ، باب مناقب قرابۃ الرسول، حدیث ۳۵۱۰۔ دلائل الامامۃ، محمد ابن جریر طبری، ص ۴۵، دار الذخائر للمطبوعات

قیامت کے دن کافروں کی حالت

☆ آیت ۶۴ سے ۶۸ تک کے مطابق کافروں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے اور اس آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جہاں نہ کوئی ایسا ولی میسر آئے گا جو ان کے امور کی ذمہ داری اٹھائے جیسے باپ ہے جو اپنے چھوٹے اور بے بس بچوں کی دیکھ بال کرتا ہے۔ نہ کوئی مددگار ملے گا جو بھائی کی طرح اس کی فریاد کو پہنچے۔

جب قیامت کے دن ان کے چہرے آتش جہنم میں دائیں بائیں طرف الٹائے پلٹائے جائیں گے تو اس وقت انہیں اپنی دنیاوی زندگی یاد آئے گی اور حسرت سے کہیں گے: کاش! اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ ایسے لوگ جب عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو اپنے تمام گناہوں کا ذمہ دار اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کو ٹھہرائیں گے اور کہیں گے کہ پروردگار! ہم نے تو ان کی اطاعت کی تھی لہٰذا انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کردیا ہے پس تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت بھیج دے۔ بڑی لعنت سے مراد یہ ہے کہ انہیں اپنی رحمت سے اتنا دور کردے کہ تیری رحمت کا شائبہ تک ان تک نہ پہنچ سکے۔

سیدھی اور سچی بات کا حکم

☆ آیت ۷۰ میں سیدھی بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس جملے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تقویٰ کا قول اور زبان کے ساتھ اہم تعلق ہے۔ جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہی دینے سے بہت سے حقوق ضائع ہوجاتے ہیں۔ غیبت، تہمت اور بدکلامی سے مؤمن کا وقار مجروح ہوتا ہے اور زبان کا زخم مندمل نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ ہے جو لوگوں کی اہانت کرتا ہے(۱)۔''

انسان کا امانت الٰہی کو قبول کرنا

☆ آیت ۷۲ کے مطابق ایک امانت کو زمین، آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو ان سب نے اس امانت کو قبول کرنے سے انکار کردیا لیکن جب انسان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اسے قبول کرلیا۔ اس آیت میں جس امانت کا ذکر ہے اس کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں کہ وہ امانت کیا ہے جسے انسان نے قبول کر

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۹۴

لیا۔ جب غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امانت سے مراد تکلیف شرعی ہے یعنی انسان کو مکلف بنایا گیا ہے۔

جب انسان نے اس امانت (تکلیف شرعی) کو قبول کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ منافقین اور مشرکین کو عذاب میں ڈال دیا جائے گا چونکہ انہوں نے اس بار امانت کے اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہوئے اس میں خیانت کی اور اس ذمہ داری کو ادا نہیں کیا۔ اور یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ جن مومنین نے اس امانت میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی ان پر اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور وہ غفور و رحیم ہونے کے اعتبار سے ان مومنین کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے (۱)۔

فضائل وخصوصیات:

عذاب قبر سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ وَعَلَّمَهَا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهُ مِنْ زَوْجَةٍ وَغَيْرِهَا أُعْطِيَ أَمَانًا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (۲)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے اور اپنی کنیز وغیرہ کو (جو کہ اس کی بیوی بن چکی ہے) اس کی تعلیم دے تو اللہ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

بہنوں اور بیٹیوں کے اچھے رشتے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَتَبَهَا فِيْ رِقِّ غَزَالٍ وَجَعَلَهَا فِيْ حُقٍّ مَنْزِلِهِ كَثُرَتْ إِلَيْهِ الْخِطَابُ وَطَلَبَ مِنْهُ التَّزْوِيْجَ لِبَنَاتِهِ وَأَخَوَاتِهِ وَسَائِرِ قَرَابَاتِهِ وَرَغِبَ كُلُّ أَحَدٍ إِلَيْهِ وَلَوْ كَانَ فَقِيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ (۳)

جو شخص اسے ہرن کی پتلی کھال پر لکھ کر اپنے گھر میں کسی چھوٹی ڈبیہ میں سنبھال کر رکھے تو اللہ کے حکم سے اس کی بہنوں اور بیٹیوں اور دوسرے اقرباء کی لڑکیوں کی خواستگاری کے لئے اچھے رشتے آئیں گے چاہے وہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ مجمع البیان، ج ۴، ص ۳۳۴، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۰۸

۳۔ مجمع البیان، ج ۴، ص ۳۳۴، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۰۹

سورۂ سبا کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ سبا

الفاظ	حروف	رکوع	آیات	مقام نزول	ترتیب نزول	موجودہ ترتیب	پارہ نمبر	نام سورہ
887	3596	06	54	مکہ مکرمہ	85	34	22	سبا

☆ سورۂ سبا موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چونتیسواں (۳۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اٹھاونواں (۵۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۱۵ ویں آیت کی وجہ سے ہے۔ سبا ایک قوم کا نام ہے جس کی ملکہ بلقیس بنت شراجیل تھی۔ اس سورے کا ایک نام "سورۂ داوٗد" بھی ہے کیونکہ اس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا تذکرہ بھی ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حمد و ثنائے پروردگار	۲۔ مخلوقات کی مختلف قسمیں
۳۔ قیامت کا بیان	۴۔ حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ
۵۔ قوم سبا کا تذکرہ	۶۔ قیامت کے دن کے حالات
۷۔ تمام انسانوں کو بشارت دینے والا	۸۔ وقوع قیامت کا وقت
۹۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی	۱۰۔ انبیاء کی مخالفت کرنے والا طبقہ
۱۱۔ قیامت کے احوال کا بیان	۱۲۔ ایک بات کی نصیحت
۱۳۔ مکان قریب کا ذکر	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

قرآن مجید میں پانچ سوروں کا آغاز حمد سے ہوا ہے۔ ان میں سے تین میں تخلیق کائنات کا حوالہ دیا گیا ہے (سورۂ سبا سورۂ فاطر، اور سورۂ انعام) اور ایک میں تنزیل قرآن کا تذکرہ ہے (سورۂ کہف) اور سورۂ حمد میں ربوبیت کا تذکرہ ہے۔ جو مذکورہ تمام امور کا جامع بلکہ اس سے وسیع مفہوم کا حامل ہے اسی لئے سورۂ حمد کو جامع کل قرآن کہا جاتا ہے۔

۱۔ تسکین روح، ص ۲۲۱

حمد وثنائے پروردگار

☆ آیت ۱ کے مطابق لائق حمد وثنا صرف وہ ذات ہے جس کی ملکیت اور اختیار میں آسمانوں اور زمین میں موجود ساری چیزیں ہیں۔ مشرکین چونکہ آسمانوں اور زمین میں موجود بہت سے نظام ہائے کائنات میں غیر اللہ کو مؤثر سمجھتے تھے، اس مشرکانہ سوچ کے رد میں اللہ نے فرمایا کہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ کسی غیر اللہ کو ان چیزوں میں کوئی حق تصرف نہیں ہے۔ نہ آسمان میں موجود سورج اور ستاروں میں، نہ ان کی گردش میں، نہ آسمان سے نازل ہونے والی شعاعوں میں، نہ نازل ہونے والی بارش میں اور نہ زمین میں موجود پانی، خاک، درخت، سبزہ وغیرہ میں، تو پھر تم غیر اللہ کے پاس کیا لینے جاتے ہو جو کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ تمہیں صرف اسی ذات کی حمد وثنا اور اسی کی بندگی کرنی چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں ساری کائنات ہے۔

مخلوقات کی مختلف قسمیں

☆ آیت ۲ کے مطابق خداوند عالم جانتا ہے کہ زمین کے اندر کیا چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی چیز زمین کے اندر سے نکلتی ہے، کون سی چیز آسمان سے اترتی ہے اور کون سی چیز آسمان کی طرف بلند ہوتی۔

اس آیت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات کی مختلف قسمیں ہیں بعض زمین میں داخل ہوتی ہیں جیسے دانہ وغیرہ اور بعض زمین سے نکلتی ہیں جیسے درخت وغیرہ۔

قیامت کا بیان

☆ آیت ۳ سے ۹ تک کی تمام آیات قیامت سے متعلق ہیں کہ کفار کا یہ نظریہ تھا کہ قیامت نامی کوئی واقعہ رونما نہیں ہوگا۔ خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ یہ واضح کردیا کہ قیامت کا مرحلہ یقیناً آئے گا اور اس کا علم صرف خداوند عالم کے پاس ہے، اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔ قیامت کا برپا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ اللہ پر ایمان لانے والے اور نیک اعمال انجام دینے والوں کو اجر عطا کیا جائے اور جن لوگوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا ہے اور اللہ سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے۔

قیامت کے واقع ہونے اور آیات الٰہی کے بارے میں صاحبان علم خوب جانتے ہیں کہ یہ سب پروردگار کی طرف سے برحق ہے اور یہ تمام آیات الٰہی اس خدائے واحد و یکتا کی طرف ہدایت کرنے والی ہیں جو قابل حمد و ستائش ہے۔

البتہ اہل علم کے مقابلہ میں اہل کفر، ان آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک ایسے بندے کے

بارے میں معلوم ہوا ہے جو یہ کہتا ہے کہ تم سب فنا ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ خدا جانے وہ دیوانہ ہے یا اپنے خدا پر افترا اور بہتان باندھ رہا ہے۔ کفار کے اس مذاق اور تمسخر کے جواب میں خداوند عالم نے فرمایا: اے وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ گمراہی میں مبتلا ہیں اور بہت ہی بڑا عذاب ان کے انتظار میں ہے۔

حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۰ سے ۱۴ تک میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کے مطابق حضرت داود علیہ السلام پر خداوند عالم نے یہ عظیم فضل کیا کہ جب وہ تسبیح خداوندی میں مشغول ہوتے تھے تو پہاڑ اور پرندوں کو بھی ان کے ساتھ تسبیح کا حکم دیا گیا تھا۔ پہاڑوں کے لئے حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ خوش الحانی کرنے کا حکم بھی صریحاً یہ بتاتا ہے کہ پہاڑ اور پرندے بھی ایک قسم کا شعور رکھتے ہیں اور شعور ہر چیز میں موجود ہے۔ البتہ یہ حضرت داود علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ ان کی خوش الحانی اس قدر متاثر کن تھی کہ پہاڑوں میں موجود شعور تک ان کی رسائی تھی، ہر چیز میں شعور ہوتا ہے تاہم ہر چیز کا شعور اس چیز کے مطابق ہے۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسبیح سنگریزوں کے شعور تک پہنچ جاتی تھی۔

حضرت داود علیہ السلام پر اللہ کا دوسرا فضل یہ ہوا کہ ان کے ہاتھ پر لوہا نرم ہوتا تھا اور وہ اس لوہے سے زرہیں تیار کرتے تھے جس کی آمدنی سے آپ اپنا اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کی ضروریات پورا کرتے تھے۔ یہ بات آثار قدیمہ کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوگئی ہے کہ زرہ سازی کی صنعت حضرت داود علیہ السلام کے زمانے میں رائج ہوگئی تھی۔

حضرت داود علیہ السلام پر خداوند عالم نے جو فضل وکرم کیا ان میں سے دو کو یہاں بیان کیا گیا ہے لیکن پورے قرآن مجید کی آیات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت داود علیہ السلام پر بہت سے احسانات فرمائے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت ورسالت سے نوازا۔
- جالوت کو قتل کر کے حضرت داود علیہ السلام نے اپنی قوم میں اونچا مقام پایا۔
- طالوت بادشاہ کی وفات کے بعد آپ علیہ السلام ایک وسیع مملکت کے بادشاہ بن گئے۔
- زرہیں بنانے کا حکم جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس کی تعلیم بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوئی۔ چونکہ اس الٰہی تعلیم سے پہلے دشمن کے حملے سے بچنے کے لیے لوہے کے ٹکڑے جسم پر رکھے جاتے تھے جن میں لچک نہیں ہوتی تھی اور سختی اور بھاری پن بھی تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر کے فوراً بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ خداوند عالم نے حضرت سلیمان پر جو عظیم احسانات فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ تھا کہ ان کے لئے خداوند عالم نے ہوا کو مسخر کر دیا تھا۔ بعض روایات میں بھی آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ماہ کی مسافت کے برابر صبح اور ایک ماہ کی مسافت کے برابر شام کو ہوا کے ذریعے طے کرتے تھے(۱)۔

اس کے علاوہ خداوند عالم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کے چشمے بہا دیئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں تانبے پگھلانے کی صنعت اس قدر بڑے پیمانے پر رائج ہوگئی تھی گویا تانبے کے چشمے بہ رہے ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ صرف دو دن کے لیے یہ چشمہ پھوٹا تھا۔

خداوند عالم کے فضل و کرم میں سے ایک فضل یہ بھی تھا کہ سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات پر بھی اختیار دے دیا گیا تھا، جن کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام نے عبادت خانے تعمیر کئے، مختلف تصویریں بنائیں، بڑے بڑے پیالے بنائے اور زمین میں گڑی ہوئیں بڑی بڑی دیگیں تیار کیں۔ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ''قسم بخدا یہ مردوں اور عورتوں کی تصویریں نہیں تھیں بلکہ یہ درخت اور ان جیسی چیزوں کی تصاویر تھیں(۲)۔''

ان تمام نعمتوں اور فضل و کرم کے بعد خداوند عالم نے آل داؤد علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: اے آل داؤد! شکر ادا کرو، جو سلطنت اور عزت اولاد داؤد کو عنایت ہوئی ہے اس کا حق ادا کرو، سلطنت عطا ہوئی ہے تو عدل و انصاف قائم کر کے، دولت عطا ہوئی ہے تو ہر ایک کو اس کا حق ادا کر کے اور اثر و نفوذ عطا ہوا ہے تو احکام خدا نافذ و رائج کر کے شکر ادا کرو۔

آخری آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کو خفیہ رکھا۔ وہ اپنے قصر کے اوپر سے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے اپنے امور مملکت کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ انہیں موت آئی اور نظام مملکت اسی طرح چلتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد جب عصا کو دیمک نے چاٹا جس کے نتیجہ میں ان کا جسد خاکی زمین پر گرا تب معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تفصیلی واقعات ''سورۂ نمل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ اصول کافی، ج ۶، ص ۵۲۷

قوم سبا کا تذکرہ

☆ آیت ۱۵ سے ۲۰ تک میں قوم سبا کا تذکرہ ہے۔ سبا ایک قوم کا نام ہے جو یمن کے جنوبی علاقے میں آباد تھی۔ یہ علاقہ نہایت سرسبز تھا، آج بھی کچھ سرسبزی باقی ہے۔ یہ قوم اس زمانے کی ایک ترقی یافتہ قوم تھی چنانچہ اس نے جنوب سے آنے والا پانی ذخیرہ کرنے کے لیے دو پہاڑیوں کے درمیان ایک بند باندھا تھا۔ یہ بند "سد مآرب" کے نام سے مشہور تھا۔ کتاب وصف جزیرۃ العرب کے مطابق بند صرف چھ سو ہاتھ چوڑا تھا[۱]۔

یمن کا علاقہ وسیع اور زرخیز تھا لیکن زرخیز علاقہ ہونے کے باوجود چونکہ وہاں کوئی اہم دریا نہیں تھا، لہٰذا اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا تھا، سیلاب اور بارشیں پہاڑوں پر برستی تھیں اور ان کا پانی بیابانوں میں بے کار اور بے فائدہ ضائع ہو جاتا تھا، اس سرزمین کے سمجھدار لوگ اس پانی سے استفادہ کرنے کی فکر میں لگ گئے اور اہم علاقوں میں بہت سے بند باندھے، جن میں سب سے اہم اور پانی کا زیادہ ذخیرہ کرنے والا بند "مآرب" تھا۔ "مآرب" ایک شہر تھا جو اس علاقے کے دروں میں سے ایک کے آخر میں واقع تھا، اور "صراۃ" کے کوہستانوں کے بڑے بڑے سیلاب اس کے قریب سے گزرتے تھے، اس درہ کے دہانے پر اور "بلق" نامی دو پہاڑوں کے دامن میں لوگوں نے ایک مضبوط بند باندھ دیا تھا، اور اس میں سے پانی کی کئی نہریں نکالی تھیں، اس بند کے اندر پانی کا ذخیرہ ہو گیا تھا جس سے استفادہ کرتے ہوئے وہ اس بات پر قادر ہو گئے تھے کہ اس نہر کے دونوں اطراف بہت ہی خوبصورت اور پھل دار باغات لگائیں اور نقد آور فصل والے کھیت تیار کریں۔

اس سرزمین کی آباد بستیاں ایک دوسری سے متصل تھیں اور درختوں کے وسیع سائے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور اُن کی شاخوں پر اتنے پھل لگا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی اپنے سر پر ایک ٹوکری رکھ کر ان کے نیچے سے گزرتا تھا، تو یکے بعد دیگرے اتنے پھل اس میں آ گرتے تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ ٹوکری پُر ہو جاتی تھی۔ امن وامان کے ساتھ نعمت کے وفور نے پاک وصاف زندگی کے لئے بہت ہی عمدہ ماحول پیدا کر رکھا تھا۔ ایک ایسا ماحول جو خدا کی اطاعت اور معنوی پہلوؤں کے ارتقاء و تکامل کے لیے مہیا تھا لیکن انہوں نے ان تمام نعمتوں کی قدر کو نہ پہچانا اور خدا کو بھول گئے، کفرانِ نعمت اور فخر ومباہات کرنے لگے اور طبقاتی فرق اور اختلافات پیدا کر دیئے۔

بعض تاریخی کتابوں میں بیان ہوا ہے کہ صحرائی چوہوں نے مغرور دست لوگوں کی آنکھوں سے دُور، مٹی کے اس بند کی دیوار کا رُخ کیا اور اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا، اچانک ایسی شدید بارشیں برسیں اور ایسا عظیم سیلاب آیا جس سے بند کی وہ دیواریں

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

جو سیلاب کے دباؤ کو برداشت کرنے کے قابل نہ رہی تھیں، دھڑام سے گر پڑیں اور بند کے اندر جمع شدہ کثیر پانی اچانک باہر نکل پڑا اور تمام آبادیوں، باغات، کھیتوں، فصلوں اور چوپایوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور خوبصورت سجے سجائے قصور محلات اور مکانوں کو ویران کر دیا اور اس آباد سرزمین کو خشک اور بے آب و گیاہ صحرا میں بدل دیا اور ان تمام سرسبز و شاداب باغوں اور پھلدار درختوں میں سے صرف چند "اَراک (پیلو)" کے کڑوے درخت، کچھ جھاؤ اور کچھ بیری کے درخت باقی رہ گئے، غزل خوانی کرنے والے پرندے وہاں سے کوچ کر گئے اور اُلوؤں اور کوؤں نے ان کی جگہ لے لی(۱)۔

قیامت کے دن کے حالات

☆ آیت ۲۲ سے ۲۷ تک کی تمام آیات قیامت کے دن کی بعض کیفیات کو بیان کر رہی ہیں۔ ان آیات میں خداوند عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہا ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کافروں سے کہہ دو کہ:

- جن کو تم خدا کے سوا (اپنا معبود) خیال کرتے ہو انہیں پکارو (وہ ہرگز بھی تمہاری مشکل کو حل نہ کریں گے کیونکہ) انہیں آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے، اور نہ ہی وہ (اُس کی خلقت و مالکیت) میں شریک ہیں اور نہ ہی وہ (پیدائش کے کام میں) اللہ کے یار و مددگار تھے۔
- اس کے پاس کسی کے لئے بھی کوئی شفاعت و سفارش فائدہ نہ دے گی، سوائے ان لوگوں کی شفاعت کے جن کو (شفاعت کرنے کی) اجازت دی جائے گی (اس دن سب کے سب اضطراب میں ہوں گے) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے اضطراب زائل ہو جائے گا (اور اس کی طرف سے فرمان "شفاعت" صادر ہو جائے گا، تو اس وقت مجرمین شفاعت کرنے والوں سے) کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے تو وہ کہیں گے کہ حق کو بیان کیا ہے (اور مستحقین کے بارے میں شفاعت کرنے کی اجازت دی ہے) اور وہی ہے بلند مقام اور بزرگ مرتبہ والا۔
- آسمانوں اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے، کہہ دو: اللہ... !تو، ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہم ہیں یا تم؟ جو گناہ ہم نے کئے ہیں اس کی تم سے پوچھ گچھ نہ ہوگی اور جو عمل تم کرتے ہو اس کی باز پرس ہم سے نہ ہوگی۔
- ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا (اور مجرموں کو نیکوکار لوگوں سے جدا کر دے گا) اور وہی فیصلہ کرنے والا، جدا کرنے والا اور آگاہ ہے۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، تفسیر نمونہ، قصص قرآن اور دیگر تفاسیر سے اقتباس

● جنہیں تم نے اس کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملحق کیا ہے مجھے دکھاؤ (تو سہی) ہرگز ایسا نہیں ہے (اس کا کوئی شریک اور مثل نہیں ہے) بلکہ وہی عزیز وحکیم خدا ہے۔

تمام انسانوں کو بشارت دینے والا

☆ آیت ۲۸ کے مطابق یہ آیت مستشرقین کے اس اعتراض کا دندان شکن جواب ہے جو کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شروع میں خیال یہ تھا کہ وہ صرف اہل مکہ اور اس کے گرد و پیش کی چند بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، بعد میں غیر متوقع کامیابی دیکھ کر یہ دعویٰ شروع کیا کہ میں پورے جزیرۃ العرب کی طرف مبعوث ہوا ہوں اور بعد میں دعویٰ کیا کہ پورے عالم کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ خداوند عالم نے ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو تمام انسان کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ کی رسالت کسی خاص علاقے یا کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر دور اور ہر علاقہ کے لئے آپ بشیر ونذیر ہیں۔

وقوعِ قیامت کا وقت

☆ آیت ۲۹ اور ۳۰ کے مطابق جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار ومشرکین کو قیامت سے ڈراتے تھے تو وہ تمسخر اور استہزاء کے لہجے میں کہتے تھے کہ وہ وعدہ کا دن کب آئے گا۔ ان کے اس استہزاء کے جواب میں خداوند عالم نے واضح کر دیا کہ جب وہ دن آئے گا تو نہ ایک ساعت پیچھے ہوگا اور نہ آگے۔ قیامت کا دن مقرر اور معین ہے۔ اس مقرر وقت سے ایک لمحہ کے لیے تقدیم یا تاخیر نہیں ہو سکتی۔ یہ بات ہم سب کے مشاہدے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ مقررہ نظام میں تبدیلی نہیں آتی مثلاً جس لمحے میں سورج کو طلوع ہونا ہے اسی مقرر وقت پر اربوں سال سے طلوع ہو رہا ہے۔ البتہ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ اس نظام کی عمر کیا ہے اور کس لمحے یہ عمر ختم ہونے والی ہے[1]۔

ایک دوسرے پر الزام تراشی

☆ آیت ۳۱ سے ۳۳ تک کے مطابق کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ ہم قرآن مجید اور اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں (توریت، زبور، انجیل) وغیرہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ دنیا میں تو یہ لوگ قرآن مجید اور اس میں موجود حقائق کو تسلیم نہیں کرتے لیکن جب قیامت کے دن یہ لوگ بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہوں گے تو ہر ایک، دوسرے کو اپنی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرائے گا اور جن لیڈروں، سرداروں اور مذہبی رہزنوں کی باتیں یہ لوگ دنیا میں آنکھیں بند کر کے مان لیتے تھے،

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

آخرت میں حقیقت کا مشاہدہ کرنے پر ان کے خلاف بولیں گے۔ دنیا میں تو وہ ان کے سامنے لب کشائی نہیں کرتے تھے لیکن آخرت میں ساری ذمہ داری ان پر ڈالیں گے اور یہ کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم صاحب ایمان ہوتے۔
ان کے جواب میں وہ سردار جواب دیں گے کہ تم نے خود اپنی آزادی کو فروخت کیا تھا۔ تم ذہنی طور پر غلام تھے اور اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے۔ ورنہ تم تک تو حق کی دعوت پہنچ ہی گئی تھی لہٰذا تم خود ہی مجرم ہو۔
سرداروں کے اس جواب کے مقابلہ میں کمزور طبقہ یہ کہے گا کہ درست ہے کہ ہدایت ہم تک پہنچ چکی تھی اور ہم پر حجت پوری ہو گئی تھی لہٰذا ہم مجرم ہیں مگر ہمارے مجرم ہونے میں تمہارا ہی بنیادی کردار ہے، تم نے ہمیں دن رات اپنی مختلف چالوں اور فریب کاریوں سے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے اپنی گمراہی پر آمادہ کیا۔
ان دونوں گروہوں کی گفتگو کے بعد جب عذاب کا مرحلہ آئے گا تو یہ دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پشیمان ہوں گے لیکن اس وقت ان کی پشیمانی و ندامت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ پس دنیا میں ان کا عمل جیسا ہو گا آخرت میں وہی عمل سزا بن کر ان کی گردن کا طوق بن جائے گا۔

انبیاء کی مخالفت کرنے والا طبقہ

☆ آیت ۳۴ سے ۳۹ تک کے مطابق جب بھی خداوند عالم کا کوئی نمائندہ کسی بھی قوم کی طرف مبعوث ہوا تو اس معاشرے کے مراعات یافتہ طبقہ نے ہمیشہ اس رسول کی مخالفت کی کیونکہ انبیاء کی تعلیمات مراعات یافتہ اور دولت مند افراد کے مفادات سے ٹکراتی ہیں کہ انبیاء مال کو منزل تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں جبکہ دولت مند مال کو ہی منزل سمجھتے ہیں۔ دولت کے نشے میں مست ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم مال و دولت سے مالا مال ہیں اور یہ علامت ہے کہ اللہ کی خوشنودی ہمارے ساتھ شامل ہے لہٰذا اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا۔
ان کی اس بے ہودہ گوئی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ رزق کی فراوانی مؤمن کے لیے نعمت اور کافر کے لئے عذاب کا باعث ہے۔ لہٰذا اللہ اس مؤمن کے لیے رزق کی فراوانی چاہے گا جو فزونی نعمت کے امتحان میں کامیابی حاصل کرے گا اور اگر کامیابی کی امید نہ ہو تو اللہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اسے نعمت کی فزونی و کثرت سے محروم رکھتا ہے۔ البتہ وہ کافر پر یہ رحم نہیں کرے گا اور اسے نعمتوں سے مالا مال کرے گا تا کہ اس کے عذاب میں اضافہ ہو۔ لیکن اکثر لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ جس سے راضی ہے اسے دولت دیتا ہے۔

جس سے اللہ راضی نہیں ہے اسے غریب رکھتا ہے۔

یہ مال و دولت جو تمہیں دیا گیا ہے ان میں سے کوئی ایسا نہیں جو تمہیں بارگاہ خداوندی کے قریب کر سکے یعنی صرف مال و اولاد کا ہونا بارگاہ خداوندی کے قریب ہونے کا باعث نہیں ہے ہاں اگر اولاد کی تربیت اچھی کرے اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرے تو یہ مال و اولاد بارگاہ الٰہی میں باعث قربت و نزدیکی ہوگا۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کے مقابلے میں آتے ہیں وہ جہنم کے عذاب میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پس انسان کو اللہ کی اطاعت کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا کیونکہ خدا ہی ہے جو رزق میں وسعت عطا کرتا ہے اور وہی ذات ہے جو جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے۔

قیامت کے احوال کا بیان

☆ آیت ۴۰ سے ۴۵ تک کی آیات بھی قیامت کے احوال کے بیان میں ہی ہیں کہ قیامت کے دن جب سب کو جمع کیا جائے گا تو یہ مشرکین جن لوگوں کی پوجا کرتے تھے ان معبودوں سے بھی سوال ہوگا: کیا تم نے ان مشرکین کو اپنی پوجا کرنے دعوت یا اجازت دی تھی؟ چنانچہ فرشتوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ اس سوال کا اصل مقصد یہ ہے کہ مشرکین کو بھی حقیقت حال معلوم ہو کہ جن کی وہ عبادت کرتے تھے وہ خود اپنے آپ کو معبود نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فرشتے جن کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ تو پاک و پاکیزہ ہے اور تو ہی ہمارا ولی و سرپرست ہے، ان مشرکین کے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ البتہ یہ جنات کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور جنات کی ہی پیروی و اطاعت کرتے ہیں۔ پس خداوند عالم ان مشرکین سے فرمائے گا کہ آج قیامت کے دن تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے لیے سفارش کے ذریعے نفع پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جن کی تم نے پرستش کی ہے وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکیں گے اور تم ان معبودوں کے خلاف بھی کچھ نہیں کر سکتے، مثلاً جنات کی تم پرستش کرتے رہے، آج پتہ چلا کہ جنات نے تمہیں گمراہ کیا تھا تو تم ان جنات سے کوئی انتقام بھی نہیں لے سکتے۔ آج صرف ہمارا حکم ہوگا اور جن لوگوں نے ہمیں جھٹلایا اور شرک اختیار کیا وہ عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

پس قیامت کے دن کوئی بھی نفع و نقصان نہیں پہنچائے گا یعنی دنیا میں جن لوگوں کی پرستش کیا کرتے تھے وہ قیامت کے دن تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور وہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائیں گے۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان کے سامنے خدا کی آیات کی تلاوت کی جاتی تھی تو کہتے تھے کہ یہ شخص (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاہتا ہے کہ جس چیز کی

پرستش تمہارے آباء و اجداد کرتے رہے ہیں اس سے تمہیں روکے، اس کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں بلکہ اس کی یہ باتیں گھڑی ہوئی داستان ہیں اور کھلا ہوا جادو ہے۔ ان کا انکار کسی علم اور سند کی بنیاد پر نہیں ہے کیونکہ منکرین، ناخواندہ لوگ ہیں۔ انہیں کوئی کتاب ملی ہے نہ ان کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا۔ یہ جو بھی موقف بناتے ہیں ان کا اپنا خود ساختہ ہے۔

ایک بات کی نصیحت

☆ آیت ۴۶ کے مطابق جب رسول خدا کی باتوں کے مقابلہ میں کفار نے آپ کو مجنون اور دیوانہ کہا تو خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میرے حبیب ان سے کہو کہ پوری استقامت کے ساتھ خدا کیلئے قدم اٹھاؤ، یہ کام انفرادی طور پر بھی ہوسکتا ہے کہ انسان اپنی فطرت، اپنے وجدان کے ساتھ سرگوشی کرے۔ کسی قسم کے ہنگامے سے دور، صرف اپنی جبلت پر تکیہ کیا جائے۔ معاشرتی، ذہنی اور دیگر عوامل سے الگ ہو کر تنہائی میں سوچ لو۔ اور یہ کام اجتماعی طور پر بھی ہوسکتا ہے یعنی دو، دو ہو کر سوچو کہ یہ جو باتیں کررہا ہیں وہ حقیقت پر مشتمل ہے کیونکہ وہ تمہارے درمیان ہی رہا ہے۔

مکانِ قریب کا ذکر

☆ آیت ۵۱ کے مطابق گناہ گار اور سرکش افراد بہت ہی قریب سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اس آیت میں ''مکان قریب'' کا ذکر ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سرکش افراد کے لئے سزا کا انتظام دور سے نہیں بلکہ فرعون اپنے دریا میں ''قارون'' اپنی زمین میں ''شداد'' اپنی جنت میں، گذشتہ اقوام اپنے علاقوں میں اور آخری دور میں سفیانی اپنے علاقہ ہی میں فنا کے گھاٹ اتارا جائے گا(۱)۔

روایت میں بیان ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ اس سفیانی لشکر کی طرف ہے جو مختلف علاقوں میں قتل عام کے بعد ایک میدان میں زمین کے اندر دھنس جائے گا اور اس میں سے صرف دو اشخاص بچیں گے کہ دوسروں کو یہ ماجرا سنائیں۔ اس مضمون کی روایت اہل سنت کے مصادر میں مختصر اور مفصل لفظوں میں مذکور ہے۔ اس کے راوی حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ وغیرھم ہیں۔ مزید مطالعہ کے لئے تفسیر المیزان اور مجمع البیان جیسی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیے، شیعہ روایات میں ہے کہ یہ سفیانی لشکر ظہور قائم آل محمد (ع) کے موقع پر ظہور کرے گا(۲)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۸۷۳

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

فضائل وخصوصیات:

حفاظت خدا میں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ لَمْ يَزَلْ فِي لَيْلَتِهِ فِي حِفْظِ اللّٰهِ وَكِلَاءَتِهِ[1]

جو شخص رات کو ان دونوں سوروں (فاطر، سبا) کی تلاوت کرے گا تو اس رات خدا اس کی حفاظت کرے گا۔

یرقان کے لئے مفید: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِذَا شَرِبَ مَاءَهَا صَاحِبُ الْيَرَقَانِ وَنَضَحَ عَلَى وَجْهِهِ أَزَالَ عَنْهُ ذَالِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ[2]

یرقان کے مریض کو اس کا پانی پلایا جائے اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکا یا جائے تو اللہ کے حکم سے یرقان دور ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۳

[2]۔ مصباح الکفعمی، ص ۴۵۶، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۱۳

سورۂ فاطر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فاطر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فاطر	22	35	43	مکہ مکرمہ	45	05	3228	780

☆ سورۂ فاطر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پینتیسواں (۳۵) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے تینتالیسواں (۴۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی وجہ سے "سورۂ فاطر" رکھا گیا ہے اور فاطر عربی میں خالق کو کہا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس سورے کے ناموں میں سے ایک نام "سورۂ ملائکہ" بھی ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حمد وثنا کی لائق ہستی	۲۔ وعدۂ الٰہی کا برحق ہونا
۳۔ گمراہ لوگوں کے اعمال	۴۔ عزت صرف اللہ کے لئے
۵۔ بتوں کی بے بسی کا بیان	۶۔ انسان اللہ کا محتاج
۷۔ عدالت الٰہی کا مسلمہ اصول	۸۔ بعض چیزوں کا تقابل
۹۔ پروردگار کی قدرت کے کرشمے	۱۰۔ کتاب خدا کے وارث، ائمہ اطہار علیہم السلام
۱۱۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا	۱۲۔ مشرکین کے نظریات کی رد میں دو دلیلیں
۱۳۔ قریش کی آزمائش	۱۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہربان ہونے کا حکم
۱۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

حمد وثنا کی لائق ہستی

☆ پہلی آیت کے مطابق حمد وثنا کے لائق وہی ذات ہے جس نے بطن عدم کو چیر کر اس سے آسمانوں اور زمین پر

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۱۸، سورۂ فاطر کے مطالب ومضامین

مشتمل ایک کائنات کو وجود دیا اور اسی اللہ نے فرشتوں کو پیام رساں بنایا۔ فرشتے اللہ کے کارندے ہیں، یہ فرشتے دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ اس آیت پر غور کریں تو دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں کہ:

۱۔ ملائکہ ایسی مخلوق ہے جس کا کسی نہ کسی انداز سے جسم بھی ہے۔ اس کی کیفیات بھی جسمانی کیفیات جیسی ہیں۔ وہ بالکل روح مجرد یا نور مجسم نہیں ہے جو بغیر جسم کے ہو۔

۲۔ ملائکہ اپنی پرواز کے لئے پروں کا استعمال کرتے ہیں اور ان کے پر بھی مختلف ہیں کسی کے دو، کسی کے تین اور کسی کے چار اور بعض کے زیادہ بھی ہیں، جن کی تعداد اللہ کی جانتا ہے۔ اب یہ پر کیا ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے اور ان کا انداز پرواز کیا ہے اس کا ذکر قرآن مجید نے نہیں کیا ہے لہٰذا ہمیں اس بارے میں بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (۱)۔

وعدۂ الٰہی کا برحق ہونا

☆ آیت ۵ کے مطابق وعدہ الٰہی (قیامت) برحق ہے لہٰذا زندگی اور شیطان کے ہاتھوں فریب میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ آیہ کریمہ میں اس کمینی و پست زندگی کی سج دھج سے متنبہ کیا گیا ہے جو ہر دم انسان کو فریب میں مبتلا رکھتی ہے، اسی سج دھج کو شیطان مزید پر کشش بنا کر اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے اور جہنم کی راہ دکھاتا ہے (۲)۔

گمراہ لوگوں کے اعمال

☆ آیت ۸ کے مطابق گمراہ لوگوں کے اعمال ان کے سامنے آراستہ کر کے پیش کئے جاتے ہیں جس سے وہ اپنے اعمال کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے یہ طریقہ آزماتا ہے کہ وہ انسان کو ابتدا ہی میں برے اعمال کی طرف دعوت نہیں دیتا بلکہ وہ پہلے برے عمل کو کسی نہ کسی صورت میں اچھے عمل کی شکل میں پیش کرتا ہے، اس کے بعد انسان کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے، اس طرح انسان کو جس قدر بھی عمل خیر کا شوق ہوگا اسی راستہ پر چلتا رہے گا اور شیطان کو مزید محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ عمل سے بڑا ہنر علم ہے اور علم کے بغیر کسی کے عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

عزت صرف اللہ کے لئے

☆ آیت ۱۰ کے مطابق ہر قسم کی عزت صرف اللہ کے لئے ہے اور پاکیزہ اعمال کی بازگشت بھی اللہ ہی کی طرف

۱۔ انوار القرآن، ص ۸۷۵

۲۔ ترجمہ قرآن، ابو منصور، ص ۸۷۳

ہے البتہ جو لوگ برائیوں کو انجام دینے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے۔
کفار قریش کے بڑوں کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات بن گئی تو ہماری عزت اور وقار خاک میں مل جائے گا۔ کچھ لوگوں کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر ہم محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تو معاشرے میں ذلیل ہو جائیں گے۔ دنیا میں کون ہے جو عزت کا طلبگار نہیں۔ خداوند عالم نے انسان کو عزت کا صحیح راستہ بتادیا کہ اصل عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے بعد سب کی عزت اسی پروردگار کی وجہ سے ہے لہٰذا جسے صاحب عزت بننا ہے وہ خدا سے اپنا رشتہ مضبوط کرے۔ حضرت امام حسنؑ نے جنادہ ابن ابی سفیان کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر سلطنت کے ہیبت چاہتے ہو تو معصیت کی ذلت سے اطاعت کی عزت کی طرف آجاؤ۔

بتوں کی بے بسی کا بیان

☆ آیت ۱۳ کا تعلق ان بتوں سے ہے جنہیں خدا کو چھوڑ کر پکارا جاتا تھا کہ وہ گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے اور لاچار و بے کس ہیں۔

انسان اللہ کا محتاج ہے

☆ آیت ۱۵ سے ۱۷ تک کے مطابق صرف خداوند عالم کی ذات ہے جو بے نیاز ہے۔ اور انسان اللہ کی طرف محتاج ہے۔ اللہ سے ہٹ کر یہ انسان اپنی سانس تک نہیں لے سکتا کہ اگر ایک لمحے کے لیے اللہ انسان سے ہاتھ اٹھا لے تو انسان نیستی اور عدم کی تاریکیوں میں گم ہو جائے۔ یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو خداوند عالم کے علاوہ کسی دوسرے کے دروازے پر جھکتے ہیں، ایسے لوگوں سے فرمایا کہ: تم صرف اللہ کے محتاج ہو اسی کے در پر جاؤ۔ اللہ اپنے وجود کے لئے تمہارا محتاج نہیں ہے، وہ چاہے تو تمہیں نیست و نابود کر کے تمہاری جگہ دوسری مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

عدالت الٰہی کا مسلمہ اصول

☆ آیت ۱۸ کے مطابق قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ عدالت الٰہی کا مسلمہ اصول ہے۔ اگر کسی گناہ کا بھاری بوجھ اٹھانے والا اپنی مدد کے لئے کسی دوسرے کو پکارے تا کہ وہ اس کا بوجھ اٹھائے تب بھی ایسا نہیں ہو سکتا، خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اے رسول! اگر یہ آج آپ کی دعوت کو رد کرتے ہیں تو

کل قیامت کے دن اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے بھی تیار رہیں۔ البتہ آپ کی تنبیہ سے استفادہ کرنے والے وہی لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں اس خدا کا خوف ہے جو ان کے مشاہدے سے غائب ہے یا اس کا عذاب ابھی ان کی نظروں سے غائب ہے یا یوم حساب ابھی ان کی نظروں کے سامنے نہیں ہے۔ ایسے لوگ نماز قائم کرنے والے اور اپنے نفس کو گناہ کی پلیدی سے پاک کرنے والے ہیں۔ ایسا کرنے کا فائدہ خود اسی شخص کو پہنچتا ہے۔

بعض چیزوں کا تقابل

☆ آیت ۱۹ سے ۲۳ تک میں بیان کیا گیا ہے کہ اندھا اور بصارت رکھنے والا برابر نہیں ہو سکتا، تاریکی اور نور برابر نہیں ہو سکتے، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے اور زندہ اور مردہ بھی آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ آیات دعوت فکر دے رہی ہیں کہ لازم ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کر کے خود فیصلہ کریں کہ آیا ہم زندہ ہیں یا مردہ؟ سایہ میں ہیں یا دھوپ میں، روشنی میں ہیں یا اندھیرے میں اور بینا ہیں یا نابینا ہیں۔

پروردگارِ عالم کی قدرت کے کرشمے

☆ آیت ۲۷ اور ۲۸ میں خداوند عالم اپنی قدرت کے کرشمات میں سے بعض کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اللہ نے ہی آسمان سے پانی برسایا ہے، پھر اس پانی کے ذریعے سے زمین کے اندر سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے ہیں اور پہاڑوں میں مختلف رنگوں کی سفید و سرخ گھاٹیاں بنائی ہیں اور ان میں سے بعض گھاٹیاں گہری اور سیاہ ہیں۔ اسی طرح انسانوں اور جانوروں میں بھی مختلف رنگ پائے جاتے ہیں۔

یہ آیات واضح ثبوت ہیں کہ اس کائنات کی تدبیر صرف ایک ہی ذات کے ہاتھ میں ہے جس نے آسمان سے ایک قسم کا پانی نازل کیا ہے لیکن اس ایک پانی سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے۔ رنگوں کے مختلف ہونے سے پھلوں کا ذائقہ، طبیعت اور مزاج بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور پہاڑوں میں مختلف رنگوں کی گھاٹیاں پائی جاتی ہیں۔ ان گھاٹیوں اور راستوں کا رنگ مختلف ہے۔ رنگ، نوع اور کیفیت میں اختلاف سے شناخت اور ان راستوں کو اختیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ اختلاف تدبیر امور کا حصہ ہے، اگر سب چیزیں ایک رنگ، ایک نوع اور ایک کیفیت کی ہوتیں تو مختلف ضرورتیں پوری نہ ہوتیں۔

کتاب خدا کے وارث، ائمہ اطہار علیہم السلام

☆ آیت ۳۲ سے ۳۷ تک میں وارثان کتاب کا ذکر ہے اور روایات کے مطابق قرآن مجید کے وارث ائمہ

اطہار علیہم السلام ہیں جو خدا کے منتخب بندے ہیں (۱)۔ ان آیات میں بندگان خدا کے تین قسم کے گروہ بیان کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- کچھ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اس گروہ نے دستورِ زندگی یعنی قرآنی اصول زندگی سے انحراف کیا اور سعادت ابدی سے اپنے آپ کو محروم کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا۔
- کچھ میانہ رو ہیں۔ اس گروہ نے میانہ روی اختیار کی۔ نہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں کی طرح انحراف کا شکار ہوئے، نہ نیکیوں کی طرف جلدی کرنے والوں کی طرح بن سکے۔
- کچھ وہ ہیں جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

یہ گروہ راہ خدا میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کی وجہ سے پہلے گروہ کی طرح اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا اور دوسرے گروہ کی طرح چھوٹے گناہوں کا بھی ارتکاب نہیں کرتا۔ وہ کسی نیکی کو خواہ وہ واجب ہو یا مستحب نہیں چھوڑتا۔ چونکہ یہ تیسرا گروہ سابقہ دو گروہوں کے مقابلے میں ہے اس لیے اس گروہ میں سابقہ دونوں گروہوں کی خامیاں نہیں ہوں گی۔ یہی مقام عصمت ہے اور یہ گروہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہونے کے بعد اجر و درجات کے بلند ترین مقام پر بھی فائز ہوتے ہیں۔ یہی لوگ وارث قرآن ہونے کا حق ادا کرنے والے ہیں۔

اسی آخری گروہ کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی کے زیورات پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ''جنتی ریشم'' ہوگا۔ جب یہ لوگ خداوند عالم کی ان تمام نعمتوں کو دیکھیں گے تو شکر خداوندی بجالائیں گے اور کہیں کہ یہ ہمارے رب کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایسی جگہ پر پہنچا دیا جہاں نہ تھکن کا احساس ہوتا ہے اور نہ کوئی تکلیف چھو سکتی ہے۔

اس گروہ کے مقابلہ میں وہ گروہ ہیں جو کفر اختیار کرتے ہوئے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے قرار پاتے ہیں وہ لوگ جہنم کی آگ میں ہوں گے اور ان کے عذاب میں کسی قسم کی تخفیف نہیں ہوگی۔ جب جہنم کی آگ میں مسلسل جل رہے ہوں گے اس وقت بارگاہ خدا میں فریاد کریں گے کہ خدایا! ہمیں اس جگہ سے نکال دے ہم اب نیک عمل انجام دیں گے۔ ان کے اس فریاد کے جواب دیا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا۔ نیک و بد اور حق و باطل میں امتیاز کرنا تمہارے لئے ممکن تھا اور عمر کی اس مہلت کے ساتھ اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنے والے نبی

۱۔ انوار القرآن، ص ۸۸۳

بھی تمہاری طرف آئے تھے اور تمہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔

یہاں پر ایک سوال اکثر ذہن میں آسکتا ہے کہ کہ کافر نے صرف ستر، اسی سال جرم کیا ہے۔ سزا دائمی کیوں ہے؟

اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ:

اولاً: انسان کے اچھے برے اعمال اس کے جسم کے حصے ہوتے ہیں جو انرجی کی شکل میں اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں۔

یہ انرجی ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ایک ذرہ بھی نابود نہیں ہوتا۔ لہٰذا اچھا عمل انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور برا عمل انسان کی جان نہیں چھوڑتا کیونکہ انسان کے اچھے اور برے اعمال ابدی ہیں مگر یہ کہ اچھے اعمال برباد ہوجائیں اور برے اعمال کی بخشش ہوجائے۔

ثانیاً: مجرم خود ختم ہوا تھا لیکن اس نے جرم ختم نہیں کیا تھا۔

ثالثاً: دیکھا جاتا ہے کہ جرم کتنا بڑا ہے۔ وہ وقت نہیں دیکھا جاتا جو جرم کرنے میں لگا۔ گولی سے ناحق انسان کے قتل پر چند سیکنڈ لگتے ہیں۔ سزا عمر قید کیوں(۱)؟

غیب کی باتوں کا جاننے والا

☆ آیت ۳۸ اور ۳۹ کے مطابق اللہ ہی وہ ذات ہے جو زمین و آسمان کی غیب کی باتوں کو جاننے والا اور لوگوں کے دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے۔ اسی اللہ نے تمہیں زمین میں سابقہ امتوں کا جانشین بنایا ہے لہٰذا جو شخص کفر کرے گا وہ اپنے کفر کا خود ذمہ دار ہوگا، ان کے کفر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے کفر کے سبب ان کی ہلاکت اور غضب الٰہی میں مبتلا ہونے میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ جیسے جیسے وہ اپنے کفر پر ڈٹے رہیں گے ان کے خلاف غضب الٰہی میں اضافہ ہوتا رہے گا، جو بہت بڑے خسارے میں اضافہ ہے۔

مشرکین کے نظریات کی رد میں دو دلیلیں

☆ آیت ۴۰ کے مطابق مشرکین کہا کرتے تھے کہ کائنات کے امور کی تدبیر ان کے معبودوں (بتوں وغیرہ) کے ہاتھ میں ہے۔ خداوند عالم نے اس آیت میں دو دلیلوں کے ذریعے مشرکین کے اس نظریہ کو رد کر دیا کہ:

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات سورہ بحث

اے مشرکین! مجھے بتاؤ تمہارے شریکوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ کیا زمین کی کسی چیز کی تخلیق میں ان کا حصہ ہے؟ زمین اور پانی کی تخلیق میں یا زمین میں دانے کے اگنے کی صلاحیت میں تمہارے معبودوں کا کوئی کردار ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب یا کوئی سند ایسی ہے جس میں تمہیں اللہ نے بتایا ہو کہ تدبیر کائنات میں تمہارے معبودوں کا کوئی کردار ہے جس کی بنیاد پر تم نے انہیں اپنا معبود بنایا اور اپنے دنیاوی مفادات ان سے وابستہ کر رکھے ہوں؟

قریش کی آزمائش

☆ آیت ۴۲ اور ۴۳ کے شان نزول کے بارے میں بعض کتابوں میں آیا ہے کہ قریش نے جب سنا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے رسولوں کی تکذیب کی ہے تو کہا: اگر ہمارے پاس کوئی رسول آتا تو ہم ان سے بہتر ان کی پذیرائی کرتے۔ یہ اس وقت کی بات تھی جب ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جب خداوند عالم نے ان کے درمیان رسول کو معبوث فرمایا تو انہوں نے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا۔ ان کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کی ایک وجہ تکبر ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس رسول سے بہتر، بالاتر اور افضل سمجھتے تھے۔ ان کے تکبر اور نخوت نے انہیں تکذیب کرنے پر اکسایا۔ دوسری وجہ ان میں موجود بری چال ہے جس کے تحت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو شہید کرنے پر بھی ان کا اتفاق ہوا تھا[1]۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہربان ہونے کا حکم

☆ آیت ۴۵ میں اللہ کا اپنے بندوں پر مہربان ہونے کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر ان کے اعمال کو دیکھ کر وہ سزا دیتا تو شاید کوئی بھی نہ بچ پاتا۔ خداوند عالم انسان کے اعمال کو دیکھتے ہوئے ان کا مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کوئی بھی جاندار زندہ نہ بچتا لیکن خدا نے ایک معین مدت تک ڈھیل دی ہے اور جب وقت مقرر آپہنچے گا تو اس وقت ہر انسان خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دے گا، اس دن ظالم خسارہ اٹھانے والوں میں اور مومن فائدہ حاصل کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

کرہ ارض میں کون سا خطہ ہے جس میں ہر گھڑی بدترین جرائم کا ارتکاب نہیں ہوتا؟ انسانیت کا خون نہیں ہوتا؟ ہر طاقتور، کمزوروں کے ساتھ درندگی نہیں کرتا؟ عصمتیں نہیں لٹتیں؟ احکام الٰہی پامال نہیں ہوتے؟ ان جرائم کا اگر فوری مؤاخذہ کیا جائے تو روئے زمین پر کوئی ظالم زندہ نہ بچ پائے گا۔ ظالم کے نہ ہونے سے کوئی مظلوم بھی نہ ہوگا۔ مظلوم کے نہ ہونے کی

---

[1] ۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

وجہ سے انصاف کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ انحراف نہ ہونے کی وجہ سے ہدایت دہندہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ نتیجتاً زمین کی پشت پر کوئی انسان مکلف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ حلیم ہے، ان تمام جرائم و مظالم کے باوجود اپنی حکمت کے تحت ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔ یہ مہلت توبہ کرنے والوں کے لیے رحمت اور نافرمانی کرنے والوں کے لیے مزید عقوبت کا سبب ہے اور جب مہلت کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اس میں تقدیم و تاخیر ممکن نہیں ہے(۱)۔

فضائل و خصوصیات:

بہشتی دروازوں کی فریاد: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّورَةَ يُرِيدُ بِهَا مَا عِنْدَاللهِ تَعَالٰى نَادَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَكُلُّ بَابٍ يَقُولُ: هَلُمَّ اُدْخُلْ مِنِّي اِلَى الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ اَيُّهَا شَاءَ(۲)

جو شخص تقرب خداوندی کے ارادے سے اس سورے کی تلاوت کرے گا اس کے بارے میں قیامت کے دن بہشت کے آٹھ دروازے آواز بلند کریں گے کہ ہم سے گزر کر جنت میں جائے لیکن وہ جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہوگا۔

صالح دوست: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمَلَائِكَةِ دَعَتْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةُ اَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ اَنِ ادْخُلْ مِنْ اَيِّ الْاَبْوَابِ شِئْتَ(۳)

"جو شخص سورۂ فاطر کو پڑھے تو قیامت کے دن جنت کے دروازوں میں سے تین دروازے اسے اپنی طرف دعوت دیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ المستدرک الوسائل، ج ۳، ص ۳۳۶، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۱۷

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۳۶

سورۂ یٰسین کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ یٰسین

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
یٰسین	22,23	36	41	مکہ مکرمہ	83	05	3068	733

☆ سورۂ یٰسین موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چھتیسواں (۳۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اکتالیسواں (۴۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سور:

روایات معصومین علیہم السلام میں اس سورے کے کئی نام بیان ہوئے ہیں ان تمام اسماء میں سے مشہور نام ''یٰسین'' ہے اور ''یٰسین'' حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب میں سے بھی ہے۔

سورۂ یٰسین کے بعض مشہور اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قلب قرآن: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''ہر چیز کا ایک قلب ہوتا ہے اور قلب قرآن یٰسین ہے۔''(۱)

۲۔ ریحانۃ القرآن: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اپنے بچوں کو سورۂ یٰسین کی تعلیم دو کیونکہ یہ ''خوشبوئے قرآن'' ہے۔''(۲)

سورۂ یٰسین کے دیگر اسماء میں سے ایک نام ''دافعہ'' ہے کیونکہ یہ سورہ انسان کی زندگی سے برائیوں کو دور کرتی ہے۔ اسی طرح ایک نام اس کا ''معمہ'' بھی ہے چونکہ دنیا اور آخرت کی خیر و بھلائی اس میں جمع ہے۔ اس کے علاوہ اسے ''قاضیہ'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سورہ اپنے پڑھنے والے کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔(۳)

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ذیل سورہ

۲۔ امالی شیخ طوسیؒ، ج ۲، ص ۲۹۰

۳۔ تفسیر مجمع البیان، ذیل سورہ

منتخب موضوعات:

۱۔ رسول کی رسالت کی حقانیت کا بیان	۲۔ امام مبین کا مصداق
۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین نمائندوں کا تذکرہ	۴۔ دعوت فکر
۵۔ کائنات کا نظام	۶۔ تدبیر کائنات
۷۔ قیامت کے بعض حالات	۸۔ لمبی عمر
۹۔ رسول کے شاعر ہونے کی تردید	۱۰۔ قرآن مجید ناصح اور تنبیہ کرنے والا
۱۱۔ چوپایوں کا ذکر	۱۲۔ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جانا
۱۳۔ بادشاہت صرف اللہ کے لئے	۱۴۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ یٰسین وہ مبارک سورہ ہے جسے روایات میں قلب قرآن یعنی قرآن کے دل سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی تلاوت کرنے والے سے دنیا وآخرت کی خیر کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ تلاوت صرف برائے تلاوت نہ ہو بلکہ اس عہد الٰہی کو بھی یاد رکھے جو اس کی فطرت سے لیا گیا ہے کہ وہ شیطان کی عبادت نہیں کرے گا اور راہ خدا سے انحراف نہیں کرے گا۔

رسول کی رسالت کی حقانیت کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۱۲ تک کی آیات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے متعلق ہیں جن کے مطابق اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے برحق ہونے پر قرآن مجید کی قسم اس لئے کھا رہا ہے کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا ایک معجزہ ہے اور یہ قرآن آپ کی رسالت کی حقانیت کا ثبوت ہے اور ناقابل تردید حقائق پر مشتمل ایک مکمل دستور پیش کرنے والا یقیناً اللہ کا نمائندہ ہی ہوگا۔ پس جب آپ رسول برحق ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ بھی صراط مستقیم ہے کہ بھٹکے ہوئے انسان کو جس راستہ کی طرف ہدایت کی ضرورت تھی آپ بالکل اسی راستہ کو دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے۔

قرآن مجید جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کی گواہی دے رہا ہے وہ ایک حکیم اور رحیم پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قوم کی تنبیہ کریں جس کے باپ دادا کو تنبیہ نہیں کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر لوگوں کے قریبی آباؤ اجداد کی تنبیہ نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کی تنبیہ نہ ہونے کی وجہ نذیر کا نہ ہونا نہیں بلکہ وہ تحریفات اور خیانتیں ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تنبیہ ان تک نہیں پہنچی۔ یہ

''فترت'' کے دوران کی بات ہے، فترت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی نبی معبوث نہیں ہوا۔ حضرت عیسیٰ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ رہا جس میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا[1]۔

ان آیات میں کفار و مشرکین کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر پر قرآن کی آیات کی تلاوت کا کوئی اثر نہیں ہوگا ایسے لوگوں کے لئے خداوند عالم کی طرف سے شدید عذاب اٹل ہو چکا ہے لہٰذا جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان کی ہٹ دھرمی اور نخوت و تکبر کو ہم ان کی گردن کا طوق بنائیں گے جس سے ان کے سر و گردن اوپر کی طرف اٹھے ہوئے ہوں گے، نہ صرف یہ کہ سامنے کا راستہ نہیں دیکھ پائیں گے بلکہ اپنے جسم تک کو بھی نہیں دیکھ سکیں گے کہ ان کے جسم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ گمراہی کی تاریکی میں اس طرح مبتلا ہیں جس طرح کوئی شخص ایک حصار میں بند ہو، نہ آگے کا راستہ دکھائی دیتا ہے، نہ منزل کی طرف واپس آنے کا راستہ نظر آتا ہے، نہ گزشتہ اقوام کے سبق آموز واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ آنے والے خطرات سے بچنے کا کوئی چارہ سوچتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفاقی پیغام کو قبول کرنے کی صلاحیت صرف ان افراد میں پائی جاتی ہے کہ جن میں قرآن کی پیروی کرنے کی صلاحیت موجود ہو یا نصیحت پر کان دھرنے کی قابلیت ہو، ایسے باضمیر لوگوں کو تنبیہ کی جائے تو وہ ان کی تنبیہ و نصائح سے اثر لیں گے۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا دل خوف خدا میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ ان کی فطرت ابھی بیدار ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں مغفرت اور قابل ستائش اجر ہے۔

ان دونوں گروہوں کے تذکرے کے بعد خداوند عالم نے حیات بعد الموت کے منظر کو یوں بیان کیا ہے: ہم ان سب اعمال کو لکھتے ہیں جو وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو آثار پیچھے چھوڑ جاتے ہیں خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، ہم نے ہر شے کو امام مبین میں جمع کر دیا ہے۔ جو آثار انسان چھوڑ جاتا ہے ان میں سے صدقہ جاریہ بھی ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان کے نامہ اعمال میں ثبت ہوتا رہتا ہے جیسا کہ روایات میں بیان ہوا ہے کہ ''ابن آدم جب وفات پاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے (اس کی فائل بند ہو جاتی ہے) سوائے تین چیزوں کے: علم چھوڑ جائے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ نیک اولاد

---

[1] ۔ بلاغ القرآن، ص ۵۹۲

چھوڑ جائے جو اس کے لئے دعا اور نیک اعمال کرتی رہے یا ایسا صدقہ چھوڑ جائے جو اس کے مرنے کے بعد جاری رہے(۱)۔

امام مبین کا مصداق

بعض روایات کے مطابق آیت ۱۲ میں امام مبین سے ائمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں جنہیں خداوند عالم نے اپنے علوم کا خزانہ اور اپنی مشیت کا محل قرار دیا ہے(۲)۔ حضرت امام علی علیہ السلام کی حدیث ہے کہ "قسم بخدا میں ہی امام مبین ہوں حق کو باطل سے جدا کرنے والا میں ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثت میں لیا ہے(۳)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین نمائندوں کا تذکرہ

☆ آیت ۱۳ سے ۲۹ تک کی تمام آیات ان تین رسولوں سے متعلق ہیں جو ایک بستی کی طرف بھیجے گئے تا کہ وہ بت پرست معاشرے کو توحید کی دعوت دیں۔ ان آیات میں خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار و مشرکین مکہ سے بستی والوں کا واقعہ بیان کیجئے۔ ذیل میں ہم اس واقعہ کو مختصر الفاظ میں بیان کریں گے:

جب انطاکیہ والوں کی گمراہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو نمائندوں یوحنا اور یونس کو ان کی طرف ہدایت کی ذمہ داری دے کر روانہ کیا۔ جب یہ دونوں انطاکیہ شہر کے قریب پہنچے تو ایک بزرگ آدمی "حبیب نجار" کو دیکھا۔ سلام واحوال پرسی کے بعد حبیب نجار نے ان دونوں رسولوں سے پوچھا کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس شہر کے رہنے والوں کو بتوں کی پرستش سے روکنے پر مامور ہیں۔ حبیب نجار نے کہا کہ کیا اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم دعا کر کے بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرا لڑکا کافی عرصہ سے بیمار ہے اور تمام اطباء نے اس کے علاج سے جواب دیدیا ہے اگر تم لوگ اسے شفا دے کر ٹھیک کر دو تو میں تمہارے اوپر ایمان لے آؤں گا۔ حبیب نجار اپنے لڑکے کو لے آیا، ان رسولوں کی دعا کی برکت سے خداوند عالم نے اس لڑکے کو شفا عطا فرمائی۔

اس کے بعد یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے اور کسی طرح بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے اور بادشاہ کو توحید پرستی کی دعوت دی۔ بادشاہ نے کہا کہ ابھی تم لوگ ٹھہر جاؤ میں اس مسئلہ میں غور کروں گا۔ یہ دونوں شہر کے لوگوں کی ہدایت کی طرف مشغول ہوئے۔ ایک دن بادشاہ کی سواری جارہی تھی کہ ان حضرات نے تکبیر کی آواز بلند کی جو بادشاہ کو بری معلوم ہوئی

۱۔ صحیح مسلم۔ مستدرک الوسائل باب اقمۃ السنن، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ یٰسین

۲۔ انوار القرآن، ص ۸۸۷

۳۔ ینابیع المودۃ، طبع استنبول، بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۵۹۳

اور اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو بت خانہ میں قید کر دیا جائے۔

ان دونوں رسولوں کے قید کی خبر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے حضرت شمعون کو انطاکیہ روانہ کیا جو آپ کے خلیفہ اور تمام حواریوں کے سردار تھے۔ جب شمعون انطاکیہ شہر کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہنا شروع کیا کہ میں اس شہر میں اس لئے آیا ہوں تاکہ بادشاہ کے خدا کی پرستش کروں (یاد رہے کہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ بادشاہ جس معبود کی پرستش کرتا ہے وہ اس کی عبادت کریں گے بلکہ یہاں ان کا مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کا جو حقیقی خدا ہے وہ ان کی عبادت کریں گے) انہیں عزت واحترام کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں لایا گیا۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ میں بت خانہ میں عبادت کرنا چاہتا ہوں اس بہانے سے حضرت شمعون نے اپنے ساتھیوں سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ میں تمہیں بلواؤں گا مگر آشنائی کا اظہار نہ کرنا۔ اس کے بعد حضرت شمعون برابر بادشاہ کے پاس آتے جاتے تھے یہاں تک کہ بادشاہ کو ان سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہوگیا۔ ایک دن موقع پا کر کہنے لگے کہ اس بت خانہ میں موجود دو اجنبی کون ہیں؟ بادشاہ نے کہا: وہ دونوں ایک نئے دین کا پیغام لے کر آئے ہیں اس وجہ سے انہیں قید کر دیا گیا ہے۔ حضرت شمعون نے کہا کہ ان کو بلا کر پوچھنا چاہیے کہ آخر وہ کیا کہتے ہیں، غرض وہ بلائے گئے۔ جب بادشاہ کے سامنے انہوں نے اپنا مدعا اور معجزوں کو بیان کیا تو پہلے ایک شخص کو بلایا گیا جس کی آنکھوں کے نشان بھی نہ تھے۔ حضرت شمعون کی فرمائش پر ان دونوں نے دعا کی تو شگاف ہوگیا اور آنکھوں کا نشان بن گیا پھر دو ڈھیلے مٹی کے رکھ دیئے تو آنکھیں بن گئیں۔ تب حضرت شمعون نے پوچھا کہ تمہارے خدا میں مزید کیا قدرت ہے؟ وہ بولے کہ ہمارا خدا مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ شمعون نے کہا بھلا بادشاہ کے بیٹے کو جسے مرے ہوئے ایک عرصہ ہوا ہے زندہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ غرض وہ دونوں اس کی قبر پر گئے اور دعا کی تو بادشاہ کا بیٹا زندہ ہوگیا اور اس نے یہ بیان دیا کہ فلاں فلاں شکل وصورت کے لوگوں کی دعا سے میں زندہ ہوا ہوں پھر اس نے دونوں کو پہچان بھی لیا۔ اس وقت ان دونوں کی بہت عزت کی گئی اور ایک روایت کے مطابق بادشاہ بھی ایمان لے آیا مگر دوسرے لوگوں نے ان کی ہدایات پر عمل نہیں کیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔

کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے رسولوں کو ستانا شروع کر دیا اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ تم لوگ اللہ کے رسول نہیں ہو بلکہ ہمارے جیسے عام انسان ہو لہٰذا تم اپنی رسالت کے دعویٰ میں جھوٹے ہو، اگر تم اپنی اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے۔ بستی والوں کی طرف سے اذیتوں کے جواب میں ان رسولوں نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہم اسی کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ ہماری ذمہ داری تو صرف پیغام پہنچانا

ہے۔ ہاں یاد رکھو کہ تم اپنی حد سے تجاوز کرنے والے ہو جس کی وجہ سے تم عذاب الٰہی کے مستحق قرار پاؤ گے(۱)۔
بدقسمتی سے یہی روش بعض مسلمانوں میں بھی موجود ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح کا بشر قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت پر غور کرنا لازم ہے۔ ان لوگوں نے رسول کو اپنا جیسا بشر قرآن مجید کی ایک آیت کے ایک حصے سے سمجھا ہے، جس میں ہے کہ "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ میں بھی تمہاری طرح ہی ایک بشر ہوں مجھ پر وحی کی گئی ہے۔۔۔" ان لوگوں نے آیت کے پہلے حصے کو پکڑ لیا اور کہا کہ رسول ہماری طرح کے بشر ہے یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی اس آیت سے استدلال کرے جس میں نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے منع کیا گیا ہے۔
حبیب نجار نے لوگوں کو ان رسولوں کو ستانے سے منع کیا اور انہیں ان رسولوں کی پیروی کا حکم دیا جو لوگوں سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتے۔ حبیب نجار کی یہ باتیں سن کر لوگوں نے اسے اتنے پتھر مارے کہ وہ شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی فرشتوں نے انہیں جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ بظاہر یہ عالم برزخ کی جنت ہے، جیسے شہداء کے لئے برزخی حیات ورزق ہے۔ حبیب نجار اپنی شہادت کے بعد جب جنت میں داخل ہوتے ہیں اور جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر فوراً اپنی منکر قوم کے انجام بد کا خیال آتا ہے اور آرزو کرتے ہیں کہ کاش میری قوم کو علم ہوتا کہ حیات اخروی کی سعادت ان مرسلین کی باتوں پر ایمان لانے میں ہے۔ کاش میری قوم کو اس بات کا بھی علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت واکرام والوں میں شامل کر دیا ہے(۲)۔
حبیب نجار کی شہادت کے بعد اس قوم پر خداوند عالم کا غضب نازل ہوا، پہلے انہیں قحط کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد ایک چنگھاڑ کی آواز آئی اور ایک ایسی بجلی گری کہ ساری کی ساری بستی تباہ و برباد ہو گئی۔

دعوت فکر

☆ آیت ۳۰ سے ۳۵ تک کی آیات دعوت فکر دے رہی ہیں کہ اے اہل مکہ! اس بستی والوں کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو جن لوگوں نے ہمارے رسولوں کا مذاق اڑایا، وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن ان سب کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ اللہ ہی وہ ہے جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس سے غلہ پیدا کرتا ہے جسے یہ کھاتے ہیں اور اسی زمین میں ہی اللہ نے کھجور اور انگوروں کے باغ بنائے اور کچھ چشمے جاری کئے تاکہ وہ اس کے

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیات مورد بحث

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

پھلوں سے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائیں تو کیا اب بھی مقام شکر نہیں ہے؟

ان آیات میں خداوند عالم نے منکرین توحید اور منکرین معاد کو بہترین انداز میں جواب دیا ہے کہ وہ خدا جو مردہ زمین کو زندہ کر کے اس کے اندر سے دانہ نکال سکتا ہے اور اس دانہ کو تم اپنی خوارک بناتے ہو کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہوگا کہ قیامت کے دن دوبارہ تمہیں زندہ کرے۔

کائنات کا نظام

☆ آیت ۳۶ کے مطابق ساری کائنات زوجیت (جوڑے جوڑے پیدا ہونے) کے نظام پر قائم ہے۔ مسئلہ زوجیت توحید کے حق میں ایک اور استدلال ہے جس کی بدولت یہ ساری کائنات وجود میں آئی ہے۔ کائنات کی خلقت میں حکمت و صناعی کی ایسی باریکیاں اور پیچیدگیاں موجود ہیں اور اس کے اندر ہر دو زوجین کے درمیان ایسی مناسبتیں پائی جاتی ہیں کہ صاحب عقل اس چیز کو ایک اتفاقی حادثہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ مختلف خداؤں نے ان بے شمار ازواج کو پیدا کر کے ان کے درمیان حکمت کے ساتھ جوڑے لگائے ہوں۔ ازواج کا ایک دوسرے کے لیے جوڑے ہونا اور ان کے ازدواج سے نئی چیزوں کا پیدا ہونا خود وحدت خالق کی واضح دلیل ہے(۱)۔

تدبیر کائنات

☆ آیت ۳۷ سے ۴۴ تک کی تمام آیات کا تعلق بھی تدبیر کائنات سے ہے کہ جہاں دن کی ضرورت ہے وہاں پر رات کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرح سورج اپنے مقررہ ٹھکانہ کی طرف چلا جا رہا ہے اور چاند کے لئے بھی منزلیں مقرر کی ہیں۔ چاند اور سورج میں سے ہر ایک کی راہیں معین کر دی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے مدار جدا جدا ہیں نہ سورج چاند کے مدار میں آسکتا ہے نہ چاند سورج کے مدار میں داخل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تدبیری نشانیوں میں سے ایک نشانی اور دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی نسلوں کو ایک کشتی کے ذریعے محفوظ فرمایا۔ بعض مفسرین کے بقول یہ طوفان نوح کی طرف اشارہ ہے کہ اس طوفان سے انسانی نسل کو نابودی کا خطرہ تھا۔ ایک بھری کشتی کے ذریعے اسے بچایا(۲)۔ اگر ہم چاہتے تو اس کشتی والوں کو غرق کر دیتے پھر ان کی فریاد سننے والا یا ان کی مدد کو آنے والا کوئی بھی نہ تھا۔

۱۔ تفہیم القرآن، ج ۴، تفسیر آیت سورہ بحث

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۱۳ سورۂ مورد بحث

قیامت کے بعض حالات

☆ آیت ۴۵ سے ۶۷ تک کی آیات میں قیامت کے آنے کی کیفیت، اہل جنت کا حال اور مجرم اور گناہ گار افراد پر ہونے والے عذاب کا بیان ہے۔

کفار مکہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اختلافی مسائل میں سے اہم مسئلہ توحید کا تھا جس کو بیان کیا گیا۔ دوسرا اہم مسئلہ آخرت کا تھا۔ اس کے متعلق عقلی دلائل آگے چل کر خاتمہ کلام پر دیئے جائیں گے۔ مگر دلائل دینے سے پہلے یہاں پر اس مسئلے کو سامنے رکھ کر عالم آخرت کا ایک عبرتناک نقشہ ان کے سامنے کھینچا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ گناہ سے بچو تا کہ اس عذاب سے محفوظ رہو جو تمہارے پیچھے قیامت کے دن آنے والا ہے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کفار یہ کہتے ہیں کہ ہم ان غریبوں کو کیوں کھلائیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ یہ صرف کفار مکہ کا نظریہ نہیں بلکہ اہل دولت میں سے اکثر کا نظریہ یہی ہے کہ خدا نے نہیں چاہا کہ انہیں خوراک دیں، ان غریبوں کو مال و دولت ہم کیوں دیں؟ یاد رکھیں کہ خداوند عالم بعض لوگوں کو دولت دے کر آزماتا ہے اور بعض سے لے کر آزماتا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ جن کو خدا نے عطا کیا ہے وہ اس کے عطا کردہ رزق میں سے راہ خدا میں کتنا خرچ کرتے ہیں اور جن سے لیا گیا ہے ان کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ مشکلات میں بھی خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے ہر حال میں شکر خداوندی بجالاتے ہیں یا نہیں؟

کفار غریب مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم جس قیامت کی بات کرتے ہو اس کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ خداوند عالم نے کفار کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت ایسی نہیں ہوگی کہ آہستہ آہستہ آجائے بلکہ دفعتاً ایسے آئے گی جب لوگ دنیا کی محبت میں غرق ہو کر اللہ اور آخرت کو بھولے ہوئے ہوں گے، اس وقت اچانک ایک صور پھونکا جائے گا جس سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ پہلا صور ہوگا جس کے بعد تمام کائنات ختم ہو جائے گی اس کے بعد ایک اور صور پھونکا جائے گا جس کے بعد سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ اس دن کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ دنیا میں جیسا اس نے عمل کیا ہے ایسا ہی اسے بدلہ دیا جائے گا۔

میدان قیامت میں جب حساب و کتاب کا مرحلہ مکمل ہوگا اس وقت جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک اعمال انجام دیئے ہیں انہیں ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جس میں کیف و سرور ہوگا، وہ اور ان کی ازواج باغات کے سایہ میں مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کے لئے ہر قسم کے میوے اور ان کی مطلوبہ چیزیں موجود ہوں گی اور ان پر

اس مہربان اور پاک پروردگار کی طرف سے سلام بھیجا جائے گا۔
قیامت کے دن جو مجرم ہوں گے وہ الگ کر دیئے جائیں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے شیطان کی عبادت نہ کرنے کا عہد کیا تھا اور یہ عہد کیا تھا کہ صرف اللہ کی ہی عبادت کریں گے لیکن بہت سے لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اب جبکہ تم نے اس عہد کو بھلا دیا ہے تو اس جہنم میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ جو تمہارے اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ آج کے دن کسی گواہ یا شہادت کی ضرورت نہ ہوگی، آج زبان سے بولنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ اعضاء و جوارح میں سے ہر عضو اس عمل کے بارے میں گواہی دے گا جو اس سے متعلق ہے۔
لہٰذا قیامت کا دن آنے سے پہلے انسان کو ہوش میں آنا چاہیے کیونکہ انسان ایک بہت ہی کمزور مخلوق ہے، اگر خدا چاہے تو انسان کی آنکھوں سے بصارت اور پیروں سے چلنے کی طاقت کو سلب کر سکتا ہے اگر خداوند عالم ایسا کرے تو پھر انسان کو اپنی طاقت اور قدرت کا اندازہ ہو جائے گا۔

لمبی عمر

☆ آیت ۶۸ کے مطابق جس انسان کی عمر لمبی ہوتی ہے وہ جسمانی اعتبار سے دوبارہ ناتوانی اور کمزوری کی طرف پلٹ جاتا ہے پھر اس کی حالت بھی اس دودھ پیتے بچے کی طرح ہو جاتی ہے جو کھانے پینے اور چلنے پھرنے میں حتیٰ کہ رفع حاجت کے لئے بھی دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔

رسول کے شاعر ہونے کی تردید

☆ آیت ۶۹ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر ہونے کی تردید کی گئی ہے۔ اس الزام کا تعلق قرآن مجید سے ہے اور قرآن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اہل زبان عرب، قرآن سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے لہٰذا منکرین کا زیادہ زور اس بات پر تھا کہ قرآن کلام اللہ نہیں بلکہ شاعرانہ کلام ہے۔ اس الزام کی تردید میں اللہ نے فرمایا کہ یہ قرآن شاعرانہ کلام نہیں ہے۔ اس کا اسلوب شعری نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں سیکھا اور اللہ نے اپنے رسول کو شعر سکھایا ہی نہیں بلکہ یہ کتاب ذکر و نصیحت ہے، ابدی سعادت کی طرف دعوت دیتی ہے، حقائق کی نشاندہی کرتی ہے کسی دوسرے کلام میں یہ خصوصیت نہیں ملتی۔ یہ قرآن ہے، یہ وہ کتاب ہے جو پڑھی جائے گی، کسی زمانے میں اس کی تلاوت متروک نہیں ہوگی، اس کی قرائت پرانی نہیں ہوگی اور اسے بار بار پڑھنے سے ذہن خستہ نہ ہوگا (۱)۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

قرآن مجید ناصح اور تنبیہ کرنے والا

☆ آیت ۷۰ کے مطابق قرآن ناصح اور متنبہ کرنے والا ہے۔ مگر صرف انہی لوگوں کے لئے جن کے دل زندہ ہیں اور وہ نصیحت کا اثر قبول کرنے والے ہیں۔ زندہ دل والوں کی علامت یہ ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یا اسے سنتے ہیں تو مکمل توجہ کے ساتھ سنتے ہیں اور خوف خدا سے ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ پس وہ نصیحت قبول کرنے والے اور خداوند عالم کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دل مردہ ہیں اور وہ قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں قرآن ان کو متنبہ کرتا ہے تاکہ بعد میں وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس کوئی ہدایت نہیں پہنچی تھی ورنہ ہم باز آجاتے۔ لہٰذا قرآن مجید نے منکرین کو متنبہ کرکے اتمام حجت کردیا، اب اس کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

چوپایوں کا ذکر

☆ آیت ۷۱ سے ۷۳ تک میں خداوند عالم اپنی نعمات میں سے ایک نعمت ''چوپایوں'' کا ذکر کررہا ہے کہ یہ سارے جانور ہماری ہی مخلوق ہیں اور ان میں جو بھی خوبیاں دیکھ رہے ہو کہ جب تک زندہ رہیں دودھ دیں اور ذبح ہوجائیں تو ان کا گوشت کھایا جاسکے اور جسم کے فاضل اجزاء اون، بال وغیرہ بھی انسان کے کام آئیں، اس کی کھال اتار دی جائے تو مختلف کاموں میں استعمال ہو یہ سب ہمارے ہی ہاتھوں (دست قدرت) کی کارگیری کا نتیجہ ہے۔ اے انسان اب بھی تو ہماری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیوں نہیں کرتا؟

قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جانا

☆ آیت ۷۷ سے ۸۲ تک کی آیات قیامت کے دن انسان کو دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں ہیں۔ روایات میں بیان ہوا ہے کہ ابی ابن خلف ملعون ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لئے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت قریش کے بڑے بڑے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ غرض اس نے ہڈی کو ہاتھ سے چور چور کرکے ہوا میں اڑا دیا اور گستاخانہ انداز میں کہنے لگا کہ بھلا وہ کون ہے جو ان ریزوں کو جمع کرکے دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے اس کی اس جسارت کے جواب میں فرمایا کہ خدا زندہ کرے گا اور تمہیں واصل جہنم کرے گا[1] تمام چیزوں کو دوبارہ زندہ وہ خدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ خاک سے وجود بخشا تھا اس کو دوبارہ وہ خدا زندہ کرے گا جو ہرے بھرے درختوں سے آگ پیدا کرتا ہے اور اس آگ کو تم سلگاتے ہو۔ جس ذات نے آسمانوں اور

1۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، حاشیہ آیات سورہ بحث

زمین پر مشتمل ایک کائنات بنائی ہے اسے اعادۂ حیات میں کیا مشکل پیش آسکتی ہے؟ جب کہ کائنات کی تخلیق کے مقابلے میں انسان کی تخلیق کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ میرا اللہ وہ ہے جو کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس سے کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کرلیتا ہے تو صرف ارادے سے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ ارادے سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ لفظ "کُن یعنی ہوجا" کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ ایجاد سے پہلے کوئی مخاطب نہیں ہوتا جس سے کُن کا خطاب کیا جائے۔ بنابرایں کُن انسان کو سمجھانے کے لئے ایک لفظی تعبیر ہے جو عالم ایجاد کی باتوں کو تمثیلی تعبیر کے بغیر سمجھنے سے قاصر ہے[۱]۔

بادشاہت صرف اللہ کے لئے ہے

☆ آیت ۸۳ کے مطابق ہر قسم کی سلطنت اور بادشاہت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی حقیقی ملکیت اللہ کی ہے اور اللہ اس پر ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے۔ اس کی مرضی ہے جسے چاہے وہ وجود بخشے، جسے چاہے ختم کرے اور جب چاہے دوبارہ زندہ کرے وہ پروردگار پاک و پاکیزہ ہے اور ہر شیء کو اسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

قرآن کا دل: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰسٓ [۲]

ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے۔

بارہ ختم قرآن مجید کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يٰسٓ يُرِيدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَأُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً [۳]

جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر اس سورے کی تلاوت کرے گا اسے بارگاہ الٰہی سے بارہ مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۲۳

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۲۳

سورۂ صافات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ صافات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
صافات	23	37	56	مکہ مکرمہ	182	05	3903	866

☆ **سورۂ صافات** موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا سینتیسواں (۳۷) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چھپنواں (۵۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ صافات" رکھا گیا ہے جس میں صفیں باندھنے والوں کا ذکر موجود ہے۔ اور صافات عربی میں صفیں باندھنے والوں کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اللہ کا فرشتوں کے تین گروہوں کی قسم کھانا	۲۔ محبت اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا جائے گا!
۳۔ مخلصین کو ملنے والی جنتی نعمتیں	۴۔ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان رابطہ
۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ	۶۔ حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا ذکر
۷۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	۸۔ واقعہ ذبح اسماعیل علیہ السلام
۹۔ حضرت اسحاق علیہ السلام	۱۰۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تذکرہ
۱۱۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ	۱۲۔ آل یاسین کا ذکر
۱۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ	۱۴۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر
۱۵۔ فرشتوں اور جنات کے بارے میں مشرکین کا نظریہ	۱۶۔ مشرکین مکہ کی دوغلی پالیسی
۱۷۔ پروردگار عالم کا اپنے رسولوں سے حتمی وعدہ	۱۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

یہ قرآن مجید کا پہلا سورہ ہے جس کا آغاز قسم سے ہو رہا ہے۔ اس کی پر معنی اور فکر انگیز قسمیں انسان کی فکر کو اپنے ساتھ اس جہان کے مختلف گوشوں کی طرف کھینچ لے جاتی ہیں اور حقائق قبول کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ خدا سب سے بڑھا سچا ہے اور اسے قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، علاوہ ازیں اگر قسم مومنین کے لئے ہو تو وہ قسم کے بغیر بھی سر تسلیم خم کے ہوئے ہیں اور اگر منکرین کے لئے ہے تو وہ خدا کی قسموں پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔

لیکن قرآن کی تمام آیات میں جن سے اس کے بعد ہمیں کبھی کبھی واسطہ پڑے گا، دو نکات کی طرف توجہ کرنے سے قسم کا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

پہلا: یہ کہ قسم ہمیشہ قابل قدر اور اہم امور کے بارے میں کھائی جاتی ہے۔ اس بناء پر قرآنی قسمیں ان امور کی عظمت اور اہمیت کی دلیل ہیں جن کی قسم کھائی گئی ہے اور یہی امر "مقسم بہ" یعنی "وہ چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے" کے بارے میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کا سبب بنتا ہے، ایسا غور و فکر جو انسان کو نئے حقائق سے آشنا کرتا ہے۔

دوسرا: یہ کہ قسم ہمیشہ تاکید کے لئے ہوتی ہے اور اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ جن امور کے لئے قسم کھائی جا رہی ہے ان کے بارے میں تاکید شدید ہے۔ اس سے کے علاوہ جب کہنے والا اپنی بات کو دو ٹوک طریقے سے بیان کرتا ہے تو نفسیاتی طور پر سننے والے کے دل پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا قرآن کی ہر "قسم" مومنین کو زیادہ قوی اور منکرین کو زیادہ نرم کر دیتی ہے۔

اللہ کا فرشتوں کے تین گروہوں کی قسم کھانا

☆ آیت ۱ سے ۴ تک میں خداوند عالم نے فرشتوں کے تین گروہوں کی قسم کھانے کے بعد واضح کر دیا ہے کہ بے شک تمہارا خدا صرف ایک ہی اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، یہ وہی واحد اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجودات کو ایک تدبیر کے ساتھ چلا رہا ہے اور ان موجودات کا رب اور مالک ہے۔ ان آیات سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کی وحدانیت پر تمام کائنات کا نظام شاہد ہے۔ خداوند عالم نے فرشتوں کے جن تین گروہوں کی قسم کھائی ہے وہ یہ ہیں:

پہلا گروہ: فرشتوں کی وہ جماعت جو صف بستہ عبادت میں کھڑی ہے۔

دوسرا گروہ: فرشتوں کی وہ جماعت جو سختی سے جھڑکی دینے والی ہے۔ شیطانوں کو بھگانے والی یا انسان کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے ہر قسم کے خطرات کو دور کرنے والی ہے۔

تیسرا گروہ: فرشتوں کی وہ جماعت جو ذکر کی تلاوت کرتی ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق یہ وہ فرشتے ہیں جو وحی الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں اور رسولوں کے لئے تلاوت کرتے ہیں۔

محبت اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا جائے گا!

☆ آیت ۲۴ کے بارے میں روایات میں ذکر ہوا ہے کہ انسان سے میدان حشر میں محبت اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی ''صواعق محرقہ'' میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اہل محشر سے سوال کیا جائے گا(۱)۔

مخلصین کو ملنے والی جنتی نعمتیں

☆ آیت ۴۰ سے ۵۰ تک میں اللہ کے مخلص بندوں کو جنت میں دی جانے والی نعمتوں کا ذکر ہے، ان نعمتوں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہیں:

- انہیں تازہ میوے دیئے جائیں گے۔
- وہ عزت واحترام سے بھرے ہوئے باغات میں رہیں گے۔
- وہ سب آپس میں آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے اور تنہائی کی کوئی وحشت سے دوچار نہ ہوں گے۔
- ان کے گرد شراب طہور کا دور چل رہا ہوگا۔
- ان کی شراب صاف شفاف اور لذتوں کی حامل ہوگی۔
- ان کی شراب میں دردسر کا کوئی تاثر نہ ہوگا اور نہ دیوانگی اور مدہوشی کا نام ونشان ہوگا۔
- ان کے گرد ایسی حوریں ہوں گی جن کی نگاہیں ان کے شوہروں تک محدود ہوں گی اور نامحرموں پر نگاہ کرنے سے آشنا نہ ہوں گی۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۸۰۲

- ان حوروں کی آنکھیں بہت ہی کشادہ ہوں گی۔
- ان حوروں کے رخساروں کا رنگ ایسا ہوگا جیسے انڈے چھپا کر رکھے گئے ہوں۔

واضح رہے کہ جنت میں اگر مردوں کے لئے پوشیدہ انڈوں جیسی حوریں ہوں گی تو عورتوں کے لئے بکھرے ہوئے موتیوں جیسے غلمان بھی ہوں گے اور اس طرح کوئی صاحب کردار نعمت جنت سے محروم نہ رہے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت (۱)۔

اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان رابطہ

☆ آیت ۵۱ سے ۷۴ تک کی آیات میں سب سے پہلے اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان رابطہ کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اس کے بعد ظالمین اور گنہگاروں کی غذا بیان کی گئی ہے۔

اہل جنت باہمی گفتگو میں مصروف ہوں گے۔ اسی دوران ایک جنتی مومن اپنی دنیاوی زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک کافر ساتھی کا ذکر چھیڑے گا جو اس بات پر اس کا مذاق اڑاتا تھا کہ وہ مؤمن قیامت اور حیات بعد از موت کا معتقد ہے اور وہ کافر اسی بات کی رٹ لگاتا تھا جو ہر کافر اور منکر لگاتا ہے کہ جب ہم خاک ہو جائیں گے تو کسی جزا و سزا کے لئے کیسے اٹھائے جائیں گے۔ اس وقت جب جنتی اپنے دنیا کے کافر ساتھی کو جہنم کے درمیان دیکھے گا تو اس سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ قسم بخدا قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اگر میرے رب کا احسان شامل حال نہ ہوتا تو آج میں بھی یقیناً تمہارے ساتھ ہوتا۔ جنتی اپنے اس دوزخی ساتھی سے کہے گا کہ کیا تو دنیا میں نہیں کہا کرتا تھا کہ ہم صرف ایک بار مریں گے اور مرنے کے بعد ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اب تجھے معلوم ہوا تیری یہ باتیں درست نہیں تھیں۔

پس جب تم نے دنیا میں خداوند عالم کے احکام کو نظر انداز کیا تو تمہاری مہمانی کے واسطے جہنم میں تھوہر (کیکٹس) کا درخت رکھا گیا ہے، اس کے پھل ایسے بدنما ہیں جیسے شیطانوں کے سر ہوں، جہنمی اسی کو کھائیں گے اور ان کے پینے کے لئے گرم گرم پانی ہوگا جس میں پیپ جیسی گندی چیزوں کی ملاوٹ ہوگی۔ جہنم ان کا ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا۔ یہ لوگ جہنم کے مستحق اس لئے ہوئے کہ انہوں نے اپنے گمراہ آباء واجداد کی پیروی کی اور ان کے گمراہ راستے کو اپنائے رکھا۔ جب کوئی اللہ کا نمائندہ انہیں ان کے اعمال سے ڈراتا تھا تو وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی بات کو نہیں مانتے تھے لہٰذا، آج نہ ماننے کا نتیجہ بھگتو اور ہمیشہ کے لئے اللہ کے شدید عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

۱- بلاغ القرآن، ص ۹۰۱

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۷۵ سے ۸۲ تک میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی ہدایت سے مایوس ہوکر بارگاہ خداوندی میں عذاب کی درخواست کی تو خداوند عالم نے بھی ان کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے علاوہ باقی سب کو غرق کردیا اور نوح علیہ السلام کی ذریت کو دنیا میں باقی رکھا۔ خداوند عالم نے حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجا اور فرمایا کہ ہم احسان کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں کہ ان کا نام بعد میں آنے والوں کی زبانوں پر اچھے انداز میں جاری کرواتے ہیں۔ حضرت نوح کے تفصیلی حالات زندگی ''سورۂ ہود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا ذکر

☆ آیت ۸۳ سے ۱۱۳ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزندوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کی زندگی میں پیش آنے والے بعض واقعات کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان اور قوم کو خدائے واحد و یکتا کی عبادت کی طرف دعوت دی لیکن آپ کی قوم نے آپ کا انکار کیا۔ دوسرا اہم واقعہ یہ بیان ہوا ہے کہ ایک عید پر جب آپ کی قوم نے آپ کو عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کی دعوت دی تو آپ نے قوم سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یہاں پر بعض لوگ نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔ جھوٹ ایک نبی سے سرزد ہونا ممکن نہیں ہے لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس وقت آپ کی طبیعت ناساز ہو۔

جب قوم میدان میں عید منانے گئی تو آپ بت خانے میں داخل ہوئے اور آپ نے تمام بتوں کو توڑ دیا اس طرح آپ دنیائے انسانیت کی تاریخ کے پہلے انسان قرار پائے جنہوں نے بت شکنی کی تاریخ رقم کی۔ جب قوم نے واپس آکر بتوں کا حشر دیکھا تو بہت ہی غضبناک ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے لگی کہ کیا تو نے یہ حرکت کی ہے؟ اس موقع پر حضرت ابراہیم نے انہیں ایسا جواب دیا کہ اہل کفر لاجواب ہوگئے کہ: اے میری قوم! کیا تم ایسے کو پوجتے ہو جسے تم خود تراشتے ہو؟ یاد رکھو کہ ہر شیء کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان باتوں سے عاجز آکر آخر آپ کو آگ میں جلانے کا منصوبہ بنایا گیا لیکن جب آپ آگ میں ڈالے گئے تو وہ آگ حکم خدا سے گلزار بن گئی۔

آپ کی زندگی کا ایک اہم باب بڑھاپے کی منزل پر پہنچنے کے بعد پروردگار عالم کی بارگاہ میں طلب اولاد کے لئے دعا کرنا

ہے۔ آپ کی اس دعا کی طرف ان آیات میں اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کی: پروردگار! مجھے ایک صالح فرزند عطا فرما۔ خداوند عالم نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کو اسماعیل علیہ السلام جیسے صالح فرزند کی بشارت دی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ علیہا السلام کے بطن سے جب اولاد پیدا ہونے کی امید ختم ہوگئی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں اپنی کنیز ہاجرہ علیہا السلام کو بطور تحفہ عطا کیا تاکہ ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام شادی کریں اور صاحب اولاد ہوجائیں۔ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تقریباً "**۸۶ سال**" کی عمر میں ایک فرزند سے نوازا جس کا نام "اسماعیل" رکھا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ اور "**ذبیح اللہ**" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو نسوانی فطرت کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام، بی بی ہاجرہ علیہا السلام سے حسد کرنے لگیں جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں لے جا کر بسایا۔ جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام اس بنجر وادی میں پہنچے تو پانی کا نام ونشان نہ تھا خداوند عالم نے حضرت اسماعیل کے پاؤں کے نیچے سے پانی جاری کیا جسے "آب زمزم" کہا جاتا ہے۔ جب پانی کے آثار دیکھے گئے تو عرب کا ایک قبیلہ جرہم نے حضرت ہاجرہ کی اجازت سے اس سرزمین میں رہائش اختیار کی اس طرح مکہ کی سرزمین میں انسانی آبادی کا آغاز ہوگیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کیلئے فلسطین سے مکہ آتے رہتے تھے، جب تیسری مرتبہ آپ ملنے آئے تو اس وقت آبادی بہت بڑھ چکی تھی جسے دیکھ کر آپ خوشحال ہوئے۔ حضرت اسماعیل جب سن بلوغت کو پہنچے تو آپ کی شادی ہوئی اور حضرت اسماعیل جب بیس سال کی عمر کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا(۱)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانیوں میں سے ہے کہ آپ حضرت ابراہیم کے خواب کے نتیجہ میں بارگاہ خداوندی میں قربان ہونے کے لئے پیش ہوئے اور خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے پدر بزرگوار کی مدد کرتے رہے، یہ دونوں بہت ہی اہمیت کے حامل واقعات میں سے ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۴۴

واقعہ ذبح اسماعیل علیہ السلام

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو اللہ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے آپ اس پر عمل کریں انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹایا تو خدا کی طرف سے آواز آئی: اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں اور ہم نے اسے ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا ہے۔

مفسرین کا بیان ہے کہ خدا کی طرف سے ایک مینڈھا آ گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اسی قربانی کی یاد میں ہر سال مسلمان عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مدد سے مکے میں خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی اور اس طرح دنیا میں اللہ کا پہلا گھر تیار ہوا۔

خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا۔ بعض روایات کے مطابق اسلام کی یہ عظیم قربانی شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے[1]۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

انہی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت اسحاق کا بھی ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر جب سو سال کی ہوئی تو اللہ نے آپ کو اسحاق کی بھی بشارت سنائی جبکہ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ روایات کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پانچ سال چھوٹے تھے اور شام میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید میں تقریباً سترہ مرتبہ آپ کا ذکر آیا ہے۔

حضرت اسحاق جب سن بلوغت کو پہنچے تو بابل کی ایک مشہور شخصیت کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔ خداوند عالم نے آپ کو دو بیٹے عطا فرمائے ایک کا نام عیص رکھا گیا اور دوسرے کا نام یعقوب علیہ السلام رکھا گیا جو آپ کے وارث قرار پائے۔ آپ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کا ہی لقب اسرائیل تھا۔

جب حضرت اسحاق علیہ السلام چالیس سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو کنعان اور فلسطین کے علاقوں میں دین الٰہی کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری سونپی۔ آپ اپنی اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیتے

---

[1] انوار القرآن، ص ۹۰۶

رہے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا انتقال ہوا تو آپ منصب رسالت پر فائز ہوئے اور ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جوار میں دفنا دیا گیا(۱)۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۱۴ سے ۱۲۲ تک کی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ ہے جن میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا کہ انہیں اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی اور ان کی مدد کی جس کے نتیجہ میں وہ دنیا پر غالب آ گئے۔ ان پر ہمارا احسان یہ بھی ہے کہ ہم نے انہیں کتاب (توریت) عطا فرمائی اور ان دونوں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت فرمائی اور ان کا تذکرہ بعد میں آنے والی نسلوں تک کیلئے باقی رکھا۔ ہم اس طرح نیک عمل انجام دینے والوں کو اجر دیا کرتے ہیں اور ہمارا اسلام ہو موسیٰ اور ہارون پر بیشک وہ دونوں ہمارے نیک بندے اور ہمارے رسولوں میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی واقعات ''سورۂ اعراف'' اور حضرت ہارون علیہ السلام کے واقعات ''سورۂ طٰہٰ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۲۳ سے ۱۲۷ تک میں حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ آپ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔ بت پرستی کے خلاف آپ نے بہت کوشش کی لیکن بنی اسرائیل نے ان کی تکذیب کی اور بت پرستی پر قائم رہے بعض مفسرین کے مطابق حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے حکم سے ابھی تک زندہ ہیں۔

آل یاسین کا ذکر

☆ آیت ۱۳۰ میں ''آل یاسین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ آل یاسین سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل علیہم السلام ہیں کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک لقب یاسین ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۳۳ سے ۱۳۸ تک میں حضرت لوط علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کر کے اہل ایمان کو دعوت فکر دی گئی ہے کہ ہم نے لوط اور اس کی قوم کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے جو سرکشی پر اتر آئی تھی لہٰذا یاد رکھنا چاہیے کہ نبی سے رشتہ داری یا سیادت کا نسب انسان کو نجات دلانے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ میدان عمل میں ثابت قدم رہنے والے ہی قیامت کے دن کامیاب ہو جائیں گے۔ حضرت لوط کے تفصیلی واقعات ''سورۂ ہود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تاریخ انبیاء، حسین عماد زادہ، ص ۱۶۳، ۱۳۷ ۔ ترجمہ المیزان، برگزیدہ تفسیر نمونہ، سیمای الگوی پیامبران در قرآن کریم، تاریخ انبیاء رسول محلاتی

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر

☆ آیت ۱۳۹ سے ۱۴۸ تک کی آیات حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے آثار دیکھے تو ایک کشتی میں سوار ہو کر قوم سے دوری اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ مصلحت خداوندی دیکھیں کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی چلنے لگی تو کشتی اچانک ڈوبنے لگی۔ کشتی میں سوار لوگوں نے جب کشتی کو ڈوبتے دیکھا تو کہا کہ یقیناً اس کشتی میں کوئی گنہگار سوار ہے لہٰذا اسے کشتی سے باہر پھینک دیا جائے۔ یا ایک روایت کے مطابق لوگوں نے کہا کہ کشتی میں وزن زیادہ ہو گیا ہے لہٰذا کسی ایک آدمی کو کشتی سے پانی میں پھینکنا پڑے گا تاکہ ایک آدمی کی قربانی سے دوسرے لوگوں کی جان بچ جائے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قرعہ اندازی سے کام لیا گیا تو قرعہ حضرت یونس کے نام نکلا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ صورتحال دیکھی تو سمجھ گئے کہ میرا رب قوم کو تنہا چھوڑنے پر مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور وہ خود دریا میں کود گئے۔ جب دریا میں کودے تو حکم خدا سے ایک مچھلی نے اپنا منہ کھولا اور آپ اس مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ اس وقت آپ نے اپنے نفس کی ملامت کی کہ میں نے قوم کو عذاب میں دیکھ کر ان سے دوری اختیار کی، اب میرا بھی کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے تسبیح پروردگار اور استغفار شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں خداوند عالم نے آپ کو نجات دی۔ مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے اگل دیا تو خداوند عالم نے آپ کے سایہ کے لئے کدو کی بیل اگا دی۔ آپ نے اس کے پھل کو اپنی خوراک اور اس کے سایہ سے اپنے آپ کو دھوپ سے بچنے کا ذریعہ بنالیا۔ جب آپ واپس قوم میں آئے تو دیکھا کہ قوم خوش و خرم اپنی زندگی گزار رہی ہے۔ واضح رہے کہ قوم یونس کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ اس کا انجام توبہ کی وجہ سے خیر پر ہوا جبکہ گذشتہ تمام سرکش اقوام کا انجام تباہی اور بربادی کی شکل میں ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ ''سورۂ یونس'' میں ملاحظہ فرمائے۔

فرشتوں اور جنات کے بارے میں مشرکین کا نظریہ

☆ آیت ۱۴۹ سے ۱۶۶ تک کی آیات میں فرشتوں اور جنات کے بارے میں مشرکین کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ اللہ نے جنات کی شریف زادیوں سے عقد کیا ہے اور اس سے اولاد پیدا ہوئی ہے اور اس اولاد کا نام ملائکہ ہے لہٰذا ملائکہ جنات کی عورتوں سے پیدا ہونے والی لڑکیوں کا نام ہے۔

خداوند عالم نے مشرکین کے اس عقیدہ کو رد کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں انہیں جواب دیا کہ تم لوگ اللہ کے لئے تو

بیٹیاں ہونے کا خیال کرتے ہو جبکہ اپنے لئے بیٹیوں کو باعث ننگ و عار سمجھتے ہو۔ یعنی اللہ کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے؟ مشرکین کے اس عقیدہ کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ نے مشرکین کے سامنے فرشتوں کو بیٹی بنا کر خلق کیا ہو، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ خود اللہ نے کہیں فرمایا ہو کہ فرشتے میری بیٹیاں ہیں۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ مشرکین پر اللہ کی طرف سے کوئی کتاب نازل ہوئی ہو لہٰذا جب وہ فرشتوں کی خلقت کے وقت موجود بھی نہیں تھے اور نہ اللہ نے ان سے کہا ہے کہ میں نے فرشتوں کو بیٹیاں بنا کر خلق کیا ہے تو مشرکین یقیناً اپنے نظریہ میں جھوٹے ہیں۔

مشرکین اسی طرح اللہ اور جنات کے درمیان بھی رشتہ کے قائل تھے۔ مشرکین یہ خیال کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور جنات ان کی مائیں ہیں۔ خداوند عالم اس طرح کی تمام باتوں سے پاک و منزہ ہے اللہ کے مخلص بندے کبھی بھی اللہ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت نہیں دیتے، ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہیں اور وہ یقیناً جہنم میں جھلسنے والے ہیں۔

مشرکین جن فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے ان فرشتوں نے بھی ان کے اس نظریہ کو باطل ثابت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا پروردگار ان باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جن کی طرف تم لوگ نسبت دیتے ہو بلکہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام معین ہے، ہم ہمیشہ ہی اللہ کی بارگاہ میں صف بستہ حاضر رہتے ہیں اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہیں۔

مشرکین مکہ کی دوغلی پالیسی

☆ آیت ۱۶۷ سے ۱۷۰ تک کی آیات کے مطابق مکہ کے مشرکین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اسی قسم کی نصیحت آجاتی جو سابقہ امتوں کے پاس آگئی تھی تو ہم اللہ کے بڑے مخلص بندے ثابت ہوتے لیکن جب خداوند عالم نے ان کی طرف اپنا رسول مبعوث کیا تو انہوں نے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا اور ان کی تبلیغ کے راستے میں ہر قسم کی رکاوٹیں کھڑی کر دیں یہاں تک کہ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔

پروردگار عالم نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ عنقریب انہیں اپنے کفر اور شرک پر باقی رہنے اور رسول کی تکذیب کرنے کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

پروردگار عالم کا اپنے رسولوںؑ سے حتمی وعدہ

☆ آیت ۱۷۱ سے ۱۷۵ تک میں خداوند عالم اپنے اس حتمی وعدے کو بیان کر رہا ہے جس میں اس نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں گے اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب آنے والا ہے۔ یہاں پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ انبیاء و مرسلین میں سے بہت کم ہی نبی ایسے گزرے ہیں جو دنیا پر غالب آئے اور منصب حکومت پر فائز ہوئے ورنہ

اکثریت تو ایسے رسولوں کی ہے جنہیں کوئی حکومت نہیں ملی تو اللہ کا یہ لشکر کیسے غالب رہا؟ یہاں پر غالب سے مراد یہ ہے کہ تاریخ انسانیت میں ان انبیاء کی تبلیغات ہمیشہ زندہ رہیں گی جیسا کہ فرعون ونمرود کی طاقت خاک میں مل گئی لیکن موسیٰ وہارون تاریخ عالم میں اب بھی موجود ہیں۔ ابوجہل تاریخ کی تاریک وادیوں میں گم ہوگیا لیکن عبداللہ علیہ السلام کا یتیم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بول بالا آج ساری دنیا میں ہے اور یزید کا نام آج دنیا میں گالی سمجھا جاتا ہے جبکہ حسین ابن علی علیہما السلام کا نام ''فاتحینِ تاریخ انسانیت'' کی فہرست میں سب سے اوپر لکھا جاتا ہے۔

البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ خداوند عالم نے یہ وعدہ صرف اپنے انبیاء سے نہیں فرمایا بلکہ نصرت اور غلبہ کا یہ وعدہ ان تمام افراد کو بھی شامل کرتا ہے جو مقام بندگی پر فائز ہوں اور لشکر خدا میں شامل ہوں لہٰذا وہ افراد جو صرف خدا کا نام لیوا ہوں لیکن عملی میدان میں خدا کے فرامین اور احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوں وہ اس وعدہ الٰہی کے کبھی بھی مستحق قرار نہیں پائیں گے۔

ان آیات میں خداوند عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اے رسول! آپ ان سے کچھ عرصہ کے لئے منہ پھیر لیں اور انہیں دیکھتے رہیں یعنی فریضہ رسالت کو انجام دیتے رہیں لیکن ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ ذلت ورسوائی میں مبتلا ہیں۔

خداوند عالم نے اس وعدہ کو ایک ایسے وقت میں بیان فرمایا ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آرہی تھی۔ مٹھی بھر مسلمان نہایت بے سروسامانی میں مشرکین کے طعنے سن رہے تھے۔ ایسے میں قرآن مجید یہ اعلان کررہا ہے کہ یقیناً ہمارا لشکر غالب آئے گا۔ اس آیت کے نزول کے وقت کوئی لشکر موجود نہ تھا، چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے چند سال بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ دس ہزار افراد پر مشتمل لشکر نے فتح مکہ کے موقع پر ان کے گھروں کے آنگن میں ذلت ورسوائی اور ننگ وعار کو اتار دیا ہے اور عمر بھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والے زبان پر بظاہر کلمہ جاری کر کے اپنی جان بچانے پر مجبور ہو گئے۔

فضائل وخصوصیات:

شہید کی موت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الصَّافَّاتِ فِيْ كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ لَمْ يَزَلْ مَحْفُوْظًا مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ مَدْفُوْعًا عَنْهُ كُلُّ بَلِيَّةٍ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَرْزُوْقًا فِي الدُّنْيَا بِأَوْسَعِ مَا يَكُوْنُ مِنَ الرِّزْقِ وَلَمْ يُصِبْهُ اللّٰهُ فِيْ مَالِهٖ وَلَا وَلَدِهٖ وَلَا بَدَنِهٖ بِسُوْءٍ مِنْ

شَیْطَانٍ رَجِیْمٍ وَلَا مِنْ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ وَاِنْ مَاتَ فِیْ یَوْمِهٖ اَوْ لَیْلَتِهٖ بَعَثَهُ اللّٰهُ شَهِیْدًا وَ اَمَاتَهٗ شَهِیْدًا وَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ مَعَ الشُّهَدَاءِ فِیْ دَرَجَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ (۱)

جو شخص سورۂ صافات ہر جمعہ کو پڑھے گا وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور دنیاوی زندگی میں ہر بلا اس سے دور رہے گی۔ خداوند عالم اس کے رزق میں کشادگی پیدا کرے گا اور اسکے مال و اولاد اور بدن پر شیطان رجیم اور جابر دشمن کو مسلّط نہیں ہونے دے گا اور اگر اس دن یا رات کو دنیا سے کوچ کر جائے تو خدا اسے شہید اٹھائے گا اور شہید کی موت دے گا اور اسے بہشت میں شہداء کے درجے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

آسانی سے روح قبض: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بیٹے قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَا بُنَیَّ لَا تُقْرَأُ عِنْدَ مَکْرُوْبٍ مِنْ مَوْتٍ قَطُّ اِلَّا عَجَّلَ اللّٰهُ رَاحَتَهٗ (۲)

اے میرے بیٹے! مرض الموت کی تکلیف میں مبتلا کسی شخص کے پاس اس سورے کی تلاوت نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ اللہ اس کی مشکل کو آسان کرنے میں جلدی کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۲

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۳۶۵

سورۂ ص کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ص

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ص	23	38	38	مکہ مکرمہ	88	05	3061	735

☆ سورۂ ''ص'' موجودہ ترتیب اور ترتیب نزول دونوں کے اعتبار سے قرآن مجید کا اڑتیسواں (۳۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورہ کا نام اس کی پہلی آیت کی وجہ سے ''سورۂ ص'' رکھا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کا نصیحت ہونا	۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین
۳۔ حضرت داود علیہ السلام	۴۔ کائنات کی خلقت کا مقصد
۵۔ بنی ہاشم کی فضیلت و برتری کا بیان	۶۔ قرآن مجید، مبارک کتاب
۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۸۔ حضرت ایوب علیہ السلام
۹۔ حضرت الیسع علیہ السلام	۱۰۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام
۱۱۔ جنتی نعمات اور دوزخی عذاب کا ذکر	۱۲۔ خلقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی سرکشی
۱۳۔ اجر رسالت	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

سورۂ ''ص'' کے زمان نزول کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے:

رؤسائے قریش میں سے پچیس افراد جن میں ابو جہل، ابی ابن خلف، امیہ ابن خلف اور ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ، نضر ابن حارث وغیرہ شامل ہیں اپنے سردار ولید ابن مغیرہ کے ساتھ ابو طالب علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ آپ ہمارے سردار اور بزرگوار ہیں، ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیاں انصاف کریں۔ وہ ہمیں کم عقل اور ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔

ابو طالب علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور کہا: بھتیجے! یہ تمہاری قوم ہے، آپ سے ایک خواہش رکھتی ہے۔ فرمایا: کیا خواہش ہے؟ کہا: کہتے ہیں: ہمیں اپنے معبودوں کو پوجنے دو اور تم اپنے معبود کی عبادت کرو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایک کلمہ کا اقرار کرلو، تم عرب وعجم پر حکمرانی کروگے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: ہم ایک نہیں دس کلمے کہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرو۔ یہ سن کر وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے کہ اس نے کئی معبودوں کی جگہ صرف ایک معبود بنالیا۔

بعض روایت میں آیا ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیض وغضب میں آئے اور فرمایا کہ چچا! اگر سورج میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیا جائے اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر تو بھی میں اس دعوت توحید کو نہیں چھوڑوں گا چاہے میں قتل ہی کر دیا جاؤں۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنا کام جاری رکھو، قسم بخدا! میں کبھی آپ کی مدد کرنا نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کا ردعمل ان کے اشعار میں آیا ہے:

"قسم بخدا جب تک میں زیر خاک دفن نہ ہو جاؤں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ آپ اپنی دعوت جاری رکھیں۔ آپ کو کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ آپ مطمئن رہیں اور آنکھوں میں ٹھنڈک رہے۔ میں جان گیا ہوں کہ محمد کا دین، تمام ادیان سے بہتر دین ہے[1]۔"

قرآن مجید کا نصیحت ہونا

☆ آیت ۱ سے ۱۵ تک کی آیات کے مطابق قرآن مجید نصیحت ہے لیکن کفار غرور اور اختلاف میں مبتلا ہو کر اس قرآن کی نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ انسانی تباہی کا سب سے بڑا سبب غرور وتکبر ہوتا ہے جب اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں تو وہ خواہ مخواہ دوسرے کی بات سے انکار کرنے لگتا ہے اور اسے اپنی حیثیت اور عظمت سمجھنے لگتا ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ کفر کی انتہا اور جہالت وحماقت ہے۔ اسی غرور وتکبر میں مبتلا ہو کر کئی سابقہ قومیں عذاب الٰہی کا شکار ہوئیں اور تباہ وبرباد ہو گئیں۔

اسی غرور وتکبر کی بنا پر کفار مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسالت پر مبعوث ہونے پر تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ ان میں

---

[1] الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ سورہ بحث

سے ہی کوئی ڈرانے والا کیسے آ گیا۔ حالانکہ اگر یہ رسول کوئی اجنبی شخص ہوتا تو تعجب ہونا چاہیے تھا، جس کے ماضی کا علم نہ ہوتا اور کردار کا کسی کو تجربہ نہ ہوتا، اس کی قوم وقبیلہ کا پتہ نہ ہوتا تو اس صورت میں انہیں تعجب کرنا چاہیے تھا کہ ایک انجان شخص نے ہمارے درمیان آ کر اچانک نبوت کا دعویٰ کیا ہے جسے ہم جانتے تک نہیں۔ انہوں نے آخر میں وہی ضد اور ہٹ دھرمی پر مشتمل جملہ کہا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے اگرچہ کفار جانتے تھے کہ ان کی دعوت کا جادو سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔

رسول خدا ﷺ کی توحید کا اعلان سن کر کفار کہا کرتے تھے کہ بے شمار معبودوں کی جگہ صرف ایک معبود کا ہونا بہت ہی عجیب بات ہے کیونکہ کفار ومشرکین زندگی کی مختلف ضروریات کے مطابق مختلف خدا رکھتے تھے لہٰذا تمام ضروریات کے لئے ایک معبود کا ہونا مشرکین کیلئے ایک عجوبہ تھا۔ واضح رہے مشرکین زندگی کے ہر شعبے کے لئے ایک الگ معبود سے اپنی توقعات وابستہ رکھتے تھے اور اسی کی پوجا کرتے تھے۔

رسول خدا کی تبلیغ کو سن کر کفار کے سردار اپنی قوم سے کہتے تھے کہ اپنے معبودوں کی پرستش پر ڈٹے رہو اور اس شخص کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ ہم پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے، اس کی غرض اپنی بالادستی قائم کرنا ہے۔ ہم نے سابقہ امتوں میں ایسی دعوت نہیں سنی جس میں کہا گیا ہو کہ صرف ایک خدا پر انحصار کرو لہٰذا یہ کام ادیان سے ہٹ کر ایک من گھڑت تصور ہے۔

خداوند عالم کفار کے ان تمام خرافات کے جواب میں ارشاد فرما رہا ہے کہ کفار عذاب کا مزہ چکھنے تک قرآن کی حقانیت اور آپ کی رسالت کے بارے میں مشکوک ہی رہیں گے، جب یہ لوگ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے تو اس وقت انہیں یقین آئے گا کہ آپ کی دعوت سچی اور حقیقت پر مبنی تھی۔

مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ کیا اللہ کے پاس صرف یہی ایک عبداللہ کا یتیم ہی باقی بچا تھا جسے نبوت کے لئے اس نے منتخب کیا۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک یہ لوگ ہیں جو نبوت کا منصب کسی کو عطا کرنے میں ان کی مرضی کی ضرورت ہو جبکہ آپ کا پروردگار ہر قوت پر غالب آنے والا ہے۔ کسی کو نبوت دینا یا نہ دینا اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا حصہ ہے لہٰذا اگر تمہارے پاس کائنات کی حکومت ہے تو آسمانی راستوں پر چڑھ کر وحی کا راستہ روکو یا آسمان پر چڑھ کر اپنے کسی منظور نظر شخص پر وحی نازل کرالو۔

اے رسول ﷺ! آپ ان کی باتوں سے دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ یہ مشرکین ایک دن اسی جگہ یعنی مکہ میں ایک چھوٹا اور بے وقعت لشکر ثابت ہوں گے، اسی مکہ میں ایک دن ایسا آنے والا ہے جب یہ تکبر اور غرور میں مبتلا افراد ذلت

ورسوائی کے ساتھ آپ کے سامنے معافی کے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔

یاد رکھو کہ جس قوم نے بھی ہمارے رسولوں کی تکذیب کی ان پر عذاب نازل ہو چکا ہے جیسا کہ تم سے پہلے قوم نوح، قوم عاد، قوم فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ سب اسی عذاب کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہ وہ اقوام ہیں جو اپنے زمانہ کی بہت بڑی طاقتیں سمجھی جاتی تھیں، ان کے مقابلہ میں مکہ والوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بہرحال جب عذاب کا کڑکا ہوگا تو انہیں تھوڑی سی بھی مہلت نہیں ملے گی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین

☆ آیت ۱۶ کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار و مشرکین کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے از راہ تمسخر کہتے تھے کہ قیامت کے عذاب سے ہمیں کیوں ڈراتے ہو جو معلوم نہیں کب آنے والا ہے؟ لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس دعوئ عذاب میں سچے ہیں تو اس دنیا میں ہی فوراً وہ عذاب لے آئیں۔

ان کی ان باتوں کے جواب میں خداوند عالم نے اس کے بعد کی آیات میں اپنے رسول کو صبر کی تلقین کے ساتھ مختلف انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے بعض واقعات کو بیان کر کے تسلی دی ہے کہ عذاب الٰہی ان کے کہنے پر نہیں آئے گا بلکہ پروردگار عالم کی طرف سے جو وقت مقرر ہے اسی میں عذاب نازل ہوگا۔

حضرت داود علیہ السلام

☆ آیت ۱۷ سے ۲۶ تک کی آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ خداوند عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین کے رویہ اور ان کی باتوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض صفات کی طرف بھی متوجہ کیا کہ وہ صاحب طاقت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا گیا تھا کہ وہ صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ پرندے ان کے فرمانبردار تھے، ان کی بادشاہت بہت ہی مضبوط تھی اور انہیں حکمت اور صحیح فیصلہ کرنے کی طاقت عطا کر دی گئی تھی۔

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر مبنی ایک واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دو شخص اپنا جھگڑا لے کر ان کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ایک کی بات سن کر کہا کہ یہ تو دوسرے نے زیادتی کر لی ہے لیکن فوراً ہی انہیں خیال آیا کہ دوسرے کی بات سننے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے تھا لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں فوراً استغفار کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ پروردگار میں گر کر اپنے اس عمل کی مسلسل معافی مانگتے رہے۔ خداوند عالم نے ان کے توبہ و استغفار کو قبول فرمانے کے بعد

انہیں زمین میں اپنا جانشین بنانے کی خبر دی اور لوگوں کے درمیان حق پر مبنی فیصلہ کرنے اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ ''سورۂ انبیاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس سورے کی آیت ۲۴ کی تلاوت پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور یہ قرآن مجید کا دسواں مستحب سجدہ ہے۔

کائنات کی خلقت کا مقصد

☆ آیت ۲۷ کے مطابق خداوند عالم نے اس کائنات کو بے کار خلق نہیں کیا ہے جیسا کہ کافروں کا خیال یہ تھا کہ انسان اس دنیا کے لئے ہی خلق ہوا ہے، مرنے کے بعد کوئی جزا و سزا کا مرحلہ نہیں ہوگا یعنی ان کے نزدیک نیک اعمال انجام دینے والے اور برے اعمال انجام دینے والے ایک ہی صف میں تھے، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ خداوند عالم نے کفار کی اس سوچ کو رد کرتے ہوئے انہیں جہنم میں ویل (طبقات جہنم میں سے ایک طبقہ کا نام) کے عذاب کی خبر دی ہے۔

بنی ہاشم کی فضیلت و برتری کا بیان

☆ آیت ۲۸ کے مطابق ایمان اور عمل صالح انجام دینے والے فساد پھیلانے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ اسی طرح اہل تقویٰ اور بدکاری کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اس آیت کے بارے میں اہل سنت کے مشہور عالم قاضی ابوبکر نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت بنی ہاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ایمان و تقویٰ والوں سے مراد، حضرت علی علیہ السلام، حضرت جعفر طیار علیہ السلام، عبیدہ ابن الحرث، طفیل، زید ابن حارثہ اور ام ایمن وغیرہ ہیں اور مفسدین و فجار سے مراد بنی عبد شمس اور بنی امیہ ہیں (۱)۔

قرآن مجید، مبارک کتاب

☆ آیت ۲۹ کے مطابق قرآن مجید مبارک کتاب ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس کتاب میں تدبر سے کام لیتے ہوئے غور و فکر کریں اور اسے اپنے لئے دستور حیات بنالیں اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کریں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

☆ آیت ۳۰ سے ۴۰ کی تمام آیات حضرت سلیمان نبی علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ ان آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی کے دو واقعات کو بیان کیا گیا۔ ان میں سے پہلا واقعہ گھوڑوں سے متعلق ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شام کے وقت اپنے اصطبل میں ان گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے جو جہاد کے لئے آمادہ کئے گئے تھے۔ آپ ان کے دیکھنے

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۱۷

میں ایسے منہمک ہوئے کہ آخر وقت جو دعائیں یا وظائف پڑھتے تھے ترک ہو گئے اور آفتاب غروب ہو گیا۔ اس کا آپ کو ایسا صدمہ ہوا کہ باوجودیکہ یہ بھی ایک امر خیر تھا کہ جہاد کی غرض سے گھوڑے چنے جاتے تھے مگر اس کی وجہ سے ان مستحبی وظائف کے ترک ہو جانے کے کفارہ میں آپ نے انہی گھوڑوں کی خدا کی راہ میں قربانی کر دی اور فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا(۱)۔ دوسرا واقعہ ان آیات میں آپ کے تخت پر ایک بے جان جسم کے ڈالنے کا ہے۔ یہ واقعہ ہم نے سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام

☆ آیت ۴۱ سے ۴۴ تک کی تمام آیات حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی کے بعض گوشوں سے پردہ اٹھا رہی ہیں۔ خداوند عالم کے منتخب بندوں کی حالت انسان کو کئی پہلوؤں سے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے، کبھی تو ان کا خوش حالی و راحت سے امتحان لیا جاتا ہے اور کبھی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس امتحان کی لذت کو بھی وہی سمجھ سکتے ہیں جبکہ ایک عام انسان کی نظر میں یہ امتحان خصوصاً مصیبت میں مبتلا ہونا ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

خدا کے منتخب بندوں میں سے ایک حضرت ایوب ابن عیص تھے۔ آپ کی بیوی کا نام رحیمہ تھا۔ آپ شروع ہی سے بڑے دولت مند تھے اور خدا نے آپ کو اولاد کثیر بھی عطا کی تھی، آپ ہمیشہ عبادت خداوندی میں مصروف رہتے تھے اور اپنی زندگی کے اکثر حصہ کو شکر خداوندی بجالانے صرف کرتے تھے۔ آپ کی زندگی کے اسی (۸۰) سال اسی خوشحالی کی کیفیت میں گزر گئے۔ اس کے بعد مشیت خداوندی یہ ہوئی کہ آپ کا امتحان اولاد اور مال و اسباب کو واپس لے کر لیا جائے چنانچہ آپ کی سب اولاد مر گئیں، جانور ہلاک ہو گئے، کھیتیاں برباد ہو گئیں اور خود طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہر شخص نے آپ سے تعلق ختم کر دیا یہاں تک کہ آپ کو شہر سے نکال کر جنگل میں چھوڑ دیا گیا۔ اس پریشانی اور مصیبت کے عالم میں صرف ایک زوجہ تھی جو آپ کے ساتھ رہی جس نے آپ کی ہر طرح سے خدمت کی۔

بعض روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی کے سات سال انہی پریشانیوں میں گزر گئے تو شیطان کے بہکانے سے لوگوں نے آپ کو طعنے دینے شروع کر دیئے کہ آخر تم نے کون سا گناہ کیا ہے جس سے تم پر یہ مصیبت آئی بلکہ خود شیطان نے ان سے کہا کہ تمہارا مرض اتنا طولانی ہو گیا مگر تمہارا خدا تم پر رحم نہیں کرتا۔ اب حضرت ایوب علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے تو ایک قدرتی نہر جاری ہو گئی، جب آپ اس نہر میں نہائے

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۸۱۷

اور آپ نے اس نہر کا پانی پیا تو صحت یاب ہو گئے۔ پھر خداوند عالم نے سب مال و دولت اور اولاد دوبارہ عطا فرمائی۔

آپ کی اسی بیماری کے زمانہ میں شیطان آپ کی بیوی کے سامنے ایک طبیب (ڈاکٹر) کی صورت میں آیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ نے شیطان کے سامنے اپنے شوہر کی بیماری کی حالت بیان کی، شیطان نے کہا کہ میں اس شرط سے علاج کرتا ہوں کہ وہ صحت یاب ہونے کے بعد کہے کہ: تو نے مجھے صحت دی ہے۔ آپ کی زوجہ نے جب آپ سے اس شرط کا تذکرہ کیا تو آپ کو بہت صدمہ اور رنج پہنچا اور قسم کھائی کہ اگر میں اس مرض سے اچھا ہوا تو تم کو (اپنی زوجہ کو) سو درے ماروں گا۔ جب صحت یاب ہو گئے فکر لاحق ہوگئی کہ قسم تو پوری کرنی ہے اور اگر وفادار زوجہ کو سو درے ماریں تو انہیں تکلیف ہوگی۔ اللہ نے قسم کو پوری کرنے کی ترکیب بتائی کہ سو سینکوں کا مٹھا لے کر ایک دفعہ مارو (اس طرح تمہاری قسم بھی پوری ہوگی اور حضرت رحیمہ کو تکلیف بھی نہ ہوگی۔

حضرت الیسع علیہ السلام

☆ آیت ۴۸ میں حضرت اسماعیل، حضرت الیسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی تعریف کرتے ہوئے ان سب کو خداوند عالم نے اپنے منتخب بندوں میں سے قرار دیا ہے۔ حضرت اسماعیل کے واقعات ''سورہ صافات'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں پر ہم حضرت الیسع اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے حالات کو مختصراً بیان کریں گے۔

حضرت الیسع علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن مجید میں چار مرتبہ آیا ہے۔ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور ان کے جانشین تھے۔ آپ علیہ السلام اپنی عمر کے ابتدائی حصے ہی سے حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے آپ کو رسالت پر مبعوث فرمایا[۲]۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

مشہور یہی ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام پیغمبروں میں سے تھے اور سورۂ انبیاء کی آیت ۸۵ میں پیغمبروں کے ناموں یعنی اسماعیل اور ادریس علیہما السلام کے بعد ان کے نام کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

بعض کا نظریہ یہ ہے کہ ذوالکفل بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے تھے، وہ انہیں ایوب علیہ السلام کا فرزند سمجھتے ہیں جس کا

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۸۱۸

۲۔ قصص الانبیاء والائمہ، ص ۲۳۲

اصلی نام "بشر" یا "شرف" تھا[1]۔

انہیں ذوالکفل کا نام کیوں دیا گیا ہے؟ "کفل" نصیب اور حصہ کے معنی میں بھی آیا ہے اور کفالت و عہدہ داری کے معنی میں بھی لہٰذا علماء نے مختلف احتمال ذکر کئے ہیں:

کہا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ راتوں کو عبادت کے لئے اٹھیں گے اور دن میں روزہ رکھا کریں گے اور قضاوت اور فیصلہ کرتے وقت ہرگز غصے میں نہیں آئیں گے۔ وہ اپنے اس عہد و پیمان پر قائم رہے لہٰذا انہیں یہ لقب دیا گیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے ایک گروہ کی کفالت کی تھی اور وقت کے ظالم بادشاہ سے ان کی جان بچائی تھی اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا۔

بہرحال ان کی زندگی کے حالات کی اتنی ہی مقدار جو آج ہماری دسترس میں ہے وہ خدا کی اطاعت و بندگی اور ظالموں کے مقابلے میں ان کی استقامت کی دلیل ہے اور ہمارے آج اور کل کے لئے ایک سبق ہے۔ اگرچہ ان کی زندگی کی تفصیلات کے بارے میں زمانے کی دوری کے سبب دقیق طور پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا[2]۔

جنتی نعمات اور دوزخی عذاب کا ذکر

☆ آیت ۴۹ سے ۶۴ تک کی آیات میں جنت میں متقین کو ملنے والی نعمتوں اور جہنم میں اہل دوزخ کو ملنے والے عذاب میں سے بعض کا ذکر اور اہل دوزخ کا آپس کے جھگڑے کو بیان کیا گیا ہے۔

سابقہ آیات میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے بعض گوشوں کو واضح کرنے کے بعد ان آیات میں قیامت کے دن اہل جنت کو ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ متقی افراد ایسی جنتوں میں ہوں گے کہ:

- جو ہمیشہ کے لئے ہوں گی اور اس جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔
- وہ وہاں تکیہ لگائے چین سے بیٹھے ہوں گے۔
- متقی جنت میں طرح طرح کے میوے اور شراب طلب کریں گے اور ان سے لطف اندوز ہوں گے۔
- ان کے اطراف میں نظریں جھکائے ان کی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔

---

[1] ۔ داستانہای پیغمبران در قرآن، عفیف عبدالفتاح طبارہ، ترجمہ ابوبکر حسن زادہ

[2] ۔ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی، قرآنی داستانیں

● اس جنت میں رزق کے ختم ہونے کا کوئی تصور نہیں ہوگا۔

یہ تمام نعمتیں خداوند عالم سے ڈرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے افراد کے لئے مہیا ہوں گی۔ البتہ جو لوگ سرکشی پر اتر آئے اور دنیا میں احکام خداوندی کی مخالفت کرتے رہے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں ان کی غذا گرم پانی اور پیپ ہوگی اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

ان آیات کے مطابق اہل جہنم ایک دوسرے کی ملامت اور برا بھلا کہیں گے کہ آج کے دن ہماری یہ حالت تمہاری وجہ سے ہوئی ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں دعا کریں گے کہ خدایا جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ہمیں اس حال تک پہنچایا تو ان کے عذاب کو دوگنا کردے۔

ان آیات کے مطابق کفار و مشرکین جہنم میں وارد ہوں گے اور وہاں ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جنہیں دنیا میں وہ حقیر اور ذلیل شمار کیا کرتے تھے۔ اب وہ پشیمان ہوں گے کہ ہم نے دنیا میں ان کا مذاق اڑایا، وہ اب ہمیں دکھائی نہیں دیتے یعنی وہ جہنم میں نہیں ہوں گے بلکہ جنت میں ہوں گے۔ یہ اہل جہنم کا آپس کا ایک جھگڑا ہوگا کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ شکست خوردہ لشکر شکست کے بعد آپس میں جھگڑے میں مبتلا ہوتا ہے اور شکست کی ذمہ داری قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، ہر ایک دوسرے پر شکست کی ذمہ داری عائد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

خلقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی سرکشی

☆ آیت ۷۱ سے ۸۵ تک کی تمام آیات خلقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی سرکشی کے بارے میں ہیں۔ جب خداوند عالم نے ملائکہ سے کہا کہ میں ایک مخلوق بناؤں گا اور جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب سجدہ کرنا۔ تمام فرشتوں نے اس حکم خداوندی کی اطاعت کی مگر شیطان نے اس حکم سے روگردانی کی۔ خداوند عالم نے شیطان سے پوچھا کہ میں نے جس مخلوق کو اپنی خاص قدرت سے خلق کیا، اس کے سامنے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ تو نے تکبر کی وجہ سے ایسا کیا یا اپنے آپ کو بلند درجہ والا سمجھتا ہے؟

اس مرحلہ پر شیطان کا جواب سننے کے قابل ہے کہ جو لوگ مال و دولت اور مختلف نسلی و خاندانی امتیازات کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ کہیں یہ اسی طرح کا جواب تو نہیں جیسا شیطان نے خدا کے سامنے دیا تھا۔

شیطان کہتا ہے: میں نے سجدہ اس لئے نہیں کیا کیونکہ میں اس سے افضل ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے (آدم کو) خاک سے خلق کیا ہے۔

شیطان کا یہ جواب سن کر خداوند عالم نے اسے مردود قرار دے کر اپنی بارگاہ سے خارج کر دیا اور اس کو قیامت تک کے لئے لعنت کا مستحق قرار دیا۔ جب بارگاہ خداوندی سے دھتکارا گیا تو اس نے ایک درخواست کی کہ پروردگار! مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما، جواب ملا کہ جاؤ تجھے ایک معین وقت تک مہلت دی گئی ہے۔ جب اسے بارگاہ خداوندی سے مہلت ملی تو اس نے پھر سرکشی کرتے ہوئے کہا کہ تیری عزت وجلالت کی قسم! میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ کردوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو خالص تیری پیروی کرتے ہیں۔ آواز قدرت آئی کہ میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ حضرت آدم کے واقعات ''سورۂ بقرہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اجر رسالت

☆ آیت ۸۶ سے ۸۸ تک کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی تعلیمات اور رسالت کی ذمہ داری انجام دینے کا کوئی اجر ومعاوضہ نہیں چاہتے۔ قرآنی آیات کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: اپنی رسالت کے بدلہ میں نہ تو تم سے کسی دنیاوی مفاد کا طالب ہوں اور نہ ہی کسی دکھاوے کا عادی ہوں کہ اپنی بڑائی دکھانے کیلئے وحی کا دعویٰ کروں۔

قرآن مجید عالمین کے لئے نصیحت ہے یعنی قرآن مجید کا آفاقی پیغام روز اول سے عالمین کے لئے ہے۔ ایک علاقے یا نژاد کے ساتھ محدود نہیں ہے جیسا کہ دشمنان اسلام مستشرقین کہتے ہیں کہ شروع میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال صرف مکہ اور اس کے گرد و پیش تک اپنی رسالت کو محدود کرنا تھا۔ مکہ کے نامساعد ترین حالات میں جہاں دور دور تک عام لوگوں کی نظروں میں کامیابی کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی، اس وقت یہ اعلان ہو رہا ہے کہ ایک مدت کے بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جو میں آج کہہ رہا ہوں وہ پورا ہو کر رہے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھی اور کچھ عرصہ کے بعد چشم عالم نے دیکھ لیا کہ مشرکین کی گردنیں یا کٹ گئیں یا جھک گئیں اور اسلام کے خلاف تمام سازشوں کی جڑیں کٹ گئیں۔

فضائل و خصوصیات:

دنیا و آخرت کی بھلائی اور قیامت کے دن حق شفاعت: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ ص فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ أُعْطِيَ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ مَا لَمْ يُعْطَ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ اَوْ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَ كُلَّ مَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ حَتّٰى خَادِمَهُ الَّذِيْ يَخْدُمُهُ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ حَدِّ عِيَالِهٖ وَلَا فِيْ حَدِّ مَنْ يَشْفَعُ فِيْهِ [1]

جو شخص شب جمعہ اس سورے کی تلاوت کرے گا اسے دنیا و آخرت کی وہ بھلائی نصیب ہوگی جو انبیاء علیہم السلام اور مقرب فرشتوں کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور خدا اسے اور اس کے خاندان کے جس فرد کو بھی چاہے گا خواہ اس کا خدمت گزار ہی کیوں نہ ہو بہشت میں داخل کرے گا اگرچہ وہ اس کے خاندان یا ان افراد میں سے نہ ہو جس کی یہ شفاعت کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۲

زادِ راہ کی پیشکش
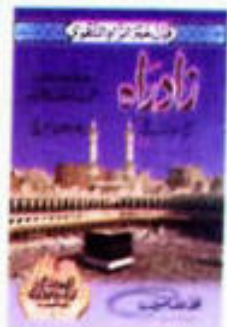
******** زادِ راہ ٹرسٹ ********

زادِ راہ ٹرسٹ

G-4، گراؤنڈ فلور، الارض ٹیرس، عامل کالونی، سولجر بازار، کراچی

Tel: 021-32293163 Website : www.zad-e-rah.com

E-mail: info@zad-e-rah.com, razamerchant5@hotmail.com